پس اگر ہم نے اپنی اصلاح کرنی ہے تو ہمیشہ یہ بات سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ ہر نیکی کو اختیار کرنے اور ہر بدی سے بچنے کی کوشش کرنی ہوگی۔

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 13 دسمبر 2013)

دروس

بابت عملی اصلاح

مرتبہ

نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست دروس عملی اصلاح

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ایمان اور عمل صالحہ

☆**ارشاد باری تعالیٰ ہے:**

وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَھُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الأَنْھَارُ ﴿البقرہ:۲۶﴾

ترجمہ: اور خوشخبری دیدے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل بجا لائے کہ ان کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔

☆**حضرت علی بن ابی طالبؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:**

''ایمان یہ ہے کہ دل سے خدا کی شناخت ہو، زبان سے اقرار ہو اور اس کے احکام پر عمل ہو''

(ابن ماجہ باب فی ایمان)

☆**حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:**

''......ایمان بغیر عمل صالحہ کے زندہ اور قائم نہیں رہ سکتا۔ اگر ایمان ہو اور اعمال صالحہ نہ ہوں تو ایمان ہیچ ہے اور اگر اعمال ہوں اور ایمان نہ ہو تو وہ اعمال ریا کاری ہیں۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۴۰۰ تا ۴۰۱)

نیز فرماتے ہیں:

''جو لوگ برکت پاتے ہیں ان کی زبان بند اور عمل ان کے وسیع اور صالح ہوتے ہیں۔ پنجابی میں کہاوت ہے کہ کہنا ایک جانور ہوتا ہے اس کی بدبُو سخت ہوتی ہے اور کرنا خوشبودار درخت ہوتا ہے۔ سو ایسا ہی چاہیئے کہ انسان کہنے کی نسبت کرکے بہت کچھ دکھائے۔ صرف زبان کام نہیں آتی۔ بہت سے ہوتے ہیں جو باتیں بہت بناتے ہیں اور کرنے میں بہت سست اور کمزور ہوتے ہیں۔ صرف باتیں جن کے ساتھ روح نہ ہو وہ نجاست ہوتی ہیں۔ بات وہی برکت والی ہوتی ہے جس کے ساتھ آسمانی نور ہو اور عمل کے پانی سے سرسبز کی گئی ہو۔ اس کے واسطے انسان خود بخود ہی نہیں کرسکتا۔ چاہیے کہ ہر وقت دُعا

سے کام کرتا رہے اور درگذر سے اور سوز سے اس کے آستانہ پر گرا رہے اور اس سے توفیق مانگے ورنہ یاد رکھے کہ اندھا مرے گا۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۵۰)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوّر اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

''ایمان اور عمل صالح بجا لانے والے کو جنّتوں کی بشارت دی گئی ہے اس میں یہ حکمت ہے کہ ایمان ایک باغ کی حیثیت رکھتا ہے اور عمل اسے سرسبز کرتا ہے اور اس کو پانی دے کر بڑھاتا ہے جو شخص ایمان لانے کے بعد عمل نہیں کرتا اس کے ایمان کا درخت سوکھ جاتا ہے......ایمان کے بعد اعمال کی طرف توجہ نہ کرینگے تو......ایمان بھی ضائع ہو جائے گا......انسان ایمان کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ اللہ کی طرف جاتا ہے لیکن اسے خدا تعالیٰ تک اٹھا کر لے جانے والا عمل صالح ہوتا ہے یعنے ایمان کی تکمیل عمل صالح سے ہوتی ہے۔ اگر عمل صالح نہ ہو تو ایمان درمیان میں ہی رہ جائے اور اپنا پھل پوری طرح نہ دے۔''

(تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ ۲۴۹)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

''غرض حقیقی مومن دراصل وہی ہے جو دل سے اقرار کر رہا ہو اور زبان سے بھی اس کا اظہار کر رہا ہو اور اپنے ایمان کے مطابق عمل صالحہ بھی بجا لا رہا ہو۔ لیکن چونکہ عام طور پر انسان کی توجہ اس طرف مبذول نہیں ہوتی اس لئے اللہ تعالیٰ نے جا بجا ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کے الفاظ کو واضح طور پر قرآن کریم کی مختلف آیات میں رکھ دیا ہے تا کہ اس بات پر زور دیا جائے کہ محض زبانی اقرار یا دلی اقرار کافی نہیں ہے۔ جب تک کہ اعمال صالحہ بھی ساتھ نہ ہوں۔ اعمال صالحہ کے معنی ہیں وہ اعمال جو ایمان کے مطابق ہوں اور جن میں کوئی فساد نہ ہو۔''

(مشعل راہ جلد دوم صفحہ: ۲۲ تا ۲۳)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تعلق باللہ

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَا أَیُّھَا الْإِنسَانُ إِنَّکَ کَادِحٌ إِلَی رَبِّکَ کَدْحاً فَمُلَاقِیْہِ﴿الانشقاق:۷﴾

ترجمہ: اے انسان! تُو اپنے رب کی طرف پورا زور لگا کر جانے والا ہے (اور) پھر اُس سے ملنے والا ہے۔

☆حضرت ابودرداءؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''حضرت داؤد علیہ السلام یوں دعا مانگا کرتے تھے۔اے میرے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں۔اور اُن لوگوں کی محبت جو تجھ سے پیار کرتے ہیں۔اور اُس کام کی محبت جو مجھے تیری محبت تک پہنچادے۔اے میرے خدا! ایسا کر کہ تیری محبت مجھے اپنی جان، اپنے اہل وعیال اور ٹھنڈے شیریں پانی سے بھی زیادہ پیاری اور اچھی لگے۔''

(ترمذی کتاب الدعوات باب ماجاء فی عقد التسبیح بالید)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسینؓ صاحب نے ایک دفعہ سوال کیا کہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔حضرت علیؓ نے فرمایا۔ہاں۔حضرت امام حسینؓ نے اس پر بڑا تعجب کیا اور کہا کہ ایک دل میں دو محبتیں کس طرح جمع ہوسکتی ہیں۔پھر حضرت امام حسینؓ نے کہا کہ وقت مقابلہ پر آپ کس سے محبت کریں گے۔فرمایا اللہ سے۔غرض انقطاع اُن کے دلوں میں مخفی ہوتا ہے اور وقت پر ان کی محبت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے رہ جاتی ہے۔مولوی عبدالطیف صاحب نے عجیب نمونہ انقطاع کا دکھلایا۔جب اُنہیں گرفتار کرنے آئے تو لوگوں نے کہا کہ آپ گھر سے ہوآویں۔آپ نے فرمایا کہ میرا اُن سے کیا تعلق ہے۔خدا تعالیٰ سے میرا تعلق ہے سو اُس کا حکم آن پہنچا ہے۔میں جاتا ہوں۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۴۴)

☆مزید آپؑ فرماتے ہیں:

''مَیں پھر تمہیں بتلاتا ہوں کہ اگر خدا تعالیٰ سے سچا تعلق۔ حقیقی ارتباط قائم کرنا چاہتے ہو، تو نماز پر کاربند ہو جاؤ اور ایسے کاربند بنو کہ تمہارا جسم نہ تمہاری زبان بلکہ تمہاری رُوح کے ارادے اور جذبے سب کے سب ہمہ تن نماز ہو جائیں۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۰۸)

☆آپؑ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں کہ

کیا زندگی کا ذوق اگر وہ نہیں ملا لعنت ہے ایسے جینے پہ گر اُس سے ہیں جُدا

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے کے لئے سب سے پہلا کام اُس کے آگے جھکنا، اُس کی عبادت کرنا اُس کی طرف توجہ کرنا ہے، اور یہ تعلق جوڑنے کے لئے سب سے اہم بات جو آپ نے کرنی ہے اور جس کے کرنے کی کوشش کرنی چاہئے وہ اپنی عبادتوں کی طرف توجہ اور اپنی نمازوں کی حفاظت ہے اور اس کے بغیر ناممکن ہے کہ خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑا جا سکے۔ یہی نمازوں کی حفاظت ہے جو آپ میں اور آپ کے بیوی بچوں میں اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کا باعث بنے گی۔''

(خطبات مسرور جلد چہارم صفحہ ۲۳۳)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ   بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محبت الٰہی

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے

فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَذِکۡرِکُمۡ آبَاءَ کُمۡ اَوۡ اَشَدَّ ذِکۡراً .﴿البقرہ: ۲۰۰﴾

ترجمہ: پس اللہ کا ذکر کرو جس طرح تم اپنے آباء کا ذکر کرتے ہو بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ ذکر۔

☆حضرت ابودرداءؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حضرت داوٗدؑ یوں دعا مانگا کرتے تھے۔اے میرے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں۔اور ان لوگوں کی محبت جو تجھ سے پیار کرتے ہیں اور اس کام کی محبت جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔اے میرے خدا! ایسا کر کہ تیری محبت مجھے اپنی جان، اپنے اہل وعیال اور ٹھنڈے شیریں پانی سے بھی زیادہ پیاری اور اچھی لگے۔''

(ترمذی کتاب الدعوات)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''پس سب سے پہلے پھر یہ ضروری ہے کہ اول تصحیح عقیدہ کرے۔ ہندو کچھ اور پیش کرتے ہیں۔ عیسائی کچھ اور ہی دکھاتے ہیں۔چینی کسی اور کو خدا پیش کرتے ہیں۔مُسلمانوں کا وہی خدا ہے جس کو انہوں نے قرآن کے ذریعہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ جب تک اس کو شناخت نہ کیا جائے، خدا کے ساتھ کوئی تعلق اور محبت پیدا نہیں ہوسکتی۔نرے دعوے سے کچھ نہیں بنتا۔پس جب عقیدہ کی تصحیح ہوجاوے تو دُوسرا مرحلہ یہ ہے کہ نیک صُحبت میں رہ کر اس معرفت کو ترقی دی جاوے اور دُعا کے ذریعہ بصیرت مانگی جاوے۔جس جس قدر معرف اور بصیرت بڑھتی جاوے گی۔اسی قدر محبت میں ترقی ہوتی جائے گی۔ یادرکھنا چاہیے کہ محبت بدوں معرفت کے ترقی پذیر نہیں ہوسکتی۔انسان ٹین یا لوہے کے ساتھ اس قدر محبت نہیں کرتا جس قدر تانبے کے ساتھ کرتا ہے۔پھر تانبے کو اس قدر عزیز نہیں رکھتا جتنا چاندی کو رکھتا

ہے۔اس کی وجہ کیا ہے؟ یہی کہ اس کو ایک معرفت ان دھاتوں کے بابت ملتی ہے جو اس کی محبت کو بڑھاتی ہے۔ پس اصل بات یہی ہے کہ محبت میں ترقی اور قدر و قیمت میں زیادتی کی وجہ معرفت ہی ہے۔ اس سے بیشتر کہ انسان سرور اور لذت کا خواہشمند ہو اس کو ضرور ہے کہ وہ معرفت حاصل کرے، لیکن سب سے ضروری امر جس پر ان سب باتوں کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ وہ صبر اور حُسنِ ظن ہے۔ جب تک ایک حیران کر دینے والا صبر نہ ہو۔ کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔ جب انسان محض حق جوئی کے لئے تھکا نہ دینے والے صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں سعی اور مجاہدہ کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے وعدہ کے موافق اس پر ہدایت کی راہ کھول دیتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ (العنکبوت: ۷۰) یعنی جو لوگ ہم میں ہو کر سعی اور مجاہدہ کرتے ہیں۔ آخر ہم ان کی اپنی راہوں کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ اُن پر دروازے کھولے جاتے ہیں۔ یہ سچی بات ہے۔ کو جو ڈھونڈتے ہیں وہ پاتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۴۶۱ تا ۴۶۲)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوّر اللہ مرقدہ فرماتے ہیں۔

''......خدا اور اس کی محبت کے مقابلہ میں باقی سب کچھ ہیچ ہے۔ آپ لوگ کہیں گے ہم مسلمان ہیں پھر خدا تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ سے محبت کیوں نہ ہوگی۔ مگر بہت لوگ ہوتے ہیں جن میں حقیقی محبت بہت کم ہوتی ہے۔ ان کا اعتقاد خدا تعالیٰ کی اور رسول کریم ﷺ کے متعلق عقلی یا رسمی ہوتا ہے۔ مگر احمدیوں کا ایسا اعتقاد نہیں ہونا چاہیے۔ تمہارا خدا تعالیٰ سے محبت کا وہ تعلق ہونا چاہئے ...... جو ماں کو بچہ سے ہوتا ہے۔''

(انوار العلوم جلد ۵ صفحہ: ۴۴۷)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دینا

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَأَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ .﴿آل عمران:۱۳۳﴾

ترجمہ: اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم رحم کئے جاؤ۔

☆حضرت عبادہ بن صامت ؓ بیان کرتے ہیں:

''ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت اس امر پر کی کہ ہم پسند کی صورت میں اور ناپسند کی صورت میں بھی ان کا ارشاد سنیں گے اور اطاعت کریں گے''۔

(بخاری کتاب الاحکام ، باب کیف یبایع الامام الناس)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''......اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔''

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۳)

نیز فرمایا:

''......قرآن شریف اپنی رُوحانی خاصیت اور اپنی ذاتی روشنی سے اپنے سچے پیرو کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اُس کے دل کو منور کرتا ہے اور پھر بڑے بڑے نشان دکھلا کر خدا سے ایسے تعلقات مستحکم بخش دیتا ہے کہ وہ ایسی تلوار سے بھی ٹوٹ نہیں سکتے جو ٹکڑہ ٹکڑہ کرنا چاہتی ہے۔ وہ دل کی آنکھ کھولتا ہے اور گناہ کے گندے چشمہ کو بند کرتا ہے اور خدا کے لذیذ مکالمہ مخاطبہ سے شرف بخشتا ہے اور علوم غیب عطا فرماتا ہے

اور دُعا قبول کرنے پر اپنے کلام سے اطلاع دیتا ہے اور ہر ایک جو اُس شخص سے مقابلہ کرے جو قرآن شریف کا سچا پیرو ہے خدا اپنے ہیبت ناک نشانوں کے ساتھ اس پر ظاہر کر دیتا ہے کہ وہ اُس بندہ کے ساتھ ہے جو اس کے کلام کی پیروی کرتا ہے۔''

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد۲۳ صفحہ ۳۰۸، ۳۰۹)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''پھر اس چھٹی شرط میں ایک بات حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ اور رسول کے احکامات کو اپنے ہر معاملہ میں دستورالعمل کے طور پر سامنے رکھے گا۔ جب ضرورت ہوگی ان سے مشورہ لے گا۔ اب یہ کوئی منہ سے کہنے والی بات نہیں؟ اس عہد کو پورا کرنے کیلئے آدمی غور کرے تو بڑی فکر پیدا ہوتی ہے......اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو اس زمانے کا امام دل کی گہرائیوں سے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جس درد اور توجہ سے آپ نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حکومت کو دنیا پر قائم کرنے کیلئے اپنی جماعت تیار کرنا چاہتے ہیں اور جس درد سے نصیحت فرمائی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ویسا ہی بنا دے اور جن شرائط پر آپ نے ہم سے عہد بیعت لیا ہے ان کی ہم مکمل پابندی کرنے والے ہوں اور ان پر عمل کرنے والے ہوں اور ہمیشہ ان کو اپنے سامنے رکھنے والے ہوں۔ ہمارا کوئی عمل کوئی فعل ہمیں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی تعلیم کے خلاف چلتے ہوئے ملزم ٹھہرانے والا نہ ہو اور ہم ہمیشہ اپنا محاسبہ کرنے والے ہوں اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے۔''

(شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں صفحہ ۱۰۲ تا ۱۰۳ و ۱۰۷ تا ۱۰۸)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شرک سے اجتناب

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا (النساء: ۴۹)

ترجمہ: یقیناً اللہ معاف نہیں کرے گا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے علاوہ سب کچھ معاف کردے گا جس کیلئے وہ چاہے۔ اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ افترا کیا ہے۔

☆**حضرت شداد بن اوسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**

''میں اپنی امت کے بارہ میں شرک اور مخفی خواہشوں سے ڈرتا ہوں''۔ راوی کہتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ کی امت آپ کے بعد شرک میں مبتلا ہو جائے گی؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! البتہ میری امت شمس وقمر، بتوں اور پتھروں کی عبادت تو نہیں کریں گے۔ مگر اپنے اعمال میں ریاء سے کام لیں گے اور مخفی خواہشات میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اگر ان میں سے کوئی روزہ دار ہونے کی حالت میں صبح کرے گا پھر اس کو اس کی کوئی خواہش معارض ہوگئی تو وہ روزہ ترک کر کے اس خواہش میں مبتلا ہو جائے گا''۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۲۴ مطبوعہ بیروت)

☆**حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:**

''توحید صرف اس بات کا نام نہیں کہ منہ سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہیں اور دل میں ہزاروں بُت جمع ہوں۔ بلکہ جو شخص کسی اپنے کام اور مکر اور فریب اور تدبیر کو خدا کی سی عظمت دیتا ہے یا کسی انسان پر ایسا بھروسہ رکھتا ہے جو خدا تعالیٰ پر رکھنا چاہئے یا اپنے نفس کو وہ عظمت دیتا ہے جو خدا کو دینی چاہئے ان سب صورتوں میں وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بُت پرست ہے۔ بُت صرف وہی نہیں ہیں جو سونے یا چاندی یا

پیتل یا پتھر وغیرہ سے بنائے جاتے اور ان پر بھروسہ کیا جاتا ہے بلکہ ہر ایک چیز یا قول یا فعل جس کو وہ عظمت دی جائے جو خدا تعالیٰ کا حق ہے وہ خدا تعالیٰ کی نگہ میں بُت ہے۔...........

یاد رہے کہ حقیقی توحید جس کا اقرار خدا ہم سے چاہتا ہے اور جس کے اقرار سے نجات وابستہ ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنی ذات میں ہر ایک شریک سے خواہ بت ہو خواہ انسان ہو خواہ سورج ہو یا چاند ہو یا اپنا نفس یا اپنی تدبیر اور مکر فریب ہو منزہ سمجھنا اور اس کے مقابل پر کوئی قادر تجویز نہ کرنا۔ کوئی رازق نہ ماننا کوئی مُعِزّ اور مُذِلّ خیال نہ کرنا کوئی ناصر اور مددگار قرار نہ دینا اور دوسرے یہ کہ اپنی محبت اسی سے خاص کرنا۔ اپنی عبادت اسی سے خاص کرنا۔ اپنا تذلّل اسی سے خاص کرنا۔ اپنی امیدیں اسی سے خاص کرنا۔ اپنا خوف اسی سے خاص کرنا۔ پس کوئی توحید بغیر ان تین قسم کی تخصیص کے کامل نہیں ہوسکتی۔ اوّل ذات کے لحاظ سے توحید یعنی یہ کہ اس کے وجود کے مقابل پر تمام موجودات کو معدوم کی طرح سمجھنا اور تمام کو **ھالکة الذات** اور **باطلة الحقیقت** خیال کرنا۔ دوم صفات کے لحاظ سے توحید یعنی یہ کہ ربوبیّت اور الوہیّت کی صفات بجز ذات باری کسی میں قرار نہ دینا۔ اور جو بظاہر ربّ الانواع یا فیض رسان نظر آتے ہیں یہ اسی کے ہاتھ کا ایک نظام یقین کرنا۔ تیسرے اپنی محبّت اور صدق اور صفا کے لحاظ سے توحید یعنی محبت وغیرہ شعار عبودیت میں دوسرے کو خدا تعالیٰ کا شریک نہ گردانا۔ اور اسی میں کھوئے جانا''۔

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب روحانی خزائن جلد۱۲ صفحہ ۳۴۹ تا ۳۵۰)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''شرک خدا تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام گناہ معاف ہوسکتے ہیں لیکن شرک نہیں۔ عباد الرحمٰن کے ساتھ جو شرک کو مخصوص کیا گیا ہے تو یہ صرف ظاہری شرک نہیں کہ بتوں کی پوجا کی جائے بلکہ شرک خفی سے بھی بچتے ہیں۔ ان کی عبادتوں اور دوسرے حقوق کی ادائیگی اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق ہوتی ہے اور بڑی باریکی سے اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ ان کی کوئی حرکت اور ان کا کوئی عمل کسی قسم کے شرک خفی کا باعث نہ بنے۔ انتہائی محتاط ہوتے ہیں۔''

(خطبات مسرور جلد ہفتم صفحہ ۴۵۶ تا ۴۵۷)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خدا کے فضل کی تلاش

☆**ارشادِ باری تعالیٰ ہے:**

وَ ابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ. ﴿الجمعہ: 11﴾

ترجمہ: اللہ کے فضل میں سے کچھ تلاش کرو۔

☆**حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں آنحضرت ﷺ اہم امور کے متعلق جب دعا کرتے تو یہ فرماتے:**

''......اے اللہ! میں تجھ سے بھلائی کا طلبگار ہوں۔ تجھ سے طاقت وقدرت چاہتا ہوں۔ تیرے فضل عظیم کا سوالی ہوں کیونکہ تو ہر چیز پر قادر ہے، میں قادر نہیں۔ تو ہر بات کو جانتا ہے، میں نہیں جانتا۔ تو سارے علم رکھتا ہے......''

(بخاری کتاب الدعوات باب الدعاء عند الاستخارة)

☆**حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:**

''ہاں یہ سچ ہے کہ معرفت حاصل نہیں ہوسکتی جب تک خدا تعالیٰ کا فضل نہ ہو۔ اور نہ مفید ہوسکتی ہے جب تک خدا تعالیٰ کا فضل نہ ہو اور فضل کے ذریعہ سے معرفت آتی ہے۔ تب معرفت کے ذریعہ سے حق بینی اور حق جوئی کا ایک دروازہ کھلتا ہے اور پھر بار بار دَور فضل سے ہی وہ دروازہ کھلا رہتا ہے اور بند نہیں ہوتا۔ غرض معرفت فضل کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے اور پھر فضل کے ذریعہ سے ہی باقی رہتی ہے۔ فضل معرفت کو نہایت مصفّٰی اور روشن کر دیتا ہے اور حجابوں کو درمیان سے اُٹھا دیتا ہے اور نفس امّارہ کے لئے گردوغبار کو دور کر دیتا ہے اور رُوح کو قوت اور زندگی بخشتا ہے اور نفسِ امّارہ کو امارگی کے زندان سے نکالتا ہے اور بدخواہشوں کی پلیدی سے پاک کرتا ہے اور نفسانی جذبات کے تند سیلاب سے باہر لاتا ہے۔ تب انسان میں ایک تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور وہ بھی گندی زندگی سے طبعاً بیزار ہو جاتا ہے کہ بعد اس کے پہلی حرکت جو فضل کے ذریعہ سے رُوح میں پیدا ہوتی ہے وہ دعا ہے۔ یہ خیال مت کرو کہ ہم بھی ہر

روز دُعا کرتے ہیں اور تمام نماز دُعا ہی ہے جو ہم پڑھتے ہیں۔ کیونکہ وہ دعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے۔ وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔ وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے۔ وہ ایک تند سیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے۔ ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے۔''

(لیکچر سیالکوٹ۔ روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ۲۲۲)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو کہا کہ تم یہ نہ سمجھنا کہ تم اپنے زور سے خدا کی جنتوں میں داخل ہو جاؤ گے۔ خدا کے فضل، محض خدا کے فضل سے تم جنت میں جا سکتے ہو۔ اپنے زور سے، اپنے کسی عمل سے، اپنی کسی کارِ خیر سے تم جنت میں نہیں جا سکتے اور یہ اپنی جگہ ایک حقیقت ہے لیکن جہاں مومن عاجزانہ راہوں کو اختیار کرتے ہوئے خدا کے لئے ایثار بھی کرتا ہے اور عاجزی اور تواضع کی راہوں کو بھی اختیار کرتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ اس کے لئے رفعتوں کے سامان بھی پیدا کرتا ہے۔ اپنے قرب کے سامان بھی پیدا کرتا ہے۔ اپنی رحمتوں سے بھی نوازتا ہے۔ منعم علیہ گروہ میں بھی شامل کرتا ہے۔''

(خطبہ جمعہ ۵ اگست ۱۹۷۷ء خطبات ناصر جلد ہفتم صفحہ ۱۴۱)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عبادت کی ضرورت اور اہمیت

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ. (الذاریات:۵۷)

ترجمہ: اور میں نے جنّ و اِنس کو پیدا نہیں کیا مگر اِس غرض سے کہ وہ میری عبادت کریں۔

☆ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''دعا ہی دراصل عبادت ہے۔ پھر آنحضور ﷺ نے یہ آیت فرمائی ﴿ وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ. اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دٰخِرِیْنَ ﴾(المومن:61) اور تمہارے رب نے کہا مجھے پکارو مَیں تمہیں جواب دوں گا۔ یقیناً وہ لوگ جو میری عبادت کرنے سے اپنے تئیں بالا سمجھتے ہیں ضرور جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔''

(ترمذی ابواب الدعوات. باب ما جاء فی فضل الدعاء)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''غرض کہ ہر آن اور پل میں اس کی طرف رجوع کی ضرورت ہے اور مومن کا گزارا تو ہو ہی نہیں سکتا جب تک اس کا دھیان ہر وقت اس کی طرف لگا نہ رہے۔ اگر کوئی ان باتوں پر غور نہیں کرتا اور ایک دینی نظر سے ان کو وقعت نہیں دیتا تو وہ اپنے دنیوی معاملات پر ہی نظر ڈال کر دیکھے کہ خدا کی تائید اور فضل کے سوا کوئی کام اس کا چل سکتا ہے؟۔ اور کوئی منفعت دنیا کی وہ حاصل کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ دین ہو یا دنیا ہر ایک امر میں اسے خدا کی ذات کی بڑی ضرورت ہے۔ اور ہر وقت اس کی طرف احتیاج لگی ہوئی ہے۔ جو اس کا منکر ہے سخت غلطی پر ہے۔ خدا تعالیٰ کو تو اس بات کی مطلق پرواہ نہیں ہے کہ تم اس کی طرف میلان رکھو یا نہ۔ وہ فرماتا ہے ﴿قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْ لَا دُعَآؤُکُمْ﴾ (سورۃ الفرقان آیت:78) کہ اگر اس کی طرف رجوع رکھو گے تو تمہارا ہی اس میں فائدہ ہوگا۔ انسان جس قدر اپنے وجود کو مفید اور کارآمد ثابت کرے گا اسی قدر اس کے انعامات کو حاصل کرے گا۔ دیکھو کوئی بیل کسی زمیندار کا کتنا ہی

پیارا کیوں نہ ہو مگر جب وہ اس کے کسی کام بھی نہ آوے گا نہ گاڑی میں جتے گا، نہ زراعت کرے گا، نہ کنویں میں لگے گا تو آخر سوائے ذبح کے اور کسی کام نہ آوے گا''۔ یہاں بھی اب جانور جو ہیں جو کسی کام کے نہیں ہوتے وہ ذبح کئے جاتے ہیں۔ یا علاوہ ان کے خاص طور پر اس لئے پالے جاتے ہوں۔ پھر فرمایا: ''ایک نہ ایک دن مالک اسے قصاب کے حوالے کر دے گا''۔ (بیل کی مثال دے رہے ہیں) تو ''ایسے ہی جو انسان خدا کی راہ میں مفید ثابت نہ ہوگا تو خدا اس کی حفاظت کا ہرگز ذمہ دار نہ ہوگا۔ ایک پھل اور سایہ دار درخت کی طرح اپنے وجود کو بنانا چاہئے تا کہ مالک بھی خبر گیری کرتا رہے۔ لیکن اگر اس درخت کی مانند ہوگا کہ جو نہ پھل لاتا ہے اور نہ پتے رکھتا ہے کہ لوگ سائے میں آ بیٹھیں تو سوائے اس کے کہ کاٹا جاوے اور آگ میں ڈالا جاوے اور کس کام آ سکتا ہے۔

خدا تعالیٰ نے انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ اس کی معرفت اور قرب حاصل کرے۔ ﴿مَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ﴾ (الذاریات:57)۔ جو اس اصل غرض کو مدنظر نہیں رکھتا اور رات دن دنیا کے حصول کی فکر میں ڈوبا ہوا ہے کہ فلاں زمین خرید لوں، فلاں مکان بنا لوں، فلاں جائیداد پر قبضہ ہو جاوے۔ تو ایسے شخص سے سوائے اس کے کہ خدا تعالیٰ کچھ دن مہلت دے کر واپس بلا لے اَور کیا سلوک کیا جاوے۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 221-222)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''یاد رکھو یہی مسلمان کی شان ہے اور یہی ایک احمدی کی بھی شان اور پہچان ہونی چاہئے اور ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا ہو۔ اور یہی عبادتیں ہیں جو اسے عاجزی میں بھی بڑھائیں گی اور یہی عاجزی ہے جو پھر اسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا موقع بھی مہیا کرے گی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے قرب میں جگہ دے گا اور اسے انعام بھی ملیں گے۔ پس عقل کرو۔ یہ بھی یاد رکھو کہ یہ انعام عاجز ہو کر عبادت کرنے والے کو ہی ملتے ہیں۔ اور پھر یہ کہ عبادتیں کرنے والے عبادتوں میں تھکتے بھی نہیں، بے صبرے بھی نہیں ہو جاتے۔ یہ سوال بھی نہیں اٹھاتے کہ پانچ وقت کی نمازیں پڑھنی مشکل ہیں۔ بلکہ اپنی پیدائش کے مقصد کو پہچانتے ہوئے خدا تعالیٰ کے سامنے جھکے رہتے ہیں۔ جیسے کہ فرماتا ہے ﴿وَلَهٗ مَنْ فِي

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ﴾ (الانبیاء:20)۔اور اسی کا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو اس کے حضور رہتے ہیں اس کی عبادت کرنے میں استکبار سے کام نہیں لیتے اور نہ کبھی تھکتے ہیں۔تو جب آسمانوں اور زمین میں ہر چیز اسی کی ہے تو پھر اس سے زیادہ کون اہم ہے جس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد۲صفحہ۸۷۴،۸۷۳)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عبادت میں ترقی۔ا

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عملی اصلاح کے لئے ہماری راہنمائی کرتے ہوئے جماعت کو عبادتوں کے معیار بڑھانے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں افسوس سے یہ کہوں گا کہ نمازوں عبادتوں کی طرف، اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کی طرف ہماری جو توجہ ہونی چاہئے وہ نہیں ہے ۔مثلاً کل پرسوں کی بات ہے۔ایک خاتون ملاقات کے دوران آئیں اور بڑے روتے ہوئے انہوں نے کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ (بیوت الذکر) بناؤ اور بیوت الذکر آباد کرو۔ بیوت الذکر کی رونق بڑھاؤ،صلوٰۃ کا حق ادا کرو لیکن جب آپ چلے جاتے ہیں تو بیت میں حاضری بہت کم ہو جاتی ہے۔اگر تو یہ حاضری دُور سے آنے والوں کی وجہ سے کم ہوتی ہے، جو میرے یہاں ہونے کی وجہ سے بیت فضل میں آتے ہیں (وہ بیت فضل کی بات کر رہی تھیں) تو یہ اَور بات ہے۔ لیکن پھر دُور سے آنے والے اگر یہاں نہیں آتے تو اپنے سینٹروں میں یا اپنی بیوت میں نماز باجماعت ادا کرنے والے ہونے چاہئیں۔اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ یہ جو آنے والے ہیں یہ (ادا) کرتے بھی ہوں گے۔لیکن اگر حاضری کی یہ کمی قریب رہنے والوں کے نہ آنے کی وجہ سے ہے تو پھر بڑی قابلِ فکر ہے اور اس طرف ہمیں توجہ کرنی چاہئے۔

اسی طرح آسٹریلیا کے دورے کے بعد مجھے وہاں سے کسی نے خط لکھا کہ بیت کی حاضری بہت کم ہو گئی ہے۔پس چاہے وہ آسٹریلیا ہے یا یو۔کے ہے یا کوئی اَور ملک ہے یاد رکھیں کہ اگر انقلاب لانا ہے، اگر اُس ذمہ داری کو نبھانا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے مشن کو پورا کرنے کے لئے ہم پر ہے، اگر بیعت کا حق ادا کرنا ہے تو بیوت الذکر کی یہ رونقیں عارضی نہیں بلکہ مستقل قائم کرنی ہوں گی۔اپنی تمام حالتوں میں ایک پاک تبدیلی پیدا کرنی ہوگی۔اپنی عبادتوں کے معیار بڑھانے ہوں گے۔ نشان تبھی ظاہر ہوں گے جب صبر اور صلوٰۃ کے حق ادا ہوں گے۔جب اپنے نفس کو کامل طور پر اللہ تعالیٰ کی

راہ میں ہم فنا کریں گے۔ جب توحید پر قائم ہونے کا حق ادا کریں گے۔اور جب یہ ہوگا تو (اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْن) کا نظارہ بھی ہم دیکھیں گے۔اللہ تعالیٰ خود مدد کے لئے اُترے گا۔اللہ تعالیٰ اپنی تمام تر طاقتوں اور حسن کے جلووں سے ہماری مدد کو آئے گا اور دنیا دار ممالک اور دنیاوی طاقتوں کے عوام کے دل اللہ تعالیٰ اس طرف پھیر دے گا۔ ہمارے کاموں میں برکت پڑے گی اور دنیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو پہچان کر آپ کے جھنڈے تلے آئے گی۔توحید کا قیام ہوگا اور خدا تعالیٰ کی ذات کے انکاری خدا تعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ کریں گے۔اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم اپنا حق ادا کر کے یہ نظارے دیکھنے والے ہوں۔'' (آمین)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22 نومبر 2013ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عبادت میں ترقی ۔۲

☆ **پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عملی اصلاح کے لئے ہماری راہنمائی کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں انسان کے مقصدِ حقیقی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:**

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں :

''خدا تعالیٰ نے انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ اُس کی معرفت اور قُرب حاصل کرے۔ وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (الذاریات:57) جو اِس اصل غرض کو مدّ ِنظر نہیں رکھتا اور رات دن دنیا کے حصول کی فکر میں ڈوبا ہوا ہے کہ فلاں زمین خریدلوں، فلاں مکان بنالوں، فلاں جائداد پر قبضہ ہو جاوے تو ایسے شخص سے سوائے اس کے کہ خدا تعالیٰ کچھ دن مہلت دے کر واپس بلا لے اور کیا سلوک کیا جاوے۔ انسان کے دل میں خدا تعالیٰ کے قرب کے حصول کا ایک درد ہونا چاہئے جس کی وجہ سے اُس کے نزدیک وہ ایک قابلِ قدر شئے ہو جائے گا۔ اگر یہ درد اُس کے دل میں نہیں ہے اور صرف دنیا اور اُس کے مافیہا کا ہی درد ہے تو آخر تھوڑی سی مہلت پا کر وہ ہلاک ہو جائے گا۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 222۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر فرمایا:

''افسوس کی بات ہے کہ اکثر لوگ جو دنیا میں آتے ہیں، بالغ ہونے کے بعد بجائے اس کے کہ اپنے فرض کو سمجھیں اور اپنی زندگی کی غرض اور غایت کو مدّ ِنظر رکھیں، وہ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دنیا کی طرف ہو جاتے ہیں اور دنیا کا مال اور اُس کی عزّتوں کے ایسے دلدادہ ہوتے ہیں کہ خدا کا حصہ بہت ہی تھوڑا ہوتا ہے اور بہت لوگوں کے دل میں تو ہوتا ہی نہیں۔ وہ دنیا ہی میں مُنہمِک اور فنا ہو جاتے ہیں۔ اُنہیں خبر بھی نہیں ہوتی کہ خدا بھی کوئی ہے۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 137۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس یہ وسعت ہے، یہ معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے جو فرمایا کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (الذاریات:57) کہ ہر معاملے میں خدا تعالیٰ کی رضا کو مدّنظر رکھنا ہی اصل عبادت ہے اور اصل عبادت وہ ہے جس میں خدا تعالیٰ کے احکامات سامنے ہوں۔ دنیا بھی کمانی ہے تو خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے اصول کے ساتھ، نہ یہ کہ ہر وقت دنیا کا حصول ہی پیشِ نظر رہے اور پھر اس کے لئے غلط ہتھکنڈے سچ، جھوٹ، دھوکہ، فریب سے جس طرح بھی ہو کام لیا جائے اور خدا تعالیٰ کو بالکل بھلا دیا جائے۔ عبادت کا حق صرف نمازیں پڑھنے سے ادا نہیں ہوتا...... اگر خدا تعالیٰ کے باقی احکامات کی ادائیگی سامنے رکھتے ہوئے اُن پر عمل نہ ہو تو نمازیں بھی کوئی فائدہ نہیں دیتیں۔ مثلاً اگر انسان کے ہر معاملے میں سچائی نہیں تو عبادت کرنا اور مسجد میں آ کر نمازیں پڑھنا، عبادت کرنے والوں میں شمار نہیں کروائے گا۔ اسی طرح کینہ ہے، حسد ہے، بُغض ہے اور بہت سی برائیاں ہیں۔ یہ عبادت کی روح کو ختم کر دیتی ہیں۔

پس ایک حقیقی عابد اُسی وقت عابد کہلا سکتا ہے جب ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی رضا مدّنظر ہو اور اپنے دنیاوی فوائد کوئی حیثیت نہ رکھتے ہوں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 نومبر 2013ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عبادت میں ترقی ۔۳

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عملی اصلاح کے لئے ہماری راہنمائی کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودنوراللہ مرقدہ کے ارشادات کی روشنی میں انسان کے مقصدِ پیدائش کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (الذاریات:57)یعنی میں نے جنوں اور انسانوں کوصرف اپنی عبادت کے لئے یا اپنا عبد بنانے کے لئے پیدا کیا ہے، کے مضمون کو بیان کرتے ہوئے آپ (یعنی حضرت مصلح موعودنَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ) نے فرمایا کہ: یہ وہ اعلیٰ مقصد ہے جس کے لئے انسان کی پیدائش ہوئی، لیکن بڑے بڑے فلاسفر اور تعلیم یافتہ طبقہ یہ سوال کرتا ہے کہ کیا انسان کی پیدائش کے مقصد میں کامیابی ہوئی ہے اور کیا خدا تعالیٰ نے بنی نوع انسان سے وہ کام لے لیا ہے جسے مدّنظر رکھتے ہوئے اُس نے انسان کو پیدا کیا تھا؟ وہ سوال کرتے ہیں کہ کیا واقعہ میں انسان اس مقصد کو پورا کر رہا ہے؟ اور کیا واقعہ میں اُس نے اس قسم کی ترقی کی ہے کہ خدا تعالیٰ کا عبد کہلانے کا مستحق ہو۔ تو فرمایا کہ اس کا جواب یہ ہے کہ 'نہیں'۔ اس لئے وہ سوال کرتے ہیں کہ اگر انسان کو کوئی پیدا کرنے والا ہے تو کیوں اُسے اس مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے انبیاء اس سوال کا جواب دینے کے لئے آتے ہیں۔ اور نیکی کی ایسی رَو چلاتے ہیں جسے دیکھ کر دشمن کو بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ مقصد پورا ہو گیا ہے۔ اس دن کی آمد کے لئے اگر ہزار دن بھی انتظار کرنا پڑے تو گِراں نہیں گزرتا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی انبیاء کے زمانے کو لیلۃ القدر قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ (القدر:4)۔ یعنی وہ ایک رات ہزار مہینوں سے اچھی ہے۔ گویا ایک صدی کے انسان بھی اس ایک رات کے لئے قربان کر دیئے جائیں تو یہ قربانی کم ہو گی بمقابلہ اُس نعمت کے جو انبیاء کے ذریعہ دنیا کو حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا: اس سال مَیں نے کچھ خطبات عملی اصلاح کے لئے دیئے تھے یہ 1936ء کی بات ہے آپ نے اس عرصے میں کچھ خطبات دیئے تھے۔ اُس میں توجہ دلائی تھی کہ وہ عظیم الشان مقصد

جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہوئی اُسے پورا کرنے کے لئے ہمیں بڑی قربانیوں کی ضرورت ہے۔ اور یہ صرف اُس زمانے کی بات نہیں تھی، یہ ایک جاری سلسلہ ہے اور آج بھی اور آئندہ بھی اس کی ضرورت ہے اور ہوتی رہے گی۔ فرمایا کہ اعتقادی رنگ میں ہم نے دنیا پر اپنا سکّہ جما لیا ہے مگر عملی رنگ میں اسلام کا سکّہ جمانے کی ابھی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر مخالفوں پر حقیقی اثر نہیں ہوسکتا۔ پھر آپ نے مثال دی ہے کہ موٹی مثال عملی رنگ میں سچائی کی ہے۔ یعنی ایک مثال مَیں سچائی کی دیتا ہوں۔ اس کو اگر ہم عملی رنگ میں دیکھیں تو کس طرح ہے؟ فرمایا کہ یہ ایسی چیز ہے جسے دشمن بھی محسوس کرتا ہے۔ دل کا اخلاص اور ایمان دشمن کو نظر نہیں آتا مگر سچائی کو وہ دیکھ سکتا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ سچائی بہت زیادہ اثر ڈالتی ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 نومبر 2013ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عبادالرحمٰن کی خصوصیات۔۱

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعِبَادُالرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا. وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّھِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا. (الفرقان: ۶۴۔۶۵)

ترجمہ: اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو جواباً کہتے ہیں السلام۔ اور وہ لوگ جو اپنے رب کے لئے راتیں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے گزارتے ہیں۔

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ''عبادالرحمان'' کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''**پہلی خصوصیت** ان عبادالرحمٰن کی یہ ہے کہ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا یعنی زمین پر عاجزی اور وقار کے ساتھ چلتے ہیں۔ ہر فیصلہ ان کا اعتدال پر ہوتا ہے۔ بلاوجہ کی سختی اور غصّہ ان کی طبیعت میں نہیں ہوتا جو کہ پھر بعض اوقات تکبّر تک لے جاتا ہے۔ اور بلاوجہ کا ٹھہراؤ بھی ان کی طبیعت میں نہیں ہوتا کہ ان سے بے غیرتی اور مداہنت کا اظہار ہوتا ہو۔ یہ خصوصیت جو بیان کی گئی ہے صرف انفرادی نہیں ہے بلکہ جماعتی طور پر بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ من حیث الجماعت بھی اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے عبادت گزار بنتے ہوئے یہ خصوصیات پیدا کرو۔ اور پھر اس میں یہ پیشگوئی بھی ہے کہ جو عبادالرحمٰن ہیں ان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے غلبہ بھی ملے گا۔ اور جب غلبہ کی صورت ہو تو اس وقت تکبر پیدا نہ ہو۔ اُس وقت پرانے بدلے لینے کی طرف توجہ نہ ہو۔ اُس وقت خدا کو بھولنے والے نہ کہیں بن جانا۔ بلکہ تمہیں عاجزی، انکسار اور حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھنے والا ہونا چاہئے۔

دوسری خصوصیت یہ کہ خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا یہ اس بات کا ایک طرح سے اعادہ کیا گیا ہے کہ ایک تو انفرادی خصوصیت ہر اللہ کے بندے میں ہونی چاہئے کہ لڑائی جھگڑوں سے بچتے

ہوئے ہر سختی کرنے والے اور جھگڑنے والے کو نرمی سے سمجھاؤ اور دوسری یہ کہ جو عاجزی تم نے اللہ تعالیٰ کے پہلے حکم کے تحت حاصل کر لی، پھر اسی طرح جماعتی طور پر جو وقار تم نے اپنے معاشرے میں، اپنے علاقے میں قائم کر لیا، جب طاقت بھی تمہارے پاس آ جائے گی تو پھر بھی اس کو یاد رکھنا۔ شیطان نے اپنا کام کئے چلے جانا ہے۔ تمہارے خلاف مختلف طریقوں سے ایسے محاذ کھڑے کئے جائیں گے کہ جس سے تمہارے جذبات کو بھڑکایا جائے گا اور پھر یہ کہا جائے گا کہ دیکھو یہ کتنے ظلم کرنے والے لوگ ہیں۔ ایسے میں اپنے جذبات کو کنٹرول رکھنا۔ اُن مثالوں کو قائم رکھنا، اُس اسوہ کو قائم رکھنا جو ہمارے سامنے آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ نے پیش فرمایا۔

پھر **تیسری خصوصیت** عباد الرحمٰن کی یہ بتائی کہ **یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّھِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا** کہ اپنے ربّ کے لئے راتیں سجدے کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے گزارتے ہیں...... احمدی نہ صرف اپنی فرض نمازوں کی طرف توجہ دیں بلکہ اپنی راتوں کو نوافل سے سجائیں اور تہجد کی طرف توجہ دیں۔ کیونکہ راتوں کو اٹھنا نفس کو کچلنا ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اگر ہم خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور راتوں کو عبادت کرنے والے بنیں گے تو یہی چیز انشاء اللہ تعالیٰ جماعت کی مشکلات کے دور کرنے کا باعث بنے گی۔ پس یہ مدنظر رہنا چاہئے کہ راتوں کو اٹھنا صرف ذاتی اغراض کے لئے نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور جماعتی ترقی کے لئے اور دعاؤں کے لئے ہو۔ اگر دنیا میں ہر احمدی خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے جماعتی ترقی کے لئے رات کے کم از کم دو نفل اپنے اوپر لازم کر لے تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم دیکھیں گے کہ کس طرح خدا تعالیٰ کی مدد پہلے سے بڑھ کر ہمارے شامل حال ہوتی ہے اور کس طرح اللہ تعالیٰ دشمن کی دشمنیاں اور مخالفین کی مخالفتیں ہوا میں اڑا دیتا ہے۔''

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ۔ 25 ستمبر 2009ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عبادالرحمٰن کی خصوصیات۔۲

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَھَنَّمَ. اِنَّ عَذَابَھَا کَانَ غَرَامًا. اِنَّھَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا. وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا. (الفرقان: ٦٦ .٦٨)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے ربّ! ہم سے جہنم کا عذاب ٹال دے یقیناً اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے۔ یقیناً وہ عارضی ٹھکانے کے طور پر بھی بہت بُری ہے اور مستقل ٹھکانے کے طور پر بھی۔ اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ اس کے درمیان اعتدال ہوتا ہے۔

☆**حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ”عبادالرحمٰن“ کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:**

”**چوتھی خصوصیت** یہ بیان فرمائی کہ عبادالرحمٰن خدا تعالیٰ سے جہنم سے دوری کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ اور جہنم سے دونوں جہنم مراد ہیں، اخروی جہنم بھی جو گناہوں کی پاداش میں ملے گی اور اس دنیا کی جہنم بھی جو بعض برے کاموں کے یا غلطیوں کے بدنتائج کی صورت میں ملتی ہے۔ پس عبادالرحمٰن کا کام ہے کہ ہر وقت توبہ اور استغفار کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہنے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کی ذلتوں سے بچائے۔ ہر قسم کی دنیاوی مشکلات کی جہنم سے بچائے۔ دنیا کی چمک اور توجہات اور ترجیحات کا غلام نہ بنائے کہ یہ اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ سے دُور لے جا کر پھر اخروی جہنم میں پڑنے کا باعث بناتی ہیں۔ پھر یہ کہ اولاد کی طرف سے بھی ہماری فکریں دُور ہوں اور ان کی وجہ سے بھی ہم اپنے اندر دل میں بے چینی کی آگ میں نہ جلتے رہیں۔

پھر عباد الرحمٰن کی **پانچویں خصوصیت** یہ بیان فرمائی کہ **لَمْ یُسْرِفُوْا** ۔اسراف نہیں کرتے ،فضول خرچی نہیں کرتے ۔نہ ہی ذاتی اموال میں دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور نہ ہی جماعتی اموال کو بغیر سوچے سمجھے خرچ کرتے ہیں۔

ذاتی فضول خرچی کی ایک مثال ہمارے ہاں بہت عام ہوتی جارہی ہے اور وہ ہے شادی بیاہوں پر فضول خرچی۔ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی یہاں بھی اور پاکستان میں بھی کئی قسم کے کھانے پکوائے جاتے ہیں اور شادی کی دعوت ہوتی ہے۔پھر ولیمہ کی دعوت ہوتی ہے۔دعوت کرنا کوئی حرج نہیں۔سادہ بھی کی جاسکتی ہے۔پھر شادی سے پہلے مہندی کی دعوت کا بھی رواج پڑ گیا ہے جولڑکی کے گھر والے شادی کی رونق لگانے کے بہانے کرتے ہیں۔اس پر بھی بے تحاشا خرچ کیا جاتا ہے اور اس کے لئے بھی باقاعدہ کارڈ چھپوائے جاتے ہیں، تقسیم کئے جاتے ہیں اور دعوت دے کے بلایا جاتا ہے۔مہندی کرنی ہے تو لڑکیاں یا اس دلہن کی جو سہیلیاں ہیں وہ جمع ہوں اور رونق لگالیں لیکن اس میں روز بروز وسعت پیدا ہوتی چلی جارہی ہے اور صرف دیکھا دیکھی۔

پھر **چھٹی** چیز یہ بیان فرمائی کہ **لَمْ یَقْتُرُوْا** کہ بخل اور کنجوسی بھی نہیں کرتے ۔اور بعض لوگ کنجوسی کر کے جہاں جائز ضرورت ہے وہاں بھی خرچ نہیں کرتے ۔کنجوسی کی انتہا کر دیتے ہیں اور وہ سب کچھ اس لئے کرتے ہیں کہ مال جوڑتے چلے جائیں۔بعض لوگ تو اس حد تک کنجوس ہوتے ہیں کہ اپنی جو ذاتی جائز ضروریات ہیں ان پر بھی خرچ نہیں کرتے ۔نہ اپنے عزیزوں کی مدد کرتے ہیں، نہ غریبوں کے لئے کچھ دیتے ہیں۔نہ ہی جماعت کے لئے قربانی کا مادہ ان میں ہوتا ہے۔پس جو صاحب حیثیت ہوتے ہیں مال ہوتے ہوئے بھی خرچ نہ کریں تو وہ بھی عباد الرحمٰن میں شامل نہیں ہو سکتے ۔پس جہاں اللہ تعالیٰ نے اسراف کرنے والوں کو ناپسند فرمایا ہے اور عباد الرحمٰن سے اُنہیں باہر نکالا ہے وہاں بخل کرنے والوں کو بھی انتہائی ناپسند فرمایا ہے۔ایک تو وہ جو خرچ ہے اس کا حق ادا نہیں کر رہا۔دوسرے پیسے کو روک کر اور صرف جمع کر کے معاشرے کی ترقی میں بھی روک ڈالنے کا باعث بن رہا ہے۔پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ عباد الرحمٰن میں نہ حد سے زیادہ شاہ خرچی ہو اور دنیا دکھاوے کے لئے شاہ خرچی ہو اور نہ ہی اتنی زیادہ کنجوسی کہ جائز ضرورت پر بھی خرچ نہ کریں۔بلکہ اس کے بین بین رہنا چاہئے اور عباد الرحمٰن کا خرچ کرنا

بھی اور خرچ سے رُکنا بھی خداتعالیٰ کی رضا کی خاطر ہو۔“

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ۔25 ستمبر 2009ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عبادالرحمٰن کی خصوصیات ۔۳

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَایَزْنُوْنَ. وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ اَثَامًا. (الفرقان: ۶۹)

وَ الَّذِیْنَ لَایَشْھَدُوْنَ الزُّوْرَ...(الفرقان:۷۳)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسی جان کو جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہو ناحق قتل نہیں کرتے اور زنا نہیں کرتے اور جو کوئی ایسا کرے گا گناہ کی سزا پائے گا۔اور وہ لوگ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ’’عبادالرحمان‘‘ کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’**ساتویں علامت** یہ بتائی کہ عبادالرحمٰن شرک کے قریب بھی نہیں جاتے۔شرک خدا تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام گناہ معاف ہو سکتے ہیں لیکن شرک نہیں۔ عبادالرحمٰن کے ساتھ جو شرک کو مخصوص کیا گیا ہے تو یہ صرف ظاہری شرک نہیں کہ بتوں کی پوجا کی جائے بلکہ شرک خفی سے بھی بچتے ہیں۔ان کی عبادتوں اور دوسرے حقوق کی ادائیگی اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق ہوتی ہے اور بڑی باریکی سے اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ ان کی کوئی حرکت اور ان کا کوئی عمل کسی قسم کے شرک خفی کا باعث نہ بنے۔انتہائی محتاط ہوتے ہیں۔نہ ان کی ملازمتیں ان کی عبادتوں کے سامنے روک بن رہی ہوں۔جیسا کہ مَیں نے گزشتہ جمعہ میں بیان کیا تھا کہ یہ بھی ایک قسم کا شرک خفی ہے۔

پھر **آٹھویں شرط یا خصوصیت** عبادالرحمٰن کی یہ بتائی کہ کسی جان کو ناحق قتل نہیں کرتے۔

آنحضرت ﷺ نے اگر جنگیں لڑیں اور صحابہؓ نے یا خلفاء نے، خلفاء راشدین نے بھی اور بعد میں مسلمانوں نے بھی تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے اگر جنگیں لڑیں تو دشمن کے حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے اور اس کے ہاتھ کو ظلم سے روکنے کی وجہ سے جنگیں لڑیں اور کوشش یہ کی بلکہ آنحضرت ﷺ نے بھی، آپؐ کے خلفاء نے بھی حکم دیا کہ کوئی بچہ، کوئی عورت، کوئی مذہبی لیڈر، پادری راہب وغیرہ جو جنگ میں شامل نہیں اس کو قتل نہیں کرنا۔ لیکن اس کے مقابلہ پر ہم دیکھتے ہیں (کہ صرف) دوسری جنگ عظیم میں لاکھوں معصوم جاپانیوں کو قتل کر دیا گیا...... اسلام کے نام پر، مذہب کے نام پر جو خون ہو رہا ہے یہ ایک اَور دردناک اور بھیانک کہانی ہے۔ پس خدا تعالیٰ کا ایسے لوگوں کے لئے فیصلہ یہ ہے کہ وہ کبھی عبادالرحمٰن نہیں ہو سکتے۔

پھر **نویں خصوصیت** یا علامت عبادالرحمٰن کی یہ ہے کہ وہ زنا نہیں کرتے۔ اس میں عملی زنا بھی شامل ہے اور گندے بیہودہ پروگرام اور نظارے دیکھ کر ان سے لطف اٹھانا بھی شامل ہے اور آجکل انٹرنیٹ اور ٹی وی چینلز پر جو بعض ایسے پروگرام دیکھے جاتے ہیں یہ سب ذہنی اور نظری زنا میں شمار ہوتے ہیں۔ پس احمدی کو ان سے بھی خاص طور پر بچنا چاہیے۔

پھر **دسویں خصوصیت** یہ ہے کہ عبادالرحمٰن نہ جھوٹ بولتے ہیں، نہ جھوٹی گواہی دیتے ہیں۔ یہ جھوٹ بھی قوموں کے تنزل اور تباہی میں بڑا کردار ادا کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے بندے اور الٰہی جماعتیں جو ہیں انہوں نے تو اونچائی کی طرف جانا ہے اور ان سے تو اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہوا ہے کہ ان کے لئے ترقی کی منازل ہیں جو انہوں نے طے کرنی ہیں اور اوپر سے اوپر چلتے چلے جانا ہے۔ اُن میں اگر جھوٹ آجائے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے نہیں رہتے جن پر اللہ تعالیٰ فضل فرماتا ہے یا جن سے اللہ تعالیٰ نے فضل فرمانے کا وعدہ فرمایا ہوا ہے۔ پس احمدیوں کو اپنی گواہیوں میں بھی اور اپنے معاملات میں بھی جب پیش کرتے ہیں تو سو فیصد سچ سے کام لینا چاہیے۔''

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ۔ 25 ستمبر 2009ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عبادالرحمٰن کی خصوصیات۔۴

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا کِرَامًا. وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْھَا صُمًّا وَّ عُمْیَانًا. وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا۔(الفرقان:۷۳.۷۴.۷۵)

ترجمہ: اور جب وہ لغویات کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزرتے ہیں۔اور وہ لوگ جب انہیں اُن کے ربّ کی آیات یاد کروائی جاتی ہیں تو ان پر وہ بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔اور وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ’’عبادالرحمان‘‘ کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’گیارہویں علامت یہ ہے کہ مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا کِرَاماً یعنی دنیوی لذات سے متاثر ہو کر اس میں شامل نہیں ہو جاتے۔اس زمانے کی لغویات جیسا کہ مَیں نے کہا ہے انٹرنیٹ بھی ہے، یہ ٹی وی چینلز بھی ہیں جو پروگراموں کے دکھانے میں، عجیب طرح کے غلط پروگراموں کے دکھانے میں مصروف ہیں۔پھر آجکل لڑکے لڑکیاں سکولوں میں، کالجوں میں، گروپ بنا کر پھرتے ہیں، کلبوں میں جاتے ہیں، پھر ڈانس گانے وغیرہ کئے جاتے ہیں۔یا اس کے پروگرام بنائے جا رہے ہوتے ہیں یا کنسرٹ دیکھنے کے پروگرام بنائے ہوتے ہیں۔تو ایک مومن کے لئے یہ سب لغویات ہیں۔ایک طرف تو ہم یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور ہم عبادالرحمٰن

بننے کا بھی عہد کرتے ہیں۔ پھر اس کے باوجود لغویات میں شامل ہونا، ایسی باتوں میں شامل ہونا جو سراسر اخلاق کو برباد کرنے والی باتیں ہیں۔ پس حقیقی احمدی کے لئے ضروری ہے کہ ان سے پرہیز کرے۔

پھر **بارہویں علامت** یہ ہے کہ جب اُن کے سامنے خدا تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے بلکہ کان کھول کر توجہ سے سنتے ہیں۔ قرآن کریم کے حوالے سے جو نصائح کی جائیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اپنی روحانیت کو بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ پس عبادالرحمٰن بننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر قسم کی نیک نصیحت پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ نہ دیکھیں کہ کون کہہ رہا ہے۔ یہ دیکھیں کہ جو بات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حوالے سے کی جارہی ہے اس پر عمل کرنا ہے۔ ورنہ عمل نہ کرنا انسان کے لئے ٹھوکر کا باعث بن سکتا ہے۔ اور پھر نہ صرف یہ کہ عبادالرحمٰن کے زُمرے سے نکل جاتے ہیں بلکہ آہستہ آہستہ جماعت سے بھی دُور ہو جاتے ہیں۔

پھر **تیرہویں خصوصیت** یہ ہے کہ وہ اپنی بیویوں اور اولادوں کے لئے یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان میں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک رکھے۔ پس آئندہ نسلوں کی بقا کے لئے یہ نہایت اہم نسخہ ہے کہ جہاں ظاہری تدبیریں اور کوششیں ہو رہی ہیں جو اپنی اولاد کی دینی و دنیوی ترقیات کے لئے ایک انسان کرتا ہے وہاں دعا بھی ہو کیونکہ اصل ذات تو خدا تعالیٰ کی ہے جو اچھے نتائج پیدا فرماتا ہے۔ اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ وہ لوگ اپنی ذاتی صلاحیت سے اپنی اولاد کی تربیت کر رہے ہوتے ہیں تو یہ بھی خیال غلط ہے۔ ایسے لوگ جو دنیا دار لوگ ہیں اگر اپنی اولاد کی ترقی دیکھتے ہیں تو یہ ترقی اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کے صدقے تو بے شک انہیں فائدہ دے رہی ہے یا اس سے وہ فائدہ اٹھا رہے ہیں اور یہ صرف دنیاوی ترقی ہے، دنیاوی معاملات کی ترقی ہے۔ لیکن وہ رحمان کے بندے کہلانے والے نہیں ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں متقیوں کا امام ہونے کا اعزاز نہیں بخشا اور متقیوں کا امام ہونے کی وجہ سے اپنے تقویٰ میں بڑھنے کی طرف ان کی توجہ نہیں پھیری۔ لیکن جو اپنی اولاد کے لئے تقویٰ میں بڑھنے کی دعا بھی مانگے گا وہ صرف ان کی دنیاوی ترقی نہیں مانگے گا بلکہ دینی اور روحانی ترقی بھی مانگے گا اور پھر خود بھی تقویٰ میں بڑھنے کی کوشش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات کو حاصل کرنے والا ہوگا۔‘‘

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ۔ 25 ستمبر 2009ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نماز سیئات کو دُور کرنے کا ذریعہ

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اُتْلُ مَا أُوحِیَ إِلَیْکَ مِنَ الْکِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاۃَ إِنَّ الصَّلَاۃَ تَنْھَی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ أَکْبَرُ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ(العنکبوت: ۴۶)

ترجمہ: تُو کتاب میں سے، جو تیری طرف وحی کیا جاتا ہے، پڑھ کر سنا اور نماز کو قائم کر۔ یقیناً نماز بے حیائی اور ہر ناپسندیدہ بات سے روکتی ہے۔ اور اللہ کا ذکر یقیناً سب (ذکروں) سے بڑا ہے۔ اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

☆حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر کسی کے دروازے کے پاس سے نہر گزر رہی ہو اور وہ اُس میں دن میں پانچ مرتبہ نہائے تو اُس کے جسم پر کوئی میل رہ جائے گی؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کوئی میل نہیں رہے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے گناہ معاف کرتا ہے اور کمزوریاں دُور کر دیتا ہے۔‘‘

(بخاری کتاب مواقیت الصلاۃ باب الصلوۃ الخمس کفارۃ للخطاء)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’یہ جو فرمایا ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ (ھود:۱۱۵) یعنی نیکیاں یا نماز بدیوں کو دُور کرتی ہے یا دوسرے مقام پر فرمایا ہے۔ نماز فواحش اور برائیوں سے بچاتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ باوجود نماز پڑھنے کے پھر بدیاں کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ نمازیں پڑھتے ہیں، مگر نہ روح اور راستی کے ساتھ۔ وُہ صرف رسم اور عادت کے طور پر ٹکریں مارتے ہیں۔ اُن کی رُوح مُردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام حسنات نہیں رکھا اور یہاں جو حسنات کا لفظ رکھا الصلوٰۃ کا لفظ نہیں رکھا۔ باوجودیکہ معنے وہی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تا نماز کی خوبی اور حسن و جمال کی طرف اشارہ کرے کہ وہ نماز بدیوں کو

دُور کرتی ہے۔ جو اپنے اندر ایک سچائی کی رُوح رکھتی ہے اور فیض کی تاثیر موجود ہے۔ وہ نماز یقیناً بُرائیوں کو دُور کرتی ہے۔ نماز نشست و برخاست کا نام نہیں ہے۔ نماز کا مغز اور رُوح وہ دُعا ہے جو ایک لذت اور سُرور اپنے اندر رکھتی ہے۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۰۴)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''پس ہر احمدی کو صحت کی حالت میں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ وہ اپنی نمازوں میں باقاعدگی اختیار کرے اور نہ صرف باقاعدگی اختیار کرے بلکہ باجماعت نمازوں کی طرف بھی توجہ دے۔ اسے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بڑھاپے میں جب انسان کمزور ہو جاتا ہے، اس طرح محنت نہیں کرسکتا جس طرح جوانی میں کرسکتا ہے کیونکہ نمازیں بھی ایک طرح کی محنت چاہتی ہیں۔ ان کی ادائیگی بھی جو نمازیں ادا کرنے کا حق ہے اس محنت سے مشکل ہو جاتی ہے جس طرح جوانی میں ادا کی جاسکتی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کیونکہ اپنے بندوں پر بخشش اور رحم کی نظر رکھنے والا ہے اس لئے وہ بڑھاپے اور کمزوری کے وقت کی جو کم عبادتیں ہیں ان کو بھی جوانی میں کی گئی عبادتوں کے ذریعے پورا کر دیتا ہے۔ تو یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں کو نوازنے کے طریقے۔ پس ہر وہ انسان جو اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار بندہ بننا چاہتا ہے، اس کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے، اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو پاک رکھنا چاہتا ہے، شیطان کے حملوں سے بچانا چاہتا ہے تو اس کے لئے ایک ہی ذریعہ ہے کہ اللہ کی عبادت کی طرف توجہ دے۔ اور اس کے لئے سب سے ضروری چیز نماز باجماعت کی ادائیگی ہے۔''

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ ۲۴)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نماز باجماعت کی پابندی

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَأَقِيْمُوْا الصَّلاَةَ إِنَّ الصَّلاَةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَاباً مَّوْقُوْتاً (النساء: ۱۰۴)

ترجمہ: پس نماز کو قائم کرو۔ یقیناً نماز مومنوں پر ایک وقت مقررہ کی پابندی کے ساتھ فرض ہے۔

☆ایک روایت میں آتا ہے کہ:

''ایک دفعہ ایک نابینا آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ مجھے راستے کی ٹھوکروں کی وجہ سے مسجد میں آنے میں دِقّت ہے۔ کیا میں گھر میں نماز پڑھ لیا کروں؟ پہلے تو آپؐ نے اجازت دے دی۔ پھر فرمایا تمہیں اذان کی آواز آ جاتی ہے؟ اس نے عرض کی جی آواز تو آ جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا پھر نماز کا حق یہ ہے کہ تم مسجد میں آ کر نماز ادا کیا کرو''۔

(مسلم کتاب المساجد باب یحب اتیان المسجد علی من سمع النداء حدیث نمبر 1371)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

'' نماز کو خوب سنوار سنوار کر پڑھنا چاہئے۔ نماز ساری ترقیوں کی جڑ اور زینہ ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ نماز مومن کا معراج ہے۔ اس دین میں ہزاروں لاکھوں اولیاء اللہ، راستباز، ابدال، قطب گزرے ہیں۔ انہوں نے یہ مدارج اور مراتب حاصل کئے؟ اسی نماز کے ذریعے سے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ۔ یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے اور فی الحقیقت جب انسان اس مقام اور درجہ پر پہنچتا ہے تو اس کیلئے اکمل اتم لذت نماز ہی ہوتی ہے اور یہی معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے ہیں۔ پس کشاکش نفس سے انسان نجات پا کر اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتا ہے''۔

(ملفوظات جلد نمبر 4 صفحہ 605 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''......اللہ تعالیٰ نے یہ فرض کیا ہے کہ دن کے پانچ حصوں میں اللہ کے حضور حاضر ہوا جائے اور جہاں انسان وقت پر نماز پڑھنے کی وجہ سے ان حملوں سے محفوظ رہے گا وہاں روحانیت میں ترقی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والا بھی ہوگا۔ پس ہر احمدی کو وقت پر نماز ادا کرنے کی پابندی کرنی چاہئے اس کی اہمیت پر توجہ دینی چاہئے۔

اس زمانے میں جب ہر طرف مادیت کا دَور دَورہ ہے اس طرف توجہ دینا اور زیادہ ضروری ہو گیا ہے۔ شیطان نت نئے طریقوں سے حملے کر کے انسان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ دل میں یہ وسوسے پیدا کرتا ہے کہ اگر تم نے اس وقت اپنا فلاں دنیاوی کام نہ کیا تو نقصان اٹھاؤ گے اس لئے پہلے اس کام کو نمٹا لو، نماز کا بھی وقت تو ہے لیکن بعد میں اسے جمع کر کے پڑھ لینا۔ اور کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ ہر زمانے میں شیطان نے مختلف طریقوں سے حملے کرنے ہیں، ہر زمانے میں انسان کی مصروفیات مختلف ہوتی ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ ایسی نمازیں جو تمہاری سستیوں اور جو تمہاری دنیاوی مصروفیات کی وجہ سے وقت پر ادا نہ ہونے کا احتمال ہو یا وہ احتمال رکھتی ہوں ان کی خاص طور پر حفاظت کرو۔ کیونکہ پھر ایک نماز سے لاپرواہی آہستہ آہستہ باقی نمازوں سے بھی غافل کر دیتی ہے۔ اس لئے فرمایا ﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ (البقرۃ:239) یعنی تم تمام نمازوں کا اور خصوصاً درمیانی نماز کا پورا خیال رکھو۔ یہ نہیں فرمایا کہ فلاں نماز کی خاص طور پر حفاظت کرو، درمیانی نماز کی تعریف بھی مختلف لوگوں کے لئے مختلف ہوسکتی ہے۔ ہر وہ نماز درمیانی ہے جس میں دوسری ترجیحات نماز کے مقابلے میں زیادہ ہوں اور جب انسان دوسری مصروفیات کو پس پشت ڈال کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کو تمام دوسرے دنیاوی مفادات پر ترجیح دے رہا ہو گا تو اللہ تعالیٰ ایسے عبادت گزاروں کی ضروریات خود ایسی جگہ سے پوری فرما رہا ہوگا کہ جہاں سے انسان کو گمان بھی نہیں ہوسکتا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کوئی نیکی بغیر جزا کے نہیں چھوڑتا اور دونوں جہان کی نعمتوں سے نوازتا ہے۔''

(خطبات مسرور جلد۴ صفحہ ۱۸۸)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پنجوقتہ نمازوں کا التزام

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿النور:۵۷﴾

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

☆حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''نماز کو چھوڑنا انسان کو شرک اور کفر کے قریب کر دیتا ہے''۔

(مسلم کتاب الایمان، باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلوٰۃ)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''نماز ایسی شے ہے کہ اس کے ذریعہ سے آسمان انسان پر جھک پڑتا ہے نماز کا حق ادا کرنے والا یہ خیال کرتا ہے کہ مَیں مر گیا اور اس کی روح گداز ہو کر خدا کے آستانہ پر گر پڑی ہے......جس گھر میں اس قسم کی نماز ہوگی وہ گھر کبھی تباہ نہ ہوگا حدیث شریف میں ہے کہ اگر نوحؑ کے وقت میں یہ نماز ہوتی تو وہ قوم کبھی تباہ نہ ہوتی۔ حج بھی انسان کے لیے مشروط ہے روزہ بھی مشروط ہے زکوٰۃ بھی مشروط ہے مگر نماز مشروط نہیں۔ سب ایک سال میں ایک ایک دفعہ ہیں مگر اس کا حکم ہر روز پانچ دفعہ ادا کرنے کا ہے اس لیے جب تک پوری پوری نماز نہ ہوگی تو وہ برکات بھی نہ ہوں گی جو اس سے حاصل ہوتی ہیں اور نہ اس بیعت کا کچھ فائدہ حاصل ہوگا۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۶۲۷ جدید ایڈیشن)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''......مَیں نے بعض دفعہ ملاقاتوں میں جائزہ لیا ہے کہ نمازوں کی طرف باقاعدگی سے متعلق اگر پوچھو کہ توجہ ہے کہ نہیں تو اکثر یہ جواب ہوتا ہے کہ کوشش کرتے ہیں یا پھر کوئی گول مول سا جواب دے دیتے ہیں۔ حالانکہ نمازوں کے بارے میں تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ نماز کو قائم کرو۔ باجماعت ادا کرو۔

اور نماز کو وقت مقررہ پر ادا کرو۔ جیسا کہ فرمایا:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کِتَاباً مَّوۡقُوۡتاً (النّساء:104) یقیناً نماز مومنوں پر وقت مقررہ کی پابندی کے ساتھ فرض ہے......ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو وقت مقررہ تو علیحدہ رہا، نمازوں میں اکثر سستی کر جاتے ہیں۔ کیا ایسا کر کے ہم اس حکم پر عمل کر رہے ہیں کہ حٰفِظُوۡا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الۡوُسۡطٰی. وَقُوۡمُوۡا لِلّٰہِ قٰنِتِیۡنَ (البقرۃ:239) تو نمازوں کا اور خصوصاً درمیانی نماز کا پورا خیال رکھو۔ اور اللہ کے فرمانبردار ہو کر کھڑے ہو جاؤ۔

پس ہر احمدی کو اپنی نمازوں کی حفاظت کی طرف توجہ دینی چاہیئے اور انہیں وقت مقررہ پر ادا کرنا چاہیئے۔ اگر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں لے کر آنا ہے، اگر توحید کو قائم کرنے کا دعویٰ کرنے والا بننا ہے تو اپنی عبادتوں کے معیار بلند کرنے ہوں گے۔ اپنی نمازوں کی بھی حفاظت کرنی ہوگی، کاموں کے عذر کی وجہ سے دوپہر کی یا ظہر کی نماز اگر آپ چھوڑتے ہیں تو نمازوں کی حفاظت کرنے والے نہیں کہلا سکتے۔ بلکہ خدا کے مقابلے میں اپنے کاموں کو، اپنے کاروباروں کو اپنی حفاظت کرنے والا سمجھتے ہیں۔ اور اگر فجر کی نماز تم نیند کی وجہ سے وقت پر ادا نہیں کر رہے تو یہ دعویٰ غلط ہے کہ ہمارے دلوں میں خدا کا خوف ہے اور ہم اس کے آگے جھکنے والے ہیں۔ اسی طرح کوئی بھی دوسری نماز اگر عادتاً یا کسی جائز عذر کے بغیر وقت پر ادا نہیں ہو رہی تو وہی تمہارے خلاف گواہی دینے والی ہے کہ تمہارا دعویٰ تو یہ ہے کہ ہم خدا کا خوف رکھنے والے ہیں لیکن عمل اس کے برعکس ہے......نمازوں کی حفاظت اور نگرانی ہی اس بات کی ضامن ہوگی کہ ہمیں اور ہماری نسلوں کو گناہوں اور غلط کاموں سے پاک رکھے۔ ہماری نمازوں میں باقاعدگی یقیناً ہمارے بچوں میں بھی یہ روح پیدا کرے گی کہ ہم نے بھی نمازوں میں باقاعدہ ہونا ہے۔ اس کی اسی طرح حفاظت کرنی ہے جس طرح ہمارے والدین کرتے ہیں۔ اور جب یہ بات ان بچوں کے ذہنوں میں راسخ ہو جائے گی، بیٹھ جائے گی کہ ہم نے نمازوں میں باقاعدگی اختیار کرنی ہے تو پھر والدین کو یہ چیز اس فکر سے بھی آزاد کر دے گی کہ اس مغربی معاشرے میں جہاں ہزار قسم کے کھلے گند اور برائیاں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں، ہر وقت والدین کو یہ فکر رہتی ہے کہ ان کے بچے اس گند میں کہیں گر نہ جائیں......اگر اپنے بچوں کو ان گندگیوں اور غلاظتوں میں گرنے سے بچانا ہے تو سب سے بڑی کوشش

یہی ہے کہ نمازوں میں باقاعدہ کریں۔ کیونکہ اب ان غلاظتوں اور اس گند سے بچانے کی ضمانت ان بچوں کی نمازیں اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق دے رہی ہیں۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (العنکبوت:46) یعنی یقیناً نماز بدیوں اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے۔ گویا ان نمازوں کی حفاظت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بھی ان نمازوں کے ذریعہ سے ضمانت دے دی ہے کہ خالص ہو کر میرے حضور آنے والے اب میری ذمہ داری بن گئے ہیں کہ مَیں بھی اس دنیا کی گندگیوں اور غلاظتوں سے ان کی حفاظت کروں اور ان کو نیکیوں پر قائم رکھوں، تقویٰ پر قائم رکھوں۔ ایسے لوگوں میں شامل کروں جو تقویٰ پر قائم ہوں، جو میرے پاکباز لوگ ہیں۔ ایسے لوگوں میں شامل کروں جو میرا انعام پانے والے لوگ ہیں۔''

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ سوم صفحہ ۴۰ تا ۴۲)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جمعہ کی اہمیت وبرکات

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَ ذَرُوْا الْبَیْعَ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ.فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاذْکُرُوْا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ.وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَھْوًا انْفَضُّوْٓا اِلَیْھَا وَتَرَکُوْکَ قَآئِمًا.قُلْ مَا عِنْدَاللّٰہِ خَیْرٌ مِّنَ اللَّھْوِ وَمِنَ التِّجَارَۃِ.وَاللّٰہُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ (سورۃ الجمعہ:10-12)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن کے ایک حصہ میں نماز کیلئے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف جلدی کرتے ہوئے بڑھا کرو اور تجارت چھوڑ دیا کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ پس جب نماز ادا کی جاچکی ہو تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کے فضل میں سے کچھ تلاش کرو اور اللہ کو بکثرت یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور جب وہ کوئی تجارت یا دل بہلاوا دیکھیں گے تو اس کی طرف دوڑ پڑیں گے اور تجھے اکیلا کھڑا ہوا چھوڑ دیں گے۔ تو کہہ دے کہ جو اللہ کے پاس ہے وہ دل بہلاوے اور تجارت سے بہت بہتر ہے اور اللہ رزق عطا کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

☆ **حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:**

''جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی آتی ہے جس میں ایک مسلمان اللہ تعالیٰ سے نماز پڑھتے ہوئے جو بھی بھلائی مانگتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو وہ عطا کر دیتا ہے اور اپنے دست مبارک سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ گھڑی اور وقت بہت مختصر ہے''۔

(بخاری. کتاب الجمعہ، باب الساعۃ التی فی یوم الجمعہ حدیث نمبر 935)

☆ **حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:**

''ہر وہ شخص جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ کے دن جمعہ پڑھنا فرض کیا گیا ہے۔سوائے مریض،مسافر،عورت، بچے اور غلام کے۔جس شخص نے لہو ولعب اور تجارت کی وجہ سے جمعہ سے لاپرواہی برتی ،اللہ تعالیٰ بھی اس سے بے پرواہی کا سلوک کرے گا۔یقیناً اللہ تعالیٰ بے نیاز اور حمد والا ہے۔''

(سنن دار قطنی .کتاب الجمعه . باب من تجب علیه الجمعه حدیث نمبر 1560)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''......ایک احمدی کو اس لحاظ سے بھی اس جمعہ کی اہمیت کو مدنظر رکھنا چاہئے اور اس پیغام کو پھیلانا چاہئے کہ یہ زمانہ جس میں سے ہم گزر رہے ہیں آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کی اس سورۃ یعنی سورۃ الجمعہ میں اترے ہوئے احکامات کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہے......پس اس میں آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق کے بھیجنے کی خوشخبری اور اعلان تھا جس نے ایک جماعت بنانے کے لئے ،مسلمانوں کو جمع کرنے کے لئے ،انہیں جمعہ کی اہمیت کا احساس دلانے کے لئے آواز دینی تھی۔جو مبعوث ہوا اور اس نے آواز دی اور ہم خوش قسمت ہیں کہ ہم نے اس کو مانا کہ ہم آواز پر لبیک کہتے ہوئے فلاح کے راستوں کی تلاش کی غرض سے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے ہیں۔ہم وہ نہیں جو صرف سال کے سال جمعہ پڑھنے والے ہیں بلکہ ہم وہ ہیں جنہوں نے اصل کو پالیا۔ اس اصل کو پالیا ہے کہ مَا عِنۡدَاللّٰہِ خَیۡرٌ مِّنَ اللَّھۡوِ وَمِنَ التِّجَارَۃِ یعنی جو اللہ کے پاس ہے وہ اس دل بہلاوے اور تجارت سے بہتر ہے۔اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اے اللہ! ہم نے تیرے اس اعلان کو خوب سمجھا ہے جو تُو نے اپنے پیارے رسول ﷺ کے ذریعہ سے کرایا تھا اور جس کا فہم وادراک ہمیں حقیقت میں اس افضل الرسلؐ کے عاشق صادق نے کروایا کہ وَاللّٰہُ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ کہ اللہ تعالیٰ رزق عطا کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔اور ایسی ایسی جگہوں سے رزق دیتا ہے جہاں سے بندے کو گمان بھی نہیں ہوتا۔پس ہم کس طرح رسول کو اکیلا چھوڑ کر لہو ولعب اور کھیل کود میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔یہ ہے وہ فہم وادراک جو کم از کم ہر احمدی میں جمعہ کی اہمیت کے بارہ میں ہونا چاہئے۔پس ہمیشہ یاد رکھو کہ احمدی یہ کبھی نہ بھولے کہ زمانہ کے امام کو مان کر،مسیح موعود کو مان کر ہماری ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں۔

ہمارے جمعے اب عام جمعے نہیں رہے۔ہماری اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کی کوشش اب سطحی نہیں رہی کہ عمل کرلیا، کرلیا، نہ کیا تو کوئی حرج نہیں۔ہم نے تو اپنے جمعوں کی بھی حفاظت کرنی ہے۔اپنی نسلوں کے جمعوں کی بھی حفاظت کرنی ہے اور جو تمام مسلمانوں اور تمام قوموں کو دین واحد پر جمع کرنے کا کام ہمارے سپرد ہوا ہے اس کی بجا آوری بھی کرنی ہے۔اگر ہمارے جمعوں میں باقاعدگی نہیں، اگر ہمارے جمعوں میں ایک خاص توجہ نہیں تو ہماری بیعت کا دعویٰ بھی بے فائدہ ہے۔ہمارا قول وفعل کا تضاد بھی قابل فکر ہے۔''

(خطبات مسرور جلد۵ صفحہ ۴۱۷ تا ۴۱۸)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عیدین

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۷۰﴾

(العنکبوت:70)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ہمارے بارہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور اُنہیں اپنی راہوں کی طرف ہدایت دیں گے اور یقیناً اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد

☆حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ عید کی نماز کے دن حاضر تھا۔ آپؐ نے خطبہ سے قبل نماز پڑھائی جس سے پہلے نہ تو اذان دی گئی اور نہ ہی اقامت کہی گئی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپؐ بلالؓ کا سہارا لے کر کھڑے ہوئے اور لوگوں کو تقویٰ کی نصیحت فرمائی اور اپنی اطاعت کی رغبت دلائی۔

(مسلم کتاب صلاۃ العیدین)

☆آنحضور ﷺ نے عید کے جو خطبات دیئے ہیں ان کے بارے میں حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں:

آپؐ اپنے خطبہ میں اس طرح اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرماتے تھے کہ جس کا وہ حقیقی طور پر اہل ہے یعنی غیر معمولی اِنہماک اور جوش اور ولولہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے تھے۔

(مسلم کتاب العیدین)

☆آنحضرت ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو وہاں دو دن ایسے منائے جاتے تھے جن میں

ساری قوم خوش ہوتی تھی اور کھیل کود کا اہتمام کیا جاتا تھا اور وہ لوگ اپنی ان محافل میں اپنے بڑوں کا ذکر کیا کرتے تھے۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان دو دنوں سے بہتر دن مقرر فرما دیئے ہیں۔ ایک عید الفطر کا دن اور دوسرا عید الاضحیہ کا دن۔

(ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب صلاۃ العیدین)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

عید کے دن حبشی نیزوں اور ڈھالوں سے کھیل رہے تھے آنحضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تماشا دیکھنے کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا جی۔ تو آپؐ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا، میرا رُخسار آپؐ کے کندھے پر تھا۔ آپؐ نے فرمایا اے بنوعرفدا! تماشا دکھاؤ۔ یہاں تک کہ جب میرا دل بھر گیا تو آپؐ نے فرمایا بس؟ میں نے کہا جی بس تو فرمایا پھر اب چلی جاؤ۔

(مسلم کتاب صلاۃ العیدین)

☆ روایت میں آتا ہے کہ آنحضور ﷺ کی عید کے تعلق سے ایک یہ بھی سنت ہے کہ آپؐ عید گاہ جاتے اور آتے ہوئے رستہ تبدیل کیا کرتے تھے حضرت محمد بن عبید اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ:

آپؐ عید کے دن پیدل جاتے تھے اور جس رستہ سے جاتے تھے اُس سے مختلف راستے سے واپس آتے تھے۔

(ابن ماجه اقامة الصلاة باب ما جاء فی الخروج یوم العید)

عید کے دن جلدی بیدار ہونا، غسل کرنا، حسبِ توفیق عمدہ لباس پہننا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا، عید گاہ میں جلدی جانا، نمازِ عید شہر سے باہر کھلی جگہ ادا کرنا، تکبیرات کا ورد کرنا وغیرہ مسنون اعمال ہیں۔ عید کے دن تمام عورتوں کے عید گاہ میں حاضر ہونے کا بھی آپؐ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''عید کے دن ہر احمدی اپنے ماحول میں جائزہ لے اور ضرورت مندوں کا خیال کرے۔ یہ عمل

خدا کے فضل سے ذاتی اور جماعتی سطح پر ہو رہا ہے لیکن ابھی بہت گنجائش موجود ہے۔ یہ کام اچھا کھلانے اور پہنانے تک ہی ختم نہیں کرنا جس طرح عید کے دن ان کا خیال رکھا جا رہا ہے ان رابطوں کو توڑنا نہیں بلکہ ان پر نظر رکھیں، خود بھی ان کا دھیان رکھیں اور نظام کو بھی مطلع کریں۔ ان کو کام پر لگائیں، ان کی ہمت بندھائیں۔ یہ ان پر جاری احسان ہوگا۔ اس طرح کم استطاعت والوں کو اُٹھانے کی کوشش کریں تو ہوسکتا ہے کہ وہ شخص اگلے سال عید پر دوسروں کی مدد کر رہا ہو۔ اس طرح پر معاشی استحکام سے اخلاقی معیار بھی بلند ہوں گے اور پاکیزہ معاشرے کا قیام عمل میں آئے گا۔‘‘

(خطبہ عید الفطر 26 نومبر 2003ء، الفضل 3 دسمبر 2003ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

1۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۝

(طٰہٰ:15)

ترجمہ: یقیناً میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا اَور کوئی معبود نہیں پس میری عبادت کر اور میرے ذکر کے لئے نماز کو قائم کر۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کا بنیادی مقصد ایک خدا کی عبادت کرنا قرار دیا ہے۔ عبادات میں سے سب سے افضل عبادت نماز کا قیام ہے۔ قرآن کریم میں بھی سب سے زیادہ جس امر کی طرف اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے وہ نماز ہی کا قیام ہی ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے بھی سب سے زیادہ توجہ اسی اہم امر یعنی نماز کی طرف ہی دلائی ہے۔ ☆ آپؐ نماز باجماعت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

صَلَاۃُ الْجَمَاعَۃِ تَفْضُلُ صَلَاۃَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً

جماعت کے ساتھ نماز کی ادائیگی کی فضیلت علیحدہ نماز ادا کرنے سے ستائیس گنا زیادہ ہے۔

(بخاری کتاب الصلاۃ باب فضل صلاۃ الجماعۃ)

☆اسی طرح ایک اور حدیث میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

ملائکہ تم میں سے ہر ایک کے لئے دعا مانگتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ اپنی نماز کی جگہ میں ٹھہرا رہتا ہے جس میں کہ اُس نے نماز پڑھی۔ ملائکہ کہتے ہیں اے اللہ! اسے بخش دے۔ اے اللہ! اس پر رحم کر۔ جب تک کوئی نئی صورتِ حال پیدا نہ ہو جائے۔

(بخاری کتاب الصلاۃ باب الحدث فی المسجد)

☆اسی طرح ایک اَور حدیث میں آپؐ نے نماز کو محبتِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ قرار دیا جبکہ

ایک صحابی نے آپؐ سے پوچھا کہ کون سا عمل خدا تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے تو آپؐ نے فرمایا:

اَلصَّلَاۃُ عَلٰی وَقْتِھَا کہ وقت پر نماز پڑھنا۔

(بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب فضل الصلوٰۃ لوقتھا)

☆ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’نماز سے بڑھ کر اَور کوئی وظیفہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں حمدِ الٰہی ہے، استغفار ہے اور درود شریف۔ تمام وظائف اور اَوراد کا مجموعہ یہی نماز ہے۔ اور اس سے ہر قسم کے غم وہم دور ہوتے ہیں اور مشکلات حل ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کو اگر ذرا بھی غم پہنچتا تو آپؐ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے اور اسی لئے فرمایا ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد:29) اطمینان، سکینتِ قلب کے لئے نماز سے بڑھ کر اَور کوئی ذریعہ نہیں۔ لوگوں نے قسم قسم کے ورد اور وظیفے اپنی طرف سے بنا کر لوگوں کو گمراہی میں ڈال رکھا ہے اور نئی شریعت آنحضرت ﷺ کی شریعت کے مقابلے میں بنا دی ہوئی ہے ...... میرے نزدیک سب وظیفوں سے بہتر وظیفہ نماز ہی ہے۔ نماز کو ہی سنوار سنوار کر پڑھنا چاہئے اور سمجھ سمجھ کر پڑھو اور مسنون دعاؤں کے بعد اپنے لئے اپنی زبان میں بھی دعائیں کرو۔ اس سے تمہیں اطمینان قلب حاصل ہوگا اور سب مشکلات خدا تعالیٰ چاہے گا تو اسی سے حل ہو جائیں گی۔ نماز یادِ الٰہی کا ذریعہ ہے اس لئے فرمایا ہے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ:15)‘‘۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 310-311)

☆ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’تمکنت حاصل کرنے اور نظامِ خلافت سے فیض پانے کے لئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ نماز قائم کرو۔ کیونکہ عبادت اور نماز ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والی ہوگی ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس انعام کے بعد اگر تم میرا شکر گزار بنتے ہوئے میری عبادت کی طرف توجہ نہیں دو گے تو نافرمانوں میں سے ہوگے۔ پھر شکر گزاری نہیں، ناشکر گزاری ہوگی اور نافرمانوں کے لئے خلافت کا وعدہ نہیں ہے بلکہ مومنوں کے لئے ہے۔ پس یہ انتباہ ہے ہر اُس شخص کیلئے جو اپنی نمازوں کی طرف توجہ نہیں دیتا کہ نظامِ خلافت کے فیض تم تک نہیں پہنچیں گے......

پس ہر احمدی کو یہ بات اپنے ذہن میں اچھی طرح بٹھا لینی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا جو خلافت کی صورت میں جاری ہے تبھی فائدہ اُٹھا سکیں گے جب اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہوں گے۔''

(خطبات مسرور جلد 5 صفحہ 151)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

2۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ

اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ ۝

(طٰہٰ:15)

ترجمہ: یقیناً میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا اَور کوئی معبود نہیں پس میری عبادت کر اور میرے ذکر کے لئے نماز کو قائم کر۔

☆ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

جب ایک مسلمان اللہ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اُس کے گناہ اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت سے یہ پتے جھڑ رہے ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلوۃ)

☆ایک موقعہ پر آپؐ نے نمازوں کی اہمیت کو ایک مثال دے کر یوں واضح فرمایا کہ:

پانچ نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسے تم میں سے کسی کے دروازے کے پاس پانی سے بھری ہوئی نہر چل رہی ہو اور وہ اُس میں دن میں پانچ بار نہائے۔

(مسلم کتاب الصلوۃ باب المشی الی الصلوۃ)

ان احادیث میں آپؐ نے نماز کو گناہوں کے جھڑنے کا ذریعہ ٹھہرایا ہے اور گناہوں کا جھڑنا انسان کو جنت میں داخل کر دیتا ہے۔

☆چنانچہ ایک اَور حدیث ہے حضرت ابو ایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ اے اللہ کے رسول! کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں لے جائے اور آگ سے دور کر دے۔ آپؐ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی عبادت کر، اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرا، نماز پڑھ، زکوٰۃ دے اور صلہ رحمی

کرے۔

(صحیح بخاری حدیث 1396)

☆سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میرے نزدیک سب وظیفوں سے بہتر وظیفہ نماز ہی ہے۔نماز کو ہی سنوار سنوار کر پڑھنا چاہئے اور سمجھ سمجھ کر پڑھو اور مسنون دعاؤں کے بعد اپنے لئے اپنی زبان میں بھی دعائیں کرو۔اس سے تمہیں اطمینان قلب حاصل ہوگا اور سب مشکلات خدا تعالیٰ چاہے گا تو اسی سے حل ہو جائیں گی۔نماز یادِ الٰہی کا ذریعہ ہے اس لئے فرمایا ہے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ:15)''۔

(ملفوظات جلد3 صفحہ 310۔311)

☆ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''مؤمن کی ایک یہ شان ہے کہ نہ صرف خود نمازوں کا اہتمام کرے بلکہ دوسروں کو بھی تلقین کرتا رہے۔جماعتی نظام بھی ایک خاندان کی طرح ہے۔اس میں ہر ایک کو اپنے ساتھ اپنے بھائی کی بھی فکر کرنی چاہئے۔جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے،اپنے عزیزوں کے لئے بھی پسند کرنی چاہئے۔جس کو توجہ دلائی جارہی ہو اُس کو بھی برا نہیں منانا چاہئے......یہی چیز ہے جو مؤمنین کی جماعت کو مضبوطی عطا کرتی ہے یہی چیز ہے جس سے بندے اور خدا کے درمیان تعلق قائم ہوتا ہے اور یہ تعلق اس لئے نہیں کہ دنیاوی مقاصد حاصل کرنے ہیں بلکہ اصل مقصد روحانیت میں ترقی کرنا اور خدا کا قرب پانا ہے۔پس جب اس مقصد کے لئے توجہ دلا رہے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کے بے انتہا فضلوں کے سمیٹنے والے بن رہے ہوں گے اور جماعتی مضبوطی بھی پیدا ہو رہی ہوگی۔لیکن اللہ تعالیٰ نے شرط وہی لگائی کہ خود بھی نمازوں کی طرف توجہ کرو،اپنے عمل کی شرط ضروری ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13 جولائی 2007ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صبر اور صلوٰۃ۔ا

☆ پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عملی اصلاح کے لئے ہماری راہنمائی کرتے ہوئے صبر اور صلوٰۃ کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی تکمیل کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''پس ہم دنیاوی نظر سے دیکھیں اور وسائل پر بھروسہ کریں تو ہماری جو کامیابی ہے ایک دیوانے کی بڑ نظر آتی ہے......مغرب کی اکثریت ......خدا تعالیٰ کو بھلا بیٹھی ہے اور نہ صرف یہ کہ خدا تعالیٰ کو بھلا بیٹھی ہے بلکہ خدا تعالیٰ کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ مذہب کو ایک بوجھ سمجھا جاتا ہے......پس یہ دنیا اس وقت بے حال ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا دنیاوی لحاظ سے ہمارے وسائل نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ان دنیا داروں کے سامنے ہمارے وسائل جو ہیں ایک ذرہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔

پس یہ جو سب باتیں ہیں یہ فکر پیدا کرتی ہیں اور فکر پیدا کرنے والی ہونی چاہئیں کہ ایسے حالات میں ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو کیسے آگے بڑھائیں گے؟ لیکن خدا تعالیٰ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا کے لئے بھیجا ہے، خدا تعالیٰ جس نے زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کو بھیجا، اُس نے ہمیں فرمایا کہ مجھ میں ہو کر میرے راستوں کو تلاش کرو۔

اور خدا تعالیٰ میں ہو کر اُس کے راستے کی تلاش کس طرح کرنی ہے؟ فرمایا یٰٓاَ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اسْتَعِیْنُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (البقرۃ:154) کہ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، صبر اور دعا کے ساتھ اللہ کی مدد مانگو، اللہ یقیناً صابروں کے ساتھ ہوگا۔ پس یہ اللہ ہے جس سے مدد مانگی جائے تو بڑی سے بڑی روک بھی ہوا میں اُڑ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جو تمام قدرتوں والا ہے، اللہ تعالیٰ جو اپنے جلال کے ساتھ سب طاقتوں کا مالک ہے، وہ ہر اَنہونی چیز کو ہونی کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک ہر زمانے اور ہر قوم اور ہر انسان کے لئے نجات دہندہ کے طور پر بنا کر بھیجا ہے جس نے قرآنِ کریم آپ پر نازل فرما کر تمام انسانوں کے لئے شریعت کو

کامل کر دیا جس میں ہر زمانے کے دینی اور دنیاوی مسائل کا حل بھی ہے، جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس زمانے میں اسلام کے احیائے نَو کے لئے بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب ایسے حالات آئیں کہ روکیں سامنے نظر آئیں، جب ایسے حالات آئیں کہ تمہاری عقلیں فیصلہ کرنے سے قاصر ہوں اُس وقت تم صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد مانگو۔

پس اگر خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی مدد مانگو گے تو بظاہر مشکل کام بھی آسان ہوتے چلے جائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اُس کے دین نے غالب آنا ہے لیکن تمہیں اس غلبہ کا حصہ بننے کے لئے صبر اور صلوٰۃ کی ضرورت ہے۔ لیکن کیسے صبر اور کیسی صلوٰۃ کی ضرورت ہے؟ اُس کے لئے پہلے اصول بیان ہو چکا ہے کہ اللہ میں ہو کر مجاہدہ کرو۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ نومبر 2014ء)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ   بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صبر اور صلوٰۃ۔۲

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عملی اصلاح کے لئے ہماری راہنمائی کرتے ہوئے صبر اور صلوٰۃ کے ذریعہ اصلاحِ نفس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''صبر کے مختلف معنی...... ہیں۔ مثلاً صبر یہ ہے کہ مستقل مزاجی اور کوشش سے برائیوں سے بچنا۔ ایک مومن اور ایک احمدی کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ اس دُنیاوی دور میں جب ہر طرف سے شیطانی حملے ہو رہے ہیں اور برائیاں ہر کونے پر منہ کھولے کھڑی ہیں ان برائیوں سے بچنے کے لئے جہاد کرے۔ اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔ پھر صبر کا مطلب ہے کہ نیکی پر ثابت قدم رہے۔ یہ نہیں کہ وقتی نیکی ہوا اور جب کہیں دنیا کا لالچ اور بدی کی ترغیب نظر آئے تو نیکی کو بھول جاؤ۔ اعمالِ صالحہ بجالانے کی طرف ہمیشہ توجہ رہے۔ ان اعمالِ صالحہ کی قرآنِ کریم میں تلاش کی ضرورت ہے۔ پھر صبر یہ ہے کہ ہر صورت میں اپنے معاملات خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کرنا۔ ہر مشکل میں، ہر پریشانی میں، ہر تکلیف میں خدا تعالیٰ کے سامنے معاملہ پیش کرنا۔ کسی بھی بات میں کوئی جزع فزع نہیں۔

پس صبر کی یہ حالتیں ہوں گی تو اللہ تعالیٰ کی مدد شاملِ حال ہوگی۔ روحانی مدارج میں ترقی ہوگی۔ دنیا کی کروڑوں کی جو دولت ہے اُس کے مقابلے میں ایک مومن کا ایک پاؤنڈ، ایک ڈالر، ایک روپیہ جو ہے وہ وہ کام دکھائے گا جو دنیا کو حیران کر دے گا۔

پھر صبر کے ساتھ برائیوں سے بچنے اور نیکیوں پر ثابت قدم ہونے اور خدا تعالیٰ کے حضور اپنے معاملات پیش کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صلوٰۃ کی بھی ضرورت ہے۔ اور صلوٰۃ کے بھی مختلف معنی ہیں۔

صلوٰۃ کے ایک معنی نماز کے ہیں۔ یعنی یہاں جو نصیحت ہے کہ مومنوں کو نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنی چاہئے اور نماز کا حق ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ صبر کے اعلیٰ نتائج اُس وقت

ظاہر ہوں گے جب نمازوں کی طرف بھی توجہ پیدا ہوگی۔ پھر اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرو، استغفار کرو۔ صلوٰۃ میں یہ سب معنی آ جاتے ہیں۔ پھر صرف یہ ظاہری نماز نہیں بلکہ دعاؤں کی طرف اُن کا حق ادا کرتے ہوئے توجہ کرو۔ خدا تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کرو۔ اُن کے بھی حق ادا کرو تا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو تا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہو۔

پس یہ وسعت صبر اور صلوٰۃ میں پیدا ہوگی تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت بھی حاصل ہوگی اور تمام کام آسان ہوں گے اور ہوتے چلے جائیں گے، انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے اور فضل اور رحم کے دروازے کھلیں گے۔

پس ایک مومن کا، تمہارا یہ کام ہے کہ اپنی کوششوں، اپنی عبادتوں، اپنی دعاؤں، اپنے اخلاق کو انتہا تک پہنچاؤ۔ جو کچھ تمہارے بس میں ہے وہ کر گزرو، پھر معاملہ خدا تعالیٰ پر چھوڑ دو۔ لیکن اگر صبر کا حق ادا نہیں کرو گے، اگر صلوٰۃ کا حق ادا نہیں کر رہے تو پھر یقیناً اللہ تعالیٰ کے انعامات کے حصہ دار نہیں بن سکتے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ نومبر 2014ء)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صبر اور صلوٰۃ۔۳

☆ پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عملی اصلاح کے لئے ہماری راہنمائی کرتے ہوئے صبر اور صلوٰۃ کے ذریعہ اصلاحِ نفس کا ذکر کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

''صبر کا ایک مطلب برائیوں سے بچنا بھی ہے، اس کے لئے توبہ اور استغفار کی ضرورت ہے۔

☆ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ:

''سچی توبہ اُس وقت ہوتی ہے جب ان تین باتوں کا خیال رکھا جائے۔ پہلی بات یہ کہ اُن تمام خیالات اور تصورات کو دل سے نکال دو جو دل کے فساد کا ذریعہ بن رہے ہیں، جو غلط کاموں کی طرف ابھارتے اور اُکساتے ہیں۔ یعنی جو بھی برائی دل میں ہے یا جس برائی کا خیال آتا ہے اُس سے کراہت کا تصور پیدا کرو۔ تمہیں کراہت آنی چاہئے۔ دوسری بات یہ کہ برائی پر ندامت اور شرم کا اظہار کرو۔ اپنے دل میں اتنی مرتبہ اُسے برا کہو کہ شرمندگی پیدا ہو جائے۔ دوسری بات ندامت اور شرم کا اظہار ہے اور تیسری بات یہ کہ ایک پکا اور مُصَمَّم ارادہ کرو کہ یہ برائی میں نے دوبارہ نہیں کرنی۔''

(ماخوذ از ملفوظات جلد اوّل صفحہ 87-88۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

صبر میں یہی حالت پیدا کی جاتی ہے، تبھی صبر صحیح صبر کہلاتا ہے۔ پس اگر ہم نے اپنی یہ عادت کر لی اور اپنے صبر اور صلوٰۃ کے معیار حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کی تو اللہ تعالیٰ کے غیر معمولی تائیدی نشان ظاہر ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ وہ نشانات جن کا اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ فرمایا ہے ہم بھی دیکھیں گے۔ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ نہ ہم برائیوں سے بچنے کی کوشش کر رہے ہوں، نہ ہم نیکیوں پر قدم مار رہے ہوں، نہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کی روح کو سمجھ رہے ہوں، نہ ہم اپنے ہر معاملے میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کر رہے ہوں، نہ ہم مخلوق کے حق ادا کر رہے ہوں، نہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی طرف توجہ دے رہے ہوں جس کی برکت سے ہم

اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے بن جاتے ہیں، نہ ہم نمازوں کا حق ادا کر رہے ہوں اور پھر بھی ہم یہ توقع رکھیں کہ دنیا کو ہم نے اسلام کے جھنڈے تلے لانا ہے۔ ان مقاصد کو اور اَغراض کو پورا کرنا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی ہیں۔

دنیا اسلام کے جھنڈے تلے آئے گی اور انشاء اللہ تعالیٰ ضرور آئے گی لیکن اگر ہم نے اپنے حق ادا نہ کئے اور اپنے صبر اور صلوٰۃ کو انتہا تک نہ پہنچایا تو پھر ہم اُس فتح کے حصہ دار نہیں ہوسکیں گے۔ پس یہ حق ادا کرنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ دنیا کو ہم یہی بتاتے ہیں کہ ایک دن ہم نے دنیا پر غالب آنا ہے۔ اس دورے کے دوران بھی نیوزی لینڈ میں ایک جرنلسٹ نے مجھے سوال کیا کہ تم تھوڑے سے ہو، تمہیں یہاں بیت کی کیا ضرورت ہے؟ پہلے ایک ہال موجود ہے۔ تو میں نے اُسے یہی کہا تھا کہ آج تھوڑے ہیں لیکن اس تعلیم کے ذریعہ جو قرآنِ کریم میں ہمیں ملی، ایک دن انشاء اللہ تعالیٰ کثرت میں بدل جائیں گے اور ایک کیا کئی مسجدوں کی ضرورت ہمیں یہاں پڑے گی۔ پس اس کے لئے دنیا میں ہر جگہ کوشش اور اپنی حالتوں پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22 نومبر 2013ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صبر

☆ارشادِباری تعالیٰ ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْاَ نْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ(البقرہ:١٥٦)

ترجمہ: اور ہم ضرور تمہیں کچھ خوف اور کچھ بھوک اور کچھ اموال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان کے ذریعہ آزمائیں گے۔اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔

☆**حضرت عبداللہ بن قیسؓ سے مروی ہے کہ رسول کریمﷺ نے فرمایا:**

''اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی بھی تکلیف دہ بات کوسن کر صبر کرنے والا نہیں یعنی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر صبر کرنے والا کوئی نہیں ۔ وہ اس طرح کہ لوگ اللہ کا شریک بناتے ہیں اور اس کا بیٹا قرار دیتے ہیں اس کے باوجود وہ انہیں رزق دیئے جاتا ہے اور عافیت دیئے جاتا ہے اور عطا کئے جاتا ہے۔''

(مسلم کتاب صفة القیامة)

☆**حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں:**

''ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی کی اس بات پر شہادت ہے کہ صبر کا اجر ضرور ہے۔ جولوگ خدا تعالیٰ کی خاطر صبر نہیں کرتے ان کو بھی صبر کرنا ہی پڑتا ہے مگر پھر نہ وہ ثواب ہے اور نہ اجر۔کسی عزیز کے مرنے کے وقت عورتیں سیاپا کرتی ہیں۔بعض نادان مرد سر پر راکھ ڈالتے ہیں۔تھوڑے عرصہ کے بعد ہی صبر کر کے بیٹھ جاتے ہیں اور سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ایک عورت کا ذکر ہے کہ اس کا بچہ مر گیا تھا اور وہ قبر پر کھڑی سیاپا کررہی تھی۔آنحضرتﷺ وہاں سے گذرے تو آپ نے اُسے فرمایا تو خدا تعالیٰ سے ڈر اور صبر کر۔اس کمبخت نے جواب دیا کہ تو جا تجھ پر میرے جیسی مصیبت نہیں پڑی۔ بد بخت نہیں جانتی تھی کہ آپ تو گیارہ بچوں کے فوت ہونے پر بھی صبر کرنے والے ہیں۔ جب اس کو بعد میں معلوم ہوا کہ اس کو نصیحت کرنے والے خود آنحضرتﷺ تھے تو پھر آپ کے گھر میں آئی اور کہنے لگی یارسول اللہ میں صبر کرتی

ہوں۔آپ نے فرمایا کہ اَلصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدَمَةِ الاُوْلٰی صبر وہ ہے جو پہلے ہی مصیبت پر کیا جائے۔ غرض بعد میں خود وقت گذرنے پر رفتہ رفتہ صبر کرنا ہی پڑتا ہے صبر وہ ہے جو ابتداء ہی میں انسان اللہ تعالیٰ کی خاطر کرے۔خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیتا ہے۔ یہ بے حساب اجر کا وعدہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہی مقدر ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۴۱۸۔۴۱۹)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’پس اللہ تعالیٰ کی ڈھیل کو اپنی فتح نہ سمجھو۔ہاں ہم کیونکہ ایمان میں پختہ ہیں، زمانے کے امام کو مان چکے ہیں جسے آنحضرت ﷺ کی کامل اتباع نے آپ ﷺ کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے، آپؐ کے غلام کی حیثیت سے نبی کا مقام دے کر بھیجا ہے۔اس لئے خدا تعالیٰ کا فیصلہ آنے تک صبر اور حوصلے سے تمہارے ظلموں کو برداشت کر رہے ہیں کہ یہی اس زمانے کے امام نے ہمیں تعلیم دی ہے اور ہم سے توقع رکھی ہے۔اور یہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرمایا ہے کہ خوف اور بھوک اور جان و مال کے نقصان سے تمہیں آزمایا جائے گا اور جب تم اس آزمائش سے سرخرو ہو کر نکلو گے تو تمہیں مبارک ہو کہ تم بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ کے گروہ میں داخل ہو گئے ہو۔ان صبر کرنے والوں میں شامل ہو گئے جن کو اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے۔پس جب اللہ تعالیٰ کی بشارتیں ہمارے ساتھ ہیں تو ہمیں دنیاوی نقصانات یا جانی نقصانات کیا دکھ پہنچا سکتے ہیں۔ یہ تکلیفیں جہاں ہماری روحانی ترقی کا باعث ہیں وہاں جماعتی ترقی کا بھی باعث ہیں۔ پس ہم احمدیوں کو بھی ان مصائب اور تکلیفوں سے گھبرانا نہیں چاہئے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے ایمان پر مضبوطی سے قائم رہو اور جب بھی مشکلات اور مصائب آئیں تو تمہارے منہ سے انتہائی صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے صرف یہ الفاظ نکلیں کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآاِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہ ہم یقیناً اللہ ہی کے ہیں اور ہم یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں اور جب ہم یہ کہیں گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کو سمیٹنے والے ہوں گے۔ ہمیشہ ہدایت پر قائم رہیں گے۔ایمانوں میں مضبوطی پیدا کرتے رہیں گے اور آخری فتوحات کے نظارے دیکھنے والے ہوں گے انشاء اللہ۔‘‘

(خطبات مسرور جلد ششم صفحہ ۳۷۳ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲ ستمبر ۲۰۰۸)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نمازِ تہجد کا التزام

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ عَسٰی أَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَاماً مَّحْمُوْداً

﴿بنی اسرائیل: ۸۰﴾

ترجمہ: اور رات کے ایک حصہ میں بھی اس (قرآن) کے ساتھ تہجد پڑھا کر۔ یہ تیرے لئے نفل کے طور پر ہوگا۔ قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود پر فائز کردے۔

☆حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جو رات کو اٹھے اور نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو اٹھائے۔ اگر وہ اٹھنے میں پس وپیش کرے تو اس کے منہ پر پانی چھڑکے تا کہ وہ اٹھ کھڑی ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ رحم کرے اس عورت پر جو رات کو اٹھی، نماز پڑھی اور اپنے میاں کو جگایا۔ اگر اس نے اٹھنے میں پس وپیش کیا تو اس کے منہ پر پانی چھڑکا تا کہ وہ اٹھ کھڑا ہو۔''

(ابو داؤد کتاب التطوع، باب قیام اللیل)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''...... ہماری جماعت کو چاہیے کہ تہجّد کی نماز کو لازم کرلیں۔ جو زیادہ نہیں وہ دو ہی رکعت پڑھ لے، کیونکہ اس کو دُعا کرنے کا موقع بہر حال مل جائے گا اس وقت کی دعاؤں میں ایک خاص تاثیر ہوتی ہے، کیونکہ وہ سچے درد اور جوش سے نکلتی ہیں۔ جب تک ایک خاص سوز اور درددل میں نہ ہو۔ اس وقت تک ایک شخص خوابِ راحت سے بیدار کب ہوسکتا؟ پس اس وقت کا اٹھنا ہی ایک درددل پیدا کردیتا ہے جس سے دعا میں رقت اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہی اضطراب اور اضطرار قبولیت دعا کا موجب ہو جاتے ہین، لیکن اگر اٹھنے میں سستی اور غفلت سے کام لیتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ درد اور سوز دل میں نہیں کیونکہ نیند سے بڑھ کر جو بیدار کر رہا ہے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۸۲ جدید ایڈیشن)

☆فرمایا:

''......راتوں کو اٹھو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی راہ دکھلائے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ نے بھی تدریجاً تربیت پائی۔وہ پہلے کیا تھے۔ایک کسان کی تخم ریزی کی طرح تھے۔پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آبپاشی کی۔آپ نے ان کے لیے دعائیں کیں۔بیج صحیح تھا اور زمین عمدہ تو اس آبپاشی سے پھل عمدہ نکلا جس طرح حضور علیہ اسلام چلتے اسی طرح وہ چلتے۔وہ دن کا یا رات کا انتظار نہ کرتے تھے۔تم لوگ سچے دل سے توبہ کرو،تہجد میں اٹھو،دعا کرو،دل کو درست کرو۔کمزوریوں کو چھوڑ دو اور خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق اپنے قول فعل کو بناؤ''۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۸)

☆**سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

''پھر تیسری خصوصیت عبادالرحمٰن کی یہ بتائی کہ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا کہ اپنے ربّ کے لئے راتیں سجدے کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے گزارتے ہیں......

پس یہ ایک احمدی کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔خاص طور پر ان حالات میں جبکہ دنیا کے تمام مسلمان ممالک میں احمدیوں کے لئے مصائب اور مشکلات کا دور ہے کہ احمدی نہ صرف اپنی فرض نمازوں کی طرف توجہ دیں بلکہ اپنی راتوں کو نوافل سے سجائیں اور تہجد کی طرف توجہ دیں۔کیونکہ راتوں کو اٹھنا نفس کو کچلنا ہے۔یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔اگر ہم خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور راتوں کو عبادت کرنے والے بنیں گے تو یہی چیز انشاء اللہ تعالیٰ جماعت کی مشکلات کے دور کرنے کا باعث بنے گی۔پس یہ مدنظر رہنا چاہئے کہ راتوں کو اٹھنا صرف ذاتی اغراض کے لئے نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور جماعتی ترقی کے لئے اور دعاؤں کے لئے ہو۔اگر دنیا میں ہر احمدی خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے جماعتی ترقی کے لئے رات کے کم از کم دو نفل اپنے اوپر لازم کر لے تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم دیکھیں گے کہ کس طرح خدا تعالیٰ کی مدد پہلے سے بڑھ کر ہمارے شامل حال ہوتی ہے اور کس طرح اللہ تعالیٰ دشمن کی دشمنیاں اور مخالفین کی مخالفتیں ہوا میں اڑا دیتا ہے۔''

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ سوم صفحہ ۴۰ تا ۴۲)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قرآن کریم کی تعلیم اوراس پرعمل۔1

ارشادِباری تعالیٰ ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ .(بنی اسرآئیل:17)

ترجمہ:اورہم قرآن میں سے وہ نازل کرتے ہیں جوشفاء ہےاورمومنوں کے لئے رحمت ہے۔

☆حضرت عثمان بن عفان ؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اَفْضَلَکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ

(صحیح بخاری فضائل القرآن ،حدیث نمبر:4640)

یقیناً تم میں سے زیادہ فضیلت اور بزرگی والا وہ شخص ہے جس نے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی اور پھر دوسروں کوقرآن کی تعلیم دی ہے۔

☆ایک دوسری روایت حضرت ابوہریرہ ؓ سے یوں مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

جولوگ اللہ کے گھروں میں اکٹھے ہوکرقرآن کریم پڑھتے اور دوسروں کوسکھاتے ہیں ان پر سکینت نازل ہوتی ہےاورخدا کی رحمت ان کوڈھانپ لیتی ہےاورفرشتے ان پرسایہ کرتے ہیں اوراللہ تعالیٰ ان لوگوں کااپنے فرشتوں سے ذکرکرتا ہے۔

(ترمذی کتاب القراء ۃ)

☆حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں:

’’یقیناً یہ سمجھوکہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیرآنکھوں کے دیکھ سکیں یابغیرکانوں کے سُن سکیں یا بغیر زبان کے بول سکیں۔اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ بغیر قرآن کے اُس پیارے محبوب کا منہ دیکھ سکیں۔میں جوان تھا،اب بوڑھا ہوامگر میں نے کوئی نہ پایا جس نے بغیراس پاک چشمہ کے اس کھلی کھلی معرفت کا پیالہ پیاہو۔‘‘

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد10 صفحہ 44)

☆ آپؑ فرماتے ہیں:

''قرآن شریف کی اصل غرض وغایت دنیا کو تقویٰ کی تعلیم دینا ہے۔جس کے ذریعے وہ ہدایت کے منشاء کو حاصل کر سکے......قرآن شریف کو عمدہ طور پر خوش الحانی سے پڑھنا بھی ایک اچھی بات ہے۔مگر قرآن شریف کی تلاوت کی اصل غرض تو یہ ہے کہ اس کے حقائق اور معارف پر اطلاع ملے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرے۔''

(ملفوظات جلد1 صفحہ 274-275)

☆ نیز فرمایا:

''بعض نادان کہتے ہیں کہ آج ہم نے دن بھر میں قرآن ختم کرلیا ہے۔لیکن کوئی اُن سے پوچھے کہ اس سے کیا فائدہ ہوا۔''

(ملفوظات جلد3 صفحہ 611)

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''ہم میں سے ہر ایک کو اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ وہ کس حد تک قرآن سے محبت کرتا ہے،اس کے حکموں کو مانتا ہے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔محبت کے اظہار کے بھی طریقے ہوتے ہیں۔سب سے زیادہ ضروری چیز جو ہر احمدی کو اپنے اوپر فرض کر لینی چاہئے وہ یہ ہے کہ بلا ناغہ کم از کم دو تین رکوع ضرور تلاوت کرلے۔پھر اگلے قدم پر ترجمہ پڑھے۔ترجمہ پڑھنے سے آہستہ آہستہ یہ حسین تعلیم غیر محسوس طریق پر دماغ میں بیٹھنی شروع ہو جاتی ہے۔''

(شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں صفحہ:112)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قرآن کریم کی تعلیم اوراس پرعمل ۔2

ارشادِباری تعالیٰ ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ . (بنی اسرآئیل:17)

ترجمہ: اورہم قرآن میں سے وہ نازل کرتے ہیں جوشفاء ہےاورمومنوں کے لئے رحمت ہے۔

☆حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضورﷺ نے فرمایا:

’’لوگوں میں سے اللہ کے بھی عزیز ہوتے ہیں پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! ان سے کون لوگ مراد ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: یہ قرآن والے اللہ کے عزیز اوراُس کے خاص بندے ہیں۔‘‘

(سنن ابن ماجه المقدمة ،حديث:211)

☆حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول کریمﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

’’یہ قرآن غم کے ساتھ اُترا ہے۔پس جب تم قرآن کریم کی تلاوت کروتو گریہ وزاری کیا کرو۔اگر رونا نہ آئے تو رونے والی صورت بناؤاورقرآن کوخوش اِلحانی سے پڑھا کرواور جوخوش اِلحانی سے نہیں پڑھتاوہ ہم سے نہیں۔‘‘

(سنن ابن ماجه اقامة الصلاة و السنةفيها ،حديث :1327)

☆ہمارے پیارے آقا آنحضورﷺ نے حضرت علیؓ کوفرمایا کہ یہ دُعا کیا کروکہ :

’’اے اللہ! اے رحمٰن ! تیرے جلال اور تیرے چہرے کےنور کا واسطہ دے کرعرض کرتا ہوں کہ تُو میری آنکھوں کواپنی کتاب کےنور سے منور کردےاوراسے میری زبان پررواں کردےاورمیرے دل کواس کے لئے وسعت دےاورمیرے سینے کواس کےساتھ کھول دےاوراس کےساتھ میرے بدن کو دھودے۔‘‘

(سنن ترمذی کتاب الدعوات، حدیث:3493)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''قرآن شریف تدبر وتفکر وغور سے پڑھنا چاہئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ رُبَّ قَارٍ یَلْعَنُهُ الْقُرْآنُ یعنی بہت سے ایسے قرآن کریم کے قاری ہوتے ہیں جن پر قرآن کریم لعنت بھیجتا ہے۔ جو شخص قرآن پڑھتا اور اس پر عمل نہیں کرتا اس پر قرآن کریم لعنت بھیجتا ہے۔ تلاوت کرتے وقت جب قرآن کریم کی آیتِ رحمت پر گزر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ سے رحمت طلب کی جاوے اور جہاں کسی قوم کے عذاب کا ذکر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ کے عذاب سے خدا تعالیٰ کے آگے پناہ کی درخواست کی جاوے اور تدبر وغور سے پڑھنا چاہئے اور اس پر عمل کیا جاوے۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 157)

☆پھر فرمایا:

''میں نے قرآن کے لفظ میں غور کی۔ تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبردست پیشگوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہی قرآن یعنی پڑھنے کے لائق کتاب ہے......اس لئے اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو۔ بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبر میں جان ودل سے مصروف ہو جائیں......اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے۔ اس نور کے آگے کوئی ظلمت ٹھہر نہ سکے گی۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 386)

☆پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''بہرحال ایک احمدی کو خاص طور پر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اُس نے قرآنِ کریم پڑھنا ہے، سمجھنا ہے، غور کرنا ہے اور جہاں سمجھ نہ آئے وہاں حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وضاحتوں سے یا پھر اُنہیں اصولوں پر چلتے ہوئے اور مزید وضاحت کرتے ہوئے خُلفاء نے جو وضاحتیں کی ہیں ان کو ان کے مطابق سمجھنا چاہئے۔ اور پھر اس پر عمل کرنا چاہئے......کیونکہ اب آسمان پر وہی عزّت پائے گا جو قرآن کو

عزت دے گا اور قرآن کو عزت دینا یہی ہے کہ اس کے سب حکموں پر عمل کیا جائے......پس ہر احمدی کو اس بات کی فکر کرنی چاہیئے کہ وہ خود بھی اور اس کے بیوی بچے بھی قرآنِ کریم پڑھنے اور اس کی تلاوت کرنے کی طرف توجہ دیں۔‘‘

(خطباتِ مسرور جلد 2 صفحہ 687,686)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تلاوتِ قرآن پاک اور ہماری ذمہ داریاں

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰھُمُ الۡکِتٰبَ یَتۡلُوۡنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ ؕ اُولٰٓئِکَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ ؕ وَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ (البقرہ:122)

ترجمہ: وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی درآنحالیکہ وہ اِس کی ویسی ہی تلاوت کرتے ہیں۔ جیسا کہ اِس کی تلاوت کا حق ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو (درحقیقت) اِس پر ایمان لاتے ہیں اور جو کوئی بھی اِس کا انکار کرے پس وہی ہیں جو گھاٹا پانے والے ہیں۔

☆حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

''تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن کریم سیکھتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔''

(بخاری کتاب فضائل القرآن باب خیرکم من تعلم القرآن)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہ فخر قرآن مجید ہی کو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر مرض کا علاج بتایا ہے اور تمام قویٰ کی تربیت فرمائی ہے اور جو بدی ظاہر کی ہے اس کے دور کرنے کا طریق بھی بتایا ہے اس لئے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو اور دُعا کرتے رہو اور اپنے چال چلن کو اس کی تعلیم کے ماتحت رکھنے کی کوشش کرو''۔

(ملفوظات جلد5 ص102)

☆پھر فرمایا:

''ہماری جماعت کو چاہئے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدَبُّر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں......اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے۔ اِس نور کے آگے کوئی ظلمت ٹھہر نہ

سکے گی۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 ص 386)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’تلاوت قرآن کریم کی عادت ڈالنا اور اس کے معانی پر غور سکھانا یہ ہماری تربیت کی بنیادی ضرورت ہے اور تربیت کی کنجی ہے جس کے بغیر ہماری تربیت ہو نہیں سکتی...... ہر گھر میں روزانہ تلاوت قرآن کریم ہو۔ کوئی بچہ نہ ہو جسے تلاوت کی عادت نہ ہو۔ اس کو کہیں تم ناشتہ چھوڑ دیا کرو مگر سکول سے پہلے تلاوت ضرور کرنی ہے اور تلاوت کے وقت کچھ ترجمہ ضرور پڑھو۔‘‘

(خطبہ جمعہ 4 جولائی 1997ء۔ الفضل انٹرنیشنل 22 تا 28/اگست 1997ء)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’ہم میں سے ہر ایک قرآن کریم پڑھے اور اِس کو سمجھے، اپنے بچوں کو پڑھائیں، انہیں تلقین کریں کہ وہ روزانہ تلاوت کریں۔ اور یاد رکھیں کہ جب تک اِن چیزوں پہ عمل کرنے کے، ماں باپ کے اپنے نمونے، بچوں کے سامنے قائم نہیں ہوں گے اُس وقت تک بچوں پہ اثر نہیں ہوگا۔ اِس لئے فجر کی نماز کے لئے بھی اٹھیں اور اس کے بعد تلاوت کے لئے اپنے پر فرض کریں کہ تلاوت کرنی ہے۔ پھر، نہ صرف تلاوت کرنی ہے بلکہ توجہ سے پڑھنا ہے اور پھر بچوں کی بھی نگرانی کریں کہ وہ بھی پڑھیں، انہیں بھی پڑھائیں۔ جو چھوٹے بچے ہیں اُن کو بھی پڑھایا جائے...... جب قرآن کریم اس طرح ہر گھر میں پڑھا جا رہا ہوگا، غور ہو رہا ہوگا، ہر حکم جس کے کرنے کا خدا تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے اس پر عمل ہو رہا ہوگا اور ہر وہ بات جس کے نہ کرنے کا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اُس سے بچ رہے ہوں گے، اُس سے رک رہے ہوں گے تو ایک پاک معاشرہ بھی قائم کر رہے ہوں گے۔ عبادتوں کے معیاروں کے ساتھ ساتھ آپ کے اخلاق کے معیار بھی بلند ہو رہے ہوں گے۔ آپس کی رنجشیں دور کرنے کی بھی کوشش ہو رہی ہو گی۔ جھوٹی اناؤں اور عزتوں سے بھی بچ رہے ہوں گے۔ تقویٰ پر قدم مارتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی بھی آپ کوشش کر رہے ہوں گے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 16 ستمبر 2005ء خطبات مسرور جلد 3 ص 566-565)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرنا

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآناً عَرَبِيّاً لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ . وَإِنَّهُ فِيْ أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ

﴿الزخرف:۴،۳﴾

ترجمہ: یقیناً ہم نے اسے فصیح و بلیغ قرآن بنایا تا کہ تم عقل کرو۔ اور یقیناً یہ (قرآن) اُمّ الکتاب میں ہے (اور) ہمارے نزدیک ضرور بہت بلند شان (اور) حکمت والا ہے۔

☆حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''ایسا مومن جو قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہوتا ہے سنگترے کی طرح ہے جس کا ذائقہ بھی اچھا ہوتا ہے۔ اس کی خوشبو بھی اچھی ہوتی ہے اور ایسا مومن جو قرآن نہیں پڑھتا لیکن اس پر عمل پیرا ہوتا ہے وہ کھجور کی طرح ہے جس کا ذائقہ تو لذیز ہوتا ہے لیکن اس میں خوشبو نہیں ہوتی۔ اور قرآن پڑھنے والے منافق کی مثال ریحان (نیازبو) کی طرح ہوتی ہے جس کی خوشبو تو اچھی ہوتی ہے لیکن اس کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے اور قرآن نہ پڑھنے والے منافق کی مثال حنظل کی طرح ہوتی ہے جس کا ذائقہ بھی کڑوا ہوتا ہے اور خوشبو بھی ناگوار ہوتی ہے''۔

(بخاری کتاب فضائل القرآن، باب اثم من رآی بقراء ۃ القرآن او تاکل به او فجر به)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''......سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات ۷۰۰ سَو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اُس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اَلۡخَیۡرُ کُلُّہٗ فِی الۡقُرۡاٰنِ کہ تمام قسم کی

بھلائیاں قرآن میں ہیں یہی بات سچ ہے افسوس اُن لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی تمہارے ایمان کا مُصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے...... یہ نہایت پیاری نعمت ہے، یہ بڑی دولت ہے، اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں''۔

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۶، ۲۷)

☆سیدنا حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''......اصل میں تو اگر ایک مومن قرآن شریف کو مکمل طور پر اپنی زندگی کا دستور العمل بنالے تو تمام برائیاں خود بخود ختم ہو جاتی ہیں۔ کسی بھی قسم کی ہوا وہوس کا خیال تک دل میں نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ وہ پاک کتاب ہے جو ایک دستور العمل کے طور پر شریعت کو مکمل کرتے ہوئے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے پاک دل پر نازل فرمائی اور پھر جہاں ضرورت تھی آنحضرت ﷺ نے اپنے عمل سے اپنے فعل سے اپنے قول سے اس کی وضاحت فرمادی اسی لئے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ اس کو اپنے سر پر قبول کرو......پس ہم میں سے ہر ایک کو اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ وہ کس حد تک قرآن سے محبت کرتا ہے اس کے حکموں کو مانتا ہے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔۔۔سب سے زیادہ ضروری چیز جو ہر احمدی کو اپنے اوپر فرض کر لینی چاہئے وہ یہ ہے کہ بلا ناغہ کم از کم دو تین رکوع ضرور تلاوت کرے۔ پھر اگلے قدم پر ترجمہ پڑھے اور ہر روز تلاوت کے ساتھ ترجمہ پڑھنے سے آہستہ آہستہ یہ حسین تعلیم غیر محسوس طریق پر دماغ میں بیٹھنی شروع ہو جاتی ہے''۔

(شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں صفحہ ۹۹، ۱۰۲)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دینی علوم حاصل کرنا

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَوَ مَنْ كَانَ مَيْتاً فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُوراً يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا

﴿الانعام:۱۲۳﴾

ترجمہ: اور کیا وہ جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور ہم نے اس کے لئے وہ نور بنایا جس کے ذریعہ وہ لوگوں کے درمیان پھرتا ہے اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جس کی مثال یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں پڑا ہوا ہو (اور) ان سے کبھی نکلنے والا نہ ہو۔

☆**حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**

''ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم حاصل کرے۔''

(ابن ماجه باب فضل العلماء و الحث على طلب العلم مسند الامام الاعظم . كتاب العلم)

☆**سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:**

''یہ بات بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ دینی علوم کی تحصیل کے لئے طفولیت کا زمانہ بہر ہی مناسب اور موزوں ہے۔ جب داڑھی نکل آئی، تب ضَرَبَ یَضْرِبُ یاد کرنے بیٹھے تو کیا خاک ہوگا۔ طفولیت کا حافظہ تیز ہوتا ہے۔ انسانی عمر کے کسی دوسرے حصہ میں ایسا حافظہ کبھی نہیں ہوتا۔ مجھے خوب یاد ہوتا ہے کہ طفولیت کی بعض باتیں تو اب تک یاد ہیں، لیکن پندرہ برس پہلے کی اکثر باتیں یاد نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی عمر میں علم کے نقوش ایسے طور پر اپنی جگہ کر لیتے ہیں۔ اور قویٰ کے نشوونما کی عمر ہونے کے باعث ایسے دل نشین ہو جاتے ہیں کہ پھر ضائع نہیں ہو سکتے۔ غرض یہ ایک طویل امر ہے۔ مختصر یہ کہ تعلیمی طریق میں اس امر کا لحاظ اور خاص توجہ چاہیے کہ دینی تعلیم ابتدا سے ہی ہو۔ اور میری ابتدا سے یہ ہی خواہش رہی ہے اور اب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرے۔ دیکھو تمہارے ہمسایہ قوموں

یعنی آریوں نے کس قدر حیثیت تعلیم کے لئے بنائی کئی لاکھ سے زیادہ روپیہ جمع کرلیا۔کالج کی عالیشان عمارت اور سامان بھی پیدا کیا۔اگر مسلمان پورے طور پر اپنے بچوں کی طرف توجہ نہ دیں گے،تو میری بات سن رکھیں کہ ایک وقت بچے بھی ان کے ہاتھ سے جاتے رہیں گے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ:۴۴ تا۴۵)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

'' ..... مومن کبھی جاہل نہیں ہوسکتا .... پس تم دین کا علم حاصل کرو بے شک دنیا کا علم بھی ضروری ہے مگر دین کا اس کے ساتھ ضرور ہو اب جو لوگ دنیا کا علم حاصل کر لیتے ہیں وہ اپنا حق سمجھ لیتے ہیں کہ مذہبی مسائل پر بھی بولیں لیکن یہ غلط بات ہے تم ظاہری علوم بھی پڑھو مگر ان کے ساتھ تم دین کا علم بھی سیکھو اور اس قدر سیکھو کے خدا کی طرف سے باتیں سمجھنے کی اہلیت تم میں پیدا ہو جائے..... ایک تو قرآن کریم سیکھو اور دوسرے حضرت صاحبؑ کی کتابیں پڑھو اور خوب یاد رکھو کہ حضرت صاحبؑ کی کتابیں قرآن کی تفسیر ہیں۔''

(انوارالعلوم جلد ۵ صفحہ ۴۴۶ تا ۴۴۷)

نیز فرمایا:

''انسان علم کو پسند کرتا ہے........ حضرت صاحبؑ کو خدا تعالی نے وہ علم سکھایا کہ کوئی انسان آپؑ کا مقابلہ نہ کرسکا۔اب مجھے خدا تعالیٰ نے ایسا علم دیا ہے کہ خواہ کوئی ایسا علم جس کا مجھے پتہ بھی نہ ہو اس کے جاننے والا اس علم کے ذریعہ اگر اسلام پر اعتراض کرے تو خدا تعالیٰ مجھے اسکا ایسا جواب سکھاتا ہے کہ پھر وہ بول ہی نہیں سکتا۔

(انوارالعلوم جلد ۵ صفحہ ۴۶۱ تا ۴۶۲)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

احکام خداوندی کی اہمیت

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

خُذُوْا مَا آتَیْنَا کُمْ بِقُوَّۃٍ وَاذْکُرُوْا مَا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ.﴿البقرۃ:۶۴﴾

ترجمہ: اسے مضبوطی سے پکڑلو جو ہم نے تمہیں دیا ہے اور اسے یاد رکھو جو اس میں ہے تا کہ تم (ہلاکت سے) بچ سکو۔

☆**حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:**

''جس شخص نے قرآن پڑھا پھر اس کو حفظ کیا اور اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام جانا۔یعنی اس کے اوامر پر عمل کیا اور نواہی سے اجتناب کیا۔اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا اور اس کی شفاعت سے اس کے گھر والوں کو بھی بخش دے گا۔''

(ترمذی)

☆**حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:**

''سوتم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سَو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے سوتم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اُس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں یہی بات سچ ہے افسوس اُن لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن

جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے، یہ بڑی دولت ہے، اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔ انجیل کے لانے والا وہ روح القدس تھا جو کبوتر کی شکل پر ظاہر ہوا جو ایک ضعیف اور کمزور جانور ہے جس کو بلّی بھی پکڑ سکتی ہے اسی لئے عیسائی دن بدن کمزوری کے گڑھے میں پڑتے گئے اور روحانیت ان میں باقی نہ رہی۔ کیونکہ تمام ان کے ایمان کا مدار کبوتر پر تھا مگر قرآن کا روح القدس اس عظیم الشان شکل میں ظاہر ہوا تھا جس نے زمین سے لے کر آسمان تک اپنے وجود سے تمام ارض وسما کو بھر دیا تھا۔ پس کجا وہ کبوتر اور کجا یہ تجلی عظیم جس کا قرآن شریف میں بھی ذکر ہے قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے اگر صوری یا معنوی اعراض نہ ہو قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26,27)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’جس کام کو کرنے یا نہ کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے اور جن اوامر ونواہی کے بارے میں آنحضرت ﷺ ہم کو بتا چکے ہیں۔ احمدیت کی ترقی اسی دینی تعلیم کے ساتھ وابستہ ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 30 جنوری 2004ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رمضان کا مہینہ دُعاؤں کا مہینہ ہے

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ

(البقرہ:187)

اور (اے رسولؐ) جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو جواب دے کہ میں اُن کے پاس ہی ہوں جب دعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اُس کی دعا قبول کرتا ہوں سو چاہئے کہ وہ دعا کرنیوالے بھی میرے حکم کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا وہ ہدایت پائیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد

☆ حدیث میں آتا ہے کہ رمضان کی ہر رات اللہ تعالیٰ منادی کرنے والے ایک فرشتہ کو عرش سے فرش پر بھیجتا ہے جو یہ اعلان کرتا ہے کہ:

اے خیر کے طالِب! آگے بڑھ۔ کیا کوئی ہے جو دُعا کرے تاکہ اُس کی دُعا قبول کی جائے؟ کیا کوئی ہے جو استغفار کرے کہ اُسے بخش دیا جائے؟ کیا کوئی ہے جو توبہ کرے تاکہ اُس کی توبہ قبول کی جائے؟ کیا کوئی ہے جو سوال کرے جس کو پورا کیا جائے؟

(شعب الایمان باب فضائل الصوم)

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''رمضان کا مہینہ مبارک مہینہ ہے دُعاؤں کا مہینہ ہے۔''

(الحکم 2؍جنوری 1901)

☆ نیز جماعت کو دُعا کے حوالے سے نصیحت کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

’’ اگر تم چاہتے ہو کہ خیریت سے رہو اور تمہارے گھروں میں امن رہے تو مناسب ہے کہ دعائیں بہت کرو اور اپنے گھروں کو دُعاؤں سے پُر کرو۔ جس گھر میں ہمیشہ دُعا ہوتی ہے خدا تعالیٰ اُسے برباد نہیں کرتا۔‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 232)

☆ ویسے تو رمضان کی تمام گھڑیاں ہی مبارک اور قبولیتِ دُعا کی گھڑیاں ہیں مگر ایک گھڑی جس کی آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے نشان دہی فرمائی وہ اِفطار کا وقت ہے۔ فرمایا

روزہ دار کے لئے اُس کی افطاری کے وقت کی دُعا ایسی ہے جو ردّ نہیں کی جاتی۔

(ابن ماجہ باب فی الصّائم لاتر د دعوتہ)

☆ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

رمضان میں اللہ کا ذکر کرنے والا بخشا جاتا ہے اور اس ماہ اللہ سے مانگنے والا کبھی نامراد نہیں رہتا۔

(جامع الصغیر)

☆ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مذکورہ بالا آیتِ قرآنی کی روشنی میں فرماتے ہیں:

’’اس آیت کو روزوں کی فرضیت کی آیت کے ساتھ رکھا گیا ہے اور پھر اس سے اگلی آیت میں بھی رمضان کے بارہ میں احکام ہیں۔ تو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں تو اپنے سے مانگنے والوں کی باتیں سنتا ہوں۔ لیکن تمہارا بھی تو فرض بنتا ہے کہ جو میرے احکامات ہیں اُن کو مانو۔ نیک باتوں پر عمل کرو، بری باتوں کو چھوڑو۔ یہ تو نہیں کہ صرف دنیا داری کی باتیں ہی کرتے رہو۔ کبھی مجھ سے میری محبت کا اظہار نہ ہو۔ جب کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو آ جاؤ۔ گو ایسے لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ کسی مصیبت میں گرفتار دیکھ کر جب وہ پکارتے ہیں تو اُن کی مدد کرتا ہے۔ لیکن جب وہ مصیبت سے نکلتے ہیں تو پھر وہی باغیانہ رویہ اپنا لیتے ہیں۔ تو یہ طریق تو دنیاوی تعلقات میں بھی نہیں چلتے۔ تو بہرحال خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں

اپنے اُن بندوں کے قریب ہوں۔ اُن کی دعائیں سنتا ہوں جو میرے قریب ہیں، جن کو میری ذات سے تعلق ہے۔ صرف اپنے دُنیاوی مقصد حاصل کروانے کے لئے ہی میرے پاس دوڑے نہیں چلے آتے۔ اب جبکہ تم میرے کہنے کے مطابق روزے رکھ رہے ہو، بہت سی برائیوں کو چھوڑ رہے ہو، نیکی کی تلقین کر رہے ہو، نمازوں میں با قاعدگی اختیار کر رہے ہو، نوافل کی ادائیگی کی طرف توجہ دے رہے ہو تو مَیں بھی تمہاری دعاؤں کو سنتا ہوں، جواب دیتا ہوں۔ مَیں تو اس انتظار میں بیٹھا ہوں کہ میرا کوئی بندہ خالص ہو کر مجھے پکارے تو مَیں اُس کی پکار کا جواب دوں۔ اب جبکہ تم خالص ہو کر مجھے پکار رہے ہو، مجھ پر کامل ایمان رکھتے ہو، میرے بندوں کے حقوق بھی ادا کر رہے ہو، اُن کا خیال رکھ رہے ہو، رمضان میں غریبوں کے روزے رکھوانے اور کھلوانے کا بھی اہتمام کر رہے ہو، توجہ دے رہے ہو، لڑائی جھگڑوں سے دُور ہو، معاف کرنے میں پہل کرنے والے ہو، انتقام سے دور ہٹنے والے ہو، کیونکہ کامل ایمان کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات پر بھی کامل ایمان اور یقین ہو، اس لئے میری صفات کو ہر وقت ہمیشہ مدنظر رکھنے والے بھی ہو اور اپنی استعدادوں کے مطابق اُن کو اپنانے والے ہو، تو اے میرے بندو! مَیں تمہارے قریب ہوں، تمہارے پاس ہوں، تمہاری دعاؤں کو سن رہا ہوں تمہیں اب کوئی غم اور فکر نہیں ہونا چاہئے۔''

(خطباتِ مسرور جلد 1 صفحہ 441)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں رمضان کے بابرکت ایام سے کامل طور پر مستفید فرمائے۔ آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رمضان المبارک کی علّتِ غائی تقویٰ ہے۔1

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۴﴾

(البقرہ:184)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اس طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک بار اُن کو مخاطب کر کے فرمایا:

اے ابو ہریرہؓ تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرو تو سب سے بڑا عبادت گزار بن جائے گا۔ قناعت اختیار کرو تو سب سے بڑا شکرگزار شمار ہوگا۔ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لئے پسند کرو تو صحیح مومن سمجھے جاؤ گے۔ جو تیرے پڑوس میں بستا ہے اُس سے اچھے پڑوسیوں والا سلوک کرو تو سچے اور حقیقی مسلم کہلا سکو گے۔ کم ہنسا کرو کیونکہ بہت زیادہ قہقہے لگا کر ہنسنا دل کو مردہ بنا دیتا ہے۔

(ابن ماجه کتاب الزهد باب الورع و التقویٰ)

☆ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا:

جو لوگوں میں سے زیادہ متقی ہے وہی زیادہ عزت والا ہے۔

(بخاری کتاب الانبیاء)

☆ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام روزہ کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تیسری بات جو اسلام کا رُکن ہے وہ روزہ ہے۔ روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالَم سے واقف نہیں اُس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اُس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اُسی قدر تزکیۂ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدّ نظر رکھنا چاہئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اُسے چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تا کہ تبتُّل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزہ سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کے لئے تسلی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے اُنہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں۔ جس سے دوسری غذا اُنہیں مل جاوے۔''

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 1 صفحہ 440)

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''شیطان جو سب حملہ آوروں سے زیادہ خطرناک حملہ آور ہے اُس کے وار سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ترقی کرنے، اپنی راتوں کو زندہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو مضبوط پکڑنے سے ہی روزے کی اس ڈھال سے ایک مومن صحیح فائدہ اٹھا سکتا ہے اور یہ ٹریننگ کے دن اللہ تعالیٰ نے ہمیں میسر فرمائے۔ جہنم کی آگ سے بچنے کے لئے روزہ تبھی قلعہ کا کردار ادا کرے گا جب قلعہ کے ہر دروازے پر اپنی عبادتوں اور اعمال کے پہرے بٹھائے جائیں گے۔ پھر یہ پہرے اور مضبوط قلعہ کی دیواریں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کھڑی کی ہیں، جہنم کی آگ سے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ہر ایک مومن بندے کو بچائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول اور تقویٰ پر قدم مارنا ہی ایک مومن بندے کی زندگی میں انقلاب لاتے ہوئے، ایک مومن بندے کو اس دنیا کی نعماء سے بہرہ وَر

کرے گا اور آخرت میں بھی۔ پس ہمیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے اس مہیا کردہ انتظام سے فائدہ اُٹھائیں۔اُس کے بتائے ہوئے حکموں کے مطابق یہ دن گزارتے ہوئے تقویٰ میں ترقی کریں۔''

(خطبات مسرور جلد5 صفحہ 378)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رمضان المبارک کی علّتِ غائی تقویٰ ہے۔2

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۸۴﴾

(البقرہ:184)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اس طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیۡتَ عَلٰی اِبۡرَاھِیۡمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبۡرَاھِیۡمَ اِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡد. اَللّٰھُمَّ بَارِکۡ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکۡتَ عَلٰی اِبۡرَاھِیۡمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبۡرَاھِیۡمَ اِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡد

☆ حضرت عثمانؓ بن ابی العاص روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

روزے آگ سے بچانے کے لئے ڈھال ہیں۔ اُس ڈھال کی طرح جو تم میں سے کسی کو جنگ کے دوران دشمن کے حملہ سے بچاتی ہے۔

(ابن ماجه)

☆ حضرت وابصہ بن معبدؓ بیان کرتے ہیں:

ایک دفعہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا تم نیکی کے متعلق پوچھنے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ۔ آپؐ نے فرمایا اپنے دل سے پوچھ۔ نیکی وہ ہے جس پر تیرا دل کھٹکے اور تیرا جی مطمئن ہو۔ اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تیرے لئے اضطراب کا موجب بنے اگرچہ لوگ تجھے اُس کے جواز کا فتویٰ دیں اور اُسے درست کہیں۔

(مسند احمد)

☆ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام روزہ کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ ہر چیز کی جڑ ہے۔ تقویٰ کے معنے ہیں ہر ایک باریک در باریک رگِ گناہ سے بچنا۔ تقویٰ اس کو کہتے ہیں کہ جس امر میں بدی کا شبہ بھی ہو اُس سے بھی کنارہ کرے۔''

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 1 صفحہ 411)

☆ فرمایا:

تقویٰ کے مضمون پر ہم کچھ شعر لکھ رہے تھے اُس میں ایک مصرع الہامی درج ہوا وہ شعر یہ ہے۔

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

اس میں دوسرا مصرع الہامی ہے جہاں تقویٰ نہیں وہاں حسنہ حسنہ نہیں اور کوئی نیکی نیکی نہیں۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 1 صفحہ 405)

☆ ایک موقعہ پر آپؑ فرماتے ہیں:

''تقویٰ اس بات کا نام ہے کہ جب وہ دیکھے کہ میں گناہ میں پڑتا ہوں تو دعا اور تدبیر سے کام لیوے ورنہ نادان ہوگا خدا تعالیٰ فرماتا ہے **مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ** (الطلاق) کہ جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ ہر ایک تنگی اور مشکل سے نجات کی راہ اُس کے لئے پیدا کر دیتا ہے۔ متقی در حقیقت وہ ہے کہ جہاں تک اُس کی قدرت اور طاقت ہے وہ تدبیر اور تجویز سے کام لیتا ہے...... پس جو شخص دعا اور کوششوں سے مانگتا ہے وہ متقی ہے۔''

(تفسیر حضرت مسیح موعود تفسیر جلد 1 صفحہ 424)

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''ہر احمدی (مؤمن) کو تقویٰ میں ترقی کرنے کے لئے، اللہ تعالیٰ کی جنتوں کا وارث ہونے کے لئے، اللہ تعالیٰ کے مُقام کی پہچان ضروری ہے اور یہ پہچان اُس وقت ہوگی جب خالص اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہوئے اُس کے احکامات پر عمل کرو گے اور اللہ تعالیٰ نے اُن احکامات میں سے ایک حکم رمضان میں روزوں کی پابندی کا ہمیں دیا ہے...... رمضان آیا ہے تو اپنی عبادتوں کے معیار بھی ہمیں بلند کرنے کی

ضرورت ہے اور اپنے اعمال پر نظر رکھتے ہوئے اُن کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے۔ایک طالب علم کی طرح جو امتحان کی تیاری کے لئے محنت کرتے ہوئے راتوں کو دن کر دیتا ہے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد5 صفحہ 374 تا378)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رمضان المبارک۔اہمیت،فضیلت،برکات۔1

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۴﴾

(البقرہ:184)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اس طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد

☆ **حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضورﷺ نے فرمایا:**

اِنَّمَا سُمِّیَ الرَّمَضَانُ لِاَنَّہٗ یَرْمُضُ الذُّنُوْبَ

رمضان کا نام رمضان اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ وہ گناہوں کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔

☆ **حضرت سلمان فارسیؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ کو ہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:**

اے لوگو! تم پر ایک بڑی عظمت (اور شان) والا مہینہ سایہ کرنے والا ہے۔ہاں! ایک برکتوں والا مہینہ جس میں ایک ایسی رات ہے جو (ثواب اور فضیلت کے لحاظ سے) ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض کئے ہیں اور اس کی رات کی عبادت کو نفل ٹھہرایا ہے۔اس مہینہ میں جو شخص کسی نفلی عبادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرے تو اُسے اُس نفل کا ثواب عام دنوں میں فرض ادا کرنے کے برابر ملے گا۔اور جس نے اس مہینے میں ایک فرض ادا کیا اُسے

عام دنوں کے ستّر فرض کے برابر ثواب ملے گا۔اور یہ مہینہ صبر کا (مہینہ) ہے۔اور صبر کا ثواب جنت ہے۔اور یہ ہمدردی و غمخواری کا مہینہ ہے اور ایسا مہینہ ہے جس میں مؤمن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔جو شخص اس مہینہ میں روزہ دار کی افطاری کرواتا ہے تو یہ عمل اُس کے گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جاتا ہے اور اُسے آگ سے آزاد کیا جاتا ہے۔اور اُسے روزہ دار کے اجر کے برابر ثواب ملتا ہے۔بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں کچھ کمی ہو۔(صحابہ کرامؓ بیان کرتے ہیں) ہم نے حضورﷺ سے سوال کیا۔ہم میں سے ہر ایک کی اتنی توفیق نہیں کہ روزہ دار کی افطاری کا انتظام کر سکے تو

رسول اللہﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ افطاری کا یہ ثواب اُس شخص کو بھی عطا کرتا جو روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ میں پانی ملا کر دودھ کی کچی لسّی یا کھجور سے یا پانی کے ایک گھونٹ سے ہی روزہ کھلوا دیتا ہے۔اور جو روزہ دار کو سیر کر کے پیٹ بھر کے کھلائے گا اُسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔اور یہ ایسا مہینہ ہے جس کی ابتداء نزولِ رحمت ہے اور جس کا وسط مغفرت کا وقت ہے۔اور جس کا آخر کامل اجر پانے یعنی آگ سے آزادی کا زمانہ ہے۔اور جو شخص اس مہینے میں اپنے مزدور یا خادم سے اُس کے کام کا بوجھ ہلکا کرتا ہے اور کم خدمت لیتا ہے۔اللہ تعالیٰ اُس شخص کو بھی بخش دے گا اور اُسے آگ سے آزاد کر دے گا۔

(بیھقی بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”روزوں کا فائدہ ہے اور یقیناً ہے،اللہ تعالیٰ کا کلام کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔پس ہم سے جو غلطیاں ہوئیں اُس کی خدا سے معافی مانگنی ہوگی اور یہ عہد کرنا ہوگا کہ اے میرے خدا میری گزشتہ کوتاہیوں کو معاف فرما اور اس رمضان میں مجھے وہ تمام نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرما جو تیرا قرب دلانے والی ہوں اور مجھے اس رمضان کی برکات سے فیضیاب کرتے ہوئے ہمیشہ تقویٰ پر چلنے اور تقویٰ پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرما۔جب ہم اس طرح دعا کریں گے اور اس طرح اپنے جائزے لے رہے ہوں گے تو اُن نیکیوں کی طرف بھی توجہ پیدا ہوگی جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔بہت سی برائیاں بھی چھوڑنی ہوں گی جن کے ترک کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرنے ہوں

گے۔اوراللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق بھی ادا کرنے ہوں گے۔ورنہ تو ہمارے یہ روزے،روزے نہیں کہلا سکتے۔یہ صرف فاقے ہوں گے۔ایک بھوک ہوگی کہ صبح سے شام تک نہ کھایا،نہ پیا۔‘‘

(خطباتِ مسرور جلد 3 صفحہ 594۔595)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں رمضان کے بابرکت ایام سے کامل طور پر مستفید فرمائے۔آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رمضان المبارک۔اہمیت،فضیلت، برکات۔2

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۴﴾

(البقرہ:184)

اے وہ لوگو جوایمان لائے ہو!تم پرروزے اس طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلےلوگوں پرفرض کئے گئے تھےتا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد

☆ رمضان المبارک کی آمد کے ضمن میں آپ ﷺ فرماتے ہیں:

سنوسنوتمہارے پاس رمضان کا مہینہ چلا آتا ہے۔یہ مہینہ مبارک مہینہ ہےجس کے روزے اللہ تعالیٰ نے تم پرفرض کر دیئے ہیں اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اورسرکش شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہےاوراس میں ایک رات ایسی مبارک ہے جو ہزارراتوں سے بہتر ہے جواس کی برکات سےمحروم رہاتوسمجھو کہ وہ نامراد رہا۔

☆ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

یقیناً جنت رمضان کے استقبال کے لئے ایک سال سے دوسرے سال تک سجائی جاتی ہے۔

(باب فی الصیام.شعب الایمان)

☆ ایک دوسری روایت میں فرمایا:

ماہِ رمضان کے استقبال کے لئے یقیناً سارا سال جنت سجائی جاتی ہے۔اور جب رمضان آتا ہےتو جنت کہتی ہے کہ یا اللہ اس مہینہ میں اپنے خالص بندوں کومیرے لئے خالص کر دے۔

(بهيقى شعب الايمان)

☆ایک موقع پر آپ ﷺ فرماتے ہیں:

’’رمضان کے مہینہ کا خاص خیال رکھو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے جو بڑی برکت والا اور بلند شان والا ہے۔اُس نے تمہارے لئے گیارہ ماہ چھوڑ دیئے ہیں جن میں تم کھاتے ہو اور پیتے ہو اور ہر قسم کی لذات حاصل کرتے ہو مگر اُس نے ایک مہینہ کو خاص کر لیا ہے۔

(مجمع الزوائد)

☆روزہ اتنی مبارک عبادت ہے کہ اس میں روزہ دار کی ہر حرکت وسکون عبادت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

روزے دار کا خاموش رہنا بھی اُس کے لئے عبادت بن جاتا ہے۔اُس کی نیند بھی اُس کی عبادت شمار ہوگی اور اُس کی دعائیں مقبول ہوں گی اور اُس کے عمل کی جزا بڑھا دی جائے گی۔

(کنزل العمال)

☆ایک اور روایت میں آتا ہے:

روزہ ڈھال ہے اور آگ سے بچانے والا مضبوط قلعہ ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 2صفحه 402مطبوعه بيروت)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مذکورہ بالا آیتِ قرآنی کی روشنی میں فرماتے ہیں:

’’اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو روزوں کی فرضیت کی طرف توجہ دلائی ہے۔اور فرمایا یہ اس لئے ضروری ہے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو،تا کہ تم روحانی اور اَخلاقی کمزوریوں سے بچو،تا کہ تمہارے اندر خدا کا خوف پیدا ہو،تا کہ تمہارے اندر یہ احساس پیدا ہو کہ خدا کی ناراضگی مول لے کر کہیں ہم اپنی دنیا وآخرت برباد کرنے والے نہ بن جائیں۔تا کہ یہ احساس پیدا ہو اور اس کے لئے کوشش کرو کہ ہم نے خدا کا پیار حاصل کرنا ہے۔تو یہ مقصد ہیں جن کے حاصل کرنے کے لئے ہمیں روزے رکھنے چاہئیں اور یہ وہ

مقصد ہیں جن کے حاصل کرنے کے لئے ہمیں رمضان کا انتظار ہونا چاہئے۔ تبھی ہم گزشتہ سال میں جو رمضان گزرا ہے اُس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، اُس میں جو ہم نے نیکیاں کی تھیں، جو تقویٰ اختیار کیا تھا، جو منزلیں ہم نے حاصل کی تھیں، اُن کا فیض پا سکتے ہیں۔''

(خطباتِ مسرور جلد 3 صفحہ 593۔594)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں رمضان کے بابرکت ایام سے کامل طور پر مستفید فرمائے۔ آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قرآن اور رمضان المبارک۔1

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَ الْفُرْقَانِ ۚ

(البقرہ:186)

رمضان کا مہینہ وہ (مہینہ) ہے جس کے بارہ میں قرآن (کریم) نازل کیا گیا ہے۔(وہ قرآن) جو تمام انسانوں کیلئے ہدایت (بنا کر بھیجا گیا) ہے اور جو کھلے دلائل اپنے اندر رکھتا ہے (ایسے دلائل) جو ہدایت پیدا کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد

☆رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم کے ساتھ رمضان کے گہرے تعلق کو ان الفاظ میں بیان فرمایا

روزے اور قرآن قیامت کے دن بندے کی سفارش کریں گے۔روزے کہیں گے کہ اے میرے رب! میں نے بندے کو دن کے وقت کھانے پینے اور خواہشات سے روکا۔پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔اور قرآن کہے گا کہ میں نے اسے رات کو نیند سے روکے رکھا۔پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں یعنی روزے اور قرآن کی سفارش قبول کی جائے گی۔

(مسند احمد)

☆ایک دوسری روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یوں مروی ہے کہ:

آپؐ فرماتے تھے: صرف دو شخص قابلِ رشک ہیں۔ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی نعمت عطا فرمائی ہو اور وہ رات کی گھڑیوں میں اُٹھ کر اُس کو پڑھتا ہے اور دوسرے وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ

نے مالی فراخی عطا فرمائی ہو اور وہ رات دن اُس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔

(بخاری کتاب فضائل القرآن)

☆ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''قرآن کو بہت پڑھنا چاہئے اور پڑھنے کی توفیق خدا تعالیٰ سے طلب کرنی چاہیئے۔ کیونکہ محنت کے سوا انسان کو کچھ نہیں ملتا...... ہر ایک شخص کو خود بخود خدا تعالیٰ سے ملاقات کرنے کی طاقت نہیں۔ اس کے واسطے واسطہ ضروری ہے اور وہ واسطہ قرآنِ شریف ہے اور آنحضرت ﷺ ہیں۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 233)

☆ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرامؓ جو اہل زبان تھے، عرب تھے۔ اُن کو آپؐ نے فرمایا:

جس نے تین دن سے کم عرصے میں قرآن کریم کو ختم کیا اُس نے قرآن کریم کا کچھ بھی نہیں سمجھا۔

(ترمذی ابواب القراءۃ باب ماجاء انزل القرآن علی سبعۃ احرف)

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''قرآن کریم تدبر و تفکر و غور سے پڑھنا چاہئے .... تلاوت کرتے وقت جب قرآن کریم کی آیتِ رحمت پر گزر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ سے رحمت طلب کی جاوے اور جہاں کسی قوم پر عذاب کا ذکر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ کے آگے پناہ کی درخواست کی جاوے اور تدبر و غور سے پڑھنا چاہئے اور اُس پر عمل کیا جاوے۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 157)

☆ پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ قرآن شریف غم کی حالت میں نازل ہوا ہے، تم بھی اُسے غم کی حالت میں پڑھا کرو۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 152)

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جو تلاوت کی ہے اُس کا سمجھنا بھی ضروری ہے تبھی تو آنحضور ﷺ نے ایک صحابی عبداللہ بن عمر و رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ قرآنِ کریم کی تلاوت ایک ماہ میں مکمل کیا کرو تا کہ آہستہ آہستہ جب پڑھو گے، غور کرو گے، سمجھو گے تو گہرائی میں جا کر اس کے مختلف معانی تم پر ظاہر ہوں گے لیکن انہوں نے کہا کہ میرے پاس وقت بھی ہے اور اس بات کی استعداد بھی رکھتا ہوں کہ زیادہ پڑھ سکوں تو آپؐ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے پھر ایک ہفتہ میں ایک دور مکمل کر لیا کرو۔ اس سے زیادہ نہیں۔ تو آپؐ صحابہؓ کو سمجھانا چاہتے تھے کہ صرف تلاوت کر لینا، پڑھ لینا ہی کافی نہیں۔ انسان جلدی جلدی پڑھنا شروع کرے تو دس گیارہ گھنٹے میں پورا قرآن پڑھ سکتا ہے لیکن اس میں سمجھ خاک بھی نہیں آئے گی۔''

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 625، 626)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قرآن اور رمضان المبارک۔2

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ۚ

(البقرہ:186)

رمضان کا مہینہ وہ (مہینہ) ہے جس کے بارہ میں قرآن (کریم) نازل کیا گیا ہے ۔(وہ قرآن) جوتمام انسانوں کیلئے ہدایت (بنا کر بھیجا گیا) ہے اور جو کھلے دلائل اپنے اندر رکھتا ہے (ایسے دلائل) جو ہدایت پیدا کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَ اھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَا رَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَ اھِیْمَ اِ نَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد

☆آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

اپنے گھروں میں کثرت سے تلاوت قرآن کریم کیا کرو یقیناً وہ گھر جس میں قرآن نہ پڑھا جاتا ہو وہاں خیر کم ہو جاتی ہے اور وہاں شر زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رہنے والوں کے لئے تنگ پڑ جاتا ہے۔

(کنز المال ادب المعبر لفصل الثانی فی آداب البیت و النبا)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن کی ایک عظیم الشان برکت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کرسکتا ہے اگر صُوری یا معنوی اعراض نہ ہو۔قرآن تم کو نبیوں کی طرح کرسکتا ہے اگر تم خود اُس سے نہ بھاگو۔''

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 27)

☆ **پھر اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:**

''تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔''

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد19 صفحہ 13)

☆ **فرمایا:**

''حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل ہیں۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو، ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا **اَلْخَیْرُ کُلُّهٗ فِی الْقُرْاٰن** کہ تمام بھلائیاں قرآن میں ہیں۔''

(کشتی نوح، صفحہ 27)

☆ **حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) فرماتے ہیں:**

''شیخ ابن عربی لکھتے ہیں کہ ایک صوفی تھے۔ وہ حافظ تھے اور قرآن شریف کو دیکھ کر بڑے غور سے پڑھتے۔ ہر حرف پر اُنگلی رکھتے جاتے اور اونچی آواز سے پڑھتے کہ دوسرا آدمی سن سکے۔ ایک شخص نے اُن سے پوچھا کہ آپ کو تو قرآن شریف خوب آتا ہے۔ پھر آپ کیوں اس اہتمام سے پڑھتے ہیں؟ فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میری زبان، کان، آنکھ ہاتھ سب خدا کی کتاب کی خدمت کریں۔''

(خطباتِ نور صفحہ 553)

☆ **پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خصوصاً رمضان المبارک کے حوالہ سے ہر احمدی کو نصیحت فرمائی کہ:**

''رمضان اور قرآن کی ایک خاص نسبت ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جبرائیلؑ ہر رمضان میں جتنا قرآن نازل ہو چکا ہوتا آنحضرت ﷺ کے ساتھ مل کر اُسے دُہراتے تھے۔ اس لئے بھی

ان دنوں میں قرآن پڑھنے، سمجھنے اور درسوں میں شامل ہونے کی طرف توجہ دینی چاہئے تاکہ اس کا ادراک پیدا ہو، اس کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو، معرفت حاصل ہو......قرآن کریم کا بھی رمضان میں ہر ایک کو کم از کم ایک دور مکمل کرنا چاہئے۔''

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 417)

اللہ تعالیٰ ہمیں سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سحری وافطاری کے آداب۔1

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ

(البقرہ:188)

اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ فجر (کے ظہور) کی وجہ سے (صبح کی) سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے تمہارے لئے مُمتاز ہو جائے۔ پھر روزے کو رات تک پورا کرو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد

☆ حضرت عدیؓ بن حاتم مذکورہ بالا آیت کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں نے اپنے تکیے کے نیچے سیاہ اور سفید دو دھاگے رکھے ہوئے ہیں اُنہیں دیکھ کر میں صبح کا اندازہ لگاتا ہوں۔ تو آپؐ نے مسکراتے ہوئے فرمایا پھر تو تیرا تکیہ بہت وسیع ہے جس میں مشرق کا سارا اُفق سما جاتا ہے۔ فرمایا کہ سفید اور سیاہ دھاگے سے مراد رات کی تاریکی اور دن کی روشنی ہے۔

(بخاری کتاب التفسیر)

☆ آنحضور ﷺ سحری میں تاخیر کو پسند فرماتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

ہم انبیاء کی جماعت کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم افطاری جلدی کریں اور سحری تأخیر سے کریں۔ اسی لئے آپؐ صحابہ کو تلقین فرماتے کہ عَجِّلُوا الْاِفْطَارَ وَاَخِّرُوا السُّحُوْرَ۔

(ترمذی ابواب الصوم باب فی تأخیر السحور)

☆اسی طرح فرمایا:

جب تم اذان کی آواز سنو اور تمہارے ہاتھ میں کھانے کا برتن ہو تو اُسے نہ چھوڑو یہاں تک کے جتنا کھانا ہے کھالو۔ایک مرتبہ آنحضورﷺ سحری سے فارغ ہوئے تو حضرت علقمہ بن علاثہ آ گئے۔جب وہ سحری کرنے لگے تو حضرت بلالؓ اذان دینے کے لئے آ گئے۔آپؐ نے فرمایا:اے بلال کچھ دیر ٹھہرو یہاں تک کے علقمہ کھانے سے فارغ ہو جائے۔

(لمنتخب من مسند عبد بن حميد صبحى)

☆آپؐ نے سحری کے کھانے کو باعثِ برکت قرار دیا۔فرمایا:

سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کے کھانے میں برکت ہے۔

(بخارى كتاب الصوم)

وہ لوگ جو کسی وجہ سے روزہ نہیں رکھ پاتے یا چھوٹے بچے جن پر روزہ فرض نہیں اُنہیں بھی چاہیئے کہ نمازِ تہجد ادا کرنے کے بعد سحری کے کھانے میں ضرور شامل ہو جایا کریں۔تا کہ اسکی برکتوں سے محروم نہ رہیں۔

☆آنحضورﷺ فرماتے ہیں:

سَحِّرُوْا وَلَوْ بِشُرْبَةٍ مِّنْ مَّآءٍ سَحِّرُوْا وَلَوْ بِحَبَّاتِ زَبِيْبٍ فَاِنَّ الْمَلٰئِكَةَ تُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ

سحری کرو خواہ پانی کے گھونٹ سے ہی یا انگور کے دانہ سے ہی کیونکہ فرشتے تم پر دعائیں اور درود بھیجتے ہیں۔

(جامع الصغير)

☆پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’بعض لوگ سحری نہیں کھاتے، عادتاً نہیں کھاتے یا اپنی بڑائی جتانے کے لئے نہیں کھاتے اور آٹھ پہرے روزے رکھ رہے ہوتے ہیں اُن کے لئے بھی حکم ہے۔حدیث میں آتا ہے۔حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ سحری کھایا کرو سحری کھانے میں برکت ہے۔

پھر یہ کہ سحری کا وقت کب تک ہے؟ ایک تو یہ کہ جب سحری کھا رہے ہوں تو جو بھی لقمہ یا چائے جو آپ اُس وقت پی رہے ہیں، آپ کے ہاتھ میں ہے اُس کو مکمل کرنے کا ہی حکم ہے۔ روایت آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت تم میں سے کوئی اذان سن لے اور برتن اُس کے ہاتھ میں ہو تو وہ اُس کو نہ رکھے یہاں تک کہ اپنی ضرورت پوری کر لے یعنی وہ جو کھا رہا ہے وہ مکمل کر لے۔''

(خطباتِ مسرور جلد 1 صفحہ 429)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سحری وافطاری کے آداب۔2

وَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ

(البقرہ:188)

اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ فجر (کے ظہور) کی وجہ سے (صبح کی) سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے تمہارے لئے مُمتاز ہو جائے۔ پھر روزے کو رات تک پورا کرو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد

☆ جس طرح سحری تأخیر سے کرنے کا ارشاد ہے اسی طرح اِفطاری جلدی کرنے کا حکم ہے۔ حدیثِ قدسی ہے:

اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ زیادہ پسند ہیں جو افطاری میں جلدی کرتے ہیں۔

(ترمذی ابواب الصوم)

☆ پھر آنحضورﷺ فرماتے ہیں:

لوگ اُس وقت تک خیر اور بھلائی میں رہیں گے جب تک کہ روزہ جلدی افطار کریں گے۔

(بخاری کتاب الصوم)

دراصل نیکی اطاعت کا نام ہے جس کام کو اللہ اور اُس کا رسول پسند کریں وہی نیکی ہے۔ انسان اپنے زور سے اللہ کو راضی نہیں کرسکتا بلکہ اُس کی رضا کی راہوں پر چل کر اُسے پاسکتا ہے۔

☆ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضورﷺ نے فرمایا:

جو کھجور پائے وہ اُس سے افطاری کرے جو نہ پائے وہ پانی سے افطاری کرلے۔ کیونکہ پانی بھی پاک ہے۔

(ترمذی ابواب الصوم)

☆امام ترمذیؒ کہتے ہیں ایک یہ بھی روایت ملتی ہے:

سردیوں میں آپ ﷺ کھجور سے افطار کرتے اور گرمیوں میں پانی سے۔

(ترمذی)

☆حضرت مصلح موعودنوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

''افطاری میں تَنَوُّع اور سحری میں تکلّفات بھی نہیں ہونے چاہئیں اور یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ کہ سارا دن بھوکے رہے ہیں اب پُرخوری کرلیں۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کرامؓ افطاری کے لئے کوئی تکلّفات نہ کرتے تھے۔ کوئی کھجور سے، کوئی نمک سے، بعض پانی سے اور بعض روٹی سے افطار کرلیتے۔ ہمارے لئے بھی ضروری ہے کہ ہم اس طریق کو پھر جاری کریں اور رسول کریم ﷺ اور صحابہ کے نمونہ کو پھر زندہ کریں۔''

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 396)

☆افطاری کا وقت قبولیتِ دعا کا وقت ہوتا ہے آنحضور ﷺ فرماتے ہیں:

افطاری کے وقت روزے دار کی دعا قبولیت کا شرف پاتی ہے۔

(ابن ماجہ ابواب الصیام)

پس اُس وقت کو دعاؤں اور ذکر الٰہی میں صرف کرنا چاہیئے۔

☆دوسروں کی افطاری کروانے کا بھی ثواب بیان ہوا ہے۔ فرمایا:

جو کسی روزہ دار کی افطاری کرواتا ہے اُسے اُس روزہ دار کے اجر کے برابر ثواب ملتا ہے۔

(ترمذی کتاب الصوم)

افطاری کا بہت ثواب ہے۔ لیکن ان افطاریوں میں اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے قبولیتِ دعا کے قیمتی

وقت کو ضائع نہیں کرنا چاہئے، نہ ہی ان افطاریوں کے نتیجے میں کسی قسم کا ریاء پیدا ہو۔

☆ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اعتکاف کرنے والوں کی افطاریوں کے تعلق میں فرماتے ہیں:

''پھر شام کو افطاریوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، افطاریاں بڑی بڑی آتی ہیں، ٹرے لگ کے بھر کے۔ جو مُعْتَكِفْ تو کھا نہیں سکتا لیکن مسجد میں ایک شور پڑ جاتا ہے اور گند بھی ہو رہا ہوتا ہے اور پھر جو لوگ افطاریاں بھیج رہے ہوتے ہیں بعض بڑے فخر سے بتاتے ہیں کہ آج میں نے افطاری کا انتظام کیا ہوا تھا۔ کیسی تھی؟ کیا تھا؟ یا دوسروں کو بتا رہے ہیں کہ یہ کچھ تھا۔ میری افطاری بہت پسند کی گئی۔ پھر دوسرے دن دوسرا شخص اس سے بڑھ کر افطاری کا اہتمام کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو یہ سب فخر ومباہات کے زُمرے میں آتی ہیں۔ بجائے اس کے کہ خدمت کی جائے یہ دکھاوے کی چیزیں بن جاتی ہیں۔''

(خطباتِ مسرور جلد 2 صفحہ 782)

اللہ تعالیٰ ہمیں تقویٰ کے ساتھ روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رمضان المبارک کا آخری عشرہ۔1

اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ ۝ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ ۝

(القدر:2تا4)

یقیناً ہم نے اسے قدر کی رات میں اُتارا ہے۔اور تُجھے کیا سمجھائے کہ قدر کی رات کیا ہے۔قدر کی رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد

☆حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں:

''آنحضرت ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے اور آپ ﷺ کا یہی معمول وفات تک رہا۔اس کے بعد آپ ﷺ کی اَزواجِ مطہرات بھی ان دنوں میں اعتکاف بیٹھتی تھیں۔

(بخاری کتاب الاعتکاف)

☆حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں:

آنحضرت ﷺ کے کچھ صحابہؓ کو لیلۃ القدر خواب میں رمضان کے آخری سات دنوں میں دکھائی گئی۔اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب رمضان کے آخری ہفتہ پر متفق ہیں اس لئے جو شخص لیلۃ القدر کی تلاش کرنا چاہے وہ رمضان کے آخری ہفتہ میں کرے۔

(بخاری کتاب الصوم)

☆حضور ﷺ کی آخری عشرہ کی عبادت کا ذکر حضرت عائشہ یوںؓ بیان فرماتی ہیں:

آخری عشرہ میں آنحضرت ﷺ عبادت میں اتنی کوشش فرماتے تھے جو اس کے علاوہ دیکھنے میں نہیں آئی۔

(صحیح مسلم کتاب الاعتکاف باب الاجتھاد فی العشر الاواخرِ من شھر رمضان)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا بیان فرماتی ہیں کہ آخری عشرہ میں آنحضرت ﷺ عبادت میں اتنی کوشش فرماتے تھے جو اس کے علاوہ دیکھنے میں نہیں آئی۔ تو رمضان میں وہ کوشش کیا ہوتی ہوگی جو عام طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کے دیکھنے میں بھی نہیں آئی۔ اور آپ کی روایات جو رمضان کے علاوہ ہیں وہ ایسی روایات ہیں کہ اُن کو دیکھ کر دل لرز اٹھتا ہے کہ ایک انسان اتنی عبادت بھی کرسکتا ہے ساری ساری رات بسا اوقات خدا کے حضور بلکتے ہوئے ایک سجدہ میں گزار دیتے تھے۔ جس طرح کپڑا انسان اُتار کر پھینک دیتا ہے اسی طرح آپ کا وجود گرے ہوئے کپڑے کی طرح پڑا ہوتا تھا اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سمجھا کرتی تھیں کسی اَور بیوی کے پاس نہ چلے گئے ہوں۔ تلاش میں گھبرا کر باہر نکلتی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو ایک ویرانے میں پڑا ہوا دیکھتی ہیں اور جوشِ گریاں سے جیسے ہانڈی اُبل رہی ہو ایسی آواز آرہی ہوتی تھی۔ وہ عائشہؓ جب گھر کو لوٹتی ہوگی تو کیا حال ہوتا ہوگا۔ کیا سمجھا تھا اپنے آقا اور محبوب کو اَور کیا پایا۔ یہ عام دنوں کی بات ہے یہ رمضان کی بات نہیں ہے۔ عام دنوں میں یہ پایا ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23 جنوری 1998)

☆لیلۃ القدر کے بارے حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

میں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا۔ اے اللہ کے رسولؐ! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ لیلۃ القدر ہے تو اُس میں مَیں کیا دعا مانگوں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ تم یوں دُعا کرنا: **اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ** ۔ اے میرے خدا تو بخشنے والا ہے بخشش کو پسند کرتا ہے، مجھے بخش دے اور میرے گناہ معاف کردے۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

☆ **پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

''آخری عشرہ میں تو پہلے سے بڑھ کر خُدا تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے، قبولیتِ دعا کے نظارے پہلے سے بڑھ کر ظاہر کرتا ہے بلکہ ان دنوں میں ایک ایسی رات بھی آتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کہا ہے اور یہ ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔اس ایک رات کی عبادت انسان کو باخُدا انسان بنانے کے لئے کافی ہے۔تو اگر ہم اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے خالص ہوکر ان چھ دنوں میں ہی خُدا تعالیٰ کے آگے جھکیں گے تو کیا بعید کہ یہ چھ راتیں بلکہ ان میں سے ایک رات ہی ہمارے اندر انقلابی تبدیلی لانے والی ہو، خُدا کا صحیح عبد بنانے والی ہو اور ہماری دنیا و آخرت سنور جائے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہم اپنے مقصدِ پیدائش کو پہچاننے والے بن جائیں۔''

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 644,640)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رمضان المبارک کا آخری عشرہ۔2

اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ ۝ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ ۝

(القدر:2تا4)

یقیناً ہم نے اسے قدر کی رات میں اُتارا ہے۔اور تُجھے کیا سمجھائے کہ قدر کی رات کیا ہے۔قدر کی رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد

☆حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے:

نبی کریم ﷺ رمضان کے مہینہ میں عام معمول سے بھی زیادہ سب سے بڑھ کر سخاوت فرماتے تھے اور جبریلؑ رمضان میں ہر رات آپؐ سے آکر ملاقات کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضورؐ کی وفات ہو گئی۔ نبی اکرم ﷺ جبریلؑ کو قرآن سناتے تھے اور......اُن دنوں رسول کریم ﷺ بارش لانے والی ہوا سے بھی اپنے جودوکرم میں بڑھ جاتے تھے۔

(بخاری کتاب الصوم)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ مذکورہ حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے دنوں میں اتنا زیادہ خرچ کیا کرتے تھے جیسے تیز ہوا میں اَور بھی تیزی آجائے اور وہ ہوا جھکڑ میں تبدیل ہو جائے۔ یہ معنی دل پسند معنی ہیں مگر اس روایت میں

اس موقعہ پر یہ معنی لینا کہ جبرائیل ایسی حالت میں ملتے تھے کہ آپ سخاوت میں اور لوگوں میں خرچ کرنے میں بہت تیزی دکھایا کرتے تھے وہ وقت ہی ایسا نہیں ہے جس میں باہر نکل کر غریبوں کو ڈھونڈا جائے اور اُن پر کثرت سے خرچ کیا جائے۔ راتیں تو آنحضرت ﷺ اور خدا کے درمیان کی راتیں تھیں۔ اُن راتوں میں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جبرائیل جب قرآن کریم لے کر آئیں تو آپ کو اس حال میں پائیں یہ ناممکن ہے۔ لیکن اَجْوَدُ کا وہ معنی جو اعلیٰ درجہ کی لُغات اِمام راغب وغیرہ سے ثابت ہے اور خیر کا وہ معنی جو اعلیٰ درجہ کی لغات سے ثابت ہے وہ کچھ اَور مفہوم بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔

اَجود اُس شخص کو کہتے ہیں جو نیکیوں میں سب سے آگے بڑھ جائے اور خیر حسنہ کو کہتے ہیں صرف مال کو نہیں کہتے۔ ہر بھلی بات جس کی مومن توقع رکھتا ہے اور خدا سے دعا کرتا ہے کہ یہ بھلائی مجھے نصیب ہو اُسے خیر کہا جاتا ہے۔ پس ان معنوں میں جب اس حدیث کو آپ دوبارہ پڑھیں گے تو بالکل ایک اَور مضمون، ایک نیا جہان آپ کی آنکھوں کے سامنے اُبھرے گا۔ آنحضرت ﷺ کو جب بھی جبرائیل نے دیکھا ہے رات کو آپ اُن نیکیوں میں غیر معمولی آگے بڑھنے والے تھے جن نیکیوں میں دوسرے لوگ اُن میدانوں میں ذکر الٰہی میں اپنے آپ کو گم کر دیتے تھے اور خیر کے جتنے بھی پہلو ہیں مال کے علاوہ، اُن سارے پہلوؤں میں محمد رسول اللہ ﷺ میں ایسی تیزی آئی ہوتی تھی جیسے جھکڑ چل رہا ہو۔...... ان معنوں میں جبرائیل نے حضرت محمد ﷺ کو جب بھی دیکھا ہے ہر نیکی میں اتنی تیزی آئی ہوتی تھی کہ جیسے جھکڑ چل رہا ہو اور یہ تیزی ذکر الٰہی کی تیزی تھی، خدا کی ذات میں ڈوب جانے کی تیزی تھی۔

پس اس پہلو سے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کر کے دیکھ لیں تو پھر اندازہ ہوگا کہ کتنی مشکل مگر کتنی لازمی پیروی ہے۔ مشکل تو ہے کیونکہ یہ سفر بہت طویل ہے۔ ایک عام انسان کے لئے اس سفر کی آخری منازل کے لئے تصور بھی ممکن نہیں ہے۔ لیکن یہ چند دن تو ہیں ان دنوں میں اللہ خود قریب آجاتا ہے۔ یہ وہ دن ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کی پیروی آسان کر دی جاتی ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23 جنوری 1998 مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل لندن 12 مارچ 1998)

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''پس اپنی عبادتوں کے معیار کو اونچا کرنے کے لئے یہ چند دن رہ گئے ہیں اور ان چند دنوں کے

بارے میں خُدا تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ جو آخری عشرہ کے دن ہیں یہ اس برکتوں والے مہینے کی وجہ سے جہنم سے نجات دلانے کے دن ہیں، گناہگار سے گناہگار شخص بھی اگر خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے تو اپنے آپ کو آگ سے بچانے والا ہوگا۔ پس یہ گناہگار سے گناہگار شخص کے لئے بھی ایک خوشخبری ہے کہ اپنی زندگیوں کو پاک کرنے کے سامان کرلو۔ پس...... ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کا خوف اور اُس کی خشیت دل میں پیدا کرتے ہوئے ان آخری دنوں کی برکات سے فیض اُٹھاتے ہوئے، دعائیں کرتے ہوئے، خُدا تعالیٰ کا فضل مانگتے ہوئے ان بقیہ دنوں کے فیض سے فیضیاب ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور یہ دن جو ہیں ان کو دعاؤں میں گزارنا چاہیئے...... یہ دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا کی ہوا و ہوس کی جہنم سے بھی ہمیں نجات دے، ہماری دعائیں قبول فرمائے، ہماری توبہ قبول فرماتے ہوئے ہمیں اپنی رضا حاصل کرنے والا بنا دے۔" آمین۔

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 644,640)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تقویٰ۔1

☆اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ (البقرہ:195)

اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔

☆آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ اُس انسان سے محبت کرتا ہے جو پرہیزگار ہو، بے نیاز ہو، گمنامی اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے والا ہو۔

(مسلم کتاب الزھد)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''تقویٰ تو یہ ہے کہ باریک در باریک پلیدگی سے بچے اور اس کے حصول کا یہ طریق ہے کہ انسان ایسی کامل تدبیر کرے کہ گناہ کے کنارہ تک نہ پہنچے۔اور پھر نری تدبیر ہی کو کافی نہ سمجھے بلکہ ایسی دعا کرے جو اُس کا حق ہے کہ گداز ہو جاوے بیٹھ کر، سجدہ میں، رکوع میں، قیام میں اور تہجد میں۔غرض ہر حالت اور ہر وقت اسی فکر و دعا میں لگا رہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ اور معصیت کی خباثت سے نجات بخشے اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے کہ انسان گناہ اور معصیت سے محفوظ اور معصوم ہو جاوے اور خدا تعالیٰ کی نظر میں راست باز اور صادق ٹھہر جاوے۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 569)

☆فرمایا:

''تقویٰ اس بات کا نام ہے کہ جب وہ دیکھے کہ میں گناہ میں پڑتا ہوں تو دعا اور تدبیر سے کام لیوے ورنہ نادان ہوگا۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے **مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ** (الطلاق 3-4) کہ جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ ہر ایک مشکل اور تنگی سے نجات کی راہ اس

کے لئے پیدا کر دیتا ہے۔ متقی درحقیقت وہ ہے کہ جہانتک اُس کی قدرت اور طاقت ہے وہ تدبیر اور تجویز سے کام لیتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 3 ص 486)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

’’تقویٰ کے معنے ہیں کہ انسان خدا کو اپنی ڈھال بنائے۔ یہ لفظ وقایہ سے نکلا ہے جس کے معنے بچاؤ اور حفاظت کے ہیں تو تقویٰ کے معنے ہوئے کہ انسان اپنے اندر ایسی حالت پیدا کرے کہ اللہ تعالیٰ اُس کا محافظ ہو جائے۔‘‘

(انوار العلوم جلد 9 ص 428)

☆ پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’پس پہلی بات تو یہ کہ تقویٰ ہوگا، خدا تعالیٰ کا خوف ہوگا، اس کی ہستی پر یقین ہوگا تو انسان کی توجہ اپنے دل کی صفائی کی طرف رہے گی۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس مضمون کو اس طرح بھی بیان فرمایا ہے کہ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:70) اور وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں، ہم اُن کو ضرور اپنے راستوں کی طرف آنے کی توفیق بخشیں گے۔ پس تقویٰ پیدا کرنے کے لئے، اس برتن کو صاف کرنے کے لئے پہلے محنت کی ضرورت ہے۔ جب انسان خدا کی محبت اور اُس کا خوف دل میں رکھتے ہوئے اُس کی طرف بڑھنے کی کوشش کرے گا تو پھر اللہ تعالیٰ وہ طریقے بھی سکھائے گا جس سے یہ برتن زیادہ سے زیادہ چمک دکھا سکے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 6 ص 242)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقویٰ۔2

مَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجاًوَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ(الطلاق 3-4)

اور جو اللہ اور یومِ آخر سے ڈرے اُس کے لئے وہ نجات کی کوئی راہ بنا دیتا ہے۔اور وہ اُسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کرسکتا۔

☆آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ اُس انسان سے محبت کرتا ہے جو پرہیز گار ہو، بے نیاز ہو، گمنامی اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے والا ہو۔

(مسلم کتاب الزھد)

☆حَضْرَتْ اَقْدَسْ مَسِیْح مَوْعُوْد وَ مَھْدِی مَعْھُوْد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فرماتے ہیں:

’’تقویٰ کا مرحلہ بڑا مشکل ہے اسے وہی طے کرسکتا ہے جو بالکل خدا تعالیٰ کی مرضی پر چلے۔جو وہ چاہے وہ کرے اپنی مرضی نہ کرے۔بناوٹ سے کوئی حاصل کرنا چاہے تو ہرگز نہ ہوگا۔اس لئے خدا کے فضل کی ضرورت ہے اور وہ اسی طرح سے ہوسکتا ہے کہ ایک طرف تو دعا کرے اور ایک طرف کوشش کرتا رہے۔خدا تعالیٰ نے دعا اور کوشش دونوں کی تاکید فرمائی ہے۔ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ میں تو دعا کی تاکید فرمائی ہے۔اور وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا(العنکبوت:70) میں کوشش کی۔

(ملفوظات جلد3 ص492)

☆نیز فرمایا

’’ہر ایک کامیابی کی جڑ تقویٰ اور سچا ایمان ہے۔اس کے نہ ہونے سے گناہ صادر ہوتے ہیں۔مُقدّر جو انسان کا ہے وہ اُسے مل کر رہتا ہے پھر نہیں معلوم کہ خلافِ تقویٰ اُمور کی ضرورت کیوں در پیش آتی ہے۔ایک چور چوری کر کے اپنا مُقدّر حاصل کرنا چاہتا ہے اگر وہ چوری نہ کرتا تو بھی حلال

ذریعہ سے وہ اُسے مل کر رہتا۔“

(ملفوظات جلد 3 ص 568)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوّر اللہ مرقدہٗ تقویٰ کے باریک مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک دفعہ صحابہ ؓ کو اس امر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے لیکن ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ اُمور بھی ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے ۔ پس جو شخص ان مشتبہ اُمور سے بچا اُس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچانے کیلئے بڑی احتیاط سے کام لیا۔لیکن جو شخص ان مشتبہ اُمور میں جا پڑا وہ اُس چرواہے کی مانند ہے جو رَکّھ کے آس پاس اپنا ریوڑ چرا رہا ہے۔اور قریب ہے کہ اُس کا ریوڑ رَکّھ کے اندر چلا جائے۔پھر آپ نے فرمایا کہ......کان کھول کر سنو کہ ہر بادشاہ کی ایک رَکّھ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی زمین میں اُس کی رَکّھ اُس کی حرام کردہ چیزیں ہیں (بخاری) پس محارِم اللہ تعالیٰ کی رَکّھ ہوتے ہیں۔اور اگر کوئی انسان اُن کے قریب جائے تو اس بات کا خطرہ ہوتا ہے کہ اُس کا قدم ڈگمگا جائے اور وہ ناجائز اُمور کا مرتکب ہو کر خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا مَورِد بن جائے۔پس اصل تقویٰ یہی ہے کہ انسان حدود اللہ کے قریب جانے سے بھی بچے تا کہ شیطان اُس کے قدم کو ڈگمگا نہ دے۔“

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۴۱۴)

☆ پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا لفظ قرآن کریم میں اتنی بار استعمال کیا ہے کہ اس کی کوئی انتہا نہیں اور شاید ہی کوئی اور لفظ اتنی بار استعمال ہوا ہو۔مختلف پیرایوں اور مختلف شکلوں میں اس کے بارے میں توجہ دلائی گئی ہے۔ بلکہ ایک مسلمان جب شادی کے بندھن میں بندھتا ہے تو اس وقت نکاح کے خطبہ میں پانچ دفعہ تقویٰ کے بارہ میں ذکر آتا ہے۔تقویٰ کی اہمیت کا اسی بات سے اندازہ کر لیں......اگر ایک مسلمان میاں بیوی تقویٰ پر قائم نہیں رہیں گے تو آنے والی نسل کے متقی ہونے کی کوئی ضمانت نہیں۔تو خلاصہ یہ کہ تقویٰ ایک ایسی بنیادی چیز ہے جس کے بغیر خدا تعالیٰ کے ملنے اور اُس سے زندہ تعلق جوڑنے

کا تصور ہی غلط ہے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 6 صفحہ 242)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تقویٰ۔3

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَا أَیُّھَا الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا اتَّقُوۡا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَاتَمُوۡتُنَّ إِلَّا وَأَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ

﴿آل عمران :۱۰۳﴾

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا ایسا تقویٰ اختیار کرو جیسا اس کے تقویٰ کا حق ہے اور ہرگز نہ مرو مگر اس حالت میں کہ تم پورے فرمانبردار بنو۔

☆حضرت سعد بن وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اس انسان سے محبت کرتا ہے جو پرہیز گار ہو، بے نیاز ہو، گمنامی اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے والا ہو۔''

(مسلم کتاب الذھد والرقاق)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''سواے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنج وقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا۔''

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۵)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

’’......تقویٰ کا حق ادا کرنا جیسا کہ قرآن کریم سے ظاہر ہوا ہے ایک ایسا فرض ہے جو زندگی کے ہر لمحہ آپ کے ساتھ رہتا ہے اور ایک لمحہ بھی اس سے جدا نہیں ہوتا کیونکہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں کوئی ایسا لمحہ نہیں، جس کے متعلق کہہ سکے کہ میں فلاں لمحہ مروں گا اس لئے اُس وقت تقویٰ اختیار کرلوں گا۔تو شرط اتنی مشکل ہے کردی، تعریف اتنی مشکل بنادی کہ جب تک انسان ہر لمحہ تقویٰ کے ساتھ نگران نہ ہوجائے اس وقت تک حَقَّ تُقَاتِهٖ والی بات پوری نہیں ہوسکتی کیونکہ کسی لمحہ موت آسکتی ہے اور ہر لمحہ انسان کو اپنے تقویٰ کا نگران ہونا پڑے گا۔‘‘

(خطبات طاہر جلد۳ صفحہ۵۸۴ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۸۴)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ تقویٰ کی راہوں پر گامزن ہونے والوں کو میں ایک نور عطا کروں گا اور انہیں اس نور کے ذریعہ یہ توفیق دوں گا کہ وہ حق اور باطل میں فرق کرنے لگیں۔ سچی بات دنیا پر مشتبہ ہوتو ہو لیکن میرے ان بندوں کے لئے حق و باطل سچی اور جھوٹی بات میں اتنا فرق ہوگا کہ کبھی بھی انہیں کوئی دھوکہ نہیں لگے گا۔تقویٰ کے نتیجے میں ان کے لئے ایک نور آسمان سے نازل ہوگا وہ نور ان کے آگے آگے چلے گا اور روشنی اور اندھیرے میں فرق کرتا چلا جائے گا، ان کے عمل بھی نور ہو جائیں گے، ان کے خیالات بھی نور ہوجائیں گے، ان کی زندگی سراپا نور ہوجائے گی کیونکہ انہوں نے میرے لئے تقویٰ کی راہوں کو اختیار کیا تھا اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کی کمزوریاں دور ہوجائیں گی اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تقویٰ کی راہوں کو اختیار کرنے کے دن سے اور وقت سے پہلے جو غفلتیں اور کوتاہیاں ان سے سرزد ہوئی ہوئی ہوں گی اللہ تعالیٰ انہیں معاف کردے گا۔ وہ ان کے اوپر مغفرت کی چادر ڈالے دے گا اور ایک معصوم کی سی زندگی انہیں عطا کرے گا۔‘‘

(خطبات ناصر جلد اوّل صفحہ۵۲۱)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’جماعت احمدیہ کی فتح اور اس کا غلبہ دنیاوی ہتھیاروں کے ذریعہ سے نہیں ہونا بلکہ یہ نیکیاں اور تقویٰ ہے جو ہماری کامیابی کے ضامن ہیں۔ ورنہ دنیاوی لحاظ سے تو نہ ہمارے پاس طاقت ہے اور نہ

وسائل ہیں۔ دنیاوی وسائل کے لحاظ سے تو ہم غیر کا ایک منٹ بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔لیکن اگر ہم میں تقویٰ پیدا ہو جائے گا، اگر ہم اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کر لیں گے، اگر ہم اپنے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت پیدا کر لیں گے،تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں تمہیں وہ طاقتیں عطا کروں گا جن کا کوئی غیر اور کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی مقابلہ نہیں کر سکتی۔پس ہر احمدی کو چاہئے کہ اپنے اندر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق خاص تبدیلی پیدا کرے۔اپنے تقویٰ کے معیاروں کو اونچا کرے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ۲۹۳)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خشیت الٰہی

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلاَ تَخْشَوْھُمْ وَاخْشَوْنِیْ وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِیْ عَلَیْکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ

(البقرہ: ۱۵۱)

ترجمہ: پس ان سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔اور تا کہ میں اپنی نعمت کوتم پر پورا کروں اور تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔

☆حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس دن اللہ تعالیٰ کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔اس دن اللہ تعالیٰ سات آدمیوں کو اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے گا۔اوّل امام عادل ،دوسرے وہ نوجوان جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے جوانی بسر کی۔تیسرے وہ آدمی جس کا دل مسجدوں کے ساتھ لگا ہوا ہے، چوتھے وہ دو آدمی جو اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔اسی پر وہ متحد ہوئے اور اسی کی خاطر وہ ایک دوسرے سے الگ ہوئے۔پانچویں وہ پاکباز مرد جس کو خوبصورت اور بااقتدار عورت نے بدی کے لئے بلایا لیکن اس نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔چھٹے وہ سخی جس نے اس طرح پوشیدہ طور پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ دیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوئی کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ ساتویں وہ مخلص جس نے خلوت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اس کی محبت اور خشیت سے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔''

(مسلم کتاب الزکوۃ باب فضل اخفاء الصدقۃ)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت اور اس کی خشیت کا غلبہ دل پر ہو اور اس میں ایک رقّت اور گدازش پیدا ہو کر خدا کے لئے ایک قطرہ بھی آنکھ سے نکلے ،تو وُہ یقیناً دوزخ کو حرام کر دیتا ہے۔پس

انسان اس سے دھوکہ نہ کھائے کہ مَیں بہت روتا ہوں۔اس کا فائدہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ آنکھ دُکھنے آجائے گی اور یوں امراضِ چشم میں مبتلا ہو جائے گا۔

مَیں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا کے حضور اس کی خشیت سے متاثر ہوکر رونا دوزخ کو حرام کر دیتا ہے لیکن یہ گریہ وبکا نصیب نہیں ہوتا جب تک کہ خدا کو خدا اور اس کے رسول کو رسول نہ سمجھے اور اس کی سچی کتاب پر اطلاع نہ ہو نہ صرف اطلاع بلکہ ایمان۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۷۲ تا ۲۷۳)

☆ **حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

''بسا اوقات لالچ، دوستانہ تعلقات، رشتے داری، لڑائی، بُغض اور کینے ان اعمال کے اچھے حصوں کو ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ مثلاً امانت کی جو میں نے مثال دی ہے، دوبارہ دیتا ہوں کہ انسان امانت کو اس نقطہ نظر سے نہیں دیکھتا کہ خدا تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہوا ہے، بلکہ اس نقطۂ نگاہ سے دیکھتا ہے کہ اس خاص موقع پر امانت کی وجہ سے اُس کے دوستوں یا دشمنوں پر کیا اثر پڑتا ہے۔ اسی طرح وہ سچ کو اس نقطہ سے نہیں دیکھتا کہ سچ بولنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے بلکہ اس نقطۂ نگاہ سے دیکھتا ہے کہ آیا اُسے یا اُس کے دوستوں، عزیزوں کو اس سچ بولنے سے کوئی نقصان تو نہیں پہنچے گا؟ ایک انسان دوسرے انسان کے خلاف گواہی اس لئے دے دیتا ہے کہ فلاں وقت میں اُس نے مجھے نقصان پہنچایا تھا۔ پس آج مجھے موقع ملا ہے کہ میں بھی بدلہ لے لوں اور اُس کے خلاف گواہی دے دوں۔ تو اعمال میں کمزوری اس وجہ سے ہوتی ہے کہ خشیت اللہ کا خانہ خالی ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ کے اس حکم کو سامنے رکھنا چاہئے کہ اپنے خلاف یا اپنے پیاروں اور والدین کے خلاف بھی تمہیں گواہی دینی پڑے تو دو اور سچائی کو ہمیشہ مقدم رکھو۔''

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۲۰ دسمبر ۲۰۱۳)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ذکر الٰہی

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَاماً وَقُعُوْداً وَعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلاً سُبْحَانَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

(آل عمران:۱۹۲)

ترجمہ: وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوئے بھی اور بیٹھے ہوئے بھی اور اپنے پہلوؤں کے بل بھی اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے رہتے ہیں۔(اور بے ساختہ کہتے ہیں)اے ہمارے رب!تو نے ہرگز یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا۔پاک ہے تو۔پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

☆حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ذکر الٰہی کرنے والے اور ذکر الٰہی نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے یعنی جو ذکر الٰہی کرتا ہے وہ زندہ ہے اور جو نہیں کرتا وہ مردہ ہے۔''

(بخاری کتاب الدعوات باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''قرآن شریف میں تو آیا ہے وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْراً لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ(انفال:۴۶) اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرو تا کہ فلاح پاؤ۔اب یہ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْراً نماز کے بعد ہی ہے۔تو ۳۳ مرتبہ تو کثیر کے اندر نہیں آتا۔پس یاد رکھو کہ ۳۳ مرتبہ والی بات حسب مراتب ہے ورنہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو سچے ذوق اور لذت سے یاد کرتا ہے،اسے شمار سے کیا کام۔وہ تو بیرون از شمار یاد کرے گا۔

ایک عورت کا قصّہ مشہور ہے کہ وہ کسی پر عاشق تھی۔اس نے ایک فقیر کو دیکھا کہ وہ تسبیح ہاتھ میں لیے ہوئے پھیر رہا ہے۔اس عورت نے اس سے پوچھا کہ تو کیا کر رہا ہے اس نے کہا کہ میں اپنے یار کو یاد

کرتا ہوں۔عورت نے کہا کہ یار کو یاد کرنا اور پھر ِگن ِگن کر؟

درحقیقت یہ بات بالکل سچی ہے کہ یار کو یاد کرنا ہوتو پھر گن گن کر کیا یاد کرنا ہے اور اصل بات یہی ہے کہ جب تک ذکرالٰہی کثرت سے نہ ہو وہ لذت اور ذوق جو اس ذکر میں رکھا گیا ہے حاصل نہیں ہوتا۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ۱۴)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''پس اے وہ تمام احمدیو! جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ سے یہ عہد بیعت باندھا ہے کہ اے امام الزمان! جو ایمان ہمارے دلوں سے نکل کر ثریا پر چلا گیا تھا اور جسے تو دوبارہ پھر اس دنیا پر، اس زمین پر واپس لایا ہے اور وہ قرآنی تعلیم جس نے ہمیں خیر امت بنایا تھا لیکن ہم دنیا داری میں پڑ کر اسے بھلا بیٹھے تھے، جسے تو نے پھر ہماری زندگیوں کا حصہ بنانے کے لیے ہم میں جاری فرمایا ہے اور خود اس کے پاک نمونے قائم فرمائے ہیں، ہم عہد کرتے ہیں کہ اب یہ ایمان اور یہ تعلیم ہمارے دلوں کا، ہمارے عملوں کا ہمیشہ کے لیے حصہ بنی رہے گی۔انشاءاللہ۔

ہم اب اپنی زبانوں کو خدا تعالیٰ کے اس حکم کے مطابق ذکرالٰہی سے تر رکھیں گے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یَـاأَیُّھَـا الَّـذِیْـنَ آمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْراً کَثِیْراً (الاحزاب:۴۲) یعنی اے مومنو! اللہ کا بہت ذکر کیا کرو پس اللہ تعالیٰ نے یہ موقع مہیا فرمایا ہے کہ اس بات کی یاددہانی ہو جائے اور ان دنوں میں ذکرالٰہی کی طرف توجہ پیدا ہو جائے، عبادتوں کی طرف توجہ پیدا ہو جائے تا کہ تقوی کے معیار بڑھیں اور ہم اللہ کا قرب حاصل کرنے والے بنیں اور جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ عملی طور پر اپنا لطف واحسان تم پر ظاہر کریگا پس تقوی میں بڑھنے سے اللہ تعالیٰ کا لطف واحسان ظاہر ہوگا جس کا ایک ذریعہ حقوق اللہ کی ادائیگی ہے اور یہ حق عبادتوں اور ذکرالٰہی سے حاصل ہوگا۔''

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ پنجم صفحہ ۶۱)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ذکرالٰہی حمد وثنا اور دُعا۔1

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

(البقرہ:187)

اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں ۔میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب مجھے پکارتا ہے۔پس چاہئے کہ وہ میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

☆حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ :

رسول اللہ ﷺ اپنے تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہا کرتے تھے۔

(مسلم كتاب الحيض باب ذكر الله)

☆ایک اَور موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اللہ عزّ وجل فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرنے کے لیے اپنے ہونٹ ہلاتا ہے۔

(ابن ماجه ،كتاب الادب ،باب فضل الذكر)

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ربّ اپنے بندے کے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصہ میں ہوتا ہے۔اگر تمہیں اُس گھڑی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی استطاعت ہو تو ضرور کیا کرو۔

(ترمذی الدعوات فی دعاء الضيف)

☆حَضْرَتْ اَقْدَسْ مَسِيْح مَوْعُوْد وَ مَهْدِى مَعْهُوْد عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فرماتے ہیں:

''دعا اسلام کا خاص فخر ہے اور مسلمانوں کو اس پر بڑا ناز ہے۔مگر یہ یاد رکھو کہ............ یہ وہ چیز ہے کہ دل خدا تعالیٰ کے خوف سے بھر جاتا ہے اور دعا کرنے والے کی روح پانی کی طرح بہہ کر آستانہ ءِالوہیت پر گرتی ہے اور اپنی کمزوریوں اور لغزشوں کے لیے قوی اور مقتدر خدا سے طاقت اور قوت اور مغفرت چاہتی ہے...... دوسرے الفاظ میں اُس کو موت کہہ سکتے ہیں۔جب یہ حالت میسر آجاوے تو یقیناً سمجھو کہ بابِ اجابت اُس کے لیے کھولا جاتا ہے اور خاص قوت اور فضل اور استقامت بدیوں سے بچنے اور نیکیوں پر استقلال کے لیے عطا ہوتی ہے۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 203)

☆ پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''پس ہمیں صبح وشام اللہ کے ذکر میں مشغول رہنے اور اُس کے حکموں پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔...... ہر احمدی کو ہر وقت یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ اُس کے دل کا اطمینان اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اور اللہ کے ذکر میں ہی ہے...... اللہ تعالیٰ یہ ضمانت دیتا ہے کہ میرا ذکر کرنے والوں کو، حقیقی طور پر میرا ذکر کرنے والوں کو، ان حکموں پر عمل کرنے والوں کو میں اطمینانِ قلب دوں گا، دل کو چین اور سکون ملے گا۔جیسا کہ فرمایا اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد:29) یعنی سمجھ لو کہ اللہ کی یاد سے ہی دل اطمینان پاتے ہیں۔''

(خطباتِ مسرور جلد 4 صفحہ 224,223)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ذکرِ الٰہی حمد وثنا اور دُعا۔2

الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۲﴾

(اٰلِ عمران:192)

وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوئے بھی اور بیٹھے ہوئے بھی اور اپنے پہلوؤں کے بل بھی اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے رہتے ہیں اور بے ساختہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! تو نے کسی چیز کو بھی بے مقصد پیدا نہیں کیا پاک ہے تُو۔ پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

☆ **حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:**

ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اسلام کے فرائض واحکام مجھ پر بہت ہیں۔ کوئی ایسی چیز مجھے بتائیں کہ میں اُسے مضبوطی سے پکڑلوں۔ آپؐ نے فرمایا: اپنی زبان ہمیشہ ذکرِ الٰہی سے تر رکھو۔

(ترمذی کتاب الدعوات باب ماجاء فی الذکر)

☆ **ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور کون سے لوگ درجہ کے لحاظ سے سب سے بہتر ہونگے؟ آپؐ نے فرمایا:**

اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے۔

(ترمذی کتاب الدعوات باب ما جاء فی الذکر)

☆ **حَضْرَتْ اَقْدَسْ مَسِیْح مَوْعُوْد وَ مَھْدِی مَعْھُوْد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فرماتے ہیں:**

”میں پھر کہتا ہوں کہ مسلمانوں اور خصوصاً ہماری جماعت کو ہرگز ہرگز دُعا کی بے قدری نہیں کرنی

چاہیئے۔کیونکہ یہی دعا تو ہے جس پر مسلمانوں کو ناز کرنا چاہیئے...... یادرکھو کہ یہ اسلام کا فخر اور ناز ہے کہ اس میں دعا کی تعلیم ہے۔اس میں کبھی سستی نہ کرو اور نہ اس سے تھکو۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 206)

☆آپؑ فرماتے ہیں:

''دُعائیں کرتے رہو۔بجز اس کے انسان مکرُ اللہ سے بچ نہیں سکتا مگر دُعاؤں کی قبولیت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ انسان اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرے۔اگر بدیوں سے نہیں بچ سکتا اور خدا تعالیٰ کی حدود کو توڑتا ہے تو دُعاؤں میں کوئی اثر نہیں رہتا۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 21)

☆پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''پس اپنے ذہنوں کو پاک رکھنے کے لئے ذکرِ الٰہی ضروری ہے۔صرف ظاہری تسبیح پھیرنا ذکرِ الٰہی پر دلالت نہیں کرتا بلکہ دل و دماغ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں،فضلوں کی سمت کو سامنے رکھ کر اس طرح اللہ کو یاد کرے کہ تقویٰ پیدا ہو اور اللہ فرماتا ہے تمہاری اصل فلاح اور کامیابی اسی میں ہے......

پس ذکرِ الٰہی اس طرح ہونا چاہیئے کہ ہر وقت خدا یاد رہے...... یہ دعا ہمیشہ کرنی چاہیئے کہ اے اللہ! ہم ہمیشہ تیرے عبادت گزار اور ذکر کرنے والے رہیں تاکہ دین و دنیا میں بھی ذلیل اور رُسوا نہ ہوں اور آخرت کے عذاب سے بھی بچے رہیں......ایک احمدی کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جب زمانہ کے امام کو ہم نے مانا ہے تو پھر ہمارے ہر کام میں برکت تبھی پڑے گی،ترقی بھی تبھی ملے گی جب خدا تعالیٰ کا ذکر بھی رہے اور اُن شرائط کی پابندی بھی رہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہیں۔''

(خطباتِ مسرور جلد 6 صفحہ 399,398)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ذکرالٰہی حمد وثنا اور دُعا۔3

الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ أَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ.

(الرّعد:۲۹)

وہ لوگ جو ایمان لائے اور اُن کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔سنو! اللہ ہی کے ذکر سے دل اطمینان پکڑتے ہیں۔

☆ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور کون سے لوگ درجہ کے لحاظ سے سب سے بہتر ہونگے ؟ آپؐ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے۔

(ترمذی کتاب الدعوات باب ما جاء فی الذکر)

☆ایک اَور موقع پر ایک شخص نے سوال کیا کہ کونسا جہاد اجر کے لحاظ سے بڑا ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

وہ جس میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہو، پھر اُس شخص نے پوچھا: روزہ داروں میں سے اجر کے لحاظ سے کن کو فوقیت حاصل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اُن میں سے جو کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے ہیں۔پھر اسی طرح نماز، زکوٰۃ، حج، اور صدقات کرنے والوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اُنہی کو فوقیت حاصل ہے جو اُن میں سے کثرت سے ذکر الٰہی کرنے والے ہیں۔اس پر حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ ذکر الٰہی کرنے والے ہر بھلائی اور خیر لے گئے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ہاں اسی طرح ہے۔

(مسند احمد حدیث معاذ بن انس جزء صفحہ 437)

☆پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کا ذکر کس طرح کرنا چاہئے؟ اس بارہ میں بھی قرآنِ کریم میں کئی جگہ مختلف حوالوں سے بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ آلِ عمران میں تخلیق کے بارے میں، زمین و آسمان کے بارے میں ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩٢﴾

(آل عمران:192)

وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوئے بھی اور بیٹھے ہوئے بھی اور اپنے پہلوؤں کے بل بھی اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے رہتے ہیں اور بے ساختہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! تُو نے کسی چیز کو بھی بے مقصد پیدا نہیں کیا پاک ہے تُو۔ پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ پس ذکرِ الٰہی اس طرح ہونا چاہئے کہ ہر وقت خدا یاد رہے...... یہ دعا ہمیشہ کرنی چاہئے کہ اے اللہ! ہم ہمیشہ تیرے عبادت گزار اور ذکر کرنے والے رہیں تا کہ دین و دنیا میں بھی ذلیل اور رُسوا نہ ہوں اور آخرت کے عذاب سے بھی بچے رہیں''

(خطباتِ مسرور جلد 6 صفحہ 399,398)

☆ آپ مزید فرماتے ہیں:

''جیسا کہ حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ہمارے دن ڈرتے ڈرتے بسر ہونے چاہئیں یعنی یہ فکر ہو کہ اللہ ہماری کسی زیادتی کی وجہ سے ہم سے ناراض نہ ہو جائے۔ اور جب یہ فکر ہوگی تو یقیناً اللہ تعالیٰ کا خوف بھی دل میں رہے گا اور اُس کی یاد بھی دل میں رہے گی۔ اُس کا ذکر بھی زبان پر رہے گا اور اُس کے احکام پر عمل کرنے کی کوشش بھی رہے گی...... پھر آپؑ نے فرمایا ہے تمہاری راتیں بھی اس بات کی گواہی دیں کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی...... پس ہر احمدی کو ہر وقت یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ اُس کے دل کا اطمینان اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اور اللہ کے ذکر میں ہی ہے۔''

(خطباتِ مسرور جلد 4 صفحہ 223، 224)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خدا تعالیٰ کی حمد وثناء

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمَاوَاتِ وَمَا فِی الْأَرْضِ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی الْآخِرَۃِ وَھُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ

﴿سبا:۲﴾

ترجمہ: سب حمد اللہ ہی کی ہے جس کا وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین ہے اور آخرت میں بھی تمام تر حمد اسی کی ہوگی اور وہ بہت حکمت والا (اور) ہمیشہ خبر رکھتا ہے۔

☆حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

’’ہر اہم کام اگر خدا تعالیٰ کی حمد کے بغیر شروع کیا جائے وہ ناقص رہتا ہے‘‘۔

(سنن ابن ماجه.ابواب النكاح .باب خطبة النكاح حديث نمبر 1894)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اگر انسان غور اور فکر سے دیکھے تو اُس کو معلوم ہوگا کہ واقعی طور پر تمام محامد اور صفات کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی انسان یا مخلوق واقعی اور حقیقی طور پر حمد وثنا کا مستحق نہیں ہے۔ اگر انسان بغیر کسی قسم کی غرض کی ملونی کے دیکھے تو اُس پر بدیہی طور پر کھل جاوے گا کہ کوئی شخص جو مستحق حمد قرار پاتا ہے وہ یا تو اِس لئے مستحق ہوسکتا ہے کہ کسی ایسے زمانہ میں جبکہ کوئی وجود نہ تھا اور نہ کسی وجود کی خبر تھی وہ اس کا پیدا کرنے والا ہو۔ یا اس وجہ سے کہ ایسے زمانہ میں کہ کوئی وجود نہ تھا اور نہ معلوم تھا کہ وجود اور بقاء وجود اور حفظِ صحت اور قیامِ زندگی کے لئے کیا کیا اسباب ضروری ہیں اس نے وہ سب سامان مہیّا کئے ہوں یا ایسے زمانہ میں کہ اُس پر بہت سی مصیبتیں آسکتی تھیں اُس نے رحم کیا ہو اور اُس کو محفوظ رکھا ہو۔ اور یا اِس وجہ سے مستحق تعریف ہوسکتا ہے کہ محنت کرنے والے کی محنت کو ضائع نہ کرے اور محنت کرنے والوں کے حقوق پورے طور پر ادا کرے۔ اگرچہ بظاہر اُجرت کرنے والے کے حقوق کا دینا معاوضہ ہے لیکن ایسا

شخص بھی محسن ہوسکتا ہے جو پورے طور پر حقوق ادا کرے۔ یہ صفات اعلیٰ درجہ کی ہیں جو کسی کو مستحق حمد وثنا بنا سکتی ہیں اب غور کرکے دیکھ لو کہ حقیقی طور پر اِن سب محامد کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو کامل طور پر ان صفات سے متصف ہے اور کسی میں یہ صفات نہیں ہیں......غرض اوّلاً بالذّات اکمل اور اعلیٰ طور سے خدا تعالیٰ ہی مستحق تعریف ہے اس کے مقابلہ میں کسی دوسرے کا ذاتی طور پر کوئی بھی استحقاق نہیں۔ اگر کسی دوسرے کو استحقاق تعریف کا ہے تو صرف طفیلی طور پر ہے۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کا رحم ہے کہ باوجودیکہ وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ مگر اُس نے طفیلی طور پر بعض کو اپنے محامد میں شریک کرلیا ہے۔''

(روئیداد جلسہ دعا روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۵۹۷ تا ۵۹۸ و ۶۰۱ تا ۶۰۲)

☆ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''......اللہ میاں جو رب العالمین ہے جو رب ہے، ہمیں پالنے والا ہے، پرورش کرنے والا ہے، وہ ہمارے بہت سارے کام کرتا ہے بغیر ہمارے پتہ لگے کے، مثلاً جب بچہ پیدا ہوتا ہے اس وقت اس نے یہ انتظام کیا ہوا ہے کہ آپ کے ماں باپ آپ کی پرورش کریں، خیال رکھیں۔ جب بچہ خود کوئی کام نہیں کرسکتا، ہاتھ نہیں ہلا سکتا، کھا پی نہیں سکتا اس وقت آپ کی ماں کتنی محنت سے آپ کی صفائی کا خیال رکھتی ہے۔ نہلاتی ہے، دھلاتی ہے، کپڑے پہناتی ہے، آپ کی feed دیتی ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ نے ایک انتظام کیا اس وجہ سے کہ وہ ربّ ہے۔ اس لئے ہمیشہ اپنے رب کو یاد رکھیں اور اللہ تعالیٰ کی بہت ساری نعمتیں جو ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ پر کی ہیں، جو آپ کو دی ہیں ان کا شکر ادا کریں اور اس شکر ادا کرنے کے لئے اس کے آگے جھکیں۔ نمازیں پڑھیں، نمازوں کی طرف توجہ دیں''۔

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ دوم صفحہ 160 تا 161)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ذکرالٰہی اطمینان قلب کا ذریعہ

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعاً وَخِیْفَۃً وَدُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالآصَالِ وَلاَ تَکُنْ مِّنَ الْغَافِلِیْنَ

(الاعراف:۲۰۶)

ترجمہ: اورتو اپنے رب کو اپنے دل میں کبھی گڑگڑاتے ہوئے اور کبھی ڈرتے ڈرتے اور بغیر اونچی آواز کئے صبحوں اور شاموں کے وقت یاد کیا کر اور غافلوں میں سے نہ ہو۔

☆حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرتﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

''اے لوگو! جنت کے باغوں میں چرنے کی کوشش کرو''۔ ہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہﷺ! جنت کے باغ سے کیا مراد ہے؟ آپﷺ نے فرمایا''ذکر کی مجالس جنت کے باغ ہیں'' آپﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ صبح اور شام کے وقت خصوصاً اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اسے اس قدر ومنزلت کا علم ہو جو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی ہے تو وہ یہ دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اس کا کیا تصور ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی ایسی ہی قدر کرتا ہے جیسی اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ہے۔''

(قشیریه باب الذکر صفحه ۱۱)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد:29) کی حقیقت اور فلاسفی یہ ہے کہ:''جب انسان سچے اخلاص اور پوری وفاداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور ہر وقت اپنے آپکو اس کے سامنے یقین کرتا ہے اِس سے اُسکے دل پر ایک خوف عظمت الٰہی کا پیدا ہوتا ہے۔ وہ خوف اُس کو مکروہات

اور منہیات سے بچاتا ہے اور انسان تقویٰ اور طہارت میں ترقی کرتا ہے''۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 355 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''......اللہ تعالیٰ نے یہ توجہ دلائی ہے کہ عاجزی سے گڑگڑاتے ہوئے اور اللہ کا خوف دل میں قائم رکھتے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے رہو اور صبح شام اس کی پناہ مانگو، اس سے مدد مطلب کرو کہ وہ تمہیں صحیح راستے پر چلائے۔۔اگر تم اس طرح نہیں کرو گے تو تم غافلوں میں شمار ہو گے۔اور جیسا کہ ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جو دم غافل سو دم کافر۔تو اسلام قبول کرنے کے بعد، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کی جماعت میں داخل ہونے کے بعد پھر یہ غفلتیں! بڑی فکر مندی کی بات ہے۔

پس ہمیں صبح و شام اللہ کے ذکر میں مشغول رہنے اور اُس کے حکموں پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کرنی چاہئے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ہمارے دن ڈرتے ڈرتے بسر ہونے چاہئیں یعنی یہ فکر ہو کہ اللہ ہماری کسی زیادتی کی وجہ سے ہم سے ناراض نہ ہو جائے اور جب یہ فکر ہو گی تو یقیناً اللہ تعالیٰ کا خوف بھی دل میں رہے گا اور اس کی یاد بھی دل میں رہے گی۔اس کا ذکر بھی زبان پر رہے گا اور اس کے احکامات پر عمل کرنے کی کوشش بھی رہے گی۔اس کی مخلوق سے اچھے تعلقات رکھنے کی طرف توجہ بھی رہے گی۔نظام جماعت سے تعلق بھی رہے گا۔خلافت سے وفا کا تعلق بھی رہے گا۔تو یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھنے کی وجہ سے پیدا ہوں گی۔''

(خطبات مسرور جلد ۴ صفحہ ۲۲۲ تا ۲۲۳)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

استغفار کی حقیقت وبرکات

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْہِ یُمَتِّعْکُمْ مَتَاعًا حَسَنًا اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّیُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَہٗ

(ھود:04)

ترجمہ: نیز یہ کہ تم اپنے ربّ سے اِسْتِغْفَار کرو پھر اس کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکو تو تمہیں وہ ایک مقررہ مدت تک بہترین سامانِ مَعِیشت عطا کرے گا اور وہ ہر صاحبِ فضیلت کو اس کے شایانِ شان فضل عطا کرے گا۔

☆حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص ہمہ وقت اِسْتِغْفَار کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ ہر تنگی کے وقت اس کے نکلنے کے لئے راہ پیدا کر دیتا ہے اور ہر غم سے نجات دیتا ہے اور اسے اس راہ سے رزق عطا فرماتا ہے جس کا وہ گمان بھی نہ کر سکے۔''

(ابو داؤد کتاب الوتر باب فی الاستغفار)

☆حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے کہ بخدا میں اللہ تعالیٰ سے دن میں 70 مرتبہ سے بھی زیادہ توبہ و اِسْتِغْفَار کرتا ہوں۔''

(صحیح بخاری کتاب الدعوات باب استغفار النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الیوم واللیلۃ)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اِسْتِغْفَار کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اِسْتِغْفَار کے حقیقی اور اصلی معنے یہ ہیں کہ خدا سے درخواست کرنا کہ بشریت کی کوئی کمزوری

ظاہر نہ ہو۔اور خدا فطرت کو اپنی طاقت کا سہارا دے اور اپنی حمایت اور نُصرت کے حلقہ کے اندر لے لے۔ یہ لفظ غَفَرَ سے لیا گیا ہے جو ڈھانکنے کو کہتے ہیں۔سواس کے یہ معنے ہیں کہ خدا اپنی قوت کے ساتھ شخصِ مُستَغْفِر کی فطرتی کمزوری کو ڈھانک لے۔ ......اور یہ بھی مراد کہ خدا گناہ کو جو صادِر ہو چکا ہے ڈھانک لے۔لیکن اصل اور حقیقی معنے یہی ہیں کہ خدا اپنی خدائی کی طاقت کے ساتھ مُستَغْفِر کو جو اِستِغْفَار کرتا ہے فطرتی کمزوری سے بچاوے۔اور اپنی طاقت سے طاقت بخشے اور اپنے علم سے علم عطا کرے اور اپنی روشنی سے روشنی دے۔''

(ریویو آف ریلیجنز اردو جلد 1 نمبر 5 صفحہ 188-187)

☆ آپؑ اِستِغْفَار کو روحانی طاقت کے حصول کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''صوفیوں نے لکھا ہے کہ جیسے ورزش کرنے سے مثلاً مُگدَروں اور مُوگریوں کے اُٹھانے اور پھیرنے سے جسمانی قوت اور طاقت بڑھتی ہے۔اِسی طرح پر روحانی مُگدَر اِستِغْفَار ہے۔اس کے ساتھ رُوح کو ایک قوت ملتی ہے اور دل میں اِستِقَامَت پیدا ہوتی ہے۔ جسے قوت لینی مطلوب ہو وہ اِستِغْفَار کرے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 348)

☆ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اِستِغْفَار کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل اور قُرب کی چادر میں لپٹنے کی دُعا مانگی جائے۔جب انسان اس طرح دعا مانگ رہا ہو تو کس طرح ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ دُعا نہ سنے اور انسان کی دنیا و آخرت نہ سنورے۔''

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 303)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

توبہ واستغفار۔۱

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ (البقرہ:223)

اللہ اُن سے جو اُس کی طرف بار بار رجوع کرتے ہیں یقیناً محبت کرتا ہے اور (ظاہری و باطنی) صفائی رکھنے والوں سے (بھی یقیناً) محبت کرتا ہے۔

☆حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

گناہ سے سچی توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اُس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی انسان سے محبت کرتا ہے تو گناہ اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یعنی گناہ کے مُحرّکات اُسے بدی کی طرف مائل نہیں کر سکتے اور گناہ کے بدنتائج سے اللہ تعالیٰ اُسے محفوظ رکھتا ہے۔ پھر حضورؐ نے یہ آیت پڑھی اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ ۔عرض کیا گیا یا رسول اللہ! توبہ کی علامت کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا ندامت اور پشیمانی علامتِ توبہ ہے۔

(الدرّالمنثور.قشیریه باب التوبه)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''سارا قرآن شریف اِس بارہ میں بھرا پڑا ہے کہ ندامت اور توبہ اور ترکِ اصرار اور استغفار سے گناہ بخشے جاتے ہیں بلکہ خدا تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے پیار کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ. یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے پیار کرتا ہے اور نیز اُن لوگوں سے پیار کرتا ہے کہ جو اِس بات پر زور لگاتے ہیں کہ کسی طرح گناہ سے پاک ہو جائیں۔''

(چشمہ معرفت از روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 24)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل (اللہ آپ سے راضی ہو) فرماتے ہیں:

''کثرت کے ساتھ استغفار پڑھو۔استغفار سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ طوطے کی طرح ایک لفظ رٹتے رہو۔ بلکہ اصل غرض یہ ہے کہ استغفار کے مفہوم اور مطلب کوملحوظ رکھ کر خدا تعالیٰ سے مدد چاہواور وہ یہ ہے کہ جو انسانی کمزوریاں صادر ہو چکی ہیں اللہ تعالیٰ اُن کے بدنتائج سے محفوظ رکھےاور آئندہ کے لئے اُن کمزوریوں کو دور کرے اور اُن جوشوں کو جو ہلاک کرنے والے ہوتے ہیں دبائے رکھے، پھر دعاؤں سے کام لے اور جہاں تک ممکن ہو راستبازوں کی صحبت میں رہے۔اگر اس نسخہ پر عمل کرو گے تو میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یقین رکھتا ہوں کہ وہ تمہیں محروم نہ کرے گا۔''

(خطباتِ نور صفحہ 186)

☆ **پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

''یہ یادرکھنا چاہئے کہ ڈھٹائی سے گناہوں پر مُصر رہنے والے کو اللہ تعالیٰ نے عذاب کی خبر بھی دی ہے۔اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمت کو سمیٹنے کے لئے ضروری ہے کہ اس طرف قدم بھی بڑھنے شروع ہو جائیں۔ جب گناہوں کا احساس ہو جائے، جب آدمی غلطی کر لے تو پھر گناہ کا احساس ہونے کے بعد اُس کی رحمت اور بخشش کی طلب بھی شروع ہو جائے۔اُن سے بچنے کی کوشش بھی شروع ہو جائے۔پھر ہی یہ امید بھی رکھنی چاہئے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دلائی ہے کہ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ(الزمر:54)۔''

(خطباتِ مسرور جلد 2 صفحہ 33)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

توبہ واستغفار۔2

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْہِ یُمَتِّعْکُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّیُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَہٗ ؕ

(ھود:04)

نیز یہ کہ تم اپنے ربّ سے اِسْتِغْفَار کرو پھر اُس کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکو تو تمہیں وہ ایک مقررہ مدت تک بہترین سامانِ مَعِیْشَت عطا کرے گا اور وہ ہر صاحبِ فضیلت کو اُس کے شایانِ شان فضل عطا کرے گا۔

☆حضرت اِبن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص ہمہ وقت اِسْتِغْفَار کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ ہر تنگی کے وقت اُس کے نکلنے کے لئے راہ پیدا کر دیتا ہے اور ہر غم سے نجات دیتا ہے اور اُسے اُس راہ سے رزق عطا فرماتا ہے جس کا وہ گمان بھی نہ کر سکے۔

(ابو داؤد کتاب الوتر باب فی الاستغفار)

☆حضرت اقدس مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''بعض آدمی ایسے ہیں کہ اُن کو گناہ کی خبر ہوتی ہے اور بعض ایسے کہ اُن کو گناہ کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے اِسْتِغْفَار کا اِلْتِزَام کرایا ہے کہ انسان ہر ایک گناہ کے لئے خواہ وہ ظاہر کا ہو خواہ باطن کا ہو، اُسے علم ہو یا نہ ہو۔ اور ہاتھ اور پاؤں اور زبان اور ناک اور کان اور آنکھ اور سب قسم کے گناہوں سے اِسْتِغْفَار کرتا رہے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 577)

☆ آپ علیہ السلام اِسْتِغْفَار کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اِسْتِغْفَار کے حقیقی اور اصلی معنے یہ ہیں کہ خدا سے درخواست کرنا کہ بشریت کی کوئی کمزوری ظاہر نہ ہو۔اور خدا فطرت کو اپنی طاقت کا سہارا دے اور اپنی حمایت اور نُصرت کے حلقہ کے اندر لے لے۔ یہ لفظ غَفَرَ سے لیا گیا ہے جو ڈھانکنے کو کہتے ہیں۔سواس کے یہ معنے ہیں کہ خدا اپنی قوت کے ساتھ شخصِ مُسْتَغْفِر کی فطرتی کمزوری کو ڈھانک لے......اور یہ بھی مراد کہ خدا گناہ کو جو صادِر ہو چکا ہے ڈھانک لے۔لیکن اصل اور حقیقی معنے یہی ہیں کہ خدا اپنی خدائی کی طاقت کے ساتھ مُسْتَغْفِر کو جو اِسْتِغْفَار کرتا ہے فطرتی کمزوری سے بچاوے۔اور اپنی طاقت سے طاقت بخشے اور اپنے علم سے علم عطا کرے اور اپنی روشنی سے روشنی دے۔''

(ریویو آف ریلیجنز اردو جلد 1 نمبر 5 صفحہ 188-187)

☆ ہمارے پیارے اِمام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اِسْتِغْفَار کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اُس کے فضل اور قُرب کی چادر میں لپٹنے کی دُعا مانگی جائے۔جب انسان اس طرح دعا مانگ رہا ہو تو کس طرح ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ دُعا نہ سنے اور انسان کی دنیا و آخرت نہ سنورے۔''

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 303)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

توبہ واستغفار۔3

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَنِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡہِ یُمَتِّعۡکُمۡ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّ یُؤۡتِ کُلَّ ذِیۡ فَضۡلٍ فَضۡلَہٗ ؕ

(ھود:04)

نیز یہ کہ تم اپنے ربّ سے اِستغفار کرو پھر اُس کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکو تو تمہیں وہ ایک مقررہ مدت تک بہترین سامانِ مَعیشت عطا کرے گا اور وہ ہر صاحبِ فضیلت کو اُس کے شایانِ شان فضل عطا کرے گا۔

☆**حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**

جو شخص ہمہ وقت اِستغفار کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ ہر تنگی کے وقت اُس کے نکلنے کے لئے راہ پیدا کر دیتا ہے اور ہر غم سے نجات دیتا ہے اور اُسے اُس راہ سے رزق عطا فرماتا ہے جس کا وہ گمان بھی نہ کر سکے۔

(ابو داؤد کتاب الوتر باب فی الاستغفار)

☆**نیز ایک موقعہ پر فرمایا:**

بخدا میں اللہ تعالیٰ سے دن میں 70 مرتبہ سے بھی زیادہ توبہ و اِستغفار کرتا ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب الدعوات باب استغفار النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الیوم واللیلة)

☆**حضرت مسیح موعود علیہ السلام اِستغفار کو روحانی طاقت کے حصول کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:**

''صوفیوں نے لکھا ہے کہ جیسے ورزش کرنے سے مثلاً مُگدَروں اور مُوگریوں کے اُٹھانے اور پھیرنے سے جسمانی قوت اور طاقت بڑھتی ہے۔ اِسی طرح پر روحانی مُگدَر اِستِغفار ہے۔ اس کے ساتھ رُوح کو ایک قوت ملتی ہے اور دل میں اِستِقامت پیدا ہوتی ہے۔ جسے قوت لینی مطلوب ہو وہ اِستِغفار کرے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 348)

نیز فرمایا:

''اِستِغفار اور توبہ دو چیزیں ہیں۔ ایک وجہ سے اِستِغفار کو توبہ پر تَقَدُّم ہے، کیونکہ اِستِغفار مدد اور قوت ہے جو خدا سے حاصل کی جاتی ہے۔ اور توبہ اپنے قدموں پر کھڑا ہونا ہے۔ عادتُ اللہ یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے مدد چاہے گا، تو خدا تعالیٰ ایک قوت دے دے گا۔ اور پھر اس قوت کے بعد اِنسان اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جاوے گا اور نیکیوں کے کرنے کے لئے اُس میں ایک قوت پیدا ہو جاوے گی۔ جس کا نام تُوۡبُوۡا اِلَیۡہِ ہے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 349)

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اِستغفار صرف گناہوں سے بخشش کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ آئندہ گناہوں سے بچانے کے لئے بھی ضروری ہے تاکہ فطرتی کمزوری کمزور پڑتی جائے اور انسان مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی رضا پر قدم مارنے والا ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ایک تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسلسل کوشش کے ساتھ اور ہمیشہ کوشش کے ساتھ اِستغفار کی طرف متوجہ رہنے کا حکم فرمایا......

اِستغفار وہ ہتھیار ہے جس سے شیطان کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے اور توبہ اس ہتھیار کا استعمال کرنا ہے۔ یعنی اُن عملی قوتوں کا اظہار جس سے شیطان دُور رہے۔ ہمارا نفس کبھی مغلوب نہ ہو اور اس کے لئے وہ نیکیاں اور اعمال کرنے کی مسلسل کوشش ضروری ہے جن کے کرنے کا ہمیں خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے، ورنہ اِستغفار نتیجہ خیز نہیں ہو سکتا۔ بخشش کا حصول ممکن نہیں......پس خوش قسمت ہیں ہم میں سے وہ جو حقیقی اِستغفار کرنے والے اور خالص توبہ کرنے والے ہیں۔''

(خطباتِ مسرور جلد 6 صفحہ 382-385-387)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

توبہ واستغفار۔4

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ

(الزمر:54)

تُو کہہ دے اے میرے بندو ! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یقیناً اللہ تمام گناہوں کو بخش سکتا ہے وہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

☆حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضورﷺ نے فرمایا:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ

گناہ سے توبہ کرنے والا اُس شخص کی طرح ہوتا ہے جس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔

(الدّر المنثور جلد1صفحہ261)

☆حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضورﷺ نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اے ابن آدم !جب تک تُو مجھ سے گناہوں کی بخشش مانگے اور بخشش کی اُمید رکھے گا میں تجھے بخش دوں گا۔تجھ میں جو بھی گناہ ہوں مجھے کوئی پرواہ نہیں لَوْبَلَغَتْ ذُنُوْبُکَ عَنَانَ السَّمَاءِ اگرچہ تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر تُو مجھ سے بخشش مانگے میں تجھے بخش دوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں اگر تُو اس حال میں مجھے ملے کہ ساری زمین تیرے گناہوں سے بھری ہو تو میں بھی اُتنی ہی بڑی مغفرت کے ساتھ تیرے پاس آوں گا۔

(سنن ترمذی باب فضل التوبة الاستغفار)

☆حَضْرَتْ اَقْدَسْ مَسِیْح مَوْعُوْد وَ مَھْدِی مَعْھُوْد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فرماتے ہیں:

''استغفار ایک عربی کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں طلبِ مغفرت کرنا یا الٰہی ہم سے پہلے جو گناہ سرزد

ہو چکے ہیں اُن کے بدنتائج سے ہمیں بچا اور آئندہ ایسی حفاظت کر کہ گناہ ہم سے سرزد ہی نہ ہوں۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 609)

☆فرمایا:

''قوت حاصل کرنے کے واسطے استغفار ہے جس کو دوسرے لفظوں میں اِستمدَاد اور اِستعَانت بھی کہتے ہیں۔اس کیساتھ روح کو ایک قوت ملتی ہے اور دل میں استقامت پیدا ہوتی ہے۔ جسے قوت لینی مطلوب ہو وہ اِستغفار کرے۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 348)

☆ پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

'' اِستغفار وہ ہتھیار ہے جس سے شیطان کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے اور توبہ اُس ہتھیار کا استعمال کرنا ہے۔یعنی اُن عملی قوتوں کا اظہار جس سے شیطان دور رہے، ہمارا نفس کبھی مغلوب نہ ہو اور اس کے لئے وہ نیکیاں اور اعمال کرنے کی مسلسل کوشش ضروری ہے جن کے کرنے کا ہمیں خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے ورنہ استغفار نتیجہ خیز نہیں ہوسکتا، بخشش کا حصول ممکن نہیں...... حقیقی فائدہ تبھی ہوگا جب استغفار سے جو قوت حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اُس کا اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہوتے ہوئے استعمال...... کیا جائے۔اللہ تعالیٰ نے گناہوں کو ڈھانکنے کی جو قوت عطا کی ہے، جن گناہوں کو دور کرنے کی توفیق بخشی ہے، استغفار کرتے ہوئے اپنے دل کو ایک انسان نے گناہوں سے جو خالی کیا ہے تو فوری طور پر اُنہیں نیکیوں سے بھرنے کی کوشش کی جائے، اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کی جائیں ورنہ اگر دل کا برتن نیکیوں سے خالی رہا تو شیطان پھر اُسے اُنہیں غلاظتوں سے دوبارہ بھر دے گا...... یہ بندے کا کام ہے کہ استغفار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے پھر دیکھے اللہ تعالیٰ کس طرح اُس کی طرف بڑھتا ہے۔''

(خطباتِ مسرور جلد 6 صفحہ 387,385)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

توبہ واستغفار۔5

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ

(الزمر:54)

تُو کہہ دے اے میرے بندو ! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یقیناً اللہ تمام گناہوں کو بخش سکتا ہے وہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

☆ حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سید الاستغفار یہ ہے کہ تُو کہے:

اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّی لاَ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِی وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ

اَعُوذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ لَکَ بِذَنْبِی فَاغْفِرْ لِی فَاِنَّهُ لاَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ.

(بخاری باب افضل الاستغفار)

اے اللہ تُو میرا رب ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تُو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد اور تیرے وعدے پر قائم ہوں جہاں تک مجھ سے ہو سکا۔ میں تیری پناہ میں آتا ہوں اُس کام کی برائی سے جو میں نے کیا۔ میں تیرے حضور اُس نعمت کا اقرار کرتا ہوں جو تُو نے مجھ پر کی اور میں اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہوں۔ پس تُو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔

☆ آپ ﷺ نے فرمایا:

صبح کے وقت یقین کے ساتھ یہ دعا کرنے والا اگر شام سے پہلے مر جائے تو وہ جنت میں داخل

ہوگا اور اگر شام کے وقت یقین کے ساتھ یہ دعا کرنے والا صبح سے پہلے فوت ہو جائے گا تو وہ جنتیوں میں سے ہوگا۔

☆حَضْرَتْ اَقْدَسْ مَسِیْح مَوْعُوْد وَ مَھْدِی مَعْھُوْد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ گناہوں سے پاک ہونے کے لئے ان الفاظ میں دعا کرتے:

''میں گناہگار ہوں اور کمزور ہوں۔ تیری دستگیری کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا۔ تُو آپ رحم فرما اور مجھے گناہوں سے پاک کر، کیونکہ تیرے فضل و کرم کے سوا کوئی اَور نہیں جو مجھے پاک کرے۔''

(البدر جلد نمبر 4)

☆پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''خواہشِ اِستغفار فخرِ انسان ہے۔ جو شخص کسی عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا اور پھر ہمیشہ کے لئے اِستغفار اپنی عادت نہیں پکڑتا وہ کیڑا ہے نہ انسان، اور اندھا ہے نہ سوجاکھا اور ناپاک ہے نہ طیّب۔''

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 413)

☆پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا (التحریم:9) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ کی طرف خالص توبہ کرتے ہوئے جھکو۔ پس وہی استغفار دائمی بخشش کا سامان کرتا ہے جس کے ساتھ خالص توبہ ہو، جس کو پھر انسان نیکیوں سے بھرتا چلا جائے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا ہمیشہ خیال رکھے، ایک مسلسل کوشش کرے......

پس پہلے ذہنوں کو پاک رکھنے کے لئے استغفار کے ساتھ جہاد کیا جائے۔ پھر چھوٹی سے چھوٹی بُرائی پر بھی احساسِ ندامت اور شرمندگی ہو۔ اور پھر مضبوط قوتِ ارادی چاہئے کہ چاہے جو بھی حالات ہوں، جو بھی لالچ ملے بُرائیوں کے قریب نہیں جانا اور اپنے ہر فعل اور عمل کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع کرنے کی کوشش کرنی ہے...... پس خوش قسمت ہیں ہم میں سے وہ جو حقیقی استغفار کرنے والے اور خالص توبہ کرنے والے ہیں۔''

(خطباتِ مسرور جلد 6 صفحہ 387,385)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سچی توبہ واستغفار

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعاً إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ . وَأَنِيبُوا إِلَى رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ.

(الزمر:۵۴،۵۵)

ترجمہ: تُو کہہ دے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یقیناً اللہ تمام گناہوں کو بخش سکتا ہے۔ یقیناً وہی بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اور اپنے رب کی طرف جھکو اور اُس کے فرمانبردار ہو جاؤ پیشتر اِس کے کہ تم تک عذاب آ جائے پھر تم کوئی مدد نہیں دیئے جاؤ گے۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے سے اُس کے اُس حُسن ظن کے مطابق سلوک کرتا ہوں جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے۔ جہاں بھی وہ میرا ذکر کرتا ہے میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ پر اتنا خوش ہوتا ہے کہ اتنا خوش وہ شخص بھی نہیں ہوتا جسے جنگل بیابان میں اپنی گمشدہ اُونٹنی مل جائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص مجھ سے بالشت بھر قریب ہوتا ہے میں اُس سے گز بھر قریب ہوتا ہوں، اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں، اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اُس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔''

(مسلم کتاب التوبة باب فی الحض علی التوبة)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا مُشک اور عطر کی طرح ہے جو کسی طرح سے چھپ نہیں سکتا۔یہی تاثیریں ہیں سچی توبہ میں۔جب انسان سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پہلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔پھر اُسے نیک اعمال کی توفیق ملتی ہے۔اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔خدا اس کے دوستوں کا دوست اور اس کے دشمنوں کا دشمن ہو جاتا ہے اور وہ تقدیر جو شامتِ اعمال سے اس کے لیے مقرر ہوئی ہے،دور کی جاتی ہے۔اس امر کے دلائل بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ انسان اپنی اس مختصر زندگی میں بلاؤں سے محفوظ رہنے کا کس قدر محتاج ہے اور چاہتا ہے کہ ان بلاؤں اور وباؤں سے محفوظ رہے جو شامتِ اعمال کی وجہ سے آتی ہیں اور یہ ساری باتیں سچی توبہ سے حاصل ہوتی ہیں۔پس توبہ کے فوائد میں سے ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا حافظ اور نگران ہو جاتا ہے۔اور ساری بلاؤں کو خدا دور کر دیتا ہے اور اُن منصوبوں سے جو دشمن اس کے لیے تیار کرتے ہیں اُن سے محفوظ رکھتا ہے اور اس کا یہ فضل اور برکت کسی سے خاص نہیں بلکہ جس قدر بندے ہیں خدا تعالیٰ کے ہی ہیں۔اس لیے ہر ایک شخص جو اُس کی طرف آتا ہے اور اس کے احکام اور اوامر کی پیروی کرتا ہے وہ بھی ویسا ہی ہوگا جیسے پہلا شخص توبہ کر چکا ہے۔وہ ہر ایک سچے توبہ کرنے والے کو بلاؤں سے محفوظ رکھتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے۔پس یہ توبہ جو آج اس وقت کی گئی ہے یہ مبارک اور عید کا دن ہے۔اور یہ عید ایسی عید ہے جو کبھی میسر نہیں آئی ہوگی۔ایسا نہ ہو کہ تھوڑے سے خیال سے ماتم کا دن بنا دو۔عید کے دن اگر ماتم ہو تو کیسا غم ہوگا ہے کہ دوسرے خوش ہوں اور اس کے گھر ماتم ہو۔موت تو سب کو ناگوار معلوم ہوتی ہے۔لیکن جس کے گھر عید کے دن موت ہو وہ کس قدر ناخوشگوار ہوگی۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 120)

☆ پھر آپؑ فرماتے ہیں

''جب خدا تعالیٰ کسی پر فضل کے ساتھ نگاہ کرتا ہے،تو عام طور پر دلوں میں اس کی محبت کا القاء کر دیتا ہے،لیکن جس وقت انسان کا شر حد سے زیادہ گزر جاتا ہے،اس وقت آسمان پر اس کی مخالفت کا ارادہ ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کے منشاء کے موافق لوگوں کے دل سخت ہوتے جاتے ہیں،لیکن جونہی وہ توبہ استغفار کے ساتھ خدا کے آستانہ پر گر کر پناہ لیتا ہے،تو اندر ہی اندر ایک رحم پیدا ہوتا جاتا ہے اور کسی کو پتہ بھی نہیں

لگتا کہ اس کی محبت کا بیج لوگوں کے دلوں میں بو دیا جاتا ہے۔غرض توبہ استغفار ایسا محرب نسخہ ہے کہ خطا نہیں جاتا۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 197)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

استغفار میں مداومت

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّاباً ﴿النصر:۴﴾

ترجمہ: پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ (اس کی) تسبیح کر اور اس سے مغفرت مانگ۔ یقیناً وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

☆حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص استغفار کو چمٹا رہتا ہے (یعنی استغفار کرتا رہتا ہے) اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کی راہ بنا دیتا ہے اور اس کی ہر مشکل سے اس کی کشائش کی راہ پیدا کر دیتا ہے اور اسے ان راہوں سے رزق عطا کرتا ہے جن کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا۔''

(سنن ابی داؤد .کتاب الوتر .باب فی الاستغفار)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''استغفار کے حقیقی اور اصلی معنی یہ ہیں کہ خدا سے درخواست کرنا کہ بشریت کی کوئی کمزوری ظاہر نہ ہو اور خدا فطرت کو اپنی طاقت کا سہارا دے اور اپنی حمایت اور نصرت کے حلقہ کے اندر لے لے......سو اس کے یہ معنی ہیں کہ خدا اپنی قوت کے ساتھ شخص مستغفر کی فطرتی کمزوری کو ڈھانک لے۔''

(ریویو آف ریلیجنز جلد ۱ نمبر ۵ مئی ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۸۷ تا ۱۸۸)

☆فرمایا:

''بعض آدمی ایسے ہیں کہ ان کو گناہ کی خبر ہوتی ہے اور بعض ایسے کہ ان کو گناہ کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے استغفار کا التزام کرایا ہے کہ انسان ہر ایک گناہ کے لئے خواہ وہ ظاہر کا ہو خواہ باطن کا ہو اسے علم ہو یا نہ ہو اور ہاتھ اور پاؤں اور زبان اور ناک اور کان اور آنکھ اور سب قسم کے گناہوں سے استغفار کرتا رہے۔ آج کل آدمؑ کی دعا پڑھنی چاہئے:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (الاعراف:۲۴)

یہ دعا اول ہی قبول ہو چکی ہے غفلت سے زندگی بسر مت کرو جو شخص غفلت سے زندگی نہیں گذارتا ہرگز امید نہیں کہ وہ کسی فوق الطاقت بلا میں مبتلا ہو کوئی بلا بغیر اذن کے نہیں آتی۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۵۷۷ جدید ایڈیشن)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اِستِغفار کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل اور قُرب کی چادر میں لپٹنے کی دُعا مانگی جائے۔ جب انسان اس طرح دعا مانگ رہا ہو تو کس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ دُعا نہ سنے اور انسان کی دنیا و آخرت نہ سنورے۔''

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 28 مارچ 2008ء۔ مشعل راہ جلد پنجم حصہ پنجم صفحہ 128)

☆فرمایا:

''استغفار کا حکم ایک ایسا حکم ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود بھی مومنوں کو دیا اور انبیاء کے ذریعہ سے بھی کہلوایا اور مومنین کو استغفار کی طرف توجہ دلائی۔ انبیاء کو کہا کہ مومنوں کو استغفار کی طرف توجہ دلاؤ اور جب اللہ تعالیٰ مومنوں کو وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ یعنی اللہ سے بخشش مانگو، کا حکم دیتا ہے تو ساتھ ہی یہ بھی فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ یہ اعلان آنحضرت ﷺ سے بھی کرواتا ہے کہ مومنوں کو بتا دو کہ...... بخشش میرے سے مانگو، میں بخشوں گا۔ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہوں تو اللہ تعالیٰ پھر بخشتا بھی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے بخشش مانگتے ہوئے اس کے آگے جھکیں اور بخشے نہ جائیں۔ اصل میں تو یہ رحمت، بخشش اور آگ سے نجات ایک ہی انجام کی کڑیاں ہیں اور وہ ہے شیطان سے دوری اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنا...... جب تسلسل کے ساتھ استغفار اور گناہوں سے بچنے کی کوشش ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اُس استغفار کی وجہ سے مومن نظارہ کر رہا ہو، اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنتوں سے فیض پا رہا ہو تو پھر وہ نجات پا گیا۔ پھر اس کو آگ کس طرح چھو سکتی ہے...... پس استغفار صرف گناہوں سے بخشش کیلئے ہی نہیں ہے بلکہ آئندہ گناہوں سے بچانے کیلئے بھی ضروری ہے تا کہ فطرتی کمزوری کمزور پڑتی جائے اور

انسان مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی رضا پر قدم مارنے والا ہو''۔

(خطبات مسرور جلد ششم صفحہ ۳۸۱ تا ۳۸۲ و ۳۸۴۔خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۱۹ستمبر ۲۰۰۸ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

درود شریف کی اہمیت۔ا

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً .(الاحزاب:57)

ترجمہ: یقیناً اللہ اور اُس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں اے وہ لوگوں جو ایمان لائے ہو تم بھی اُس پر درود اور خُوب خُوب سلام بھیجو۔

☆حضرت کعبؓ بیان کرتے ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا۔اے اللہ کے رسول! ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ آپ ﷺ پر سلام کس طرح بھیجا جائے لیکن یہ پتہ نہیں کہ آپ ﷺ پر درود کیسے بھیجیں۔آپ ﷺ نے فرمایا تم مجھ پر اِس طرح دورد بھیجا کرو۔اے ہمارے اللہ! تُو محمد ﷺ اور محمد ﷺ کی آل پر درود بھیج جس طرح تُو نے ابراہیمؑ پر درود بھیجا اے ہمارے اللہ! تُو محمد ﷺ اور محمد ﷺ کی آل کو برکت عطا کر جس طرح تُو نے ابراہیمؑ کی آل کو برکت عطا کی۔تُو حمد والا اور بزرگی والا ہے۔''

(مسلم کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ علی النبی ،بخاری)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ آب زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں۔ اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمد کی طرف بھیجی تھیں صلی اللہ علیہ وسلم۔اور ایسا ہی عجیب ایک اور قصہ یاد آیا ہے کہ ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنے یہ تھے کہ ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنی ارادۂ الٰہی احیاء دین کے لئے جوش میں ہے لیکن ہنوز ملاء اعلیٰ پر شخص محیی کی تعین ظاہر نہیں ہوئی اس لئے وہ اختلاف میں ہے۔اسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک مُحْیِ کو تلاش کرتے

پھرتے ہیں۔اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا هٰـذَا رَجُـلٌ یُـحِـبُّ رَسُـولَ اللّٰـهِ یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے۔اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرط اعظم اس عہدہ کی محبت رسول ہے۔سو وہ اس شخص میں متحقق ہے۔اور ایسا ہی الہام متذکرہ بالا میں جو آل رسول پر درود بھیجنے کا حکم ہے سو اس میں بھی یہی سِرّ ہے کہ افاضہ انوار الٰہی میں محبت اہل بیت کو بھی نہایت عظیم دخل ہے۔''

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص۔روحانی خزائن جلد اول صفحہ ۵۷۶۔حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

☆ **حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

''پس جب تک درود پر توجہ رہے گی تو اس برکت سے جماعت کی ترقی اور خلافت سے تعلق اور اس کی حفاظت کا انتظام رہے گا۔لیکن اس وقت جو مَیں نے کہا ہے اور خاص طور پر توجہ دلانی چاہتا ہوں کہ اس وقت خاص طور پر اس حوالے سے درود پڑھیں کہ آج دشمن، قرآن اور آنحضرت ﷺ کے نام پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کر رہا ہے۔اس کی یہ کوشش سوائے اس کے بدانجام کے اس کو کوئی بھی نتیجہ نہیں دلا سکتی۔ لیکن اس کی اس مذموم کوشش کے نتیجہ میں ہم احمدی یہ عہد کریں کہ آنحضرت ﷺ پر کروڑوں اور اربوں دفعہ درود بھیجیں۔جماعت جب من حیث الجماعت دُرود بھیجتی ہے یا ایک وقت میں بھیجے گی تو اس کی تعداد کروڑوں تک پہنچ جائے گی اور نہ صرف آج بلکہ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اسی توجہ سے ہم آپؐ پر دُرود بھیجتے چلے جائیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سنے اور اس دُرود کو قبول فرمائے جس کے پڑھنے کا خود اس نے حکم دیا ہے اور اسلام اور آنحضرت ﷺ کے چہرے کی روشنی اور چمک دمک پہلے سے بڑھ کر دنیا پر ظاہر ہو۔''

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 28 مارچ 2008ء۔مشعل راہ جلد پنجم حصہ پنجم صفحہ 128)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

درود شریف۔۲

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

(الاحزاب:۵۷)

ترجمہ: یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

☆حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

’’قیامت کے روز اس دن کے خطرات سے اور ہولناک مواقع سے تم میں سے سب سے زیادہ محفوظ اور نجات یافتہ وہ شخص ہوگا جو دنیا میں مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجنے والا ہوگا۔فرمایا کہ (میرے لئے تو) اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرشتوں کا درود ہی کافی تھا۔یہ تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ثواب پانے کا ایک موقع بخشا ہے‘‘۔

(تفسیر درمنشور بحوالہ ترغیب اصفہانی و مسند دیلمی)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اگرچہ آنحضرت ﷺ کو کسی دوسرے کی دعا کی حاجت نہیں۔لیکن اس میں ایک نہایت عمیق بھید ہے۔جو شخص ذاتی محبت سے کسی کے لئے رحمت اور برکت چاہتا ہے وہ بباعث علاقہ ذاتی محبت کے اس شخص کے وجود کی ایک جزو ہو جاتا ہے۔پس جو فیضان شخص مدعولہٗ پر ہوتا ہے وہی فیضان اس پر ہو جاتا ہے۔اور چونکہ آنحضرت ﷺ پر فیضان حضرت احدیت کے بے انتہا ہیں اس لئے درود بھیجنے والوں کو کہ جو ذاتی محبت سے آنحضرت ﷺ کے لئے برکت چاہتے ہیں، بے انتہا برکتوں سے بقدر اپنے جوش کے حصہ ملتا ہے۔مگر بغیر روحانی جوش اور ذاتی محبت کے یہ فیضان بہت ہی کم ظاہر ہوتا ہے‘‘

(مکتوبات احمدیہ جلد اول صفحہ ۲۴۔۲۵)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو جو درود شریف پڑھنے کی اس قدر تاکید فرمائی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟۔کیا آنحضرت ﷺ کو ہماری دعاؤں کی حاجت ہے۔نہیں ہے۔بلکہ ہمیں یہ طریق سکھایا ہے کہ اے میرے بندو تم جب اپنی حاجات لے کر میرے پاس آؤ، میرے پاس حاضر ہو تو اپنی دعاؤں کو قبول کروانے اور اپنی حاجات کو پوری کرنے کا اب ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ میرے پیارے نبی ﷺ کے ذریعہ سے مجھ تک پہنچو۔اگر تم نے یہ وسیلہ اختیار نہ کیا تو پھر تمہاری سب عبادتیں رائیگاں چلی جائیں گی کیونکہ مَیں نے یہ سب کچھ، یہ سب کائنات اپنے اس پیارے نبی کے لئے پیدا کی ہے۔

اس اقتباس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں جو باتیں سمجھائی ہیں جن سے درود شریف پڑھنے کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔فرمایا پہلے تو تم سب یہ یاد رکھو کہ آنحضرت ﷺ کو تمہاری دعاؤں کی ضرورت نہیں۔یہ نہ سمجھو کہ تمہارے درود پڑھنے سے ہی آنحضرت ﷺ کا مقام بلند ہو رہا ہے۔وہ تو پہلے ہی ایک ایسی ہستی ہے جو خدا تعالیٰ کو بہت پیاری ہے۔فرمایا کہ اس میں گہرا راز ہے اور وہ یہ کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے سے ایک ذاتی تعلق اور محبت کی وجہ سے اس دوسرے شخص کے لئے رحمت اور برکت چاہتا ہے تو وہ اس کے وجود کا ہی حصہ بن جاتا ہے یعنی وہ محبت اور تعلق میں ایک ہو جاتے ہیں مثلاً دنیاوی رشتوں میں اب دیکھیں مثال دیتا ہوں، ماں بچے کی محبت ہے، بعض دفعہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بچہ جب چلنا شروع کرتا ہے، ذرا سی ہوش اس کو آتی ہے، اگر اس کو کوئی کھانے کی چیز ملے تو وہ بعض دفعہ اس میں ایک چھوٹا سا ٹکڑا جو اکثر ٹکڑے کی بجائے ذرّات کی شکل میں ہوتا ہے۔وہ اس پیار اور تعلق کی وجہ سے جو اس بچے کو اپنی ماں سے ہے، اپنی ماں کے منہ میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔تو اس چھوٹے سے ٹکڑے کی وجہ سے ماں کا پیٹ تو نہیں بھر رہا ہوتا لیکن ایک پیار کا اظہار ہو رہا ہوتا ہے اور اس حرکت کی وجہ سے ماں کو بھی اس بچے پر اتنا ہی پیار آتا ہے اور بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور وہ اس کو پہلے سے بڑھ کر اپنے ساتھ چمٹاتی ہے اس کی ایک چھوٹی سی معصوم سی حرکت پر، اس کا خیال رکھتی ہے۔تو اس طرح کی مثالیں کم و بیش آپ کو اور بھی دنیاوی تعلقات میں، دنیاوی رشتوں میں ملتی رہیں گی۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس اقتباس میں فرما رہے ہیں کہ جب محبت میں ایک ہی وجود

بن جائیں تو جو فیض اس کو ملتا ہے اور جو برکتیں اس کو ملتی ہیں، جس کے لئے آپ دعا کر رہے ہوتے ہیں وہی آپ کو بھی مل رہا ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں: کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بے انتہاء رحمتیں اور برکتیں ہیں، اور بے انتہاء فیض ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر نازل فرمائیں اور فرما رہا ہے اور فرماتا چلا جائے گا جب تک یہ دنیا قائم ہے۔ تو آپ کو بھی درود بھیجنے کی وجہ سے، اس ذاتی تعلق کی وجہ سے، جو ہمیں آنحضرت ﷺ کی ذات سے ہے اور ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ پر نازل ہونے والے فیض سے اُن لوگوں کو بھی حصہ ملتا رہے گا جو ایک سچے دل کے ساتھ آپ پر درود بھیج رہے ہوں گے۔ مگر شرط یہی ہے کہ ایک جوش، ایک محبت ہو جو درود پڑھتے وقت آپ کے اندر پیدا ہو رہا ہو۔“

(خطبات مسرور جلد اول صفحہ ۲۸۹ تا ۲۹۰ خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۵ ستمبر ۲۰۰۳ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

درود شریف ۔۳

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

(الاحزاب:۵۷)

ترجمہ: یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

☆**حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:**

''جب تم مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو تم بھی وہی الفاظ دہراؤ جو وہ کہتا ہے۔پھر مجھ پر درود بھیجو۔جس شخص نے مجھ پر درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس گنا رحمتیں نازل فرمائے گا۔پھر فرمایا: میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ مانگو یہ جنت کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے ایک کو ملے گا اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ وہ مَیں ہی ہوں گا۔جس کسی نے بھی میرے لئے اللہ سے وسیلہ مانگا اس کے لئے شفاعت حلال ہو جائے گی''۔

(صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه ثم يصلی علی النبیؐ)

☆**حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:**

''ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ درود شریف کے پڑھنے میں یعنی آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے میں ایک زمانے تک مجھے استغراق رہا۔کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں۔بجز وسیلۂ نبی کریم کے مل نہیں سکتیں۔جیسا کہ خدا بھی فرماتا ہے وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ(مائدہ آیت ۳۶) تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں میں نے دیکھا کہ دو سقّے آئے ہیں اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راستے سے میرے گھر میں داخل ہوئے اور ان کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں: **ھٰذَا مَاصَلَّیْتَ عَلٰی مُحَمَّدٍ** ﷺ''۔

(حقیقۃ الوحی۔حاشیہ صفحہ ۱۲۸۔تذکرہ۔صفحہ ۷۷۔مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

☆فرمایا:

"صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ وُلْدِ اٰدَمَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ۔درود بھیج محمدؐ اور آل محمدؐ پر جو سردار ہے آدم کے بیٹوں کا اور خاتم الانبیاء ہے ﷺ۔

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ سب مراتب اور تفضلات اور عنایات اسی کی طفیل سے ہیں۔اور اسی سے محبت کرنے کا صلہ ہے۔سبحان اللہ اس سرور کائنات کے حضرت احدیت میں کیا ہی اعلیٰ مراتب ہیں اور کس قسم کا قرب ہے۔کہ اس کا محبّ خدا کا محبوب بن جاتا ہے"۔

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص، روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۵۹۷)

☆ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"......آپ فرمارہے ہیں کہ کیونکہ مَیں اپنے پیدا کرنے والے خالق کو، مالک کو حاصل کرنا چاہتا تھا اور مجھے یہ پتہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا اتنا آسان کام نہیں۔اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کا راستہ کوئی آسان راستہ نہیں۔بڑا مشکل اور کٹھن راستوں سے گزر کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔تو اس قرب کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہی، آپ فرماتے ہیں کہ اب مجھ تک یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا اب ایک ہی ذریعہ ہے، ایک ہی وسیلہ ہے اور وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔تو آپ یہ فرمارہے ہیں کہ مَیں نے اس سے سبق لیتے ہوئے آپ ﷺ پر بہت زیادہ درود بھیجا۔اور گویا اس طرح تھا کہ مَیں ہر وقت اس ایک خیال میں ڈوبا رہتا تھا اور آپؐ پر درود بھیجتا رہتا تھا تو نتیجتاً اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ بتانے کے لئے کہ تم بھی اب اس وسیلہ سے میرا قرب پاچکے ہو مجھے کشفی حالت میں یہ نظارہ دکھایا کہ دو آدمی جن کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں، اندرونی اور بیرونی راستے سے میرے گھر میں داخل ہوئے اور کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے کی وجہ سے ہی یہ سب کچھ حاصل ہوا ہے۔تو اندرونی اور بیرونی راستوں سے داخل ہونے کا مطلب بھی یہی ہے کہ اب اس برکت سے آپ پر ہر طرح کی برکتیں اور فضل نازل ہوتے رہیں گے اور آپ پر بھی آنحضرت ﷺ کا فیض

جو ہے وہ پہنچتا رہے گا۔ تو یہ ہیں درود کی برکات۔‘‘

(خطبات مسرور جلد اول صفحہ ۲۹۰ تا ۲۹۱ خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۵ ستمبر ۲۰۰۳ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے میں مداومت

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہُ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً

﴿الاحزاب:۵۷﴾

ترجمہ: یقیناً اللہ اوراس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

☆حضرت عمر بن خطابؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''دعا آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہر جاتی ہے اور جب تک تو اپنے نبی ﷺ پر درود نہ بھیجے اس میں سے کوئی حصہ بھی (خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہونے کیلئے) اوپر نہیں جاتا۔''

(ترمذی ابواب الوتر، باب ما جاء فی فضل الصلوٰة علی النبی ﷺ)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''درود شریف کے طفیل ......میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت ﷺ کی طرف جاتے ہیں اور پھر وہاں جا کر آنحضرت ﷺ کے سینہ میں جذب ہو جاتے ہیں۔ اور وہاں سے نکل کر ان کی لاانتہا نالیاں ہوتی ہیں اور بقدر حصہ رسدی ہر حقدار کو پہنچتی ہے۔ یقیناً کوئی فیض بدوں وساطت آنحضرت ﷺ دوسروں تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ درود شریف کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کے اس عرش کو حرکت دینا ہے جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھے تا کہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو''۔

(الحکم، بتاریخ ۲۸ فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۷)

☆ آپ علیہ السلام درود شریف کی برکات کا ذاتی تجربہ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ درود شریف کے پڑھنے میں یعنی آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے میں ایک زمانہ تک مجھے بہت استدراک رہا کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں وہ بجز وسیلہ نبی کریم ﷺ کے مل نہیں سکتیں۔

جیسا کہ خدا فرماتا ہے'' وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں میں نے دیکھا کہ دو سقے یعنی ماشکی آئے ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راہ سے میرے گھر میں داخل ہوئے ہیں اور ان کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں هٰذَا بِمَا صَلَّيْتَ عَلٰى مُحَمَّدٍ۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۳۱ حاشیہ)

☆ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''پس جب تک درود پر توجہ رہے گی تو اس برکت سے جماعت کی ترقی اور خلافت سے تعلق اور اس کی حفاظت کا انتظام رہے گا۔ لیکن اس وقت جو مَیں نے کہا ہے اور خاص طور پر توجہ دلانی چاہتا ہوں کہ اس وقت خاص طور پر اس حوالے سے درود پڑھیں کہ آج دشمن، قرآن اور آنحضرت ﷺ کے نام پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کی یہ کوشش سوائے اس کے بدانجام کے اس کو کوئی بھی نتیجہ نہیں دلا سکتی۔ لیکن اس کی اس مذموم کوشش کے نتیجہ میں ہم احمدی یہ عہد کریں کہ آنحضرت ﷺ پر کروڑوں اور اربوں دفعہ درود بھیجیں۔ جماعت جب مِنْ حَيْثُ الْجَمَاعَت درُود بھیجتی ہے یا ایک وقت میں بھیجے گی تو اس کی تعداد کروڑوں تک پہنچ جائے گی اور نہ صرف آج بلکہ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اسی توجہ سے ہم آپ ؐ پر درُود بھیجتے چلے جائیں گے تا کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سنے اور اس درُود کو قبول فرمائے جس کے پڑھنے کا خود اس نے حکم دیا ہے اور اسلام اور آنحضرت ﷺ کے چہرے کی روشنی اور چمک دمک پہلے سے بڑھ کر دنیا پر ظاہر ہو...... آج جب دشمن اپنی دریدہ دہنی اور بد ارادوں میں تمام حدیں پھلانگ رہا ہے تو ہم بھی حضرت مسیح موعودؑ کے اس اسوہ پر عمل کرتے ہوئے کہ

عدُو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں نہاں ہم ہو گئے یارِ نہاں میں

اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے ہوئے اس سے مدد مانگیں کہ وہ ہمیں اس دور کا حق ادا کرنے کی توفیق دیتے ہوئے آپ ﷺ کے نام کو، قرآن کی تعلیم کو روشن تر کر کے دنیا کے سامنے پیش کرنے کی توفیق دے۔''

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 28 مارچ 2008ء۔ مشعل راہ جلد پنجم حصہ پنجم صفحہ 128)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رسول کریم ﷺ کی تعلیم

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عملی اصلاح کے لئے ہماری راہنمائی کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کے ارشادات کی روشنی میں رسولِ کریم ﷺ کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں آ کر کوئی توپیں اور مشین گنیں ایجاد نہیں کی تھیں، بینک جاری نہیں کئے تھے یا صنعت وحرفت کی مشینیں ایجاد نہیں کی تھیں۔ پھر وہ کیا چیز تھی جو آپؐ نے دنیا کو دی اور جس کی حفاظت آپ کے ماننے والوں کے ذمہ تھی۔ وہ سچائی کی روح اور اخلاقِ فاضلہ تھے۔ یہ پہلے مفقود تھی۔ آپؐ نے پہلے اُسے کمایا اور پھر یہ خزانہ دنیا کو دیا۔ اور صحابہ اور اُن کی اولادوں اور پھر اُن کی اولادوں کے ذمہ یہی کام تھا کہ ان چیزوں کی حفاظت کریں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ یہ حکم سن کر کہ ساری دنیا کو خدا تعالیٰ کا کلام پہنچائیں، کچھ گھبرا گئے۔ اس لئے کہ آپ اس عظیم الشان ذمہ داری کو کس طرح پورا کریں گے؟ اس گھبراہٹ میں آپ گھر آئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے اور شدتِ جذبات سے آپ اُس وقت سردی محسوس کر رہے تھے۔ جب گھر میں داخل ہوئے تو آپ نے کہا مجھے کپڑا پہنا دو، کپڑا اوڑھا دو۔ حضرت خدیجہؓ نے دریافت کیا کہ آپ کو کیا تکلیف ہے؟ آپ نے سارا واقعہ سنایا۔ حضرت خدیجہؓ نے جواب دیا کہ کَلَّا وَاللّٰہِ لَا یُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَداً کہ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم! کبھی خدا آپ کو رُسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپ میں فلاں فلاں خوبیاں ہیں اور ان خوبیوں میں سے ایک یہ بتائی کہ جو اَخلاق دنیا سے اُٹھ گئے ہیں آپ نے اپنے وجود میں اُن کو دوبارہ پیدا کیا ہے اور بنی نوع انسان کی اس کھوئی ہوئی متاع کو دوبارہ تلاش کیا ہے۔ پھر بھلا خدا آپ جیسے وجود کو کس طرح ضائع کر سکتا ہے؟ تو انبیاء کی بعثت کی غرض یہی ہوتی ہے اور مومنوں کے سپرد یہی امانت ہوتی ہے جس کی حفاظت کرنا اُن کا فرض ہوتا ہے۔ محبت کی وجہ سے انبیاء کا وجود مومنوں کو بیشک بہت پیارا ہوتا ہے۔ مگر حقیقت کے لحاظ سے انبیاء کی عظمت کی وجہ وہی

نور ہے جسے دنیا تک پہنچانے کے لئے خدا تعالیٰ اُنہیں مبعوث کرتا ہے، اُنہیں خدا تعالیٰ کا وہ پیغام ہی بڑا بناتا ہے جو وہ لاتے ہیں۔ پس جب نبی کے اَتباع یعنی پیروکار اس وجود کی حفاظت کے لئے اپنی جانیں قربان کردیتے ہیں تو اس پیغام کی حفاظت کے لئے کیا کچھ نہ کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔

حضرت مصلح موعود ؓ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کی حفاظت کے لئے صحابہ کرام نے قربانیاں کیں، وہ واقعات پڑھ کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اُن کی محبت کو دیکھ کر آج بھی دل میں محبت کی لہر پیدا ہو جاتی ہے۔ اُحد کی جنگ میں ایک ایسا موقع آیا کہ صرف ایک صحابی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ گئے اور دشمن بے تحاشا تیر اور پتھر پھینک رہے تھے۔ اُس صحابی نے اپنا ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی طرف کر دیا اور اُس پر اتنے تیر اور پتھر لگے کہ وہ ہمیشہ کے لئے بیکار ہو گیا۔ کسی نے صحابی سے پوچھا، یہ کیا ہوا تھا؟ تو انہوں نے بتایا کہ اتنے تیر اور پتھر اس پر لگے ہیں کہ ہمیشہ کے لئے شل ہو گیا۔ اُس نے پوچھا کہ آپ کے منہ سے اُف نہیں نکلتی تھی۔ تو انہوں نے کہا اور بڑا لطیف جواب دیا۔ کہنے لگے کہ اُف نکلنا چاہتی تھی لیکن میں نکلنے نہیں دیتا تھا کیونکہ اگر اُف کرتا تو ہاتھ ہل جاتا اور کوئی تیر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لگ جاتا۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ تم اس قربانی کا اندازہ کرو اور سوچو کہ اگر آج کسی کی انگلی کو زخم آ جائے تو وہ کتنا شور مچاتا ہے، مگر اُس صحابی نے ہاتھ پر اتنے تیر کھائے کہ وہ ہمیشہ کے لئے شَل ہو گیا۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 نومبر 2013ء)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صحابہ کی فدائیت۔۱

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عملی اصلاح کے لئے ہماری راہنمائی کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کے ارشادات کی روشنی میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین کی فدائیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اُحد کی جنگ میں بعض صحابہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہونے کے بعد پھر اکٹھے ہوئے تو رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا۔ صحابہ کو دیکھو کون کون شہید ہوا ہے اور کون کون زخمی ہوا ہے۔ اس پر بعض صحابہ میدان کا جائزہ لینے کے لئے گئے۔ ایک صحابی نے دیکھا کہ ایک انصاری صحابی میدان میں زخمی پڑے ہوئے ہیں۔ وہ اُن کے پاس پہنچے تو پتہ چلا کہ اُن کے بازو اور ٹانگیں کٹی ہوئی ہیں اور اُن کی زندگی کی آخری گھڑی ہے۔ اس پر وہ صحابی اُن کے قریب ہوا اور پوچھا کہ اپنے عزیزوں کو کوئی پیغام دینا ہے تو بتادیں، مَیں اُن کو پہنچا دوں۔ اُن زخمی صحابی نے کہا کہ میں انتظار ہی کر رہا تھا کہ میرے پاس سے کوئی گزرے تو میں اُسے پیغام دوں۔ سو تم میرے عزیزوں کو، میرے گھر والوں کو، بیوی بچوں کو یہ پیغام دے دینا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قیمتی امانت ہیں۔ جب تک ہم زندہ رہے، ہم نے اپنی جانوں سے اس کی حفاظت کی۔ اور اب کہ ہم رخصت ہو رہے ہیں تو مَیں امید کرتا ہوں کہ وہ یعنی عزیز رشتہ دار ہم سے بڑھ کر قربانیاں کر کے اس قیمتی امانت کی حفاظت کریں گے۔ فرماتے ہیں کہ غور کرو، موت کے وقت جبکہ وہ جانتے تھے کہ بیوی بچوں کو کوئی پیغام دینے کے لئے اب اُن کے لئے کوئی اَور وقت نہیں ہے۔ ایسے وقت میں جب انسان کو جائیداد اور لین دین کے بارے میں بتانے کا خیال آتا ہے، جب لوگ اپنے پسماندگان کی بہتری کی تشویش اور فکر میں ہوتے ہیں، اُس وقت بھی اُس صحابی کو یہی خیال آیا کہ میں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں جان دے رہا ہوں اور عزیزوں کو پیغام دیتے ہیں کہ تم سے بھی یہی امید رکھتا ہوں کہ تم اس پر گامزن رہو گے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے مقابلے

میں اپنی جانوں کی پرواہ نہیں کرو گے۔ پس جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لئے یہ قربانیاں کیں، وہ اُس پیغام کے لئے جو آپ لائے، کیا کچھ قربانیاں نہ کر سکتے ہوں گے۔ اور اُنہوں نے کیا کچھ نہیں کیا ہوگا؟''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 نومبر 2013ء)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صحابہ کی فدائیت ۔۲

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عملی اصلاح کے لئے ہماری راہنمائی کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کے ارشادات کی روشنی میں رسولِ کریم ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر سچائی کے اثر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آپؐ کی وفات کی خبر صحابہ میں مشہور ہوئی تو اُن پر شدتِ محبت کی وجہ سے گویا غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ حتّٰی کہ بعض صحابہ نے یہ خیال کیا کہ یہ خبر ہی غلط ہے کیونکہ ابھی آپ کی وفات کا وقت نہیں آیا، کیونکہ ابھی بعض منافق مسلمانوں میں موجود ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس خیال میں مبتلا ہو گئے اور تلوار لے کر کھڑے ہو گئے کہ جو کہے گا کہ آپ فوت ہو گئے ہیں میں اُس کی گردن اُڑا دوں گا۔ آپ آسمان پر گئے ہیں، پھر دوبارہ تشریف لا کر منافقوں کو ماریں گے اور پھر وفات پائیں گے۔ بہت سے صحابہ بھی آپ کے ساتھ شامل ہو گئے اور کہنے لگے ہم کسی کو یہ نہیں کہنے دیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں۔ بظاہر یہ محبت کا اظہار تھا مگر دراصل اُس تعلیم کے خلاف تھا جو آنحضرت ﷺ لائے۔ کیونکہ قرآنِ کریم میں صاف موجود ہے کہ **اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤی اَعْقَابِکُمْ** (آل عمران:145) یعنی کیا اگر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا اے مسلمانو! تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں نہیں تھے، باہر گئے ہوئے تھے۔ آپ کو جب یہ خبر ملی تو آپ جلدی واپس مدینہ تشریف لائے اور سیدھے اُس حجرہ میں چلے گئے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمِ اطہر رکھا ہوا تھا۔ اور آپ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے چادر اُٹھائی اور دیکھا کہ واقعہ میں آپ کی وفات ہو چکی ہے۔ پھر جھکے اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور جسمِ اطہر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں نہیں لائے گا۔ یعنی ایک تو ظاہری موت اور دوسرے یہ کہ آپ کی لائی ہوئی تعلیم مٹ جائے۔ پھر آپ باہر تشریف لائے جہاں صحابہ جمع تھے اور جہاں حضرت عمرؓ تلوار ہاتھ میں لے کر

بڑے جوش میں یہ اعلان کر رہے تھے کہ جو کہے گا کہ آنحضرت ﷺ فوت ہو گئے ہیں وہ منافق ہے اور میں اُس کی گردن اڑا دوں گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں تشریف لائے اور لوگوں کو خاموش ہونے کو کہا۔ اور بڑے زور سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی فرمایا کہ چپ رہو اور مجھے بات کرنے دو۔ اور پھر یہ آیت پڑھی مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَا ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران:145) یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف خدا کے رسول ہیں، آپ سے قبل جتنے رسول آئے وہ سب فوت ہو چکے ہیں۔ اگر آپ فوت ہو جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم اپنے دین کو چھوڑ دو گے؟ اور سمجھو گے کہ تمہارا دین ناقص ہے؟ پھر نہایت جوش سے فرمایا کہ اے لوگو! مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ جو تم میں سے اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ خوش ہو جائے کہ ہمارا خدا زندہ ہے اور کبھی نہیں مر سکتا۔ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّداً فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ لیکن جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا، وہ سن لے کہ آپ فوت ہو گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے مذکورہ بالا آیت پڑھی، مجھے ایسا معلوم ہوا گویا آسمان پھٹ گیا ہے اور میری ٹانگیں لڑکھڑا گئیں اور پاؤں کی طاقت سلب ہو گئی اور میں بے اختیار ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اُس وقت مجھے معلوم ہوا کہ واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں۔

دیکھو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت تھی کہ جب اُنہیں معلوم ہو گیا کہ آپ فوت ہو گئے ہیں تو بے اختیار ہو کر آپ کے جسمِ مبارک کو بوسہ دیا، آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے مگر دوسری طرف اُس سچائی سے کتنی محبت تھی جو آپ لائے تھے کہ حضرت عمرؓ جیسا بہادر تلوار لے کر کھڑا ہے کہ جو کہے گا آپ فوت ہو گئے ہیں مَیں اُسے جان سے مار دوں گا اور بہت سے صحابہ اُن کے ہم خیال ہیں۔ مگر باوجود اس کے آپ نڈر ہو کر کہتے ہیں کہ جو کہتا ہے محمد رسولؐ زندہ ہیں وہ گویا آپ کو خدا سمجھتا ہے۔ میں اُسے بتاتا ہوں کہ آپ فوت ہو گئے ہیں۔ مگر وہ خدا جس کی آپ پرستش کرانے آئے تھے وہ زندہ ہے۔ یہ سچائی کا اثر تھا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے دلوں میں پیدا کر دی تھی کہ وہ صحابہ جو ننگی تلواریں لے کر کھڑے تھے انہوں نے یہ بات سنتے ہی سر جھکائے اور تسلیم کر لیا کہ ٹھیک ہے، آپ واقعہ میں فوت ہو گئے ہیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 نومبر 2013ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صحابہ کی فدائیت ۔۳

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عملی اصلاح کے لئے ہماری راہنمائی کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کے ارشادات کی روشنی میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر قرآنی تعلیم کے بابرکت اثرات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے قبل ایک لشکر تیار کیا تھا کہ شام کے بعض مخالفین کو جا کر اُن کی شرارتوں کی سزا دے۔ ابھی یہ لشکر روانہ نہیں ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر خلیفہ منتخب ہوئے اور اکثر صحابہ نے اتفاق کر کے آپ سے عرض کیا کہ اس لشکر کی روانگی ملتوی کر دی جائے کیونکہ چاروں طرف سے عرب میں بغاوت کی خبریں آ رہی تھیں اور مکہ اور مدینہ اور صرف ایک اَور گاؤں تھا جس میں باجماعت نماز ہوتی تھی۔ لوگوں نے نمازیں پڑھنی بھی چھوڑ دی تھیں اور لوگوں نے یہ مطالبہ شروع کر دیا تھا کہ ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ صحابہ نے حضرت عمر کو حضرت ابوبکر کے پاس بھیجا کہ اس لشکر کو روک لیں۔ کیونکہ اگر بوڑھے بوڑھے لوگ یا بچے ہی مدینہ میں رہ گئے تو وہ باغی لشکروں کا مقابلہ کس طرح کر سکیں گے۔ یعنی جو دوسرے باغی لوگ تھے اُن کا مقابلہ مدینہ کے یہ بوڑھے کس طرح کر سکیں گے۔ مگر حضرت ابوبکر نے اُن کو یہ جواب دیا کہ کیا ابوقحافہ کے بیٹے کو یہ طاقت ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے لشکر کو روک لے۔ خدا کی قسم! اگر باغی مدینہ میں داخل بھی ہو جائیں اور ہماری عورتوں کی لاشوں کو کتے گھسیٹتے پھریں، جب بھی وہ لشکر ضرور جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کو آپ سے کتنا عشق تھا مگر چونکہ آپ صدیقیت کے مقام پر تھے اس لئے جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کی عظمت اس سے بھی زیادہ ہے۔ پس اُن لوگوں نے خدا تعالیٰ کی بھیجی ہوئی تعلیم کو لیا اور اُسے قائم رکھا۔ حتی کہ دشمن بھی اقرار کرتے ہیں کہ اُسے ذرہ بھر بھی نہیں بدلا گیا۔ عیسائی، ہندو، یہودی غرضیکہ سب مخالف قومیں تسلیم کرتی ہیں کہ قرآنِ کریم کا ایک شعشہ بھی نہیں بدلا۔ آج یہاں کے نام نہاد

ریسر چرز (Researchers) کو جو یہ اُبال چڑھا ہے کہ قرآنِ شریف بدلا گیا، حالانکہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ایک شعشہ بھی بدلا گیا ہے۔ جو آج سے چودہ سوسال پہلے تھا، وہی قرآنِ کریم آج ہے۔حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ اب اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا کہ تا آپ اَخلاقِ فاضلہ، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق دلوں میں قائم کریں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا اجراء کریں۔اور ہمیں اس امر کا خیال رکھنا چاہئے کہ ہم نے ان چیزوں کی اُسی طرح حفاظت کرنی ہے جس طرح صحابہ رضوان اللہ علیہم نے کی تھی۔ہم میں اور دوسری قوموں میں ایسا امتیاز ہونا چاہئے کہ پتہ لگ سکے کہ ہم نے اس امانت کو قائم رکھا ہے۔

آپ پھر آگے بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ایک جماعت ایسی موجود تھی۔مگر سوال یہ ہے کہ کیا آئندہ نسلوں میں بھی یہی جذبہ موجود ہے؟ کیا کوئی عقلمند یہ پسند کرسکتا ہے کہ ایک اچھی چیز اُسے تو ملے مگر اُس کی اولاد اُس سے محروم رہے۔پھر تم کس طرح سمجھ سکتے ہو کہ جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کی قدر و قیمت جانتا ہے، وہ پسند کرے گا کہ وہ اُس کے ورثاء کو نہ ملے لیکن اُس کی زمین اور اُس کے مکانات اُنہیں مل جائیں۔قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَھْوٌ (الانعام:33)۔کہ دُنیوی زندگی لہوولعب کی طرح ہے۔یہ سب کھیل تماشے کی چیزیں ہیں۔یہ ایسی ہی ہیں جس طرح فٹ بال، کرکٹ یا ہاکی ہوتی ہے۔پھر کیا کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ حکومت اُس کی زمین، مکان اور جائیداد تو ضبط کر لے مگر گُلّی ڈنڈا اُسکے بیٹے کو دے دے یا کوئی پھٹا پرانا فٹبال یا ٹوٹا ہوا ٹینس ریکٹ یا ہاکی کی سٹک (stick) اُس کے بیٹوں کو دے دے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دنیوی چیزیں لہوولعب ہیں اور دین و دنیا میں وہی نسبت ہے جو حقیقی چیز کو کھیل تماشے سے ہوتی ہے اور کوئی شخص یہ کب پسند کرسکتا ہے کہ قیمتی ورثہ تو اُس کی اولاد کو نہ ملے اور لہوولعب کی چیزیں مل جائیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 نومبر 2013ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آنحضرت ﷺ نورالٰہی

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَدْ جَاء كُم مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِين. ﴿المائدہ:16﴾

ترجمہ: تمہارے لئے اللہ کی طرف سے ایک نور اور ایک روشن کتاب آ چکی ہے۔

☆**حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔**

نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اک نور تھے
قوم وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۴۴)

☆**پھر فرمایا:**

''وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو وہ ملایک میں نہیں تھا نجوم میں نہیں تھا قمر میں نہیں تھا آفتاب میں بھی نہیں تھا وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد الانبیاء سیّد الاحیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔''

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۱۶۰، ۱۶۱)

☆**پھر فرمایا:**

''کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کُنجی اُس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اُس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اُس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اِسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اِسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اسکے نُور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا

شرف بھی جس سے ہم اُس کا چہرہ دیکھتے ہیں اِسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اُسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اُس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۱۱۸، ۱۱۹)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

’’یہ نُور جو یہاں بیان ہوا ہے یہ آنحضرتﷺ کی ذات ہے جیسا کہ ہم جانتے ہیں۔ اس کی مثال مَیں نے پہلے بھی پیش کی تھی کہ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سِرَاجًا مُّنِیْرًا کہا ہے۔ ایک روشن چمکتا ہوا سورج کہا ہے۔ کیونکہ اب آپ ہی ہیں جن کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کے نُور نے آگے اپنی چمک دکھانی ہے اور اب کوئی نہیں جو اس واسطے کے بغیر اللہ تعالیٰ کی روشنی اور نور کو حاصل کر سکے اور آنحضرتﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق اور خدا تعالیٰ کے وعدے کے مطابق آخری زمانہ میں سب سے بڑھ کر اس شخص نے اُس نُور سے حصہ پانا تھا جسے مسیح ومہدی کا اعزاز دیا گیا اور اس حیثیت سے اُمّتی نبی ہونے کے خطاب سے بھی نوازا گیا۔ کیونکہ اب اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے انسان کامل، افضل الرسل اور سراجًا منیرًا کی مہر، جو مہر نبوت ہے یہ جس پر لگے گی اُسے پھر اللہ تعالیٰ کے نُور سے بھر دے گی۔ پس آنحضرتﷺ کی خاتمیت نبوت خدا تعالیٰ کے نوروں کو بند کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ نوروں کو مزید جلا بخشنے کے لئے اور صیقل کرنے کے لئے ہے۔ پس یہ ہے مقام ختم نبوت کہ وہ ایسی روحانی روشنی ہے جو پھر اعلیٰ ترین روشنیاں پیدا کر سکتی ہے۔ لیکن یہ واضح ہو کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نُور کے ساتھ کتاب مبین ہے جو پھر ایک نور ہے۔ اس لئے اب قرآن کریم کے علاوہ جو کامل اور مکمل کتاب اور شریعت ہے کوئی اور کتاب اور شریعت نہیں اتر سکتی۔ یہی ہم احمدی مانتے ہیں۔‘‘

(خطبات مسرور جلد ۷ صفحہ ۵۷۳)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد ۔ ا

☆ ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت کی عملی اصلاح کی غرض سے اپنے خطباتِ جمعہ میں جو جامع لائحہ عمل پیش فرمایا وہ احباب کی خدمت میں پیش ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر کماحقہٗ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتب میں، تحریرات میں، ارشادات میں ہمیں اپنی بعثت کے مقصد کے بارے میں بتایا۔ پس ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہمیں چاہئے کہ اُس مقصد بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ اُن مقاصد کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں تا کہ آپ کی جماعت میں شامل ہونے کا حق ادا کرنے والوں میں شمار ہو سکیں۔ اُن مقاصد میں سے بعض اس وقت میں آپ کے سامنے پیش کروں گا۔

آپ علیہ السلام نے ایک جگہ فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں پھر ایمان کو زندہ کرنے کے لئے مامور کیا ہے اور اس لئے بھیجا ہے کہ تا کہ لوگ قوتِ یقین میں ترقی پیدا کریں۔ اس بات پر یقین ہو کہ خدا ہے اور دعاؤں کو سنتا ہے اور نیکیوں کا اجر دیتا ہے اور برائیوں کی سزا بھی دیتا ہے۔ آپ اس کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب تک ایمان کامل نہ ہو، انسان مکمل طور پر نیک اعمال بجا لا نہیں سکتا۔ فرمایا کہ جو جو کمزور پہلو ہوگا، اُسی قدر نیک اعمال میں کمی ہوگی۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد اوّل صفحہ 320۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس انبیاء اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان اور یقین پیدا کرنے آتے ہیں اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ

الصلوٰۃ والسلام کی آمد کا ایک بہت بڑا مقصد ہے تاکہ کمزوریاں دُور ہوں اور ایمان کامل ہو۔ یہ آپ کے بعض الفاظ کا ارشادات کا خلاصہ ہے۔ میں نے سارے الفاظ نہیں لئے، اُس کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ بہر حال یہ کمزوریاں کس طرح دُور ہوں گی اور ایمان کس طرح کامل ہوگا؟ اس بارے میں آپ نے بڑا کھل کر واضح فرمایا ہے کہ صرف میری بیعت میں آنے سے نہیں ہوگا بلکہ اس کے لئے مجاہدہ کرنے کی ضرورت ہے اور یہی اصول خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ (العنکبوت:70) یعنی اور وہ لوگ جو ہم میں ہو کر کوشش کرتے ہیں...... یہ ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے کہ: وہ لوگ جو ہم میں ہو کر کوشش کرتے ہیں، ہم اُن کے لئے اپنے راستے کھول دیتے ہیں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد اوّل صفحہ 338۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس ایمان میں کامل ہونے کا یہ اصول ہے کہ صرف بیعت کرنے سے اصلاح نہیں ہوگی۔ اگر اس کے ساتھ اپنی حالت بدلنے کے لئے مزید کوشش نہیں ہوگی، اگر خالص اللہ تعالیٰ کے ہو کر کوشش نہیں ہوگی، اپنے دلوں کو بدلنے اور پھر عمل کرنے اور جہاد کرنے کی طرف توجہ نہیں ہوگی تو اُس کا کوئی فائدہ نہیں۔

پھر آپ نے ایک جگہ فرمایا:

”دنیا میں ہر چیز کی ترقی تدریجی ہے۔ روحانی ترقی بھی اسی طرح ہوتی ہے اور بدُوں مجاہدہ کے کچھ بھی نہیں ہوتا اور مجاہدہ بھی وہ ہو جو خدا تعالیٰ میں ہو۔“ یعنی خالص ہو کر اُس کی تلاش ہو، اُس کی تعلیم پر عمل ہو۔ ”یہ نہیں کہ قرآن کریم کے خلاف خود ہی بے فائدہ ریاضتیں اور مجاہدہ جوگیوں کی طرح تجویز کر بیٹھے۔ یہی کام ہے، جس کے لئے خدا نے مجھے مامور کیا ہے تاکہ مَیں دنیا کو دکھلا دوں کہ کس طرح پر انسان اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 339۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22 نومبر 2013ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی بعثت کا مقصد۔۲

☆ پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عملی اصلاح کے لئے ہماری راہنمائی کرتے ہوئے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام کے مقصدِ بعثت کی روشنی میں ہمیں دوسروں کے لئے بہترین نمونہ بننے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اور پھر آپؑ نے ہمیں کیا دکھایا اور ہم سے کیا امید کی؟ آپ نے وہ نمونے قائم کئے اور اُن نمونوں پر چلنے کی تلقین کی جو آپ کے آقا ومطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادتوں کے بھی قائم کئے اور حُسنِ خلق کے بھی قائم کئے اور جن کو قائم کرنے کے لئے پھر صحابہ رضوان اللہ علیھم نے بھی مجاہدہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے کہلائے اور نتیجۃً اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے ایسے وارث ہوئے کہ ایک دنیا کو اپنے پیچھے چلالیا۔

پھراس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ آپ کے ماننے والوں کو کیسا انسان بننے کی ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''مَیں نہیں چاہتا کہ چند الفاظ طوطے کی طرح بیعت کے وقت رَٹ لئے جاویں۔اس سے کچھ فائدہ نہیں۔تزکیۂ نفس کا علم حاصل کرو کہ ضرورت اسی کی ہے۔...... ہمارا کام اور ہماری غرض...... یہ ہے کہ تم اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرو اور بالکل ایک نئے انسان بن جاؤ، اس لیے ہر ایک کو تم میں سے ضروری ہے کہ وہ اس راز کو سمجھے اور ایسی تبدیلی کرے کہ وہ کہہ سکے کہ مَیں اَور ہوں۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 352۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس اگر ہم اپنے وجود میں تبدیلی کی کوشش کرتے ہوئے اپنے آپ کو اَور وجود نہیں بناتے، اپنے آپ کو ایسا نہیں بناتے جو دنیا سے مختلف ہو تو آپ کے ارشاد کے مطابق ہمیں بیعت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

پھر ایک جگہ بعثت کی غرض بیان فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

''یہ عاجز تو محض اس غرض کے لئے بھیجا گیا ہے تا یہ پیغام خلق اللہ کو پہنچا دے کہ تمام مذاہبِ موجودہ میں سے وہ مذہب حق پر اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہے جو قرآنِ کریم لایا ہے اور دار النّجاۃ میں داخل ہونے کے لئے دروازہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے''۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 392-393۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر آپ نے فرمایا کہ:

''ہمارا اصل منشاء اور مدّعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جلال ظاہر کرنا ہے اور آپ کی عظمت کو قائم کرنا ہے۔ ہمارا ذکر تو ضمنی ہے''۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 200۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

ہماری تعریف اگر ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں ہے۔

پس ہم نے یہ غرض بھی پوری کرنے کے لئے بیعت کی ہے اور اس کو پورا کرنے کے لئے ہمیں قرآنِ کریم کی تعلیم کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے تا کہ عمل کریں اور اس تعلیم کو پھیلائیں کیونکہ دنیا کی نجات بھی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدُ رَّسُوْلُ اللّٰه میں ہے۔ پس دنیا کو بتائیں کہ اس لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدُ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے جھنڈے تلے آ کر تم بھی نجات حاصل کرو۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22 نومبر 2013ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد۔۳

☆ پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عملی اصلاح کے لئے ہماری راہنمائی کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں آپؑ کی بعثت کے مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ وہ اسلام کو کُل ملّتوں پر غالب کرے۔ اُس نے مجھے اسی مطلب کے لئے بھیجا ہے اور اسی طرح بھیجا ہے جس طرح پہلے مامور آتے رہے''۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 413۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر اپنے مشن کے غرض کی وضاحت فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

''اُس نے مجھے بھیجا ہے کہ مَیں اسلام کو براہین اور **حُجَجِ ساطعہ** کے ساتھ'' یعنی روشن دلائل کے ساتھ ''تمام ملّتوں اور مذہبوں پر غالب کر کے دکھاؤں۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 432۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر ایک جگہ آپ نے اپنی آمد کا مقصد یہ بھی فرمایا کہ:

''میں خدا تعالیٰ پر ایسا ایمان پیدا کرانا چاہتا ہوں کہ جو خدا تعالیٰ پر ایمان لاوے وہ گناہ کی زہر سے بچ جاوے اور اُس کی فطرت اور سرِشت میں ایک تبدیلی ہو جاوے۔ اُس پر موت وارِد ہو کر ایک نئی زندگی اُس کو ملے۔ گناہ سے لذّت پانے کی بجائے اُس کے دل میں نفرت پیدا ہو۔ جس کی یہ صورت ہو جاوے وہ کہہ سکتا ہے کہ مَیں نے خدا کو پہچان لیا ہے۔ خدا خوب جانتا ہے کہ اس زمانے میں یہی حالت ہو رہی ہے کہ خدا کی معرفت نہیں رہی۔ کوئی مذہب ایسا نہیں رہا جو اس منزل پر انسان کو پہنچا دے اور یہ فطرت اُس میں پیدا کرے۔ ہم کسی خاص مذہب پر کوئی افسوس نہیں کر سکتے۔ یہ بَلا عام ہو رہی ہے اور یہ وبا خطرناک طور پر پھیلی ہے۔ مَیں سچ کہتا ہوں خدا پر ایمان لانے سے انسان فرشتہ بن جاتا ہے، بلکہ ملائکہ کا مسجود ہوتا ہے'' ۔ یعنی فرشتے بھی اُس کو سجدہ کرتے ہیں۔ ''نورانی ہو جاتا ہے۔ غرض جب اس قسم کا

زمانہ دنیا پر آتا ہے کہ خدا کی معرفت باقی نہیں رہتی اور تباہ کاری اور ہر قسم کی بدکاریاں کثرت سے پھیل جاتی ہیں، خدا کا خوف اُٹھ جاتا ہے اور خدا کے حقوق بندوں کو دیئے جاتے ہیں تو خدا تعالیٰ ایسی حالت میں ایک انسان کو اپنی معرفت کا نور دے کر مامور فرماتا ہے۔ اُس پر لعن طعن ہوتا ہے اور ہر طرح سے اُس کو ستایا جاتا اور دُکھ دیا جاتا ہے لیکن آخر وہ خدا کا مامور کامیاب ہو جاتا اور دنیا میں سچائی کا نور پھیلا دیتا ہے۔ اسی طرح اس زمانے میں خدا نے مجھے مامور کیا اور اپنی معرفت کا نور مجھے بخشا۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 493-494۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر آپؑ نے ایک جگہ یہ بھی فرمایا:

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اَخلاقی قوتوں کی تربیت کروں۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 499۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

...... یہ مقاصد ہم سے کچھ مطالبہ کر رہے ہیں۔ اور وہ یہ کہ ہم ان مقاصد کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔ ہمیں ان کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کی ضرورت ہے۔ ہم نے بھی ان کے نتائج کے حصول کی کوشش کرنی ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22 نومبر 2013ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی بعثت کا مقصد۔۴

☆ پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عملی اصلاح کے لئے ہماری راہنمائی کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنی بعثت کے مقاصد کے حصول پر یقین کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’ایک موقع پر آپؑ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ کے دعوے اور رسالت کا نتیجہ کیا ہوگا؟ یعنی اس سے آپ کو کیا مقاصد حاصل ہوں گے؟ آپ کیوں آئے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

’’خدا تعالیٰ کے ساتھ جو رابطہ کم ہو گیا ہے اور دنیا کی محبت غالب آ گئی ہے اور پاکیزگی کم ہو گئی ہے۔ خدا تعالیٰ اس رشتہ کو جو عبودیت اور اُلوہیت کے درمیان ہے پھر مستحکم کرے گا اور گمشدہ پاکیزگی کو پھر لائے گا۔ دنیا کی محبت سرد ہو جائے گی‘‘۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 500۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

اور فرمایا: ’’یہ میرے ذریعہ سے ہوگا۔‘‘

یہ بہت بڑا مقصد اور بہت بڑا دعویٰ ہے جو آپؑ نے بیان فرمایا۔ آج کی مادی دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا جو ہے مادیت میں ڈوب کر اپنے پیدا کرنے والے خدا کو بھول چکی ہے اور جو بظاہر مذہب یا خدا کے وجود کو کچھ سمجھتے ہیں، کچھ تسلیم کرتے ہیں تو وہ بھی ظاہری رنگ میں۔ نہ اُنہیں خدا تعالیٰ کی ذات کے بارے میں کچھ یقین ہے، نہ اُس کا اِدراک ہے، نہ فہم ہے، نہ مذہب کا کچھ اِدراک ہے۔ اُن کے لئے اصل چیز دنیا اور اُس کی جاہ وحشمت ہے۔ صرف نام کے طور پر کسی مذہب کو ماننے والے ہیں۔ ایسے حالات میں یقیناً یہ ایک بہت بڑا دعویٰ ہے۔ لیکن آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس قدر یقین ہے اور اپنے مقصد کو حاصل کرنے پر کس قدر اعتماد ہے، اس کا اظہار جو الفاظ میں نے پڑھے ہیں اُن کی شوکت سے ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ سب الفاظ، یہ آپ کا دعویٰ، یہ بعثت کی غرض اور مقاصد ہمیں بھی کچھ توجہ دلا رہے ہیں کہ یہ سب کچھ ہے جس کو پڑھ اور سن کر ہم جماعت میں داخل ہوئے ہیں، یا ہمارے باپ دادا جماعت

احمدیہ میں شامل ہوئے تھے اور ہم نے اُن کی اس نیکی کا فیض پایا، یہ ہم سے کچھ مطالبہ کر رہا ہے یا یہ مقاصد ہم سے کچھ مطالبہ کر رہے ہیں۔ اور وہ یہ کہ ہم ان مقاصد کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔ ہمیں ان کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کی ضرورت ہے۔ ہم نے بھی ان کے نتائج کے حصول کی کوشش کرنی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام جو جو باتیں دنیا میں پیدا کرنے آئے ہم نے بھی اُن کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ ہم نے بھی مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی تکمیل کے لئے مددگار بننا ہے۔ جب ہم نے منادی کی آواز کو سنا اور ایمان لائے تو اب ہم بھی یہ اعلان کرتے ہیں اور ہمیں یہ اعلان کرنا چاہئے کہ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہ کہ ہم اپنی حالتوں میں یہ تبدیلیاں پیدا کریں گے اور اُس پیغام کو پھیلائیں گے اُس مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لائے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22 نومبر 2013ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد۔۵

☆ پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عملی اصلاح کے لئے ہماری راہنمائی کرتے ہوئے جماعت کو محاسبۂ نفس کی تلقین اور باوجود ہمارے محدود وسائل کے اللہ تعالیٰ کی مدد سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے مقاصد میں کامیابیوں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہمیں اپنا جائزہ لینا ہوگا، سوچنا ہوگا، منصوبہ بندی کرنی ہوگی، اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی ہوگی تا کہ ہم کامیابیوں سے ہمکنار ہوں اور آگے بڑھتے چلے جائیں۔ اگر ہم آپ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کو مان کر پھر آرام سے بیٹھ جائیں اور کوئی فکر نہ کریں تو یہ عہدِ بیعت کا حق ادا کرنے والی بات نہیں ہوگی۔ یہ دعویٰ قبول کر کے بیٹھ جانا اور سو جانا ہمیں مجرم بناتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی جب ہم اپنے وسائل کو دیکھتے ہیں، اپنی حالتوں کو دیکھتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ کیا یہ سب کچھ ہوسکتا ہے۔ ہم کریں بھی تو کیا کریں گے کہ ایک طرف ہمارے وسائل محدود اور دوسری طرف دنیا کی اسّی فیصد سے زائد آبادی کو مذہب سے دلچسپی نہیں ہے، دنیا کے پیچھے بھاگنے کی دوڑ لگی ہوئی ہے۔ ان ترقی یافتہ ممالک میں دولت ہے، ہر قسم کی ترقی ہے، دوسرے مادّی اسباب ہیں جنہوں نے یہاں رہنے والوں کو خدا سے دور کر دیا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس وقت نہیں کہ خدا تعالیٰ کی تلاش میں وقت ضائع کریں۔ ابھی کل کی ڈاک میں ہی ایک احمدی کا جاپان سے ایک خط تھا، بڑے درد کا اظہار تھا کہ میں نے اپنے ایک جاپانی دوست سے کہا، اُن کے بڑے اچھے اور اعلیٰ اَخلاق ہیں، تعلقات بھی اُن سے اچھے ہیں، بات چیت بھی ہوتی رہتی ہے، جب اُسے یہ کہا کہ خدا سے دعا کریں کہ ہدایت کی طرف رہنمائی ہو تو کہنے لگے کہ میرے پاس وقت نہیں ہے کہ تمہارے خدا کی تلاش کرتا پھروں یا خدا سے رہنمائی مانگوں، مجھے اَور بہت کام ہیں۔ تو یہ تو دنیا کی حالت ہے۔ ان قوموں کی جو اپنے آپ کو ترقی یافتہ سمجھتی ہیں یہ حالت ہے۔ اور غریب قوموں کو بھی اس ترقی اور دولت کے بل بوتے پر اپنے پیچھے چلانے کی بڑی طاقتیں اور امیر قومیں کوشش

کررہی ہیں۔ پس جب یہ صورتِ حال ہو، سننے کی طرف توجہ نہ ہو یا کم از کم ایک بڑے طبقہ کی توجہ نہ ہو اور دولت اور مادّیت ہر ایک کو اپنے قبضہ میں لینے کی کوشش کررہی ہو اور ہمارے وسائل جیسا کہ مَیں نے کہا، محدود ہوں تو ایسے میں کس طرح ہم دجّال اور مادّیت کا مقابلہ کرسکتے ہیں۔ بظاہر ناممکن نظر آتا ہے کہ ہم دنیا کی اکثریت کو خدا تعالیٰ کے وجود کی پہچان کرواسکیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو قائم کرسکیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اور بڑی تحدّی سے فرماتے ہیں کہ میں یہ سب کچھ کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں اور یہ ہوگا۔ انشاء اللہ

پس ہم بھی آپ کے اس دعویٰ کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آکر یہ اعلان کررہے ہیں، چاہے ظاہراً کریں یا نہ کریں لیکن ہمارا بیعت میں آنا ہی ہم سے یہ اعلان کروارہا ہے اور کروانا چاہئے کہ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہ کہ ہم اللہ کے دین میں مددگار ہیں اور رہیں گے انشاء اللہ۔ دنیا کے انکار سے مایوس نہیں ہوں گے۔ کیونکہ ہم دنیا کی آنکھ سے دیکھ کر اس کام کو آگے نہیں بڑھارہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائیدات ہمیں ہر قدم پر تسلی دلاتی ہیں کہ اگر تم اللہ میں ہو کر کوشش کروگے تو نئے راستے کھلتے چلے جائیں گے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22 نومبر 2013ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ بھائی چارہ کا رشتہ قائم کرنا

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوْا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

﴿الحجرات:۱۱﴾

ترجمہ: مومن تو بھائی بھائی ہی ہوتے ہیں۔پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کروایا کرو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

☆حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔ایک دوسرے کے سودے نہ بگاڑو۔ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور باہم بے رخی نہ برتو اور تم میں سے کوئی دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے اور سب اللہ کے بندے (باہم) بھائی بھائی بن کر رہو۔مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ تو وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے حقیر جانتا ہے نہ اسے اکیلا چھوڑتا ہے۔''

(مسلم کتاب البر والصلة باب تحریم ظلم المسلم)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''آپس میں اخوت و محبت کو پیدا کرو اور درندگی اور اختلاف کو چھوڑ دو۔ہر ایک قسم کے ہزل اور تمسخر سے مطلقاً کنارہ کش ہو جاؤ کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دیوے۔اللہ تعالیٰ سے سچی صلح پیدا کر لو اور اس کی اطاعت میں واپس آجاؤ...... ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش اور عداوت کو درمیان میں سے اٹھا دو کہ اب وہ وقت ہے کہ تم ادنیٰ باتوں سے اعراض کر کے اہم اور عظیم الشان کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۶۶ تا ۲۶۸)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’......حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ہم سے اس بات کا عہد لے رہے ہیں کہ گو کہ اس نظام میں شامل ہو کر ایک بھائی چارے کا رشتہ مجھ سے قائم کر رہے ہو کیونکہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے لیکن یہاں جو محبت اور بھائی چارے کا رشتہ قائم ہو رہا ہے یہ اس سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہاں برابری کا تعلق اور رشتہ قائم نہیں ہو رہا بلکہ تم اقرار کر رہے ہو کہ آنے والے مسیح کو ماننے کا خدا اور رسول کا حکم ہے۔اس لئے یہ تعلق اللہ تعالیٰ کی خاطر قائم کر رہا ہوں۔اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی اور اسلام کو اکناف عالم میں پہنچانے کے لئے، پھیلانے کے لئے رشتہ جوڑ رہے ہیں۔اس لئے یہ تعلق اس اقرار کے ساتھ کامیاب اور پائیدار ہو سکتا ہے جب معروف باتوں میں اطاعت کا عہد بھی کرو اور پھر اس عہد کو مرتے دم تک نبھاؤ۔اور پھر یہ خیال بھی رکھو کہ یہ تعلق یہیں ٹھہر نہ جائے بلکہ اس میں ہر روز پہلے سے بڑھ کر مضبوطی آنی چاہئے اور اس میں اس قدر مضبوطی ہو اور اس کے معیار اتنے اعلیٰ ہوں کہ اس کے مقابل پر تمام دنیاوی رشتے، تعلق، دوستیاں ہیچ ثابت ہوں۔ایسا بے مثال اور مضبوط تعلق ہو کہ اس کے مقابل پر تمام تعلق اور رشتے بے مقصد نظر آئیں۔پھر فرمایا کہ یہ خیال دل میں پیدا ہو سکتا ہے کہ رشتہ داریوں میں کبھی کچھ لو اور کچھ دو، کبھی مانو اور کبھی منواؤ کا اصول بھی چل جاتا ہے۔تو یہاں یہ واضح ہو کہ تمہارا یہ تعلق غلامانہ اور خادمانہ تعلق بھی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ہونا چاہئے۔تم نے یہ اطاعت بغیر چون و چرا کئے کرنی ہے۔کبھی تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ یہ کہنے لگ جاؤ کہ یہ کام ابھی نہیں ہو سکتا، یا ابھی نہیں کر سکتا۔جب تم بیعت میں شامل ہو گئے ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے نظام میں شامل ہو گئے ہو تو پھر تم نے اپنا سب کچھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دے دیا اور اب تمہیں صرف ان کے احکامات کی پیروی کرنی ہے، ان کی تعلیم کی پیروی کرنی ہے۔اور آپ کے بعد چونکہ نظام خلافت قائم ہے اس لئے خلیفۂ وقت کے احکامات کی، ہدایات کی پیروی کرنا تمہارا کام ہے۔لیکن یہاں یہ خیال نہ رہے کہ خادم اور نوکر کا کام تو مجبوری ہے، خدمت کرنا ہی ہے۔خادم کبھی کبھی بڑبڑا بھی لیتے ہیں۔اس لئے ہمیشہ ذہن میں رکھو کہ خادمانہ حالت ہی ہے لیکن اس سے بڑھ کر ہے کیونکہ اللہ کی خاطر اخوت کا رشتہ بھی ہے اور اللہ کی خاطر اطاعت کا اقرار بھی ہے اور اس وجہ سے قربانی کا عہد بھی ہے۔تو قربانی کا ثواب بھی اس وقت

ملتا ہے جب انسان خوشی سے قربانی کر رہا ہوتا ہے۔تو یہ ایک ایسی شرط ہے جس پر آپ جتنا غور کرتے جائیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں ڈوبتے چلے جائیں گے اور نظام جماعت کا پابند ہوتا ہوا اپنے آپ کو پائیں گے‘‘۔

(خطبات مسرور جلد اول صفحہ ۳۲۴ تا ۳۲۵ خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۱۹ اگست ۲۰۰۳ء)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بیعت

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡھِمۡ......(الفتح:11)

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں۔اللہ کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھ پر ہے۔

☆حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''حضرت عبادہ بن صامتؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت اس شرط پر کی کہ ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔آسانی میں بھی اور تنگی میں بھی ،خوشی میں بھی اور رنج میں بھی اور ہم اولوالامر سے نہیں جھگڑیں گے اور جہاں کہیں بھی ہم ہوں گے حق پر قائم رہیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔''

(بخاری کتاب البیعة باب البیعة علی السمع و الطاعة)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''بیعت رسمی فائدہ نہیں دیتی۔ایسی بیعت سے حصہ دار ہونا مشکل ہوتا ہے۔اسی وقت حصہ دار ہوگا جب اپنے وجود کو ترک کر کے بالکل محبت اور اخلاص کے ساتھ اس کے ساتھ ہو جاوے۔منافق آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ سچا تعلق نہ ہونے کی وجہ سے آخر بے ایمان رہے۔ان کو سچی محبت اور اخلاص پیدا نہ ہوا،اس لیے ظاہری لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ان کے کام نہ آیا۔تو ان تعلقات کو بڑھانا بڑا ضروری امر ہے۔اگر ان تعلقات کو وہ (طالب) نہیں بڑھاتا اور کوشش نہیں کرتا،تو اس کا شکوہ اور افسوس بے فائدہ ہے۔محبت اور اخلاص کا تعلق بڑھانا چاہیے۔جہاں تک ممکن ہو اس انسان (مرشد) کے ہمرنگ ہو۔طریقوں میں اور اعتقاد میں۔نفس لمبی عمر کے وعدے دیتا ہے۔یہ دھوکہ ہے۔عمر کا اعتبار نہیں ہے۔جلدی راستبازی اور عبادت کی طرف جھکنا چاہیے۔اور صبح سے لے کر شام تک حساب کرنا چاہیے

ہے۔‘‘

(ملفوظات جلداول صفحہ 3,4)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’پس ہمیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آئے ہیں اور یہ اعلان کرتے ہیں کہ اس زمانے میں آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق کی بیعت میں آنے والے ہی حقیقی مومن ہیں، ایک تو اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہئے کہ صرف یہ ایک عمل کہ ہم بیعت میں آ گئے کافی نہیں، بلکہ ہم نے اپنے اعمال کے بیج کی حفاظت کر کے اس کے اُگنے کے سامان کرنے ہیں۔ پھر اس کے اُگنے کے بعد نرم سبزے کی حفاظت کرنی ہے۔ پھر نرم سبزے نے جب ٹہنیوں کی صورت اختیار کرنی ہے اس کی نگہداشت کرنی ہے، اسے ہر قسم کے کیڑے مکوڑوں اور جانوروں سے محفوظ رکھنا ہے۔ پھر اس پودے کی نگہداشت رکھتے ہوئے اسے مضبوط تنے پر کھڑا کرنا ہے، تب جا کر یہ ثمر آور درخت بنے گا، پھل دینے والا درخت بنے گا جو فائدہ پہنچائے گا۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 5 صفحہ 399 خطبہ جمعہ فرمودہ 17 اگست 2007ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شرائطِ بیعت۔1

☆اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُونَکَ إِنَّمَا یُبَایِعُونَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ أَیْدِیْھِم (الفتح : 11)

(اے نبیؐ) یقیناً وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں۔اللہ کا ہاتھ ہے جواُن کے ہاتھ پر ہے۔

☆بیعت عقبہ کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے جبکہ آپؐ کے گرد آپؐ کے صحابہ کی ایک جماعت تھی فرمایا:

آؤاور میری بیعت اس بات پر کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی اَور کو شریک نہیں بناؤ گے اور چوری نہیں کرو گے اور بدکاری نہیں کرو گے اور اپنے بچوں کو قتل نہیں کرو گے اور کوئی بہتان نہیں لاؤ گے جو خود تم نے تراشا ہو اور کسی معروف کام میں میری نافرمانی نہیں کرو گے۔

(بخاری کتاب مناقب الانصار باب وفود الانصار الی النبیؐ)

☆مجلس شوریٰ کے فیصلہ جات کی تعمیل میں احباب کے سامنے دس شرائط بیعت بیان فرمودہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام پیش ہیں۔احباب جماعت ان شرائط بیعت کو زبانی یاد کریں گھروں میں چارٹ کی صورت میں آویزاں کریں تا ہر وقت نظر کے سامنے رہیں:

اول۔بَیْعَتْ کُنِنْدَہْ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فِسق و فُجُور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت اُن کا مغلوب نہیں ہوگا۔اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکمِ خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔اور حتّی الْوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں

مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لیے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم یہ کہ اِتِّباعِ رَسْم اور مُتابعَتِ ہواوہَوَس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرلے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستوُرُالعمل قرار دے گا۔

ہفتم یہ کہ تکبر اور نَخْوَت کو بکلی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم یہ کہ اس عاجز سے عَقْدِ اَخُوَّت مَحْضْ لِلّٰہ بَاِقْرَارِ طَاعَتْ دَرْ مَعْرُوْف باندھ کر اس پر تاوقتِ مرگ قائم رہے گا اور اس عقدِ اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 159، 160)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شرائطِ بیعت۔2

☆اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيْهِمْ ○(الفتح 11)

(اے نبیؐ) یقیناً وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں۔اللہ کا ہاتھ ہے جواُن کے ہاتھ پر ہے۔

☆ **بیعت عقبہ کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے جبکہ آپؐ کے گرد آپؐ کے صحابہ کی ایک جماعت تھی فرمایا:**

آؤ اور میری بیعت اس بات پر کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی اَور کو شریک نہیں بناؤ گے اور چوری نہیں کرو گے اور بدکاری نہیں کرو گے اور اپنے بچوں کو قتل نہیں کرو گے اور کوئی بہتان نہیں لاؤ گے جو خود تم نے تراشا ہو اور کسی معروف کام میں میری نافرمانی نہیں کرو گے۔

(بخاری کتاب مناقب الانصار باب وفود الانصار الی النبیؐ)

☆ **ہمارے پیارے اِمام سَیِّدُنا حَضْرَت خَلِیْفَةُالْمَسِیْحِ الْخَامِسْ اَیَّدَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِنَصْرِهِ الْعَزِیْز شرائط بیعت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:**

''ہم نے یہ عہد بھی کیا ہے کہ ہم ان شرائط کے پابند رہنے کی حتی الوسع کوشش بھی کرتے رہیں گے۔تو اس پہ پھر کوشش کرنی چاہئے۔

پہلی شرط مختصراً مَیں بتا دیتا ہوں۔یہ کہ کسی بھی حال میں شرک نہیں کرنا۔اب شرک ظاہری بھی ہے اور مخفی بھی ہے۔روزمرہ کی بہت سی مصروفیات میں ہمیں خدا تعالیٰ کی عبادت سے غافل کر دیتی ہیں۔ لیکن ہمیشہ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری اصل زینت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہے۔ہمارا حقیقی مفاد اس میں ہے کہ ہم ان مخفی شرکوں سے بچیں جو آئے دن ہمارے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔پھر دوسری شرط

میں تمام وہ برائیاں آ گئیں جو انسان کو روزمرہ کے معاملات میں پیش آتی رہتی ہیں اور ایک مومن کا اُن سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔ یعنی جھوٹ ہے، بدنظری ہے، زنا ہے۔ اب زنا صرف یہی نہیں کہ ضرور عملی طور پر زنا کیا جائے، گندے خیالات کا ذہن میں بار بار آنا اور اُن سے ذہنی حظ اٹھانا بھی ایک زنا کی قسم ہے۔ پھر فسق و فجور ہے۔ ہر ایسی حرکت جس سے معاشرے میں فتنہ وفساد پھیلے فسق و فجور میں شامل ہیں۔ ظلم ہے، خیانت ہے، فساد ہے، بغاوت ہے، چاہے وہ حکومتی نظام کے خلاف ہو، چاہے جماعتی نظام سے متعلق باتیں کی جائیں۔ اس کے علاوہ غلط باتوں کے لئے بھی جب بھی نفس کسی بھی انسان کو اُبھارے اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ ہم نے عہد کیا ہے کہ ہم بچیں گے۔ پھر تیسری شرط میں پانچ وقت کی نمازیں ہیں۔ اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کے مطابق ان کو ادا کرنا ہے......اور پھر تقویٰ میں بڑھنے کے لئے صرف فرض نمازیں ہی نہیں۔ فرمایا کہ تہجد پڑھنے کی طرف بھی توجہ ہو، آنحضرت ﷺ کی طرف درود بھیجنے کی طرف بھی توجہ رہے کیونکہ ہماری دعاؤں کی قبولیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے وسیلہ آنحضرت ﷺ کی ذات کو بنایا ہے اگر درُود نہیں تو دعائیں بھی بے فائدہ ہیں اور یہی ذریعہ ہے جس سے ہماری تبلیغ بھی کامیابی کی منزلیں طے کرے گی۔ یہ درُود ہی ہے جو ہماری روحانی حالتوں کو ترقی کی طرف لے جائے گا۔ پھر استغفار میں باقاعدگی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احسانوں پر اُس کی حمد اور تعریف ہے۔ چوتھی شرط یہ کہ عام طور پر تمام انسانوں، اللہ کے تمام بنی نوع انسان اور خاص طور پر مسلمانوں کو نفسانی جوشوں سے، جوش، غصے، اور غضب سے تکلیف نہیں پہنچانی۔ اگر اس پر عمل شروع ہو جائے تو تمام ذاتی رنجشیں دور ہو جائیں اور یہ دنیا بھی جنت نظیر بن جائے۔ پھر پانچویں شرط یہ کہ ہر حال میں خدا تعالیٰ سے وفا کا تعلق رکھنا ہے۔ جو کچھ حالات ہو جائیں اللہ تعالیٰ سے تعلق نہیں چھوڑنا۔ چھٹی شرط یہ کہ تمام دنیاوی خواہشات کو ختم کر کے وہی عمل کرنا ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے۔ ساتویں بات یہ کہ تکبر اور خود پسندی کو مکمل طور پر ترک کرنا ہے۔ عاجزی اور دوسروں سے ہمیشہ نرمی اور خوش خلقی سے پیش آنا ہے۔ پھر ایک عہد یہ ہم نے کیا ہے کہ اسلام اور اسلام کی عزت اپنی جان، اپنے مال، اپنی اولاد سے زیادہ کریں گے۔ اور نویں بات یہ کہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ انسانیت کو فائدہ پہنچانے کی کوشش ہوگی۔ اور آخری بات یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کامل اطاعت کا تعلق ہوگا اور اس کے

ساتھ محبت بھی ایسی ہوگی کہ کسی دوسرے رشتے میں وہ محبت نہ ہو۔اور پھر اب آپ کے بعد یہ عہد خلافت احمدیہ کے ساتھ بھی ہے۔''

(خطبات مسرور جلد6ص417تا419)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اہمیت و برکات ۔ا

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا آتَاکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡہُ وَمَا نَھَاکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَھُوۡا..... ﴿الحشر:۸﴾

ترجمہ: اور رسول جو تمہیں عطا کرے تو اسے لے لو اور جس سے تمہیں روکے اس سے رک جاؤ۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت مسیح موعودؑ کی جو علامات بیان فرمائی تھیں ان میں سے ایک علامت یہ بیان فرمائی کہ

یَفِیۡضُ الۡمَالَ حَتّٰی لَایَقۡبلہُ اَحداً یعنی مسیح مال تقسیم کرے گا مگر اسے قبول کرنے والا کوئی نہیں ملے گا۔

اس حدیث پاک میں مال سے مراد دراصل علمی خزانے تھے جن کو حضرت مسیح موعودؑ نے بڑی کثرت سے تقسیم کیا ہے۔ آپ کی کتب کے بغیر قرآن کریم اور احادیث پاک کو سمجھنا ناممکن ہے کیونکہ یہ کتب الٰہی تائید و راہنمائی میں لکھی گئی ہیں۔

☆**حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:**

''اُس حکیم و قدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کے لئے بھیج کر ایسا ہی کیا اور دنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کے لئے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعت اسلام کو منقسم کر دیا۔ چنانچہ منجملہ ان شاخوں کے ایک شاخ تالیف و تصنیف کا سلسلہ ہے جس کا اہتمام اِس عاجز کے سپرد کیا گیا۔ اور وہ معارف و دقائق سکھلائے گئے جو انسان کی طاقت سے نہیں بلکہ صرف خدا تعالیٰ کی طاقت سے معلوم ہو سکتے ہیں اور انسانی تکلّف سے نہیں بلکہ روح القدس کی تعلیم سے مشکلات حل کر دیئے گئے''۔

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۱،۱۲)

☆فرمایا:

''اور وہ جو خدا کے ماموراور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اوراس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہوتا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تاتم اپنے اہل وعیال سمیت نجات پاؤ۔''

(نزول المسیح ، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۰۳)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوّر اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

''جو کتابیں ایک ایسے شخص نے لکھی ہوں جس پر فرشتے نازل ہوتے تھے ان کے پڑھنے سے بھی ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت صاحب کی کتابیں جو شخص پڑھے گا اس پر فرشتے نازل ہوں گے۔ یہ ایک خاص نکتہ ہے کہ کیوں حضرت صاحب کی کتابیں پڑھتے ہوئے نکات اور معارف کھلتے ہیں ۔اور جب پڑھو جب ہی خاص نکات اور برکات کا نزول ہوتا ہے۔ براہین احمدیہ خاص فیضان الٰہی کے ماتحت مکمل کی گئی ہے۔اس کے متعلق میں نے دیکھا ہے کہ جب کبھی بھی اس کو لے کر پڑھنے کے لئے بیٹھا ہوں ۔دس صفحے بھی نہیں پڑھ سکا۔ کیونکہ اس قدر نئی نئی باتیں اور معرفت کے نکتے کھلنے شروع ہوجاتے ہیں کہ دماغ انہیں میں مشغول ہو جاتا ہے۔تو حضرت صاحب کی کتابیں بھی خاص فیضان رکھتی ہیں۔ان کا پڑھنا بھی ملائکہ سے فیضان حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔''

(ملائکۃ اللہ انوار العلوم جلد ۵ صفحہ ۵۶۰)

☆فرمایا:

''اور اللہ تعالیٰ نے جس قدر حضرت مسیح موعودؑ پر افضال وانعام ومعارف اور حقائق کھولے ہیں اور جو صداقتیں (دین) میں پائی جاتی ہیں وہ آپ کی کتب میں موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت (دین) کی حفاظت کا یہی انتظام فرمایا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمایا اور آپ پر اپنے انعامات کے دروازے کھول دیئے پس بغیر ان کتب کو بار بار پڑھے اور قادیان میں کثرت سے آنے کے ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔ جو لوگ سلسلہ کی کتب کو نہیں پڑھتے وہ یاد رکھیں کہ محض سلسلہ میں داخل ہو جانا کوئی بات نہیں جب تک کہ سلسلہ سے کماحقہٗ واقفیت نہ پیدا ہو''۔

(الفضل ۱۹جون ۱۹۱۷ء)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

'' ہر احمدی گھرانہ میں کتب حضرت مسیح موعودؑ موجود ہوں اور زیر مطالعہ ہوں اور انہیں بچوں کو پڑھانے کا انتظام ہو......احباب ہر تین ماہ میں کم از کم حضرت مسیح موعودؑ کی ایک کتاب ضرور خرید لیا کریں اور خریدنے کی ترتیب یہ رکھیں کہ حضورؑ نے جو آخری کتاب تصنیف فرمائی اسے پہلے خرید کر پڑھیں اور پھر اس سے قبل کی کتب علی الترتیب خریدتے چلے جائیں کیونکہ آخری دور کی کتب حضورؑ نے عوام کو مخاطب کر کے نہایت عام فہم اور آسان زبان میں تصنیف فرمائیں جبکہ ابتدائی زمانہ کی کتب علماء کو مخاطب کر کے لکھی گئیں جن کی وجہ سے وہ بہت گہری اور دقیق ہیں۔لیکن بہر حال وہ بھی بے شمار اور نہایت لطیف اور پر معارف نکات پر مشتمل ہیں''۔

(الفضل ۲۹ اکتوبر ۱۹۷۷ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اہمیت و برکات۔۲

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَاکُمْ عَنْہُ فَانتَھُوْا..... ﴿الحشر:۸﴾

ترجمہ: اور رسول جو تمہیں عطا کرے تو اسے لے لو اور جس سے تمہیں روکے اس سے رک جاؤ۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت مسیح موعودؑ کی جو علامات بیان فرمائی تھیں ان میں سے ایک علامت یہ بیان فرمائی کہ

یَفِیْضُ الْمَالَ حَتّٰی لَایَقْبلہُ اَحداً یعنی مسیح مال تقسیم کرے گا مگر اسے قبول کرنے والا کوئی نہیں ملے گا

اس حدیث پاک میں مال سے مراد دراصل علمی خزانے تھے جن کو حضرت مسیح موعودؑ نے بڑی کثرت سے تقسیم کیا ہے۔ آپ کی کتب کے بغیر قرآن کریم اور احادیث پاک کو سمجھنا ناممکن ہے کیونکہ یہ کتب الٰہی تائیدو راہنمائی میں لکھی گئی ہیں۔

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اس نے مجھے متوجہ کیا ہے کہ میں قلمی اسلحہ پہن کر اس سائنس اور علمی ترقی کے میدان کارزار میں اتروں اور اسلام کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا کرشمہ بھی دکھلاؤں۔ میں کب اس میدان کے قابل ہوسکتا تھا۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کی بے حد عنایت ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ میرے جیسے عاجز انسان کے ہاتھ سے اس کے دین کی عزت ظاہر ہو......اور درحقیقت یہ خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کہ جہاں نابینا معترض آ کر اٹکا ہے، وہیں حقائق اور معارف کو مخفی خزانہ رکھا ہے''۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۳۸)

فرمایا:

''سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم ازکم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے۔جس کو علم نہیں ہوتا مخالف کے سوال کے آگے حیران ہو جاتا ہے۔''

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۳۶۱)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعودؑ نے یہ بات سب پر واضح کر دی ہے کہ اگر تم میری کتب کا مطالعہ نہیں کرو گے اور اگر تم دوسروں کی کتب پڑھتے رہے تو تم ان سے غلط طور پر متأثر ہو جاؤ گے۔تمہارے دفاع کا ایک ہی طریق ہے کہ پہلے خود کو قرآن کریم کی تعلیمات اور روایات کے مطابق ڈھالو جیسا کہ میں ابھی کہہ چکا ہوں ۔ جب میری نظر سے آپ اسلام کی تعلیمات کا اتنا خوبصورت مشاہدہ کریں گے تو کوئی بھی شخص جو اسلام کو بگاڑنا چاہتا ہے۔اس میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ جہاں تک آپ لوگوں کی بات ہے کیونکہ آپ نے اسلام کا مشاہدہ میری نظر سے کیا ہوگا۔اسلام کی تمام تر خوبصورتی آپ پر اس طرح واضح ہو جائے گی جیسا کہ مجھ پر ہوئی ہے۔اس کے بعد غلط فہمی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

(خطبات طاہر جلد اول صفحہ ۱۸۲)

☆ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''آج یہ ذمہ داری ہم احمدیوں پر سب سے زیادہ ہے کہ علم کے حصول کی خاطر زیادہ سے زیادہ محنت کریں، زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔ کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی قرآن کریم کے علوم و معارف دیئے گئے ہیں۔اور آپؑ کے ماننے والوں کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں انہیں علم و معرفت اور دلائل عطا کروں گا۔تو اس کے لئے کوشش اور علم حاصل کرنے کا شوق اور دعا کہ اے میرے اللہ! اے میرے رب! میرے علم کو بڑھا، بہت ضروری ہے۔گھر بیٹھے یہ سب علوم و معارف نہیں مل جائیں گے۔اور پھر اس کے لئے کوئی عمر کی شرط بھی نہیں ہے۔تو سب سے پہلے تو قرآن کریم کا علم حاصل کرنے کے لئے ، دینی علم حاصل کرنے کے لئے ہمیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ

الصلوٰۃ والسلام نے جو بے بہا خزانے مہیا فرمائے ہیں ان کو دیکھنا ہوگا۔ان کی طرف رجوع کریں،ان کو پڑھیں کیونکہ آپؑ نے ہمیں ہماری سوچوں کے لئے راستے دکھا دیئے ہیں۔ان پر چل کر ہم دینی علم میں اور قرآن کے علم میں ترقی کر سکتے ہیں اور پھر اسی قرآنی علم سے دنیاوی علم اور تحقیق کے بھی راستے کھل جاتے ہیں۔اس لئے جماعت کے اندر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھنے کا شوق اور اس سے فائدہ اٹھانے کا شوق نوجوانوں میں بھی اپنی دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ ہونا چاہئے۔ بلکہ جو تحقیق کرنے والے ہیں، بہت سارے طالب علم مختلف موضوعات پر ریسرچ کر رہے ہوتے ہیں، وہ جب اپنے دنیاوی علم کو اس دینی علم اور قرآن کریم کے علم کے ساتھ ملائیں گے تو نئے راستے بھی متعین ہوں گے،ان کو مختلف نہج پر کام کرنے کے مواقع بھی میسر آئیں گے جو اُن کے دنیادار پروفیسران کو شاید نہ سکھا سکیں۔اسی طرح جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ بڑی عمر کے لوگوں کو بھی یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ عمر بڑی ہوگئی اب ہم علم حاصل نہیں کر سکتے۔ان کو بھی اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھیں اس بارے میں پہلے بھی میں کہہ چکا ہوں یہ سوچ کر نہ بیٹھ جائیں کہ اب ہمیں کس طرح علم حاصل ہوسکتا ہے۔اب ہم کس طرح اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔‘‘

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ ۴۰۷ تا ۴۰۸ خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۱۸ جون ۲۰۰۴ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خلیفہ خدا بناتا ہے۔ا

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَإِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلائِکَۃِ إِنِّیْ جَاعِلٌ فِیْ الْأَرْضِ خَلِیْفَۃً (البقرۃ:31)

اور(یادرکھ) جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ یقیناً میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

☆سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام خلیفہ کے انتخاب کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''صوفیا نے لکھا ہے کہ جو شخص کسی شیخ یا رسول اور نبی کے بعد خلیفہ ہونے والا ہوتا ہے تو سب سے پہلے خدا کی طرف سے اُس کے دل میں حق ڈالا جاتا ہے۔ جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں تو دنیا پر ایک زلزلہ آجاتا ہے اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کسی کے ذریعہ اُس کو مٹاتا ہے اور پھر گو اُس امر کا اَز سرِ نَو اُس خلیفہ کے ذریعہ اصلاح و استحکام ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے کیوں اپنے بعد خلیفہ مقرر نہ کیا؟ اس میں یہی بھید تھا کہ آپؐ کو خوب علم تھا کہ اللہ تعالیٰ خود ایک خلیفہ مقرر فرمادے گا کیونکہ یہ خدا کا ہی کام ہے اور خدا کے انتخاب میں نقص نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کو اس کام کے واسطے خلیفہ بنایا اور سب سے پہلے اول حق اُنہی کے دل میں ڈالا۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 524-525)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) فرماتے ہیں:

''میں تمہیں پھر یاد دلاتا ہوں کہ قرآن مجید میں صاف طور پر لکھا ہے کہ اللہ ہی خلیفہ بنایا کرتا ہے۔ یاد رکھو کہ آدمؑ کو خلیفہ بنایا تو کہا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً فرشتے اس پر اعتراض کر کے کیا فائدہ اُٹھا سکے۔''

(حیاتِ نور صفحہ 528)

☆ **نیز فرمایا:**

''خلیفہ اللہ ہی بناتا ہے۔ میرے بعد بھی اللہ ہی بنائے گا۔''

(پیغامِ صلح 24 فروری 1914ء)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ فرماتے ہیں:

''خوب یاد رکھو کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اور جھوٹا ہے وہ انسان جو یہ کہتا ہے کہ خلیفہ انسانوں کا مقرر کردہ ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب اپنی خلافت کے زمانہ میں چھ سال متواتر اس مسئلہ پر زور دیتے رہے کہ خلیفہ خدا مقرر کرتا ہے نہ انسان اور درحقیقت قرآن شریف کو غور سے مطالعہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ ایک جگہ بھی خلافت کی نسبت انسانوں کی طرف نہیں کی گئی۔''

(کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے از انوار العلوم جلد 2 صفحہ 11)

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''ہمارا ایمان ہے کہ خلیفہ اللہ تعالیٰ خود بناتا ہے اور اُس کے انتخاب میں کوئی نقص نہیں ہوتا۔ جسے خدا یہ کرتہ پہنائے گا کوئی نہیں جو اس کُرتے کو اُس سے اُتار سکے یا چھین سکے۔ وہ اپنے ایک کمزور بندے کو چنتا ہے جسے لوگ بعض اوقات حقیر بھی سمجھتے ہیں......اللہ تعالیٰ اُسے اُٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیتا ہے اور اپنی تائید ونصرت ہر حال میں اُس کے شاملِ حال رکھتا ہے اور اُس کے دل میں اپنی جماعت کا درد اس طرح پیدا فرما دیتا ہے...... کہ وہ اُس درد کو اپنے درد سے زیادہ محسوس کرنے لگتا ہے اور یوں جماعت کا ہر فرد یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ اُس کا درد رکھنے والا اُس کے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا اُس کا ہمدرد ایک وجود موجود ہے۔''

(الفضل 30 مئی 2003ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ　بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خلیفہ خدا بناتا ہے۔۲

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلاَئِكَةِ إِنِّيْ جَاعِلٌ فِيْ الْأَرْضِ خَلِيْفَةً (البقرة:31)

اور (یاد رکھ) جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ یقیناً میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

☆حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) فرماتے ہیں:

''میں نے تمہیں بارہا کہا ہے اور قرآن مجید سے دکھایا ہے کہ خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ آدم کو خلیفہ کس نے بنایا؟ اللہ تعالیٰ نے۔ فرمایا۔ إِنِّيْ جَاعِلٌ فِيْ الْأَرْضِ خَلِيْفَةً۔''

(بدر 4 جولائی 1912ء)

☆نیز فرمایا:

''میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے جس طرح آدمؑ اور ابوبکرؓ وعمرؓ کو خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنایا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیفہ بنایا۔''

(بدر 4 جولائی 1912ء)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

''خلیفہ خدا بناتا ہے۔ جب اُس نے مجھے خلیفہ بنایا تھا تو جماعت کے بڑے بڑے آدمیوں کی گردنیں پکڑوا کر میری بیعت کروادی تھی۔''

(الفضل 30 جولائی 1956ء)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''میں بہت ہی کمزور ہوں بلکہ کچھ بھی نہیں۔ شائد مٹی کے ڈھیلے میں مدافعت کی قوت مجھ سے

زیادہ ہو۔مجھ میں تو وہ بھی نہیں لیکن جب سے ہمیں ہوش آئی ہے ہم یہی سنتے آئیں ہیں کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔اگر یہ سچ ہے اور یقیناً سچ ہے تو پھر نہ مجھے گھبرانے کی ضرورت ہے اور نہ آپ میں سے کسی کو گھبرانے کی ضرورت ہے۔جس نے یہ کام کرنا ہے وہ یہ کام ضرور کرے گا اور یہ کام ہو کر رہے گا۔‘‘

(الفضل 3دسمبر 1965ء)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ عالمِ اسلام کو چیلنج دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’سارا عالمِ اسلام مل کر بھی زور لگا لے اور خلیفہ بنا کر دکھا دے وہ نہیں بنا سکتا کیونکہ خلافت کا تعلق خدا کی پسند سے ہے اور خدا کی پسند اُس شخص پر اُنگلی رکھتی ہے جسے وہ صاحبِ تقویٰ سمجھتا ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13اپریل 1993ء)

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اُن لوگوں کو جو جماعت سے باہر خلافت کے لئے کوشاں ہیں مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اگر تم خلافت کے قیام میں نیک نیّت ہو تو آ ؤ اور مسیح محمدیﷺ کی غلامی قبول کرتے ہوئے اُس کی خلافت کے جاری ودائمی نظام کا حصہ بن جاؤ۔ورنہ تم کوششیں کرتے کرتے مر جاؤ گے اور خلافت قائم نہیں کر سکو گے ،تمہاری نسلیں بھی اگر تمہاری ڈگر پر چلتی رہیں تو وہ بھی کسی خلافت کو قائم نہیں کر سکیں گی۔قیامت تک تمہاری نسل در نسل یہ کوشش جاری رکھے تب بھی کامیاب نہیں ہو سکے گی۔خدا کا خوف کرو اور خدا سے ٹکر نہ لو اور اپنی اور اپنی نسلوں کی بقا کے سامان کرنے کی کوشش کرو۔

یہ دور جس میں خلافت خامسہ کے ساتھ خلافت کی نئی صدی میں ہم داخل ہو رہے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ احمدیت کی ترقی اور فتوحات کا دور ہے۔میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی تائیدات کے ایسے باب کھلے ہیں اور کھل رہے ہیں کہ ہر آنے والا دن جماعت کی فتوحات کے دن قریب دکھا رہا ہے۔‘‘

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ 27مئی 2008ء)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خلیفہ خدا بناتا ہے۔۳

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَإِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلائِکَةِ إِنِّیْ جَاعِلٌ فِیْ الأَرْضِ خَلِیْفَةً (البقرة:31)

اور (یاد رکھ) جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ یقیناً میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

☆حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع روایت کنز العمال میں یوں بیان ہوئی ہے۔ فرمایا:

اِذَا أَرَادَاللّٰہُ أَنْ یَّخْلُقَ خَلْقًا لِلْخِلَافَةِ مَسَحَ یَدَہٗ عَلَی نَاصِیَتِہٖ بِیَدِہٖ

جب اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کو خلافت کے لئے پیدا کرنا چاہتا ہے تو اُس کی پیشانی پر اپنا دستِ قدرت پھیرتا ہے۔

(کنز العمال روایت نمبر 14596)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے علم میں اَزلی طور پر امامت کے حامل وجودوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ امام:

’’روحانی طور پر محمدی فوجوں کا سپہ سالار رہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ اُس کے ہاتھ پر دین کی دوبارہ فتح کرے۔ اور وہ تمام لوگ جو اُس کے جھنڈے کے نیچے آتے ہیں اُن کو بھی اعلیٰ درجہ کے قُویٰ بخشے جاتے ہیں......

اسی طرح اُن نفوس میں جن کی نسبت خدا تعالیٰ کے اَزلی علم میں یہ ہے کہ اُن سے امامت کا کام لیا جاوے گا منصبِ امامت کے مناسبِ حال کئی روحانی ملکے پہلے سے رکھے جاتے ہیں۔ اور جن لیاقتوں کی آئندہ ضرورت پڑے گی۔ اُن تمام لیاقتوں کا بیج اُن کی پاک سرِشت میں بویا جاتا ہے۔‘‘

(ضرورۃ الامام۔روحانی خزائن جلد13 صفحہ 477۔478)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

''نبی کی دو زندگیاں ہوتی ہیں، ایک شخصی اور ایک قومی اور اللہ تعالیٰ ان دونوں زندگیوں کو الہام سے شروع کرتا ہے۔ نبی کی شخصی زندگی تو الہام سے اس طرح شروع ہوتی ہے کہ جب وہ تیس یا چالیس سال کا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے الہامات اُس پر نازل ہونا شروع ہوجاتے ہیں اور اُسے کہا جاتا ہے کہ تُو مامور ہے اور تجھے لوگوں کی اصلاح اور اُن کی ہدایت کے لئے کھڑا کیا جاتا ہے......اور نبی کی قومی زندگی الہام سے اس طرح شروع ہوتی ہے کہ جب وہ وفات پاتا ہے تو کسی بنی بنائی سکیم کے ماتحت اُس کے بعد نظام قائم نہیں ہوتا بلکہ یکدم اِک تغیر پیدا ہوتا ہے۔اور خدا تعالیٰ کا مخفی الہام قوم کے دلوں کو اُس نظام کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔''

(خلافتِ راشدہ صفحہ 61)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''خلیفہ خدا بناتا ہے آدمی کے بنائے ہوئے اور خدا کے بنائے ہوئے system (نظام) میں زمین اور آسمان کا فرق ہوتا ہے۔''

(مشعل راہ جلد3 صفحہ 163)

☆نیز فرمایا:

''میری ذات کی تو کوئی حقیقت نہیں۔ناقابل بیان ہے وہ کیفیّت جب میں اپنی ذات پر غور کرتا ہوں اور اپنی بے بِسَاطِی کو پاتا ہوں، اور کَمْ مَائیگِی کو دیکھتا ہوں اللہ ہی جانتا ہے کہ میرے دل کی کیا حالت ہوتی ہے۔ لیکن خدا نے مَنْصَبِ خِلافَتْ پر مجھے مقرر فرمایا۔''

(خطبات طاہر جلد1 صفحہ 55)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خلافت کی اہمیت وبرکات

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِیْ الْأَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِیْ ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّن بَعْدِ خَوْفِھِمْ أَمْناً یَعْبُدُونَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئاً وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذَالِکَ فَأُوْلٰئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ (النور:٥٦)

ترجمہ: تم میں سے جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن سے اللہ تعالیٰ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کوخلیفہ بنایا اوران کیلئے ان کے دین کو، جواس نے ان کیلئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اوران کی خوف کی حالت کے بعد ضرور انہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کوشریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جواس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جونافرمان ہیں۔

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''جوشخص اپنے حاکم سے ناپسندیدہ بات دیکھے وہ صبر کرے کیونکہ جونظام سے بالشت بھر جدا ہوا اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی''۔

(بخاری کتاب الا حکام باب السمع و طاعۃ الامام ما لم تکن معصیۃ حدیث نمبر 1444)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہ سچی بات ہے کہ کوئی قوم، قوم نہیں کہلاسکتی اوران میں ملّیت اور یگانگت کی روح نہیں پھونکی جاتی جب تک کہ وہ فرمانبرداری کے اصول کواختیار نہ کرے......اگر اختلاف رائے کوچھوڑ دیں اور ایک کی اطاعت کریں جس کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے پھرجس کام کو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔اس میں یہی تو سرّ ہے اللہ تعالیٰ توحید کو پسند فرماتا ہے اور یہ وحدت قائم نہیں ہوسکتی جب تک اطاعت نہ کی جاوے''۔

(الحکم جلد5 نمبر5 مورخہ 10رفروری 1901ء صفحہ 1)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''......صحابہ کی اطاعت کا کیا حال تھا۔اس کی ایک مثال میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ بہت دفعہ سن چکے ہیں۔ وہ نظارہ اپنے سامنے رکھیں جب شراب کی حرمت کا حکم آیا تو کچھ صحابہ بیٹھے شراب پی رہے تھے جب اعلان کرنے والے نے اعلان کیا تو ایک صحابی اٹھے اور ایک سوٹی لے کر شراب کے مٹکوں کو توڑنا شروع کر دیا۔کسی نے کہا جا کے پتہ تو کرلو کہ اصل میں حکم کیا ہے، واضح ہے بھی یا نہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھی ہے کہ نہیں۔تو انہوں نے کہا: نہیں، جو سُن لیا پہلے اس پر عمل کرو۔ یہی اطاعت ہے۔اس کے بعد پتہ کر لینا کہ کیا اصل حکم تھا۔تو یہ جذبہ ہے جو ہر ایک کو پیدا کرنا ہوگا۔ یہ نہیں کہ ہمیں علیحدہ طور پر کچھ کہیں گے تو تب ہم عمل کریں گے ورنہ نہیں۔

عمومی طور پر ہر بات جو اس زمانے میں اپنے اپنے وقت میں خلفاء وقت کہتے رہے ہیں۔ جو خلیفۂ وقت آپ کے سامنے پیش کرتا ہے، جو تربیتی امور آپ کے سامنے رکھے جاتے ہیں۔**ان سب کی اطاعت کرنا اور خلیفۂ وقت کی ہر بات کو ماننا یہ اصل میں اطاعت ہے** اور یہ نہیں ہے کہ تحقیق کی جائے کہ اصل حکم کیا تھا؟ یا کیا نہیں تھا؟ اس کے پیچھے کیا روح تھی؟۔ جو سمجھ میں آیا اس کے مطابق فوری طور پر اطاعت کی جائے تبھی اس نیکی کا ثواب ملے گا۔''

(خطبات مسرور جلد۴ صفحہ ۲۸۷ تا ۲۸۸)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نبوت کے بعد خلافت

☆ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنکُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِیْ الْأَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِن قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِیْ ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّ لَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ أَمْناً ط یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئاً وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَأُوْلٰئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ (النور:56)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ اُنہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

☆ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

مَا کَانَتْ نُبُوَّۃٌ قَطُّ اِلَّا تَبِعَتْھَا خِلَافَۃٌ

(کنز العمال الفصل الاول فی بعض خصائص الانبیاء .حدیث نمبر 3224)

''ہر نبوت کے بعد لازماً خلافت کا سلسلہ قائم ہوتا ہے۔''

☆ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے خلیفہ کے معنے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا:

''خلیفہ کے معنی جانشین کے ہیں جو تجدید دین کرے۔ نبیوں کے زمانے کے بعد جو تاریکی پھیل

جاتی ہے اُس کو دور کرنے کے واسطے جو اُن کی جگہ آتے ہیں اُنہیں خلیفہ کہتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 666)

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''خلیفہ بھی جو نبی کے بعد اُس کے مشن کو چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنین کی ایک جماعت کے ذریعہ مقرر کردہ ہوتا ہے، وہ بھی اُس تعلیم کے اُنہیں احکامات کو آگے چلاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی کے ذریعہ ہم تک پہنچائے، اور اِس زمانہ میں آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضاحت کر کے ہمیں بتائے۔ تو اب اسی نظامِ خلافت کے مطابق جو آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ جماعت میں قائم ہو چکا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک قائم رہے گا ان میں شریعت اور عقل کے مطابق ہی فیصلہ ہوتے ہیں اور انشاء اللہ ہوتے رہیں گے۔ اور یہی معروف فیصلے ہیں۔''

(خطبہ جمعہ 26 ستمبر 2003ء از الفضل انٹرنیشنل 21 تا 27 نومبر 2003ء صفحہ 5)

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر آن خلافت کے دامن سے وابستہ رکھے اور اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ آمین

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قیام خلافت

☆ **اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:**

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا مِنکُمۡ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّھُمۡ فِیۡ الۡأَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِن قَبۡلِھِمۡ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمۡ دِیۡنَھُمُ الَّذِیۡ ارۡتَضٰی لَھُمۡ وَلَیُبَدِّ لَنَّھُمۡ مِّنۡ بَعۡدِ خَوۡفِھِمۡ أَمۡناً ط یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئاً وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَأُوۡلٰئِکَ ھُمُ الۡفَاسِقُوۡنَ (النور:56)

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

☆ **آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:**

مَا کَانَتۡ نُبُوَّۃٌ قَطُّ اِلَّا تَبِعَتۡھَا خِلَافَۃٌ

(کنزالعمال الفصل الاول فی بعض خصائص الانبیاء .حدیث نمبر 3224)

''ہر نبوت کے بعد لازماً خلافت کا سلسلہ قائم ہوتا ہے۔''

☆ **سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:**

''خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وُہی ہوسکتا ہے جو ظلّی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو۔ اِس واسطے رسول کریم نے نہ چاہا کہ ظالم بادشاہوں پر خلیفہ کا لفظ اِطلاق ہو کیونکہ خلیفہ درحقیقت رسول کا ظلّ ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں

لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام وجودوں سے اَشرف واَولیٰ ہیں ظلّی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے۔ سو اِسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دُنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے۔''

(شہادت القرآن از روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 353)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں برکاتِ رسالت یعنی خلافت کے قیام کو ایمان اور عملِ صالح سے مشروط قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''دیکھو اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ تو کرتا ہے کہ تمہیں اپنا خلیفہ بنائے گا زمین میں، لیکن کچھ تم پر بھی ذمہ داریاں ڈالتا ہے۔ تم میں سے اُن لوگوں سے وعدہ کرتا ہے جو ایمان لاتے ہیں اور عملِ صالح بجا لاتے ہیں۔ پس اگر نیکی کے اوپر جماعت قائم رہی، اور ہماری دعا ہے اور ہمیشہ ہماری کوشش رہے گی کہ ہمیشہ کے لئے یہ جماعت نیکی پر ہی قائم رہے، صبر کے ساتھ اور وفا کے ساتھ۔ تو خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ بھی ہمیشہ ہمارے ساتھ وفا کرتا چلا جائے گا اور خلافت احمدیہ اپنی پوری شان کے ساتھ شجرۂ طیبہ بن کر ایسے درخت کی طرح لہلہاتی رہے گی جس کی شاخیں آسمان سے باتیں کر رہی ہوں۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ 22 جون 1982ء صفحہ 3۔4)

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز آئندہ ہمیشہ کے لئے ایمان اور اعمالِ صالحہ پر کاربند مؤمنین کے حق میں قیامِ خلافت کی خوشخبری کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''خلافت قائم رکھنے کا وعدہ اُن لوگوں سے ہے جو مضبوط ایمان والے ہوں اور نیک اعمال کر رہے ہوں۔ جب ایسے معیار مومن قائم کر رہے ہوں تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے مطابق خلافت کا نظام جاری رکھے گا۔ نبی کی وفات کے بعد خلیفہ اور ہر خلیفہ کی وفات کے بعد آئندہ خلیفہ کے ذریعہ سے ......خوف کی حالت امن میں بدلتی چلی جائے گی......لیکن شرط یہ ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرنے والے ہوں اور دنیا کے لہو ولعب اُن کو متاثر کر کے شرک میں مبتلا نہ کر رہے ہوں۔''

(خطباتِ مسرور جلد 3 صفحہ 310)

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ توحیدِ خالص پر قائم رہتے ہوئے ایمان اور عملِ صالح کے ساتھ اپنی عبادتوں کے حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور نسلاً بعد نسلٍ خلافت کے دائمی فیض سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

برکات خلافت ۔ا

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعاً وَلا تَفَرَّقُوۡا وَاذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ إِذۡ کُنۡتُمۡ أَعۡدَآءً فَأَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ فَأَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ إِخۡوَاناً (آل عمران:104)

اور اللہ کی رسّی کو سب کے سب مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اُس نے تمہارے دلوں کو آپس میں باندھ دیا اور پھر اُس کی نعمت سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔

☆حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنۡ أَتَاکُمۡ وَأَمۡرُکُمۡ جَمِیۡعٌ عَلٰی رَجُلٍ وَاحِدٍ یُرِیۡدُ أَنۡ یَشُقَّ عَصَاکُمۡ أَوۡ یُفَرِّقَ جَمَاعَتَکُمۡ فَاقۡتُلُوۡہُ.

(مسلم کتاب الامارة باب حکم من فرق امر المسلمین و هو مجتمع)

جب تم ایک ہاتھ پر جمع ہو اور تمہارا ایک امیر ہو اور پھر کوئی شخص تمہاری وحدت کو توڑنا چاہے تا کہ تمہاری جماعت میں تفریق پیدا کرے تو اس سے قطع تعلق کر لو اور اُس کی بات نہ مانو۔

☆حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) خلافت کو مضبوطی سے پکڑنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تم اس حبل اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ یہ بھی خدا کی رسی ہے جس نے تمہارے مُتفرّق اجزاء کو اکٹھا کر دیا ہے پس اسے مضبوط پکڑے رکھو۔''

(حیاتِ نور صفحہ 527)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہ برکاتِ خلافت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''خوب غور سے دیکھ لو اور تاریخِ اسلام میں پڑھ لو کہ جو ترقی اسلام کی خلفائے راشدین کے زمانہ میں ہوئی، جب وہ خلافت محض حکومت کے رنگ میں تبدیل ہوگئی تو گھٹتی گئی۔ یہاں تک کہ اب جو اسلام اور اہلِ اسلام کی حالت ہے، تم دیکھتے ہو۔ تیرہ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُسی منہاجِ نبوۃ پر حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کو آنحضرت ﷺ کے وعدوں کے مطابق بھیجا اور اُن کی وفات کے بعد پھر وہی سلسلہ خلافتِ راشدہ کا چلا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح مولانا نورالدین صاحب......اس سلسلہ کے پہلے خلیفہ تھے۔ اور ہم سب نے اسی عقیدہ کے ساتھ اُن کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ پس جب تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا اسلام مادی اور روحانی طور پر ترقی کرتا رہے گا۔''

(الفضل قادیان 21 مارچ 1914ء صفحہ 2)

☆نیز فرمایا:

''اسلام کبھی ترقی نہیں کرسکتا جب تک خلافت نہ ہو۔ ہمیشہ اسلام نے خلفاء کے ذریعہ ترقی کی ہے اور آئندہ بھی اسی ذریعہ سے ترقی کرے گا۔''

(درس القرآن صفحہ 72 مطبوعہ نومبر 1921ء)

☆پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''یہ مَیں علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس دور کو اپنی بے انتہا تائید و نصرت سے نوازتا ہوا ترقی کی شاہراہوں پر بڑھاتا چلا جائے گا۔ انشاء اللہ۔ اور کوئی نہیں جو اس دَور میں احمدیت کی ترقی کو روک سکے اور نہ ہی آئندہ کبھی یہ ترقی رکنے والی ہے۔ خلفاء کا سلسلہ چلتا رہے گا اور احمدیت کا قدم آگے سے آگے انشاء اللہ تعالیٰ بڑھتا رہے گا۔ پس خلافت احمدیہ کے ساتھ جو ترقی وابستہ کی گئی ہے...... یہ ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔''

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ 27 مئی 2008ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برکات خلافت ۔۲

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیعاً وَلا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ إِذْ کُنْتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَیْنَ قُلُوبِکُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ إِخْوَاناً (آل عمران: 104)

اور اللہ کی رسّی کو سب کے سب مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اُس نے تمہارے دلوں کو آپس میں باندھ دیا اور پھر اُس کی نعمت سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔

☆حضرت حُذَیفہ بن یمان ؓ کو مخاطب کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

فَاِنْ رَأَیْتَ خَلِیْفَۃَاللّٰہِ فِیْ الْأَرْضِ فَالْزَمْہُ وَ اِنْ نُھِکَ جِسْمُکَ وَ أُخِذَ مَالُکَ فَاِنْ لَمْ تَرَہُ فاَھْرَبْ فِی الْأَرْضِ وَ لَوْأَنْ تَمُوْتَ وَ أَنْتَ عَاضٌّ بِجَذْلِ شَجَرَۃٍ.

(مُسنَد احمد بن حنبل حدیث حَذیفة بن الیمان حدیث نمبر 22916)

(یعنی) اگر تُو زمین میں اللہ کا کوئی خلیفہ دیکھے تو اُس کے ساتھ مضبوط تعلق رکھنا۔ اُس کے ساتھ چمٹ جانا اور کبھی اُس سے جدا نہ ہونا۔ اگرچہ تیرا سارا جسم لہولہان کر دیا جائے۔

☆حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہ برکاتِ خلافت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اے دوستو! میری آخری نصیحت یہ ہے کہ سب برکتیں خلافت میں ہیں۔ نبوت ایک بیج ہوتی ہے جس کے بعد خلافت اُس کی تأثیر کو دنیا میں پھیلا دیتی ہے۔ تم خلافت حقہ کو مضبوطی سے پکڑ و اور اس کی برکات سے دنیا کو مُتمتّع کرو۔''

(الفضل 25 مارچ 1951ء)

☆ پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خلافت سے کامل وفااور محبت کاتعلق رکھنے والے پروانوں کاذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ساری دنیا میں خلافت کے عشاق اور پروانے پھیلے ہوئے ہیں جوخلافت کی صورت میں عطا ہونے والی حبل اللہ کوتھامے ہوئے ساری دنیا میں اسلام میں امن اورمحبت کی حسین تعلیم کاعلم بلند کئے ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے خلافت کی برکت سے جماعت احمدیہ کوایک ہاتھ پرمُتَّحِد کیا ہے اورانہیں خلافت کی بابرکت لڑی میں پرودیا ہے۔یہی وہ الٰہی تائید یافتہ جماعت ہے جوساری دنیا کےتمام جدید ذرائع اِبلاغ کواستعمال کرتے ہوئے ہرمذہب وملت اوررنگ ونسل کےلوگوں تک دینِ حق کا پیغام پہنچا رہی ہے۔خلافت کے پروانوں کا یہ گروہ ہرلحہ دینِ حق کی اِشاعت میں مصروف ہےاورہرآنے والا دن احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی ترقی اورفتوحات کی نوید لےکرطلوع ہورہاہے......

پس اپنی آئندہ نسلوں کومحفوظ رکھنے کے لئے خلافت کےساتھ چمٹے رہیں۔ہمیشہ خلافت کے ساتھ وابستہ رہیں اوراپنی اولادوں کوبھی یہی سبق دیتے رہیں اوراپنی دعاؤں،اِخلاص اوروفا کےساتھ خلیفۂ وقت کےمددگار بنے رہیں۔اللہ تعالیٰ آپ سب کواس کی توفیق دے۔آمین۔''

(پیغام برائے قارئین ازسووینیئر تحریکِ جدیدانجمن احمدیہ پاکستان برموقع صدسالہ خلافت جوبلی 2008ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برکات خلافت ۔۳

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ (النور:56)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ اُنہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔

☆حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

''اے دوستو! میری آخری نصیحت یہ ہے کہ سب برکتیں خلافت میں ہیں۔نبوت ایک بیج ہوتی ہے جس کے بعد خلافت اُس کی تاثیر کو دنیا میں پھیلا دیتی ہے۔تم خلافتِ حقّہ کو مضبوطی سے پکڑ واور اس کی برکات سے دنیا کو مُتمتّع کرو تا خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے اور تم کو اس دنیا میں بھی اونچا کرے،تا مرگ اپنے وعدوں کو پورا کرتے رہو اور میری اولاد اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کو بھی اُن کے عہد یاد دلاتے رہو۔''

(روزنامہ الفضل 20 مئی 1950ء)

☆نیز موجودہ اور آئندہ نسلوں میں برکاتِ خلافت کے مضمون کو ہمیشہ اُجاگر رکھنے کے لئے خلافت ڈے کی بابرکت تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

''خلافت کی برکات یاد رکھیں ......اگر سال میں ایک دفعہ خلافت ڈے منا لیا جایا کرے تو ہر سال چھوٹی عمر کے بچوں کو پرانے واقعات یاد ہو جایا کریں گے۔پھر تم یہ جلسے قیامت تک کرتے چلے جاؤ تا جماعت میں خلافت کا ادب اور اس کی اہمیت قائم رہے ۔

(روزنامہ الفضل 1 مئی 1957ء صفحہ 4،5)

☆ **پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسی حالت پیدا کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ خلافت سے فیض پاتے رہیں گے۔ ایسے لوگ ہوں گے جو خلافت کی حفاظت کرنے والے ہوں گے اور خلافت اُن کی حفاظت کرنے والی ہوگی۔ اور یہ فیض اور حفاظت کے نظارے تبھی نظر آئیں گے جب اللہ کے دین کو مضبوطی سے تھامیں گے...... جب یہ ہوگا تو پھر بے فکر ہو جائیں کہ خدا اُن کے آگے بھی ہوگا، پیچھے بھی ہوگا، دائیں بھی ہوگا اور بائیں بھی ہوگا اور کوئی نہیں جو اُنہیں نقصان پہنچا سکے۔''

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ 27 مئی 2008ء)

☆ **نیز فرمایا:**

''خلافت کے استحکام کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہیں اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی اور اس کی برکات سے فیضیاب ہونے کی تلقین کرتے رہیں اور سیدنا حضرت مصلح موعود کے ارشاد کی تعمیل میں برکاتِ خلافت کے تذکرے اپنی محفلوں میں کرتے رہیں۔''

(الفضل 30 مئی 2003ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امن بذریعہ خلافت

☆اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِیْ الْأَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِیْ ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ أَمْناً ط یَعْبُدُونَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئاً وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَأُوْلٰئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ(النور:56)

تم میں سے جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کوخلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کوشریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی کی وفات کے بعد مشکل حالات میں قیامِ خلافت کے ذکر میں فرماتے ہیں:

’’جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور اُن کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے۔‘‘

(الوصیت۔ روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ 304-305)

☆ **نیز فرمایا:**

''سوضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھائے گا...... میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے سو تم خدا کی قدرتِ ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔ اور چاہئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھاوے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔''

(الوصیت۔ روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ 305)

☆ **پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جماعت احمدیہ کے حق میں اس الٰہی وعدہ کے پورا ہونے کا ذکر ان الفاظ میں فرماتے ہیں:**

''خلافت کی یہ نعمت ہمیں آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی...... کے عین مطابق نصیب ہوئی ہے اور مامورِ زمانہ حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنے بعد اس کے جاری ہونے کا ذکر......فرمایا ہے۔

......آج سے ایک سو سال قبل جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ہوئی تو مخالفین نے بہت شور مچایا۔ دَف بجا بجا کر خوشیاں منائیں کہ اب دُنیوی تحریکات کی طرح یہ سلسلہ یہیں ختم ہو جائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول کے ہاتھ پر جماعت کو جمع کر کے قدرتِ ثانیہ یعنی خلافت احمدیہ کا قیام فرما کر مخالفین کی جھوٹی خوشیوں کو پامال کیا اور مومنین کی جماعت کو پھر سے الٰہی تائید یافتہ قیادت نصیب ہوگئی تو خدا تعالیٰ کا وہ عظیم الشان وعدہ پورا ہوا کہ وہ مومنین کی جماعت میں خلافت کا قیام فرمائے گا اور اُن کے دین کو مضبوطی عطا فرمائے گا اور اُن کے خوفوں کو امن سے بدل دے گا۔''

(تحریکِ جدید الٰہی تحریک جلد 1 صفحہ 612)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خلافت اعتصام حبل اللہ۔ا

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیعاً وَلا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ إِذْ کُنْتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَیْنَ قُلُوبِکُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ إِخْوَاناً (آل عمران: 104)

اور اللہ کی رسّی کو سب کے سب مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اُس نے تمہارے دلوں کو آپس میں باندھ دیا اور پھر اُس کی نعمت سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔

☆حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَتَاکُمْ وَأَمْرُکُمْ جَمِیْعٌ عَلٰی رَجُلٍ وَاحِدٍ یُرِیْدُ أَنْ یَشُقَّ عَصَاکُمْ أَوْ یُفَرِقْ جَمَاعَتَکُمْ فَاقْتُلُوْہُ.

(مسلم کتاب الامارۃ باب حکم من فرق امر المسلمین و ھو مجتمع)

جب تم ایک ہاتھ پر جمع ہو اور تمہارا ایک امیر ہو اور پھر کوئی شخص تمہاری وحدت کو توڑنا چاہے تا کہ تمہاری جماعت میں تفریق پیدا کرے تو اس سے قطع تعلق کر لو اور اُس کی بات نہ مانو۔

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) وحدت امت کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں اور یہ وصیت کرتا ہوں کہ تمہارا اعتصام حبل اللہ کے ساتھ ہو۔قرآن تمہارا دستور العمل ہو۔باہم کوئی تنازع نہ ہو کیونکہ تنازع فیضان الٰہی کو روکتا ہے۔موسیٰ علیہ السلام کی قوم جنگل میں اسی نقص کی وجہ سے ہلاک ہوئی۔رسول اللہ ﷺ کی قوم نے احتیاط کی اور وہ

کامیاب ہوگئے۔اب تیسری مرتبہ تمہاری باری آئی ہے۔اس لئے چاہئے کہ تمہاری حالت اپنے امام کے ہاتھ میں ایسی ہو جیسے میت غسّال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔تمہارے ارادے اور خواہشیں مردہ ہوں اور تم اپنے آپ کو امام کے ساتھ ایسا وابستہ کرو جیسے گاڑیاں انجن کے ساتھ۔اور پھر ہر روز دیکھو کہ ظلمت سے نکلتے ہو یا نہیں۔استغفار کثرت سے کرو اور دعاؤں میں لگے رہو۔وحدت کو ہاتھ سے نہ دو۔دوسرے کے ساتھ نیکی خوش معاملگی میں کوتاہی نہ کرو۔تیرہ سو برس بعد یہ زمانہ ملا ہے اور آئندہ یہ زمانہ قیامت تک نہیں آسکتا۔پس اس نعمت کا شکر کرو۔کیونکہ شکر کرنے پر ازدیادِ نعمت ہوتا ہے۔لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم:8)۔لیکن جو شکر نہیں کرتا وہ یادرکھے:اِنَّ عَذَابِىْ لَشَدِيْدٌ (ابراہیم:8)۔''

(خطباتِ نور صفحہ 131)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خلافت اعتصام حبل اللہ۔۲

☆ **ارشادِ باری تعالیٰ ہے:**

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعاً وَلا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَاناً (آل عمران:104)

اور اللہ کی رسّی کو سب کے سب مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اُس نے تمہارے دلوں کو آپس میں باندھ دیا اور پھر اُس کی نعمت سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔

☆ **پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حبل اللہ کو حقیقی معنوں میں پکڑنے کے طریق کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:**

''اس رسّی کو پکڑنا کس طرح ہوگا؟ یہ صرف بیعت کر کے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان لینے سے ہی نہیں ہوگا بلکہ اُن شرائط بیعت پر عمل کرنا بھی ضروری ہے جو آپؑ نے مقرر فرمائی ہیں۔ دیکھیں کتنی کڑی شرائط ہیں۔ بعض تو بعض عمل کرنے والوں کو بڑی بڑی لگتی ہیں۔ لیکن کس درد سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں اس طرف توجہ دلائی ہے۔ کس طرح ایک ایک بات کو لے کر ہمیں سمجھایا ہے کہ میری بیعت میں آنے کے بعد کس طرح تمہیں اپنے اندر تبدیلیاں پیدا کرنی ہوں گی۔ عبادات اور توحید کے قیام سے لے کر چھوٹی سے چھوٹی نیکیاں اختیار کرنے، تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنے اور اپنے بھائیوں کے حقوق ادا کرنے کی طرف ہمیں توجہ دلائی تا کہ اللہ کے احکامات کی رسّی کو تھام کر ہم اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکیں، اُس کی رضا حاصل کرنے والے بن سکیں۔ اور یہی باتیں ہیں جن کی آپؑ کے بعد خلفائے وقت نے تلقین کی اور نصیحت فرماتے رہے......

پس آج ہر احمدی کو حبل اللہ کا صحیح ادراک اور فہم حاصل کرنے کی طرف توجہ دینے کی ضرورت

ہے۔صحابہ کی طرح قربانیوں کے معیار قائم کرنا حبل اللہ کو پکڑنا ہے۔ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنا حبل اللہ کو پکڑنا ہے۔قرآن کریم کے تمام حکموں پر عمل کرنا حبل اللہ کو پکڑنا ہے۔اگر ہر فرد جماعت اس گہرائی میں جا کر حبل اللہ کے مضمون کو سمجھنے لگے تو وہ حقیقت میں اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے ایک جنت نظیر معاشرے کی بنیاد ڈال رہا ہوگا۔ جہاں بھائی بھائی کے حقوق بھی ادا ہو رہے ہوں گے، میاں بیوی کے حقوق بھی ادا ہو رہے ہوں گے، ساسوں، بہوؤں کے حقوق بھی ادا ہو رہے ہوں گے۔دوست دوست کے حق ادا کرتے ہوئے اُس کی خاطر قربانی دے رہا ہوگا۔جماعت کا ہر فرد نظامِ جماعت کی خاطر قربانی دینے کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہوگا۔غرض کہ ایک ایسا معاشرہ قائم ہوگا جو مکمل طور پر خدا تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والا معاشرہ ہوگا۔''

(خطباتِ مسرور جلد 3 صفحہ 516 تا 518)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خلافت اعتصام حبل اللہ۔۳

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعاً وَلا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَاناً (آل عمران:104)

اوراللہ کی رسّی کوسب کے سب مضبوطی سے پکڑلواورتفرقہ نہ کرواوراپنے اوپراللہ کی نعمت کویادکرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھےتو اُس نے تمہارے دلوں کوآپس میں باندھ دیااور پھراُس کی نعمت سےتم بھائی بھائی ہوگئے۔

☆حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:

مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ اِلَّا مَيْتَةً جَاهِلِيَّةً.

(بخاری کتاب الفتن باب سَتَرَوْنَ بَعْدِیْ اُمُوْرًا تُنْكِرُوْنَهَا......حدیث نمبر 7054)

جوشخص جماعت سے ایک بالشت بھی دور ہوتا ہے وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

☆حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ دائمی طور پر مضبوطی کے ساتھ حبل اللہ کو پکڑنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’جہاں حبل اللہ پر ہاتھ کمزور ہوجائے اورگرفت ڈھیلی پڑ جائے وہیں سے انسان سرکنا شروع ہوجاتا ہےاور پھراختلاف کی راہیں پیدا ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔پس آنحضرتﷺ کے بعد مجھے کامل یقین ہے کہ خلافتِ راشدہ ہی حبل اللہ تھی اور اس حبل اللہ کے ساتھ تعلق میں جب بدقسمتی سے بعض لوگوں نے کمزوری دکھائی تو سب فتنے پیدا ہوئے......پس......آپ لوگ مضبوطی کے ساتھ خلافت کی رسی کو پکڑ لیں اورکسی قیمت پراس رسی سے الگ نہ ہوں......اگرآپ نے اتفاق سے رہنا ہے،اگرایک امتِ واحدہ بننا ہےاوراس......ساری دنیا کوامتِ واحدہ میں تبدیل کرنا ہےتو حبلُ اللہ کواس طرح

پکڑیں جس طرح اوّل حبل اللہ کو صحابہؓ نے پکڑا تھا اور جب وہ حبل اللہ جدا ہونے والی تھی تو بعد میں آنے والی حبل اللہ کی پیشگوئی کی گئی اور اُسی پیشگوئی کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قدرتِ ثانیہ کے طور پر پیش کیا ہے......تو حبل اللہ کے مضمون کو آپ سمجھیں اگر آپ نے اتفاق اور محبت سے دنیا میں رہنا ہے۔''

(خطباتِ طاہر جلد 8 صفحہ 350 تا 353)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز فرماتے ہیں:

''پس اے مسیح محمدی کے ماننے والو! اے وہ لوگو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیارے اور آپ کے درختِ وجود کی سرسبز شاخیں ہو۔ اُٹھو اور خلافتِ احمدیہ کی مضبوطی کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہو تا کہ مسیحِ محمدی اپنے آقا و مُطاع کے جس پیغام کو لے کر دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا، اُس حبل اللہ کو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے دنیا کے کونے کونے میں پھیلا دو۔ دنیا کے ہر فرد تک یہ پیغام پہنچا دو کہ تمہاری بقا خدائے واحد و یگانہ سے تعلق جوڑنے میں ہے......آج اُس مسیح محمدی کے مشن کو دنیا میں قائم کرنے اور وحدت کی لڑی میں پِروئے جانے کا حل صرف اور صرف خلافتِ احمدیہ سے جُڑے رہنے سے وابستہ ہے اور اسی سے خدا والوں نے دنیا میں ایک انقلاب لانا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو مضبوطیٔ ایمان کے ساتھ اس خوبصورت حقیقت کو دنیا کے ہر فرد تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔''

(پیغام برائے جماعت برموقع خلافتِ احمدیہ صد سالہ جوبلی 2008ء)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خلافت حبل اللہ

☆ **اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:**

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعاً وَلَا تَفَرَّقُوۡا وَاذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ کُنۡتُمۡ أَعۡدَآءً فَأَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ فَأَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ إِخۡوَاناً (آل عمران: 104)

اور اللہ کی رسّی کو سب کے سب مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کو آپس میں باندھ دیا اور پھر اس کی نعمت سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔

☆ **حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضورﷺ نے فرمایا:**

إِنَّمَا الۡإِمَامُ جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنۡ وَرَائِہٖ وَیُتَّقٰی بِہٖ فَإِنۡ أَمَرَ بِتَقۡوَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَعَدَلَ کَانَ لَہٗ بِذَالِکَ أَجۡرٌ وَإِنۡ یَأۡمُرۡ بِغَیۡرِہٖ کَانَ عَلَیۡہِ مِنۡہُ.

(صحیح مسلم، کتاب الامارہ حدیث نمبر 4878)

اِمام سِپر (ڈھال) ہے کہ اُس کے پیچھے پیچھے رہ کر لڑتے ہیں اور اُس کی وجہ سے لوگ تکالیف سے بچتے ہیں۔ پھر اگر وہ اللہ عزّ وجل سے ڈرنے کا حکم دے اور انصاف کرے تو اُس کو اجر ملے گا اور اگر اس کے علاوہ کوئی حکم دے، تو اس پر وہ خود ہی ذمہ دار ہوگا۔

☆ **حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ حبل اللہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:**

’’حبل اللہ سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق بار ہا جماعت کے علماء کی طرف سے اور اس سے پہلے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کی طرف سے جماعت کے سامنے یہ بات کھولی گئی ہے کہ حبل اللہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا کی طرف سے پیغام لے کر آتے ہیں اور اوّل طور پر حبل اللہ سے مراد اللہ کے نبی ہیں اور اللہ کے پیغمبر ہیں وہی وہ رسی ہے جس کو مضبوطی سے اجتماعی طور پر

پکڑنے کی ان آیات میں نصیحت فرمائی گئی ہے۔نبوت کے بعد یہ رسی خلافت کے نام سے موسوم ہوتی ہے اوراسی پہلو سے خلفاء کے ساتھ مضبوطی سے اپنا تعلق قائم کرنا جماعتی زندگی کے لئے انتہائی ضروری ہے اوراس تعلق میں بیچ میں کوئی اَور واسطہ بیان نہیں فرمایا گیا اوراس تعلق میں واقعۃً عملی زندگی میں بھی کوئی اَور واسطہ ہمیں دکھائی نہیں دیتا۔خلیفۂ وقت اوراحمدی مسلمان ان کے درمیان ایک ایسا تعلق ہے جس میں کوئی نظامِ جماعت اورکوئی نظامِ جماعت کا نمائندہ حائل نہیں ہوتا اور یہی وہ تعلق ہے جوسب سے پہلے نبی اپنے اور اپنے مُتَّبِعین کے درمیان قائم فرماتا ہے اور اسی تعلق کو جاری رکھنے کے لئے نظامِ خلافت ہے۔ یہ ایک روحانی تعلق ہے اگراس بلاواسطہ تعلق کی نسبت سے آپ اس مضمون کو سمجھیں گے اوراس تعلق کی حفاظت کریں گے تو آپ بہت سے خطرات اورخدشات سے محفوظ رہیں گے۔

بالعموم جماعت میں جورخنہ ڈالنے کی کوششیں کی جاتی ہیں اُن میں خلیفۂ وقت کو پہلے سامنے نہیں رکھا جاتا بلکہ خلیفۂ وقت کے نمائندوں پر حملہ کیا جاتا ہے۔خلیفۂ وقت کے نمائندوں کو اپنے تخریبی criticism یاالزامات کا نشانہ بنایا جاتا ہےاور یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ ہماراخلیفۂ وقت سے تو تعلق ہے یہ لوگ جو بیچ میں حائل ہیں انہوں نے صحیح نمائندگی نہیں کی، یہ لوگ جو بیچ میں حائل ہیں ان کا کردارایسا نہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے نظامِ جماعت سے وفا کی جائے۔ چنانچہ اکثر فتنوں کا آغاز اسی طریق پر ہوا ہے۔

قرآن کریم یہ مضمون بیان فرمارہا ہے کہ تمہارا بنیادوں سے تعلق ہے اور جن کا بنیادوں سے تعلق ہو شاخوں کے خراب ہونے سے وہ تعلق ٹوٹ نہیں جایا کرتا اس لئے جڑوں سے اپنا تعلق مضبوط کرو۔نبوت سب سے پہلے ہے جس کا تعلق نبوت کے ساتھ مضبوط ہے اُس کو کوئی خطرہ نہیں۔نبوت کے بعد جوخلافت نبوت کی نمائندگی کررہی ہے اگرکسی کا براہِ راست اُس خلافت سے تعلق ہے تو اُس کو کوئی خطرہ نہیں اور یہی وہ بنیادی نصیحت ہے جواس آیت میں فرمائی گئی ہے اورامرواقعہ یہ ہے کہ اس سے بھی آگے ہماری سوچ کو خداتعالیٰ کی طرف منتقل فرمادیا گیا ہے جب یہ کہا گیا کہ حبل اللہ کو پکڑو......

اس لئے اگر نبوت سے اپنا تعلق جوڑنا ہے تو اللہ کے تعلق کو فوقیت دواوراللہ کے تعلق کے نتیجہ میں نبوت سے محبت کرواور یہی مضمون پھرآگے خلافت میں جاری ہوگا اور یہی مضمون پھرآگے خلافت کے

نمائندوں میں جاری ہوگا......

اللہ کی رسی کہہ کر رسالت کو عظمت دی گئی ہے فی ذاتہٖ رسالت کی کوئی عظمت نہیں اور اگر حقیقۃً رسالت کی نمائندہ خلافت ہے تو خلافت کو اُس رسالت کی نسبت سے عظمت ہے ورنہ فی الحقیقت خلافت تو ایک نمائندگی کا نام ہے، یہ نمائندگی غیر اللہ کی بھی ہوسکتی ہے، ادنیٰ کی بھی ہوسکتی ہے، اعلیٰ کی بھی ہوسکتی ہے۔ تو حبل اللہ کے مضمون کو ضرور یاد رکھیں۔‘‘

(خطباتِ طاہر جلد 6 صفحہ 744 تا 747)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خلافت اتحادِ قومی کا باعث

☆اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعاً وَلا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَاناً (آل عمران: 104)

اور اللہ کی رسّی کو سب کے سب مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اُس نے تمہارے دلوں کو آپس میں باندھ دیا اور پھر اُس کی نعمت سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنے اور اپنے جانشینوں کے ذریعہ تمام نیک روحوں کو دینِ واحد پر اکٹھا کرنے کے مقصد کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اور چاہئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُن تمام روحوں کو جو زمین کی متفرّق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ اُن سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے مَیں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اَخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔ اور جب تک کوئی خدا سے رُوح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔‘‘

(الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 307)

☆پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خلافت کو اتحادِ قومی کے حصول کا باعث اور اِفتراق کے دور ہونے کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’قدرتِ ثانیہ خدا کی طرف سے ایک بڑا انعام ہے جس کا مقصد قوم کو مُتَّحِد کرنا اور تفرِقہ سے

محفوظ رکھنا ہے۔ یہ وہ لڑی ہے جس میں جماعت موتیوں کی مانند پروئی ہوئی ہے۔ اگر موتی بکھرے ہوں تو نہ تو محفوظ ہوتے ہیں اور نہ ہی خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتی ہی خوبصورت اور محفوظ ہوتے ہیں۔ اگر قدرتِ ثانیہ نہ ہو تو دین حق کبھی ترقی نہیں کرسکتا۔ پس اس قدرت کے ساتھ کامل اِخلاص اور محبت اور وفا اور عقیدت کا تعلق رکھیں اور خلافت کی اِطاعت کے جذبہ کو دائمی بنائیں اور اس کے ساتھ محبت کے جذبہ کو اس قدر بڑھائیں کہ اس محبت کے بالمقابل دوسرے تمام رشتے کمتر نظر آئیں۔ اِمام سے وابستگی میں ہی سب برکتیں ہیں۔ اور وہی آپ کے لئے ہر قسم کے فتنوں اور اِبتلاؤں کے مقابل ایک ڈھال ہے......

پس اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں۔ اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ ہماری ساری ترقیات کا دارومدار خلافت سے وابستگی میں ہی پنہاں ہے۔ اللہ آپ سب کا حامی وناصر ہو اور آپ کو خلافت احمدیہ سے کامل وفا اور وابستگی عطا فرمائے۔''

(احباب جماعت کے نام محبت بھرا خصوصی پیغام 11 مئی 2003ء از الفضل انٹرنیشنل 23 تا 30 مئی 2003ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خلافت یعنی اولیاء اللہ کی صفات ۔ ا

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَ لَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ(یونس:63)

سنو کہ یقیناً اللہ کے دوست ہی ہیں جن پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

☆اللہ تعالیٰ کی نظر میں جو سب سے بڑھ کے اُس کا محبوب اور ولی ہوتا ہے اُسی کو خلافت کی رِدا پہناتا ہے انہی اولیاء اللہ کی صفات بیان کرتے ہوئے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ سے کامل تعلق پیدا کرنیوالے اُس شخص سے مشابہت رکھتے ہیں جو اوّل دور سے آگ کی روشنی دیکھے اور پھر اُس سے نزدیک ہو جائے یہاں تک کہ اُس آگ میں اپنے تئیں داخل کر دے اور تمام جسم جل جائے اور صرف آگ ہی باقی رہ جائے۔ اسی طرح کامل تعلق والا دن بدن خدا تعالیٰ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ محبت الٰہی کی آگ میں تمام وجود اُس کا پڑ جاتا ہے اور شعلۂ نور سے قالبِ نفسانی جل کر خاک ہو جاتا ہے اور اُس کی جگہ آگ لے لیتی ہے یہ انتہا اُس مبارک محبت کا ہے جو خدا سے ہوتی ہے۔ یہ امر کہ خدا تعالیٰ سے کسی کا کامل تعلق (ہے) اس کی بڑی علامت یہ ہے کہ صفاتِ الٰہیہ اُس میں پیدا ہو جاتی ہیں اور بشریت کے رَذائل شعلہ نور سے جل کر ایک نئی ہستی پیدا ہوتی ہے اور ایک نئی زندگی نمودار ہوتی ہے جو پہلی زندگی سے بالکل مُغائر ہوتی ہے اور جیسا کہ لوہا جب آگ میں ڈالا جائے اور آگ اُس کے تمام رگ وریشہ میں پُورا غلبہ کر لے تو وہ لوہا بالکل آگ کی شکل پیدا کر لیتا ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ آگ ہے گو خواص آگ کے ظاہر کرتا ہے اِسی طرح جس کو شعلۂ محبتِ الٰہی سر سے پیر تک اپنے اندر لیتا ہے وہ بھی مظہرِ تجلیاتِ الٰہیہ ہو جاتا ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ وہ خدا ہے بلکہ ایک بندہ ہے جس کو اُس آگ نے اپنے اندر لے لیا ہے اور اُس آگ کے غلبہ کے بعد ہزاروں علامتیں کامل محبت

کی پیدا ہو جاتی ہیں کوئی ایک علامت نہیں ہے تا وہ ایک زِیرک اور طالبِ حق پر مشتبہ ہو سکے بلکہ وہ تعلق صدہا علامتوں کے ساتھ شناخت کیا جاتا ہے۔

منجملہ اُن علامات کے یہ بھی ہے کہ خدائے کریم اپنا فصیح اور لذیذ کلام وقتاً فوقتاً اُس کی زبان پر جاری کرتا رہتا ہے جو الٰہی شوکت اور برکت اور غیب گوئی کی کامل طاقت اپنے اندر رکھتا ہے اور ایک نُور اُس کے ساتھ ہوتا ہے جو بتلاتا ہے کہ یہ یقینی امر ہے ظنّی نہیں ہے۔ اور ایک ربّانی چمک اُس کے اندر ہوتی ہے اور کدورتوں سے پاک ہوتا ہے اور بسا اوقات اور اکثر اور اَغلب طور پر وہ کلام کسی زبردست پیشگوئی پر مشتمل ہوتا ہے اور اُس کی پیشگوئیوں کا حلقہ نہایت وسیع اور عالمگیر ہوتا ہے اور وہ پیشگوئیاں کیا باعتبار کمیّت اور کیا باعتبار کیفیت بے نظیر ہوتی ہیں کوئی اُن کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔ اور ہیبتِ الٰہی اُن میں بھری ہوئی ہوتی ہے اور قُدرتِ تامہّ کی وجہ سے خدا کا چہرہ اُن میں نظر آتا ہے اور اُس کی پیشگوئیاں نجومیوں کی طرح نہیں ہوتیں بلکہ اُن میں محبوبیّت اور قبولیت کے آثار ہوتے ہیں اور ربّانی تائید اور نصرت سے بھری ہوئی ہوتی ہیں اور بعض پیشگوئیاں اُس کے اپنے نفس کے متعلق ہوتی ہیں اور بعض اپنی اولاد کے متعلق اور بعض اُس کے دوستوں کے متعلق اور بعض اُس کے دُشمنوں کے متعلق اور بعض عام طور پر تمام دنیا کیلئے اور بعض اُس کی بیویوں اور خویشوں کے متعلق ہوتی ہیں اور وہ اُمور اُس پر ظاہر ہوتے ہیں جو دوسروں پر ظاہر نہیں ہوتے اور وہ غیب کے دروازے اُس کی پیشگوئیوں پر کھولے جاتے ہیں جو دوسروں پر نہیں کھولے جاتے۔''

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 17۔18)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خلافت یعنی اولیاءاللہ کی صفات ۔۲

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَ لَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ(یونس:63)

سنو کہ یقیناً اللہ کے دوست ہی ہیں جن پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

☆اللہ تعالیٰ کی نظر میں جو سب سے بڑھ کے اُس کا محبوب اور ولی ہوتا ہے اُسی کو خلافت کی رِدا پہنا تا ہے انہی اولیاءاللہ کی صفات بیان کرتے ہوئے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’خدا کا کلام اُس پر اُسی طرح نازل ہوتا ہے جیسا کہ خدا کے پاک نبیوں اور رسولوں پر نازل ہوتا ہے اور وہ ظن سے پاک اور یقینی ہوتا ہے۔ یہ شرف تو اُس کی زبان کو دیا جاتا ہے کہ کیا باعتبارِ کمیّت اور کیا باعتبارِ کیفیت ایسا بے مثل کلام اُس کی زبان پر جاری کیا جاتا ہے کہ دنیا اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتی اور اُس کی آنکھ کو کشفی قوّت عطا کی جاتی ہے جس سے وہ مخفی درمخفی خبروں کو دیکھ لیتا ہے اور بسا اوقات لکھی ہوئی تحریریں اُس کی نظر کے سامنے پیش کی جاتی ہیں اور مُردوں سے زندوں کی طرح ملاقات کر لیتا ہے اور بسا اوقات ہزاروں کوس کی چیزیں اُس کی نظر کے سامنے ایسی آجاتی ہیں گویا وہ پیروں کے نیچے پڑی ہیں۔

ایسا ہی اُس کے کان کو بھی مُغیبات کے سُننے کی قوت دی جاتی ہے اور اکثر اوقات وہ فرشتوں کی آواز کو سن لیتا ہے اور بیقراریوں کے وقت اُن کی آواز سے تسلّی پاتا ہے اور عجیب تر یہ کہ بعض اوقات جمادات اور نباتات اور حیوانات کی آواز بھی اُس کو پہنچ جاتی ہے......

اِسی طرح اُس کی ناک کو بھی غیبی خوشبو سونگھنے کی ایک قوت دی جاتی ہے۔ اور بسا اوقات وہ بشارت کے اُمور کو سُونگھ لیتا ہے اور مکروہات کی بد بُو اُس کو آجاتی ہے۔علیٰ ھٰذا القیاس اُس کے دل کو قوتِ فراست عطا کی جاتی ہے اور بہت سی باتیں اُس کے دل میں پڑ جاتی ہیں اور وہ صحیح ہوتی ہیں۔علیٰ ھٰذا

القیاس شیطان اُسپر تصرّف کرنے سے محروم ہو جاتا ہے کیونکہ اُس میں شیطان کا کوئی حصہ نہیں رہتا اور بباعث نہایت درجہ فنافی اللہ ہونے کے اُس کی زبان ہر وقت خدا کی زبان ہوتی ہے اور اُس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہوتا ہے اور اگرچہ اُس کو خاص طور پر الہام بھی نہ ہوتب بھی جو کچھ اُس کی زبان پر جاری ہوتا ہے وہ اُس کی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے کیونکہ نفسانی ہستی اُس کی بکلّی جل جاتی ہے اور سِفلی ہستی پر ایک موت طاری ہو کر ایک نئی اور پاک زندگی اُس کو ملتی ہے جس پر ہر وقت اَنوارِ الٰہیہ مُنعکِس ہوتے رہتے ہیں۔''

(حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 18)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خلافت یعنی اولیاء اللہ کی صفات ۔۳

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَ لَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (یونس:63)

سنو کہ یقیناً اللہ کے دوست ہی ہیں جن پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

☆اللہ تعالیٰ کی نظر میں جو سب سے بڑھ کے اُس کا محبوب اور ولی ہوتا ہے اُسی کو خلافت کی رِدا پہنا تا ہے انہی اولیاء اللہ کی صفات بیان کرتے ہوئے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اِسی طرح اُس کی پیشانی کو ایک نُور عطا کیا جاتا ہے جو بجُز عُشّاقِ الٰہی کے اَور کسی کو نہیں دیا جاتا۔ اور بعض خاص وقتوں میں وہ نُور ایسا چمکتا ہے کہ ایک کافر بھی اُس کو محسوس کر سکتا ہے بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ وہ لوگ ستائے جاتے اور نصرتِ الٰہی حاصل کرنے کیلئے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ پس وہ اِقبال علی اللہ کا وقت اُن کیلئے ایک خاص وقت ہوتا ہے اور خدا کا نور اُن کی پیشانی میں اپنا جلوہ ظاہر کرتا ہے۔

ایسا ہی اُنکے ہاتھوں میں اور پیروں میں اور تمام بدن میں ایک برکت دی جاتی ہے جس کی وجہ سے اُن کا پہنا ہوا کپڑا بھی مُتبرَّک ہو جاتا ہے۔ اور اکثر اوقات کسی شخص کو چُھونا یا اُس کو ہاتھ لگانا۔ اُس کے اَمراض روحانی یا جسمانی کے ازالہ کا موجب ٹھہرتا ہے۔

اِسی طرح اُن کے رہنے کے مکانات میں بھی خدائے عزَّ وجل ایک برکت رکھ دیتا ہے وہ مکان بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے خدا کے فرشتے اُس کی حفاظت کرتے ہیں۔

اِسی طرح اُن کے شہر یا گاؤں میں بھی ایک برکت اور خصوصیت دی جاتی ہے۔ اِسی طرح اُس خاک کو بھی کچھ برکت دی جاتی ہے جس پر اُن کا قدم پڑتا ہے۔''

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 19)

☆نیز ایک اَور جگہ اولیاء اللہ کے ذکر پر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اُسکی دعائیں قبول کرتا ہے اور نہ صرف اُسکی دعائیں قبول کرتا ہے بلکہ اُس کے اہل وعیال اُس کے احباب کے لیے بھی برکات عطا کرتا ہے اور صرف یہانتک ہی نہیں بلکہ اُن مقاموں میں برکت دی جاتی ہے جہاں وہ ہوتے ہیں اور اُن زمینوں میں برکت رکھی جاتی ہے اور اُن کپڑوں میں برکت دی جاتی ہے جن میں وہ ہوتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد3 صفحہ 595)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خلافت یعنی اولیاءاللہ کی صفات ۔۴

☆**ارشادِ باری تعالیٰ ہے:**

أَ لَا إِنَّ أَوۡلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَ لَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ(یونس:63)

سنو کہ یقیناً اللہ کے دوست ہی ہیں جن پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

☆**اللہ تعالیٰ کی نظر میں جو سب سے بڑھ کے اُس کا محبوب اور ولی ہوتا ہے اُسی کو خلافت کی رِدا پہناتا ہے انہی اولیاء اللہ کی صفات بیان کرتے ہوئے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:**

''اِسی طرح اِس درجہ کے لوگوں کی تمام خواہشیں بھی اکثر اوقات پیشگوئی کا رنگ پیدا کر لیتی ہیں یعنی جب کسی چیز کے کھانے یا پینے یا پہنے یا دیکھنے کی بشدّت اُن کے اندر خواہش پیدا ہوتی ہے تو وہ خواہش ہی پیشگوئی کی صورت پکڑ لیتی ہے اور جب قبل از وقت اِضطرار کے ساتھ اُن کے دل میں ایک خواہش پیدا ہوتی ہے تو وہ چیز میسر آ جاتی ہے۔

اِسی طرح اُن کی رضامندی اور ناراضگی بھی پیشگوئی کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے پس جس شخص پر وہ شدّت سے راضی اور خوش ہوتے ہیں اُس کے آئندہ اِقبال کے لئے یہ بشارت ہوتی ہے اور جس پر وہ بشدّت ناراض ہوتے ہیں اُس کے آئندہ اَدبار اور تباہی پر دلیل ہوتی ہے کیونکہ بباعث فنا فی اللہ ہونے کے وہ سرائے حق میں ہوتے ہیں اور اُن کی رضا اور غضب خدا کا رضا اور غضب ہوتا ہے اور نفس کی تحریک سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے یہ حالات اُن میں پیدا ہوتے ہیں......

یہ بالکل سچ ہے کہ مقبولین کی اکثر دعائیں منظور ہوتی ہیں بلکہ بڑا معجزہ اُن کا استجابتِ دعا ہی ہے جب اُن کے دلوں میں کسی مصیبت کے وقت شدّت سے بیقراری ہوتی ہے اور اُس شدید بیقراری کی حالت میں وہ اپنے خدا کی طرف توجہ کرتے ہیں تو خدا اُن کی سنتا ہے اور اُس وقت اُن کا ہاتھ گویا خدا کا

ہاتھ ہوتا ہے۔ خدا ایک مخفی خزانہ کی طرح ہے کامل مقبولوں کے ذریعہ سے وہ اپنا چہرہ دکھلاتا ہے۔ خدا کے نشان تبھی ظاہر ہوتے ہیں جب اُس کے مقبول ستائے جاتے ہیں۔ اور جب حد سے زیادہ اُن کو دُکھ دیا جاتا ہے تو سمجھو کہ خدا کا نشان نزدیک ہے بلکہ دروازہ پر۔ کیونکہ یہ وہ قوم ہے کہ کوئی اپنے پیارے بیٹے سے ایسی محبت نہیں کرے گا جیسا کہ خدا اُن لوگوں سے کرتا ہے جو دل و جان سے اُس کے ہو جاتے ہیں وہ اُن کیلئے عجائب کام دِکھلاتا ہے اور ایسی اپنی قوّت دِکھلاتا ہے کہ جیسے ایک سوتا ہوا شیر جاگ اُٹھتا ہے خدا مخفی ہے اور اُس کے ظاہر کرنے والے یہی لوگ ہیں۔ وہ ہزاروں پَردوں کے اندر ہے اور اُس کا چہرہ دِکھلانے والی یہی قوم ہے......

خدا کے مقبول بندے جو انوارِ سُبحانی میں غرق کئے جاتے اور آتشِ محبت سے اُن کی ساری نفسانیت جلائی جاتی ہے وہ اپنی ہر شان میں کیا باعتبار کمیّت اور کیا باعتبار کیفیت غیروں پر غالب ہوتے ہیں اور غیر معمولی طور پر خدا کی تائید اور نصرت کے نشان اِس کثرت سے اُن کیلئے ظاہر ہوتے ہیں کہ دنیا میں کسی کو مجال نہیں ہوتی کہ اُن کی نظیر پیش کر سکے...... خدا جو مخفی ہے اُس کا چہرہ دِکھلانے کیلئے وہ کامل مظہر ہوتے ہیں وہ دنیا کے آگے پوشیدہ خدا کو دکھلاتے ہیں اور خدا اُنہیں دکھلاتا ہے۔''

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 19 تا 22)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خلافت سے وابستگی۔ا

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ (النور:56)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ اُنہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔

☆پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''ہر وہ شخص جو خلافت سے جڑا رہے گا، جو اپنے ایمان اور اعمالِ صالحہ میں ترقی کرے گا اُسے اللہ تعالیٰ اُن انعامات کے نظارے کرائے گا جو خلافت کے ساتھ رہنے سے ہر فردِ جماعت پر بھی ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ خلافت احمدیہ کو بھی ایسے افراد عطا فرماتا رہے گا جو اِخلاص و وفا میں بڑھتے چلے جانے والے ہوں گے۔ جو قیام و اِستحکامِ خلافت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دینے والے ہوں گے۔ جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ خود خلافت کی محبت سے بھر دے گا اور بھر رہا ہے اور بھرا ہوا ہے۔ اور میں تو ایسے نظارے روزانہ ہر قوم اور ہر ملک میں دیکھ رہا ہوں۔

پس اے مسیح محمدی کے غلامو! آپ کے درختِ وجود کی سرسبز شاخو!......اللہ تعالیٰ کا اس دور میں ہمیں داخل کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درختِ وجود کی سرسبز شاخیں بننے کی ہم کوشش کرتے ہیں اور کر رہے ہیں۔

ہم اپنے اندر انقلاب پیدا کرنے کی پہلے سے بڑھ کر کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کے اس احسان پر جو خلافت کی صورت میں اُس نے ہم پر کیا اپنی روحانی ترقی کی نئی منزلوں کی نشاندہی کریں۔ اللہ تعالیٰ کے اس احسان پر اپنے عہدِ بیعت کو نبھانے کی پہلے سے بڑھ کر کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کے اس احسان پر، خلافت سے وفا اور اطاعت کے معیار بلند سے بلند تر کرتے چلے جائیں۔ اس احسان کے شکرانے

کے طور پر اپنوں اور غیروں میں پیار اور محبت کے نغمے بکھیرتے چلے جائیں ۔یقیناً یہی نیکیاں اور شکرگزاری ہمارا مطمحِ نظر ہونی چاہئیں۔ یقیناً پیار اور محبت کے سَوتے ہمارے دِلوں سے پھوٹنے چاہئیں۔یقیناً عہد وفا کے نئے نئے راستوں کا تعین ہماری زندگی کا مقصد ہونا چاہئے۔اور جب یہ ہوگا تو ہم اللہ تعالیٰ کے اِنعام کی قدر کرنے والے ٹھہریں گے۔جب یہ ہوگا تو ہم دائمی خلافت کے فیض سے فیضیاب ہونے والے بنتے چلے جائیں گے۔اللہ تعالیٰ کے اِنعاموں اور فضلوں کی نہ ختم ہونے والی بارشیں ہم پر برسیں گی۔

پس اے میرے پیارو اور میرے پیاروں کے پیارو! اُٹھو آج اس اِنعام کی حفاظت کے لئے نئے عزم اور ہمت سے اپنے عہد کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور گرتے ہوئے،اُس سے مدد مانگتے ہوئے میدان میں کود پڑو کہ اسی میں تمہاری بقا ہے،اسی میں تمہاری نسلوں کی بقا ہے اور اسی میں انسانیت کی بقا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو بھی توفیق دے۔اللہ تعالیٰ مجھے بھی توفیق دے کہ ہم اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہوں۔ اَللّٰھُمَّ آمِیْن

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ 27 مئی 2008ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خلافت سے وابستگی ۔۲

☆اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ إِذْ کُنْتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ إِخْوَاناً (آل عمران:104)

اوراللہ کی رسّی کوسب کے سب مضبوطی سے پکڑلواورتفرقہ نہ کرواوراپنے اوپراللہ کی نعمت کو یادکرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کو آپس میں باندھ دیا اور پھر اس کی نعمت سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔

☆حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضوﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا الإِمَامُ جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِہٖ وَیُتَّقَی بِہٖ فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَعَدَلَ کَانَ لَہٗ بِذَالِکَ أَجْرٌ وَإِنْ یَأْمُرْ بِغَیْرِہٖ کَانَ عَلَیْہِ مِنْہُ.

(صحیح مسلم، کتاب الامارہ حدیث نمبر4878)

اِمام سِپر (ڈھال) ہے کہ اُس کے پیچھے پیچھے رہ کر لڑتے ہیں اور اُس کی وجہ سے لوگ تکالیف سے بچتے ہیں۔ پھر اگر وہ اللہ عزّ وجل سے ڈرنے کا حکم دے اور انصاف کرے تو اُسکو اجر ملے گا اور اگر اس کے علاوہ کوئی حکم دے، تو اس پر وہ خود ہی ذمہ دار ہوگا۔

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوّر اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ فرماتے ہیں:

''اے دوستو! بیدار ہو اور اپنے مقام کو سمجھو اور اُس اطاعت کا نمونہ دکھاؤ جس کی مثال دنیا کے پردہ پر کسی اور جگہ پر نہ ملتی ہو اور کم سے کم آئندہ کے لئے کوشش کرو کہ سَو (100) میں سے سَو ہی کامل فرمانبرداری کا نمونہ دکھائیں اور اُس ڈھال سے باہر کسی کا جسم نہ ہو جسے خدا تعالیٰ نے تمہاری حفاظت کے لئے مقرر کیا ہے اور اَلْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِہٖ پر ایسا عمل کرو کہ محمد رسول اللہﷺ کی روح تم

سے خوش ہو جائے۔‘‘

(قیام امن اور قانون کی پابندی کیلئے جماعت احمدیہ کا فرض، انوار العلوم جلد 14 صفحہ 525)

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جبل اللہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کے وجود کا استنباط کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’واضح ہو کہ اب اللہ کی رسی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود ہی ہے، آپ کی تعلیم پر عمل کرنا ہے اور پھر خلافت سے چمٹے رہنا بھی تمہیں مضبوط کرتا چلا جائے گا۔ خلافت تمہاری اکائی ہوگی اور خلافت تمہاری مضبوطی ہوگی۔ خلافت تمہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آنحضرت ﷺ کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے جوڑنے والی ہوگی۔ پس اس رسی کو بھی مضبوطی سے پکڑے رکھو۔ ورنہ جو نہیں پکڑے گا وہ بکھر جائے گا۔ نہ صرف خود برباد ہوگا بلکہ اپنی نسلوں کی بربادی کے سامان کر رہا ہوگا۔ اسی لئے ہر وہ آدمی جس کا اس کے خلاف نظریہ ہے وہ ہوش کرے۔‘‘

(خطباتِ مسرور جلد 3 صفحہ 516)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خلافت

☆اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْأَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِیْ ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ أَمْناً ط یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئاً وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَأُوْلٰئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ(النور:56)

تم میں سے جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ اُنہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کوخلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

☆حضرت حُذَیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر وہ اُس کو اُٹھالے گا اور خلافت علیٰ منہاجِ نبوت قائم ہوگی پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس نعمت کو بھی اُٹھا لے گا۔ پھر اُس کی تقدیر کے مطابق ایذاءرساں بادشاہت قائم ہوگی۔ جب یہ دور ختم ہوگا تو اس سے بھی بڑھ کر جابر بادشاہت قائم ہوگی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اُسے بھی اُٹھالے گا۔ اس کے بعد پھر خلافت علیٰ منہاجِ نبوت قائم ہوگی۔ اور یہ فرما کر آپؐ خاموش ہوگئے۔''

(مشکوٰۃ المصابیح۔ کتاب الرقاق باب التحذیر من الفتن۔ الفصل الثالث)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام جماعت میں اپنے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام

کی خوشخبری دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''سواے عزیزو! جب کہ قدیم سے سُنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا وے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم ...... غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اُس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک مَیں نہ جاؤں۔ لیکن مَیں جب جاؤں گا تو پھر خدا اُس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔''

(الوصیت۔ روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ 305)

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پیشگوئیوں کے مطابق امت محمدیہ میں خلافت علی منہاج النبوۃ کے قیام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اب اللہ تعالیٰ سے علم پا کر سیدنا محمد ﷺ نے جو خبر دی تھی اُس کے عین مطابق آپ ؐ کے وصال کے بعد خلافتِ راشدہ کا قیام ہوا جو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت تک چلی اور اس کے بعد ایذا رساں بادشاہت اور حکمران اور جابر بادشاہت قائم ہوگئی۔ پھر مخبر صادق ﷺ کی خبر کے مطابق چودھویں صدی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اور پھر اُن کی وفات کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا دوبارہ قیام ہوا۔ اللہ کرے یہ قیامت تک قائم رہے۔''

(خطباتِ مسرور جلد نمبر 1 صفحہ 86)

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ نیکی اور تقویٰ پر قائم رکھتے ہوئے اس نعمتِ عظمیٰ کا دائمی وارث بنائے۔ آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اطاعت۔ا

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَا أَیُّھَا النَّبِیُّ إِذَا جَاءَ کَ الْمُؤْمِنَاتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰی أَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئاً وَلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ أَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَأْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ أَیْدِیْھِنَّ وَأَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ إِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿الممتحنہ: ۱۳﴾

ترجمہ: اے نبی! جب مومن عورتیں تیرے پاس آئیں (اور) اس (امر) پر تیری بیعت کریں کہ وہ کسی کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور نہ ہی چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ ہی (کسی پر) کوئی جھوٹا الزام لگائیں گی جسے وہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے گھڑ لیں اور نہ ہی معروف (امور) میں تیری نافرمانی کریں گی تو تُو اُنکی بیعت قبول کر اور اُن کیلئے اللہ سے بخشش طلب کر۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

’’آنحضرت ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور اُس پر ایک شخص کو حاکم مقرر کیا تا کہ لوگ اُس کی بات سنیں اور اُس کی اطاعت کریں۔ اُس شخص نے آگ جلوائی اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ آگ میں کُود جائیں۔ بعض لوگوں نے اُس کی بات نہ مانی اور کہا کہ ہم تو آگ سے بچنے کے لئے مسلمان ہوئے ہیں۔ لیکن کچھ لوگ آگ میں کُودنے کیلئے تیار ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ کو جب اِس بات کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ اس میں کُود جاتے تو ہمیشہ آگ میں ہی رہتے نیز فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے رنگ میں کوئی اطاعت واجب نہیں اطاعت صرف معروف امور میں ضروری ہے۔‘‘

(سنن ابی دائود کتاب الجهاد باب فی الطاعة)

☆ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یَاْ مُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ نبی اُن باتوں کے لئے حکم دیتا ہے جو خلاف عقل نہیں ہیں اور ان باتوں سے منع کرتا ہے جن سے عقل بھی منع کرتی ہے۔ اور پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ناپاک کو حرام ٹھہراتا ہے اور قوموں کے سر پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جس کے نیچے وہ دبی ہوئی تھیں اور ان گردنوں کے طوقوں سے وہ رہائی بخشتا ہے جن کی وجہ سے گردنیں سیدھی نہیں ہوسکتی تھیں۔ پس جو لوگ اس پر ایمان لائیں گے اور اپنی شمولیت کے ساتھ اس کو قوت دیں گے۔ اور اس کی مدد کریں گے اور اس نور کی پیروی کریں گے جو اس کے ساتھ اُتارا گیا وہ دنیا اور آخرت کی مشکلات سے نجات پائیں گے۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 420)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''ایک اور غلطی ہے وہ طاعت درمعروف کے سمجھنے میں ہے کہ جن کاموں کو ہم معروف نہیں سمجھتے اس میں طاعت نہ کریں گے۔ یہ لفظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی آیا ہے وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ (الممتحنہ: ۱۳) اب کیا ایسے لوگوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عیوب کی بھی کوئی فہرست بنالی ہے۔ اسی طرح حضرت صاحب نے بھی شرائط بیعت میں طاعت درمعروف لکھا ہے۔ اس میں ایک سر ہے۔ میں تم میں سے کسی پر ہرگز بدظن نہیں۔ میں نے اس لئے ان باتوں کو کھولا تا تم میں سے کسی کو اندر ہی اندر دھوکہ نہ لگ جائے۔''

(خطبات نور صفحہ 420,21)

☆ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ نے وضاحت فرما کر معروف کا اصول وضع فرما دیا کہ کیا معروف ہے اور کیا غیر معروف ہے۔ واضح ہو کہ نبی یا خلیفہ وقت کبھی مذاق میں بھی یہ بات نہیں کرسکتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی واضح حکم کی خلاف ورزی تم امیر کی طرف سے دیکھو تو پھر اللہ اور رسول کی طرف رجوع

کرو۔اور اب اس زمانہ میں مسیح موعودؑ کے بعد خلافت راشدہ کا قیام ہو چکا ہے تو خلیفہ وقت تک پہنچو۔اُس کا فیصلہ ہمیشہ معروف فیصلہ ہی ہوگا۔اللہ اور رسول کے احکام کے مطابق ہی ہوگا......تمہیں خوشخبری ہو کہ اب تم ہمیشہ معروف فیصلوں کے نیچے ہی ہو۔‘‘

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 19 ستمبر 2003ء)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ   بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اطاعت ۔۲

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَا أَیُّھَا الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا أَطِیۡعُوۡا اللّٰہَ وَأَطِیۡعُوۡا الرَّسُوۡلَ وَأُوۡلِی الۡأَمۡرِ مِنۡکُمۡ فَإِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ إِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ إِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِیۡلاً ﴿النساء: ۶۰﴾

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بھی اور اگر تم کسی معاملہ میں (اولوالامر سے) اختلاف کرو تو ایسے معاملے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دیا کرو اگر (فی الحقیقت) تم اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان لانے والے ہو۔ یہ بہت بہتر (طریق) اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے۔

☆آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص اپنے حاکم سے ناپسندیدہ بات دیکھے وہ صبر کرے کیونکہ جو نظام سے بالشت بھر جدا ہو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی''۔

(بخاری کتاب الاحکام با ب السمع وطاعة الامام مالم تکن معصیة)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے۔ مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں ہے جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے مگر ہاں یہ شرط ہے کہ سچی اطاعت ہو اور یہی ایک مشکل امر ہے۔ اطاعت میں اپنے ہوائے نفس کو ذبح کر دینا ضروری ہوتا ہے بدوں اس کے اطاعت ہو نہیں سکتی''۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۵ مؤرخہ ۱۰ فروری ۱۹۰۱ء صفحہ ۱ بحوالہ خطبات مسرور جلد چہارم صفحہ ۲۸۳)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے واضح طور پرفرمایا ہے کہ ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ....﴾(النساء:60) اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکّام کی بھی۔ اور اگر تم کسی معاملہ میں اولوالامر سے اختلاف کرو تو ایسے معاملے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دیا کرو۔ اگر فی الحقیقت تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے ہو۔ یہ بہت بہتر طریق ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔ یعنی تمہارا کام اطاعت کرنا ہے اللہ تعالیٰ کے حکموں کی پوری پیروی کرو۔ پہلے اپنے آپ کو دیکھو کہ تم اللہ کے حکموں کی پیروی کر رہے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے شریعت کے جو احکامات اتارے ہیں، پہلے تو ان کا فہم وادراک حاصل کرو، کیا وہ تمہیں حاصل ہو گیا ہے۔ اور جب مکمل طور پر حاصل ہو گیا ہے تو پھر اُن احکامات کو اپنی زندگیوں کا حصہ بناؤ اور جب ایک شخص خود اس پر عمل کرنے لگ جائے گا اور اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر بھی عمل کر رہا ہوگا تو پھر وہ شاید اپنے خیال میں یہ کہنے کے قابل ہو سکتا ہے کہ ہاں اب مَیں ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔ لیکن بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی، یہ آیت ہمیں کچھ اور بھی کہتی ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم علمی اور عملی لحاظ سے احکام شریعت کے بہت پابند ہیں اور علم رکھنے والے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جو غیب کا علم بھی رکھتا ہے اور حاضر کا علم بھی رکھتا ہے اور جو آئندہ ہونے والا ہے اس کا علم بھی رکھتا ہے اس کو پتہ تھا کہ اگر صرف اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا کہہ دیا تو کئی نام نہاد علماء اور بزعم خویش سنت رسولؐ پر چلنے والے پیدا ہوں گے اور جو جماعت کی برکت ہے وہ نہیں رہے گی اور ہر ایک نے اپنی ایک ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائی ہوگی اور اپنے محدود علم کو ہی انتہا سمجھیں گے اور آج ہم مسلمانوں میں دیکھتے ہیں تو یہی کچھ نظر آتا ہے۔ لیکن یہ جو زعم ہے کہ ہم اللہ اور رسول کے حکم پر عمل کر رہے ہیں، اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہلوا کر ختم کر دیا کہ مسیح موعود کے آنے کے بعد اس کو ماننا ضروری ہے اور پھر اس کے بعد جو خلافت عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّۃ قائم ہونی ہے اس کی اطاعت بھی ضروری ہے۔ ورنہ یہ دعویٰ ہے کہ ہم نے اللہ اور رسول کی اطاعت کر لی۔ اور پھر اس سے آگے اللہ تعالیٰ نے نظام جماعت میں یکرنگی پیدا کرنے کے لئے اور اس نظام کی حفاظت کے لئے

یہ بھی فرما دیا کہ اولوالامر کی بھی اطاعت کرو۔صرف مسیح موعودؑ کو جو مان لیا اس کے بعد جو نظام مسیح موعودؑ کی جماعت میں، نظام خلافت کے قائم ہونے سے قائم ہوا ہے اس کی بھی اطاعت کرو......

بہرحال اپنے نظام اور جو بھی عہدیدار ہے اس کی اطاعت کرنی ہے کیونکہ وہ خلیفۂ وقت کا قائم کردہ نظام ہے۔لیکن عہدیداروں کو بھی یہ سوچنا چاہئے کہ انہوں نے اگر اطاعت کے معیار بڑھانے ہیں تو خود بھی اطاعت کے اعلیٰ نمونے قائم کریں۔‘‘

(خطبات مسرور جلد چہارم صفحہ ۲۸۹و۲۸۳)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اطاعتِ خلافت۔ا

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ أَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ(سورہ نور: ۵۵)

ترجمہ: تو کہہ دے کہ اللہ کی اطاعت کرواور رسول کی اطاعت کرو۔

☆حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''جس نے میری اطاعت کی۔اس نے اللہ کی اطاعت کی۔جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔جس نے حاکم وقت کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی جو حاکم وقت کا نافرمان ہے وہ میرا نافرمان ہے۔''

(مسلم کتاب الامارة باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیة)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''خدا کی اطاعت کرواور رسول کی اطاعت کرواور مسلّم اور بدیہی امر ہے کہ خدا کے احکام سے تخلّف کرنا معصیت اور موجب دخول جہنم ہے اور اس مقام میں جس طرح خدا اپنی اطاعت کے لئے حکم فرماتا ہے ایسا ہی رسول کی اطاعت کے لئے حکم فرماتا ہے۔سو جو شخص اُس کے حکم سے مُنہ پھیرتا ہے وہ ایسے جرم کا ارتکاب کرتا ہے جس کی سزا جہنم ہے۔''

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد سوم صفحہ ۴۵۸)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوّر اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

''قرآن کرم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے، رسول کے متعلق جو احکام نظام سلسلہ کے متعلق ہیں وہ رسول کے خلفاء کے متعلق بھی ہیں اور یہاں چونکہ نظام کے بارہ میں احکام ہیں یہ جس طرح رسول کے بارہ میں ہیں اسی طرح ان کے خلفاء کے متعلق بھی ہیں۔نیز رسول کریم ﷺ بھی فرماتے ہیں کہ مَنْ اَطَاعَ اَمِیْرِیْ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ جو میرے امیر کی اطاعت کرتا ہے، وہ میری اطاعت کرتا ہے۔پس

رسول کے نائبوں کی اطاعت رسول کی اطاعت میں شامل ہے۔.....پس اے دوستو! بیدار ہو اور اپنے مقام کو سمجھو اور اُس اطاعت کا نمونہ دکھاؤ جس کی مثال دنیا کے پردہ پر کسی اور جگہ پر نہ ملتی ہو اور کم سے کم آئندہ کے لئے کوشش کرو کہ سَو میں سے سَو ہی کامل فرمانبرداری کا نمونہ دکھائیں اور اُس ڈھال سے باہر کسی کا جسم نہ ہو جسے خدا تعالیٰ نے تمہاری حفاظت کے لئے مقرر کیا ہے اور اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهٖ پر ایسا عمل کرو کہ محمد رسول ﷺ کی روح تم سے خوش ہو جائے‘‘۔

(انوار العلوم جلد ۱۴ صفحہ ۵۱۹۔۵۲۵)

☆ **حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:**

’’میرا ساری زندگی کے تجربے کا نچوڑ یہ ہے کہ خلیفہ وقت کی ہدایت پر اگر اخلاص کے ساتھ اور سنجیدگی کے ساتھ توجہ دیں گے خواہ آپ کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے تو آپ کے کاموں میں غیر معمولی برکت پڑے گی اور اگر آپ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے بھلائیں گے تو پھر آپ کے کاموں میں سے برکت اٹھ جائے گی‘‘۔

(خطبہ جمعہ ۶ نومبر ۱۹۸۷ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اطاعتِ خلافت ۔۲

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ أَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ (سورہ نور:۵۵)

ترجمہ: تو کہہ دے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

☆آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''تنگدستی اور خوشحالی، خوشی اور ناخوشی، حق تلفی اور ترجیحی سلوک، غرض ہر حالت میں تیرے لئے حاکم وقت کے حکم کو سننا اور اطاعت کرنا واجب ہے۔''

(مسلم كتاب الامارة باب وجوب طاعة الامراء)

☆حضرت عبادہؓ بن صامت سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت اس نکتہ پر کی کہ سنیں گے اور اطاعت کریں گے خواہ ہمیں پسند ہو یا ناپسند۔''

(مسلم كتا ب الامارة باب وجوب طاعة الامراء)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اطاعت کوئی چھوٹی سی بات نہیں اور سَہْل (یعنی آسان) امر نہیں یہ بھی ایک موت ہوتی ہے جیسے ایک زندہ آدمی کی کھال اتاری جائے ویسی ہی اطاعت ہے۔''

(ملفوظات جلد 2 ص 411 حاشیہ)

☆پھر آپؑ نے فرمایا:

''اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں ہے جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے۔ مگر ہاں یہ شرط ہے کہ سچی اطاعت ہو اور یہی ایک مشکل امر ہے اطاعت میں اپنے ہوائے نفس (یعنی نفس کی خواہشات) کو ذبح کر دینا ضروری ہوتا ہے بدُوں (بغیر) اسکے اطاعت ہو نہیں سکتی۔''

(تفسیر بیان فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 2 ص 246)

☆ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''وہ نظارہ اپنے سامنے رکھیں جب شراب کی حرمت کا حکم آیا تو کچھ صحابہ بیٹھے شراب پی رہے تھے جب اعلان کرنے والے نے اعلان کیا تو ایک صحابی اٹھے اور ایک سوٹی لے کر شراب کے مٹکوں کو توڑنا شروع کردیا۔ کسی نے کہا جا کے پتہ تو کرلو کہ اصل میں حکم کیا ہے، واضح ہے بھی یا نہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھی ہے کہ نہیں۔ تو انہوں نے کہا: نہیں، جو سُن لیا پہلے اس پر عمل کرو۔ یہی اطاعت ہے۔ اس کے بعد پتہ کرلینا کہ کیا اصل حکم تھا۔ تو یہ جذبہ ہے جو ہر ایک کو پیدا کرنا ہوگا۔ یہ نہیں کہ ہمیں علیحدہ طور پر کچھ کہیں گے تو تب ہم عمل کریں گے ورنہ نہیں۔ عمومی طور پر ہر بات جو اس زمانے میں اپنے اپنے وقت میں خلفاء وقت کہتے رہے ہیں۔ جو خلیفۂ وقت آپ کے سامنے پیش کرتا ہے، جو تربیتی امور آپ کے سامنے رکھے جاتے ہیں۔ ان سب کی اطاعت کرنا اور خلیفۂ وقت کی ہر بات کو ماننا یہ اصل میں اطاعت ہے اور یہ نہیں ہے کہ تحقیق کی جائے کہ اصل حکم کیا تھا؟ یا کیا نہیں تھا؟ اس کے پیچھے کیا روح تھی؟۔ جو سمجھ آیا اس کے مطابق فوری طور پر اطاعت کی جائے تبھی اس نیکی کا ثواب ملے گا۔''

(خطبات مسرور جلد 4 ص 287-288)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اولوالامر کی اطاعت۔ا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَا أَیُّھَا الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا أَطِیۡعُوۡا اللّٰہَ وَأَطِیۡعُوۡا الرَّسُوۡلَ وَأُوۡلِی الۡأَمۡرِ مِنۡکُمۡ فَإِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ إِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ إِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِیۡلاً ﴿النساء: ۶۰﴾

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بھی اور اگر تم کسی معاملہ میں (اولوالامر سے) اختلاف کرو تو ایسے معاملے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دیا کرو اگر (فی الحقیقت) تم اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان لانے والے ہو۔ یہ بہت بہتر (طریق) اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے۔

☆حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

’’تنگدستی اور خوشحالی، خوشی اور ناخوشی، حق تلفی اور ترجیحی سلوک، غرض ہر حالت میں تیرے لئے حاکم وقت کے حکم کو سننا اور اطاعت کرنا واجب ہے۔‘‘

(مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب طاعۃ الامراء)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اُولِی الۡاَمۡر سے مراد جسمانی طور پر بادشاہ اور روحانی طور پر امام الزمان ہے۔ اور جسمانی طور پر جو شخص ہمارے مقاصد کا مخالف نہ ہو اور اس سے مذہبی فائدہ ہمیں حاصل ہو سکے وہ ہم میں سے ہے‘‘۔

(ضرورۃ الامام صفحہ ۲۳، روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۴۹۳)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’یہ خیال کہ اُولُو الامر صرف روحانی نظام کا بادشاہ ہے۔ یعنی ہمارے نقطہ نگاہ سے حضرت اقدس

محمد رسول اللہ ﷺ اور جسمانی لحاظ سے اس کے سوا کوئی ہم پر اولواالامر نہیں ہے یہ خیال غلط ہے۔ آنحضرت ﷺ ہی کے فہم قرآن کے نتیجے میں جس سے بہتر فہم قرآن ممکن ہی نہیں ہر بادشاہ، ہر سیاسی قوم کا راہنما جو حکم ہو جائے، جس کو وہ مقام حاصل ہو جائے کہ ساری قوم کو اس کی بات ماننا ضروری ہو وہ اُولُو الامر ہے اور اس کی اطاعت فرض ہے خواہ وہ دماغی لحاظ سے کیسا ہی ہو، خواہ وہ عقلی لحاظ سے ایک پاگل دکھائی دے، خواہ وہ روحانی لحاظ سے انتہائی ظالم اور حد سے گزرنے والا ہو۔ ان تمام امور کا حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک ایک کر کے تذکرہ فرمایا ہے تا کہ کسی کو بہانا ہاتھ نہ آئے کہ ایسا اولواالامر ہو تو ہم کیسے اطاعت کریں گے۔ فرمایا ہر صورت میں اطاعت کرنی ہے صرف ایک صورت ہے کہ اس کی اطاعت سے آپ باہر نکل جائیں کہ اگر روحانی بادشاہ کا حُکم اس سے متضاد ہو اور بیک وقت روحانی بادشاہ کے احکام کے دائرہ میں رہتے ہوئے اس پر عمل ممکن نہ ہو تو پھر حضرت رسول اللہ ﷺ کے نزدیک اور حضرت مسیح موعودؑ نے جو آپ کو سمجھا اس کی روح سے وقتی طور پر ایسی صورتوں میں اس اولواالامر کی طرف رجوع کرو جو روحانی اولواالامر ہے کیونکہ اصل وہی ہے اور دنیاوی اولواالامر کو چھوڑ دو۔

یہ مضمون میں نے پہلے بھی بارہا سمجھایا ہے اور اب پھر نظام جماعت کے حوالے سے دوبارہ ضرورت ہے یعنی دنیا میں احمدیوں کو جو حکومتوں کے سامنے مسائل پیش ہوتے ہیں وہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ میں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ ہر جماعت کے دائرے میں کوئی شخص بھی یہ سوال اٹھا سکتا ہے کہ یہ میرا اولواالامر تھوڑے دائرے میں ہے۔ خلیفہ وقت میرا اولی الامر زیادہ وسیع دائرے میں ہے اس کے حکم کو یہ شخص ٹال رہا ہے اس لئے میں اس کی بات نہیں مانتا۔ اگر یہ سلسلہ شروع ہو جائے تو فساد کا ایک ایسا دروازہ کھل جائے گا جو کبھی بند نہیں ہوسکتا۔ یہاں جا کر لوگوں کا دماغ کنفیوژ ہو جاتا ہے وہ باریک فرق کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے یہی وجہ ہے کہ یہ مضمون اگر چہ میں پہلے بھی کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں مگر پھر مجھے نظام جماعت کی خاطر اسے بیان کرنا ضروری ہے۔

اگر کوئی شخص صاحب امر ہونے کی وجہ سے کسی کو کہتا ہے کہ نماز چھوڑ دو تو وہاں اس کے ذرّہ بھی تردد کی گنجائش نہیں۔ وہ کہے جاؤ اپنے گھر بیٹھو، تم اولواالامر ہو اُس دائرے کے اندر جو قرآن کے دائرے کے اندر ہے اور رسول اللہ ﷺ کے فرمودات کے دائرے کے اندر ہے اور اُس دائرے میں فرائض میں

فرائض کا ترک ناممکن ہے لیکن فرائض سے کم کے جو ترک ہیں وہ ممکن بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ فرق نہ سمجھنے کی وجہ سے سارا فساد برپا ہوتا ہے۔ فرائض کا ترک بالکل واضح ہے وہ محکمات میں سے ہے کوئی دنیا میں اختیار نہیں رکھتا کہ ان محکمات کو تبدیل کر سکے۔ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے لئے تو کوئی وہم گمان بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ آپ محکمات کو نظر انداز کریں گے مگر دنیا والے جو محکمات کو نظر انداز کرتے بھی ہوں گے وہ اس کا حکم نہیں دے سکتے‘‘۔

(مشعل راہ جلد سوم صفحہ ۶۲۵ تا ۶۲۶)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امراء اور حکام کی اطاعت

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا أَطِیْعُوْا اللّٰہَ وَأَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ وَأُوْلِی الْأَمْرِ مِنْکُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ إِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِیْلاً ﴿النساء: ۶۰﴾

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بھی۔ اور اگر تم کسی معاملہ میں (اُولُو الامر سے) اختلاف کرو تو ایسے معاملے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دیا کرو اگر (فی الحقیقت) تم اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان لانے والے ہو۔ یہ بہت بہتر (طریق) ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

☆حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''جس نے میری اطاعت کی۔ اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ جس نے حاکمِ وقت کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی جو حاکمِ وقت کا نافرمان ہے وہ میرا نافرمان ہے''۔

(مسلم کتاب الامارة باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیة)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اللہ اور رسول اور اپنے بادشاہوں کی تابعداری کرو۔''

(شہادۃ القرآن روحانی خزائن جلد ششم صفحہ ۳۳۲)

☆نیز آپؑ فرماتے ہیں:

''اے مسلمانو! اگر کسی بات میں تم میں باہم نزاع واقعہ ہو تو اس امر کو فیصلہ کے لئے اللہ اور رسول

کے حوالہ کرو۔ اگر تم اللہ اور آخری دن پر ایمان لاتے ہو تو یہی کرو کہ یہی بہتر اور احسن تاویل ہے''۔

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد سوم صفحہ ۵۹۶)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اللہ اور رسول کا فیصلہ...... یہی ہے کہ عام دنیاوی حالات میں ایک مومن پہ جو بھی حالات گزر جائیں تو بغاوت نہ کرو۔ اگر کفر کو دیکھو یا کفر کا حکم سنو تو اطاعت اُس حد تک واجب ہے جہاں تک اِس کے علاوہ باتیں ہیں۔ ان باتوں میں اطاعت نہیں ہے۔ لیکن بغاوت کی تب بھی اجازت نہیں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں حکم ہے أَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَأُوْلِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔ (النساء:۶۰) یہاں اُولِی الامر کی اطاعت کا حکم صاف طور پر موجود ہے۔ اور اگر کوئی شخص کہے کہ مِنْكُمْ میں گورنمنٹ داخل نہیں تو یہ اس کی صریح غلطی ہے گورنمنٹ جو حکم شریعت کے مطابق دیتی ہے وہ اسے مِنْكُم میں داخل کرتا ہے۔ مثلاً جو شخص ہماری مخالفت نہیں کرتا وہ ہم میں داخل ہے۔ اشارۃ النص کے طور پر قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کی اطاعت کرنی چاہیئے اور اس کے حکم مان لینے چاہئیں۔''

(خطبات مسرور جلد نہم خطبہ جمعہ یکم اپریل ۲۰۱۱ صفحہ ۱۶۰)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اطاعت درمعروف

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَأَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿النور:۵۴﴾

ترجمہ: اور انہوں اللہ کی پختہ قسمیں کھائیں کہ اگر تو انہیں حکم دے تو وہ ضرور نکل کھڑے ہوں گے۔تو کہہ دے کہ قسمیں نہ کھاؤ دستور کے مطابق اطاعت (کرو)۔یقیناً اللہ اس سے جو تم کرتے ہو اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

☆حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

’’تنگدستی اور خوشحالی، خوشی اور ناخوشی، حق تلفی اور ترجیحی سلوک، غرض ہر حالت میں تیرے لئے حاکم وقت کے حکم کو سننا اور اطاعت کرنا واجب ہے۔‘‘

(مسلم کتاب الامارة باب وجوب طاعة الامراء)

☆حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

’’یہ تو ہو سکتا ہے کہ ذاتی معاملات میں خلیفہ وقت سے کوئی غلطی ہو جائے لیکن ان معاملات میں جن پر جماعت کی روحانی اور جسمانی ترقی کا انحصار ہو اگر اس سے کوئی غلطی سرزرد بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اپنی جماعت کی حفاظت فرماتا ہے اور کسی نہ کسی رنگ میں اسے اس غلطی پر مطلع کر دیتا ہے۔صوفیاء کی اصطلاح میں اسے عصمت صغریٰ کہا جاتا ہے۔گویا انبیاء کو تو عصمت کبریٰ حاصل ہوتی ہے لیکن خلفاء کو عصمت صغریٰ حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے کوئی ایسی اہم غلطی نہیں ہونے دیتا جو جماعت کیلئے تباہی کا موجب ہو۔ان کے فیصلوں میں جزئی اور معمولی غلطیاں ہو سکتی ہیں مگر انجام کار نتیجہ یہی ہوگا کہ اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا اور اس کے مخالفوں کو شکست ہوگی۔گویا بوجہ اس کے کہ ان کو عصمت صغریٰ حاصل ہوگی خدا تعالیٰ کی پالیسی بھی وہی ہوگی جو ان کی ہوگی۔بے شک بولنے والے وہ ہوں گے، زبانیں انہی کی

حرکت کریں گی، ہاتھ انہی کے چلیں گے، دماغ انہی کا کام کرے گا مگر ان سب کے پیچھے خدا تعالیٰ کا اپنا ہاتھ ہوگا۔ ان سے جزئیات میں معمولی غلطیاں ہوسکتی ہیں۔ بعض دفعہ ان کے مشیر بھی ان کو غلط مشورہ دے سکتے ہیں لیکن ان درمیانی روکوں سے گزر کر کامیابی انہی کو حاصل ہوگی اور جب تمام کڑیاں مل کر زنجیر بنے گی تو وہ صحیح ہوگی اور ایسی مضبوط ہوگی کہ کوئی طاقت اسے توڑ نہیں سکے گی۔“

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۳۷۶ تا ۳۷۷)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”...... یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا نبی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوتا ہے کیا وہ بھی ایسے احکامات دے سکتا ہے جو غیر معروف ہوں۔ اور اگر نبی دے سکتا ہے تو پھر خلیفہ بھی ایسے احکامات دے سکتا ہے جو غیر معروف ہوں۔ اس بارہ میں واضح ہو کہ نبی کبھی ایسے احکامات دے ہی نہیں سکتا۔ نبی جو کہے گا معروف ہی کہے گا۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں کہے گا۔ اس لئے قرآن شریف میں کئی مقامات پر یہ حکم ہے کہ تم نے اللہ اور رسول کے حکموں کی اطاعت کرنی ہے، انہیں بجا لانا ہے۔ کہیں نہیں یہ لکھا ہوا کہ جو معروف حکم ہو اس کی اطاعت کرنی ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دو مختلف حکم کیوں ہیں۔ لیکن دراصل یہ دو مختلف حکم نہیں ہیں۔ بعضوں کے سمجھنے میں غلطی ہے۔ تو جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ نبی کا جو بھی حکم ہوگا معروف ہی ہوگا اور نبی کبھی اللہ تعالیٰ کے احکامات کے خلاف، شریعت کے احکامات کے خلاف کر ہی نہیں سکتا وہ تو اس کام پر مامور کیا گیا ہے۔ تو جس کام کیلئے مامور کیا گیا ہے اس کے خلاف کیسے چل سکتا ہے۔ یہ تو تمہارے لئے خوشخبری ہے کہ تم نبی کو مان کر، مامور کو مان کر اس کی جماعت میں شامل ہو کر محفوظ ہو گئے ہو کہ تمہارے لئے اب کوئی غیر معروف حکم ہے ہی نہیں جو بھی حکم ہے اللہ تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ ہے۔ بعض دفعہ بعض لوگ معروف فیصلہ یا معروف احکامات کی اطاعت کے چکر میں پڑ کر خود بھی نظام سے ہٹ گئے ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی خراب کر رہے ہوتے ہیں اور ماحول میں بعض قباحتیں بھی پیدا کر رہے ہوتے ہیں ان پر واضح ہو کہ خود بخود معروف اور غیر معروف فیصلوں کی تعریف میں نہ پڑیں...... پس جب نبی اللہ کے احکامات سے پرے نہیں ہٹتا تو خلیفہ بھی جو نبی کے بعد اس کے مشن کو چلانے کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنین کی ایک جماعت کے ذریعہ مقرر کردہ ہوتا ہے۔ وہ بھی اسی تعلیم

کو انہیں احکامات کو آگے چلاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے ذریعہ ہم تک پہنچائے اور اس زمانے میں آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وضاحت کر کے ہمیں بتائے۔ تو اب اسی نظام خلافت کے مطابق جو آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ جماعت میں قائم ہو چکا ہے اور انشاءاللہ قیامت تک قائم رہے گا۔ ان میں شریعت اور عقل کے مطابق ہی فیصلے ہوتے رہے ہیں اور انشاءاللہ ہوتے رہیں گے اور یہی معروف فیصلے ہیں۔“

(شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں صفحہ ۱۵۵ تا ۱۵۸)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امر بالمعروف۔1

اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاکِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ

(سورۃ التوبہ آیت:۱۱۲)

توبہ کرنے والے،عبادت کرنے والے،حمد کرنے والے،(خدا کی راہ میں) سفر کرنے والے، (لِلّٰہ) رکوع کرنے والے،سجدہ کرنے والے،نیک باتوں کاحکم دینے والے،اور بُری باتوں سے روکنے والے، اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے، (سب سچّے مومن ہیں) اور تُو مومنوں کو بشارت دیدے۔

☆آنحضرتﷺ فرماتے ہیں:

جوشخص کسی نیک کام اور ہدایت کی طرف بلاتا ہے۔اُس کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا ثواب اُس بات پر عمل کرنے والے کوملتا ہےاوراُن کےثواب سے کچھ بھی کم نہیں کیا جاتا۔

(مسلم کتاب العلم من سن حسنہ وسیئہ)

☆سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں:

’’پس یادرکھوکہ زبان کو اَمر بِالمَعْرُوْف اور نَہِی عَنِ المُنْکَر سےکبھی مت روکو۔ہاں محل اور موقع کی شناخت بھی ضروری ہےاور اندازِ بیان ایسا ہونا چاہیے جونرم ہواور سَلاسَت اپنے اندر رکھتا ہو اورایسا ہی تقویٰ کے خلاف بھی زبان کا کھولنا سخت گناہ ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد1 صفحہ 281.282)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

’’خواہ دل ایک شخص کو کہتا ہو کہ نیکی کرولیکن اگرنیکی کا پتہ ہی نہ ہوتو وہ کیا کرے گا......پس سب

سے پہلے ضروری ہے کہ ... .نیکیوں کی خبر ہو۔‘‘

(انوار العلوم جلد ۹ ص 215)

☆ **فرمایا:**

’’**اب میں نیکیاں بیان کرتا ہوں۔ پہلے ذاتی نیکیاں لیتا ہوں۔** ۱۔شُجاعت بہادری **۲**۔چُستی **۳**۔علم سیکھنا **۴**۔تَواضُع **۵**۔غیرت یعنی کوئی بدی ہوتی دیکھے تو برا منائے **۶**۔شکر **۷**۔حُسنِ ظنّی **۸**۔دلی خیر خواہی **۹**۔محنت یعنی خوب کام کرنے کی عادت **۱۰**۔حیا **۱۱**۔رحم دلی، کسی کی تکلیف دیکھ کر اُس کا احساس ہونا **۱۲**۔اِستِقلال یعنی نیکی کو جاری رکھنا **۱۳**۔وقار یعنی بے فائدہ اور بلا وجہ دوسروں کی کسی بات میں نقل نہ کرنا۔ ہمارے ملک میں یہ عیب پایا جاتا ہے۔ جو بات انگریز کریں اُس کی نقل کرنے لگ جاتے ہیں **۱۴**۔بُلَندہِمَّتی **۱۵**۔صبر **۱۶**۔حُرِّیَّتِ ضَمیر یعنی بلاوجہ کسی کی تَقلِید نہ کرنا۔ **۱۷**۔شُکرِ قلبی یعنی دل میں محسوس کرنا کہ فلاں نے احسان کیا ہے۔ **۱۸**۔تحقِیقِ حَقّ یعنی سچائی کو تلاش کرنا۔ **۱۹**۔کسی کی خوبی کا دلی اعتراف۔ **۲۰**۔رَاُفت۔ رَحمدِلی اور راُفت میں یہ فرق ہے کہ رحمدلی تو یہ ہے کہ لوگوں کو تکلیف میں دیکھ کر مدد دینے کا خیال پیدا ہونا۔ اور راُفت یہ ہے کہ کسی کی تکلیف کو دیکھ کر دکھ محسوس ہونا۔ **۲۱**۔اپنے حق کی خاطر مقابلہ کرنے کی قوت۔ یہ اَور بات ہے کہ کسی پر عَفو کر کے کوئی اپنا حق چھوڑ دے۔ یا یوں اپنی سُستی سے نہ لے، لیکن کسی سے دَب کر حق نہیں چھوڑنا چاہئے۔ **۲۲**۔سِبَاق کی قوت یعنی یہ طاقت کہ نیکیوں میں دوسروں سے آگے نکلوں۔ **۲۳**۔اپنی ہَزِیمَت اور شکست تسلیم نہ کرنا۔ خواہ کئی دفعہ ہارے، مگر اپنی ہار نہ مانے۔ یہ مطلب نہیں کہ منہ سے اِقرار نہ کرے بلکہ اُس پر راضی نہ ہو۔ اور اُس کے اثر کو دور کرنے کی کوشش کرتا رہے۔ **۲۴**۔چَوکس رہنا یعنی اپنے دشمن سے غافل نہ ہونا۔ **۲۵**۔اِقرارِ حَقّ۔ **۲۶**۔قُوَّتِ برداشت کا ہونا۔ یعنی تکلیفیں برداشت کرنے کی طاقت ہونا۔ **۲۷**۔جَفاکشی کا عادی

۔خواہ کتنا کام آپڑے گھبرائے نہیں ۔۲۸۔ جُراُت ۔۲۹۔نیکی سے محبت ۔۳۰۔لوگوں کی مدد کی خواہش کہ اگر موقع ملے تو ضرور مدد کروں ۔۳۱۔سادہ زندگی بسر کرنا۔اپنے نفس کی آسائش پر روپیہ زیادہ صَرف نہ کرنا۔۳۲۔اپنی عزت کی حفاظت کرنا۔۳۳۔دوسروں کی خوبیوں کا اقرار کرنا۔۳۴۔ ہر بات میں مِیانہ روی اختیار کرنا۔

(انوارالعلوم جلد 9 ص 228 تا 229)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

امر بالمعروف۔2

اَلتَّائِبُوۡنَ الۡعَابِدُوۡنَ الۡحَامِدُوۡنَ السَّائِحُوۡنَ الرَّاکِعُوۡنَ السَّاجِدُوۡنَ الۡاٰمِرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَالنَّاهُوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَالۡحَافِظُوۡنَ لِحُدُوۡدِ اللّٰہِ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ

(سورۃ التوبہ آیت:۱۱۲)

توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، (خدا کی راہ میں) سفر کرنے والے، (للّٰہ) رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کا حکم دینے والے، اور بُری باتوں سے روکنے والے، اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے، (سب سچّے مومن ہیں) اور تُو مومنوں کو بشارت دیدے۔

☆ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

جو شخص کسی نیک کام اور ہدایت کی طرف بلاتا ہے۔ اُس کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا ثواب اُس بات پر عمل کرنے والے کو ملتا ہے اور اُن کے ثواب سے کچھ بھی کم نہیں کیا جاتا۔

(مسلم کتاب العلم من سن حسنه وسيئه)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

''خواہ دل ایک شخص کو کہتا ہو کہ نیکی کرو لیکن اگر نیکی کا پتہ ہی نہ ہو تو وہ کیا کرے گا......پس سب سے پہلے ضروری ہے کہ......نیکیوں کی خبر ہو۔''

(انوار العلوم جلد ۹ ص 215)

☆ فرمایا:

اب وہ نیکیاں بیان کروں گا جو دوسروں سے تعلق رکھتی ہیں۔ فرشتوں سے تعلق رکھنے والی نیکیاں یہ ہیں۔ ا۔ ذِکرِ اِلٰہی۔ لکھا ہے جہاں ذِکرِ اِلٰہی ہوتا ہے وہاں فرشتے ٹوٹ ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اور رسول

کریم ﷺ فرماتے ہیں وہاں فرشتے گھیرا ڈال لیتے ہیں۔۲۔طہارتِ ظاہری۔یہی وجہ ہے کہ جہاں ملائکہ کے نزول کے مواقع ہوتے ہیں وہاں خوشبو لگا کر جانے کا حکم ہے۔جیسے جمعہ کے لئے نہانا اور خوشبو لگانا مَسنُون ہے......

اب میں وہ نیکیاں بیان کرتا ہوں جو انسانوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ ۱۔عدل ۔۲۔احسان ۔۳احسان کا شکریہ ۔۴۔صفائی پسندی ۔۵۔سخاوت ۔۶۔وفاداری ۔۷۔رحم کرنا عملاً۔۸۔دوستانہ۔۹۔حِلم۔اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی سے کوئی غلطی ہوجائے تو اُس کے جو نیک پہلو ہوں اُن کو سوچ کر چھوڑ دینا۔عفو تو یہ ہے کہ قصوروار سمجھ کر معاف کر دینا۔مگر حِلم یہ ہے کہ اس کی خوبیوں کی وجہ سے درگزر کرنا۔۱۰۔اِیثار۔۱۱۔قرض روپیہ دینا ۔۱۲۔صدقہ ۔۱۳۔تعاون ۔۱۴۔دیانت ۔۱۵۔صُلح جوئی یعنی صلح کی کوشش کرنا۔۱۶۔عفو یعنی معاف کر دینا۔۱۷۔عہد کی پابندی۔۱۸۔گرے ہوئے لوگوں کو بلند کرنے کی کوشش کرنا۔۱۹۔دوسروں کا اعزاز اور اِکرام کرنا۔۲۰۔دوسروں کا ادب کرنا۔ اعزاز تو یہ ہے کہ جو برابر کا ہے اُس کی عزت کرنا اور ادب یہ ہے کہ بڑوں کا احترام کرنا ۲۱۔اگر لوگوں میں لڑائی ہو تو اُس کی صلح کرانا۔۲۲۔اُخوّت ۔۲۳۔رازداری۔۲۴۔بَشاشت ۔

فرمایا: اب میں وہ نیکیاں بیان کرتا ہوں جو.. جانوروں سے تعلق رکھتی ہیں:

۱۔اُن کی غذا کا خیال رکھنا۔ ۲۔اُن کی طاقت کے مطابق اُن سے کام لینا۔۳۔جن جانوروں سے کام نہ لیا جائے اُن کو بھی کھانا دینا۔رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ایک دفعہ کئی دن تک بارش ہوتی رہی ۔اور پرندوں کو دانہ نہ ملا۔ایک شخص نے اُن کو دانہ ڈالا۔اس وجہ سے اُسے ایمان نصیب ہوا۔اور وہ جنت میں چلا گیا۔قرآن مجید میں آتا ہے وَالَّذِیْنَ فِیْ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ○ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوم ○ مؤمنوں کی یہ بھی صفت ہے کہ اُن کے مال میں اُن کا بھی حصہ ہوتا ہے جو مانگ سکتے

ہیں اور جو نہیں مانگ سکتے۔اُن کا بھی حصہ ہے۔نہ مانگ سکنے والوں میں حیوانات اور پرندے شامل ہیں۔اُن کو بھی کھانے کے لئے دینا چاہئے۔۴۔بے زبان جانوروں کی سردی گرمی......اُن کی اولاد کا خیال رکھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔''

(انوارالعلوم جلد9ص 229و230)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امر بالمعروف۔3

اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاکِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ

(سورۃ التوبہ آیت:۱۱۲)

توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، (خدا کی راہ میں) سفر کرنے والے، (لِلّٰہ) رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کا حکم دینے والے، اور بُری باتوں سے روکنے والے، اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے، (سب سچّے مومن ہیں) اور تُو مومنوں کو بشارت دیدے۔

☆ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

جو شخص کسی نیک کام اور ہدایت کی طرف بلاتا ہے۔ اُس کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا ثواب اُس بات پر عمل کرنے والے کو ملتا ہے اور اُن کے ثواب سے کچھ بھی کم نہیں کیا جاتا۔

(مسلم کتاب العلم من سن حسنه وسیئه)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

''خواہ دل ایک شخص کو کہتا ہو کہ نیکی کرو لیکن اگر نیکی کا پتہ ہی نہ ہو تو وہ کیا کرے گا......پس سب سے پہلے ضروری ہے کہ......نیکیوں کی خبر ہو۔''

(انوارالعلوم جلد۹ ص215)

☆ فرمایا:

'' اب میں وہ نیکیاں بیان کرتا ہوں جو قومی نیکیاں ہیں:

۱۔ زکوٰۃ دینا ۲۔ ضروریات قومی کے لئے چندہ دینا ۳۔ مہمان نوازی کرنا ۴۔ خدمتِ قومی کرنا

۔۵۔اِطاعتِ حُکّام ۔۶۔حُکّام سے تعاون
کرنا۔۷۔حفاظتِ ملک کرنا۔۸۔ذمہ داری کا احساس۔۹۔غلطی پر خوشی سے سزا بھگتنا۔۱۰۔اِشاعَت ِحسنات یعنی لوگوں کی نیکیاں پھیلانا۔۱۱۔دشمنانِ قوم سے اِجتناب کرنا۔۱۲قومی عزت کی حفاظت کرنا۔ قوم پر اگر کوئی حرف لاتا ہو تو اُس کی تردید کرنا۔۱۳۔تجارت میں ایمان داری اور دیانت داری اختیار کرنا۔۱۴۔تعلیم دینا۔۱۵۔تربیت کرنا......

اب میں وہ نیکیاں بیان کرتا ہوں۔جو خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتی ہیں ۱۔ایمان میں کامل ہونا۔ ۲۔محبت الٰہی۔۳۔اعمال شریعت،عبادات اور معاملات کو پورا کرنا۔۴۔رَجَاء یعنی خدا تعالیٰ پر اُمید رکھنا۔۵۔خوف یعنی خدا تعالیٰ کی عِصْمَت سے خوف رکھنا۔۶۔دلی پاکیزگی۔۷۔تَوَکُّل یعنی باوجود اپنی طرف سے کوشش کرنے کے یہ احساس ہونا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی نصرت آئے گی تب کامیابی ہوگی۔۸۔اَخْلَاقِ حَسَنَہ سے جو خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اُن کا خیال رکھنا۔جیسے عہد کی پابندی وغیرہ ہے۔۹۔تمام عَقائِدِ بَاطِلَہ کا رَد کرنا۔۱۰۔اللہ تعالیٰ کی شان میں اگر کوئی شخص بے ادبی کرے مثلاً کہے اُس نے مجھے کیا دیا۔مجھ پر بڑا ظلم کیا ہے تو اُسے سمجھانا کہ یہ خدا تعالیٰ کے ادب کے خلاف ہے اس سے باز رہو۔۱۱۔تَبْلِیغِ حق۔شَعائِرُ اللہ کا ادب۔

(انوار العلوم جلد9 ص230۔231)

☆ہمارے پیارے اِمام سَیِّدُنا حَضْرَت خَلِیْفَۃُ الْمَسِیْحِ الْخَامِسْ اَیَّدَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ بِنَصْرِہِ الْعَزِیْز فرماتے ہیں:

''نیکیاں اختیار کرنے کے لئے برائیاں چھوڑنی ہونگی۔کیونکہ نیکی اور بدی ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔اس لئے ہمیشہ یہ کوشش ہونی چاہئے کہ جب بھی کسی نیکی کو اختیار کریں تو اُس کے ساتھ ہی چند برائیاں بھی چُھٹ جائیں......ہمیشہ یہ یاد رکھیں کہ حق کے اظہار کے لئے کبھی بُزدلی کا مظاہرہ نہیں کرنا

......کیونکہ جرأت سے نیکیوں کو پھیلانا، اُن کے کرنے کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا ہی ایک معیار ہے جس سے مومن ہونے کا پتہ چلتا ہے۔''

(خطباتِ مسرور جلد 3 ص281، 282و284)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ وَیَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُسَارِعُوْنَ فِیْ الْخَیْرَاتِ وَأُوْلٰئِکَ مِنَ الصَّالِحِیْنَ(آل عمران:115)

ترجمہ: وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور یوم آخرت پر اور اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بُری باتوں سے روکتے ہیں اور نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور یہی ہے جو صالحین میں سے ہیں۔

☆آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم ضرور امر بالمعروف کرو اور تم ضرور ناپسندیدہ باتوں سے منع کرو۔ ورنہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کرے۔ اور عذاب نازل ہونے کے بعد تم دعا کرو گے مگر تمہاری دعا قبول نہیں کی جائے گی۔''

(ترمذی. ابواب الفتن .باب ماجاء فی الأمر بالمعروف والنھی عن المنکر)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''پس زبان کو جیسے خدا تعالیٰ کی رضامندی کے خلاف کسی بات کے کہنے سے روکنا ضروری ہے۔ اسی طرح امرِ حق کے اظہار کے لئے کھولنا لازمی امر ہے۔ ﴿یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ﴾ (آل عمران:115) مومنوں کی شان ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے سے پہلے ضروری ہوتا ہے کہ انسان اپنی عملی حالت سے ثابت کر دکھائے کہ وہ اس قوت کو اپنے اندر رکھتا ہے کیونکہ اس سے پیشتر کہ وہ دوسروں پر اپنا اثر ڈالے اس کو اپنی حالت اثر انداز بھی تو بنانی ضروری ہے۔ پس یاد رکھو کہ زبان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کبھی مت روکو۔ ہاں محل اور موقع کی شناخت بھی ضروری ہے۔ اور انداز بیان ایسا ہونا چاہئے جو نرم ہو اور سلاست اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور ایسا ہی تقویٰ کے خلاف

بھی زبان کا کھولنا سخت گناہ ہے"۔

(ملفوظات جلداول صفحہ 281-282 جدیدایڈیشن)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

"تو آئندہ آنے والی ہر مصیبت سے بچنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک مومن نیک باتوں کی طرف لوگوں کو بلائے اور برائیوں سے انہیں روکے۔ تو جیسا کہ فرمایا کہ اس کام کو نہ کرنے کی وجہ سے تم پر عذاب آ سکتا ہے اور پھر دعائیں بھی قبول نہیں ہوں گی۔ اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ یہ نیک کام کرنے کی وجہ سے تمہاری دعائیں بھی قبول ہوں گی اور تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل بھی ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیک باتوں کے کرنے اور پھیلانے اور اسی طرح برائی سے رُکنے اور دوسروں کو روکنے کے بارے میں اس طرح توجہ فرماتے تھے کہ آپ نے نیک کام نہ کرنے والے سے لاتعلقی کا اظہار فرمایا ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی بات پر بھی فرمایا کرتے تھے کہ نیکیاں کرو اور نیکیاں بجالاؤ۔"

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 283)

☆پھر فرمایا:

"پس ہم جو احمدی مسلمان ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی ہے کہ ہم اللہ اور رسول کے حکموں پر چلیں گے اور سب برائیوں کو چھوڑیں گے اور تمام نیکیوں کو اختیار کریں گے۔ ہمیں ہر برائی کو چھوڑنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔ اگر انسان کا ارادہ پکا ہو، اور اللہ تعالیٰ سے فضل مانگ رہے ہوں تو یہ ہو نہیں سکتا کہ برائیاں نہ چھٹیں اور آپ اس قابل نہ ہو سکیں کہ دوسروں کو نیکیوں کی تلقین کرنے والے بنیں۔"

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 289)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خطبات امام کی اہمیت وافادیت

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ أَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (البقرہ:۴۴)

ترجمہ: اورنماز قائم کرو۔

☆ہمارے پیارے اِمام سَیِّدُنا حَضرَت خَلِیْفَۃُ الْمَسِیْحِ الْخَامِسْ اَیَّدَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِنَصْرِہِ الْعَزِیْز فرماتے ہیں:

''نمازوں کے قیام کی ایک بڑی اعلیٰ تشریح اور وضاحت حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرح فرمائی ہے کہ صلوٰۃ کا بہترین حصہ جمعہ ہے جس میں امام خطبہ پڑھتا ہے اور نصائح کرتا ہے۔ اور خلیفہ وقت دنیا کے حالات دیکھتے ہوئے دنیا کی مختلف قوموں کی وقتاً فوقتاً اُٹھتی ہوئی اور پیدا ہوتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر نصائح کرتا ہے جس سے قومی وحدت اور یکجہتی پیدا ہوتی ہے۔ سب کا قبلہ ایک طرف رکھتا ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی اصل تصویر ہمارے سامنے ہے۔ اور جماعت احمدیہ میں یہ تصویر ہمیں نظر آتی ہے۔ جبکہ خلیفہ وقت کا خطبہ بیک وقت دنیا کے تمام کونوں میں سنا جارہا ہوتا ہے اور مختلف مزاج اور ضروریات کے مطابق بات ہوتی ہے۔ میں جب خطبہ دیتا ہوں، جب نوٹس لیتا ہوں تو اس وقت صرف آپ جو میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، وہی مدنظر نہیں ہوتے۔ بلکہ کوشش یہ ہوتی ہے کہ دنیا کے مختلف ممالک کی جو مجھے رپورٹس آتی ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے کبھی زیادہ زور یورپ کے حالات کے مطابق خطبہ میں ہو۔ کبھی ایشیا کے کسی ملک کے حالات کے مطابق ہو یا عمومی طور پر ان کے حالات کے مطابق ہو۔ کبھی افریقہ کے مطابق ہو۔ کبھی جزائر کے مطابق ہو۔ لیکن اسلام چونکہ ایک بین الاقوامی (دین) ہے اس لئے ہر بات جو بیان ہورہی ہوتی ہے وہ ہر ملک اور ہر طبقے کے احمدیوں کے لئے نصیحت کا رنگ رکھتی ہے۔ چاہے کسی کو بھی مدنظر رکھ کر بات کی جارہی ہو کچھ نہ کچھ پہلو ان کے اپنے بھی اس میں موجود ہوتے ہیں۔ مجھے خطبے کے بعد دنیا کے مختلف ممالک سے خط بھی آتے ہیں، روس کی

ریاستوں کے مقامی باشندوں کی طرف سے بھی آتے ہیں، افریقہ کے مقامی باشندوں کی طرف سے بھی آتے ہیں اور دوسرے ممالک کے مقامی باشندوں کی طرف سے بھی آتے ہیں اور یہ اظہار ہوتا ہے کہ یوں لگتا ہے یہ خطبہ جیسے ہمارے لئے ہے۔ بہرحال اقامت صلوٰۃ کی ایک تشریح یہ بھی ہے جو خلافت کے ذریعہ سے آج دنیائے احمدیت میں جاری ہے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 9 ص 265-266)

☆ **حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔**

’’اپنی اولادوں کو ہمیشہ خطبات سے جوڑ دیں اگر آپ یہ کریں گے تو ان پر بہت بڑا احسان کریں گے۔ اپنی آئندہ نسلوں کے ایمان کی حفاظت کرنے والے ہوں گے۔ ان کو غیروں کے حملوں سے بچانے والے ہوں گے۔ ان کے اخلاق کی حفاظت کرنے والے ہوں گے۔‘‘

(خطبات طاہر جلد 10 ص 473)

☆ **ہمارے پیارے اِمام سَیِّدُنا حَضْرَت خَلِیْفَةُالْمَسِیْحِ الْخَامِسْ اَیَّدَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِنَصْرِہِ الْعَزِیْز فرماتے ہیں:**

’’مَیں جب خطبے یا تقریر میں کوئی بات کرتا ہوں تو بعض احمدی سمجھتے ہیں کہ یہ ہدایت صرف اس جگہ کے لئے ہے جہاں خطاب ہو رہا ہے۔ ایک احمدی کا یہ رویّہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ کسی بھی احمدی کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ مَیں جس ملک میں خطبہ یا تقریر میں کوئی بات کروں جو خدا تعالیٰ کی تعلیم کے حوالے سے ہے تو وہ صرف اسی ملک کے لئے ہے۔ بلکہ جہاں جہاں بھی احمدی موجود ہیں وہ سب اس کے مخاطب ہوتے ہیں۔ جب ہم یہ سمجھیں گے تو تبھی ہم میں یکرنگی پیدا ہوگی اور تبھی ہم ایک ربُّ العالمین کے ماننے والے کہلاسکیں گے...... پہلے وقتوں میں تو شاید بعض خاص جگہوں کے لئے بعض باتیں کہی جاتی ہوں لیکن اب تو دنیا ہر جگہ قریبی رابطے ہونے کی وجہ سے ایک ہوگئی ہے اس لئے برائیاں بھی تقریباً مشترک ہوچکی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ہمیں MTA کی نعمت سے نوازا ہے تا کہ اس ربّ، جو ربُّ العالمین ہے کی تعلیم سے ہٹنے والوں کو فوری طور پر توجہ دلائی جاسکے۔ اگر ایک جگہ برائی پھیل رہی ہے تو نیکی بھی فوری طور پر اس جگہ پہنچ جانی چاہئے۔ پس ہر احمدی

جہاں کہیں بھی ہو، اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ وہ وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْن یعنی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمام جہانوں کے ربّ کا کامل فرمانبردار ہو جاؤں، کا مخاطب ہے تو پھر وہ باتیں جو ہمارے ربّ نے ہمیں بتائی ہیں، جو میں نے اپنے خطبے اور تقریر میں بیان کی ہیں اور جو مختلف وقتوں میں بیان کرتا ہوں وہ دنیا میں ہر جگہ کے احمدی کے لئے ہیں۔ اس لئے عمل نہ کرنے کے بہانے تلاش نہیں کرنے چاہئیں بلکہ ہر ایک کو اس کا مخاطب سمجھنا چاہئے۔ جب کامل اطاعت اور فرمانبرداری اور اللہ کے حکموں پر عمل کرنے اور اس کی عبادت کی طرف توجہ رہے گی تو تبھی ہم اپنے ربّ کو مخاطب کر کے نیکوں کے ساتھ وفات کے وقت شامل ہونے کی دعا کر رہے ہوں گے، یہ دعا کر رہے ہوں گے کہ اے اللہ ہمیں اپنے تمام احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما تا کہ ہمارا شمار بھی ان لوگوں میں ہو جو کامل فرمانبردار ہوں اور صرف تیری عبادت کرنے والے ہوں اور جو فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (الفجر:30-31) کے انعام کے حاصل کرنے والے ہوں۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 4 ص 597-598)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حُسنِ اخلاق

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَأَمَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً فَلَهُ جَزَاءَ الْحُسْنَى وَسَنَقُولُ لَهُ مِنْ أَمْرِنَا يُسْراً (الکھف : ۸۹)

ترجمہ: اور وہ جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے تو اس کیلئے جزا کے طور پر سراسر بھلائی ہوگی اور ہم اس کیلئے اپنے حکم سے آسانی کا فیصلہ صادر کریں گے۔

☆حضرت معاذ بن جبل ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جہاں بھی تم ہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اگر کوئی برا کام کر بیٹھو تو اس کے بعد نیک کام کرنے کی کوشش کرو۔ یہ نیکی اس بدی کو مٹا دے گی اور لوگوں سے خوش اخلاقی اور حسن سلوک سے پیش آؤ۔''

(ترمذی کتاب البر والصله باب فی معاشرة الناس)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

''جس جگہ پر جاؤ وہاں خوش خلقی سے پیش آؤ اور بیکسوں کی مدد کرو۔ اور دُکھیاروں کی مدد کرو کہ اچھے اخلاق سو (۱۰۰) واعظ سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔''

(انوار العلوم جلد ۷ صفحہ ۲۳۹)

☆سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اب یہ اخلاق کیا ہیں جن کا ایک مومن میں پایا جانا ضروری ہے؟ اس میں آپس کے تعلقات میں محبت پیار اور بھائی چارے کو بڑھانا ہے۔ محبت پیار کے یہ تعلقات اس طرح بڑھ سکتے ہیں جب شکووں، شکایتوں اور نفرتوں کی تمام دیواریں گرادی جائیں۔ جب ہر ایک یہ ارادہ کرلے کہ ہم نے ادنیٰ سے ادنیٰ نیکی کرنے کی بھی کوشش کرنی ہے اور ہر قسم کی برائی سے بچنا ہے۔ ہم نے رشتوں کے حقوق ادا کرنے کی بھرپور

کوشش کرنی ہے اور اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے کے بعد ہم نے اس عظیم رشتہ کی قدر کرنی ہے جو اللہ تعالیٰ نے قائم فرمایا ہے۔ جو ایک احمدی کا احمدی کے ساتھ ہے اور رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کی عظیم مثال قائم کرنی ہے۔ ہم نے اپنے غریبوں کی مدد کرنی ہے اور اپنی امانتوں کے حق ادا کرنے ہیں۔ ذاتی لالچ اور مفاد ہمیں ایمان میں کمزوری دکھاتے ہوئے دوسروں کے حق مارنے پر مائل نہ کرے۔ ہمارا ایک دوسرے کی خاطر قربانی کا جذبہ ایسا ہونا چاہئے جس کے نمونے قرونِ اُولیٰ کے صحابہ میں نظر آتے ہیں جو اپنی آدھی جائیدادیں بانٹ دیا کرتے تھے۔ بدظنیوں کے خلاف جہاد کی صورت ہم میں سے ہر ایک میں نظر آنی چاہئے کہ بہت سے فتنہ وفساد اور آپس کی رنجشوں کی وجہ سے یہ بدظنیاں ہیں۔ سچائی کے وہ معیار ہمیں حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ سچائی ہر جگہ، ہر موقع پر ہمارا طُرّہ امتیاز ہو۔ شکر گزاری کے جذبات ہم میں اس حد تک پیدا ہو جانے چاہئیں کہ ہر آن اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں نعمتوں میں اضافے کی نوید ملتی رہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عفو اور درگزر ہمارا شیوہ بن جانا چاہئے۔ ہمارے عدل اور انصاف کے معیار ہر معاملے میں اتنے اونچے ہونے چاہئیں کہ وہ احسان کے راستوں سے گزرتے ہوئے اِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى کی بلندیوں کو چھوتے ہوئے بےنفس ہو کر اپنے اور غیروں کی خدمت پر مجبور کرنے والے ہوں۔ اپنے وعدوں کی پابندی ہمارا وہ خاصہ ہو جو ہماری پہچان بن جائے تا کہ آپس میں دوستیاں اور بھائی چارے بڑھتے چلے جائیں۔ دنیا بھی آنکھیں بند کر کے ہم پر اعتماد کرنے والی ہو۔ اپنے اور ایک دوسرے کے تقدس، عصمت اور عزت کی حفاظت ہر وقت ہمارے پیش نظر رہے۔ مردوں عورتوں میں غَضِّ بَصَر کی عادت ہو اور یہ چیزیں اپنے کردار کا ہر احمدی لازمی حصہ بنا لے۔ احمدی عورتیں اپنے لباس، پردے اور حجاب میں پوری پابندی کرنے والی ہوں۔ اس بارہ میں بہت کانشنس ہوں۔ ہمسایوں کے حقوق کی ادائیگی کی طرف ہر وقت توجہ رہے اور ہمسایہ صرف گھریلو ہمسایہ نہیں بلکہ سفر کرنے والے بھی ہمسائے ہیں۔ آپس میں کام کرنے والی جگہوں پہ رہنے والے بھی ہمسائے ہیں اور پھر افراد جماعت بھی خاندان اور ہمسائے کی شکل اختیار کر گئے ہیں۔ گویا تمام قسم کی اخلاقی کمزوریاں ہم میں دور ہوں گی تو ہم حق ادا کرنے والے ہوں گے اور عملی طور پر مومن کہلانے والے ہوں گے۔‘‘

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ پنجم صفحہ ۲۳۲ تا ۲۳۳)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ادب

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلکَافِرِیْنَ عَذَابٌ أَلِیْمٌ. ﴿البقرہ:۱۰۵﴾

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو (ہمارے رسول کو) ''راعنا'' نہ کہا کرو بلکہ یہ کہا کرو کہ ہم پر نظر فرما اور غور سے سنا کرو۔ اور کافروں کے لئے دردناک عذاب (مقدر) ہے۔

☆حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''علم حاصل کرو۔ علم حاصل کرنے کے لئے وقار اور سکینت کو اپناؤ۔ اور جس سے علم سیکھو اس کی تعظیم و تکریم کرو اور ادب سے پیش آؤ۔''

(الترغیب و الترھیب صفحہ ۱/۸۷ باب الترغیب فی اکرام العلماء و اجلالھم و توقیرھم بحوالہ الطبرانی فی الاوسط)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہ بات محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے کہ کوئی بات کسی کو سمجھا دے لیکن اسے سمجھ دیتا ہے جو ادب کے طریق پر سچا طالب ہو کر تلاش کرتا ہے۔ اَلطَّرِیْقَۃُ کُلُّھَا اَدَبٌ خدا تعالیٰ کا یہ سچا وعدہ ہے کہ جو شخص صدق دل اور نیک نیتی کے ساتھ اس کی راہ کی تلاش کرتے ہیں وہ ان پر ہدایت و معرفت کی راہیں کھول دیتا ہے جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا یعنی جو لوگ ہم میں کر مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان پر اپنی راہیں کھول دیتے ہیں ہم میں ہو کر سے یہ مراد ہے کہ محض اخلاص اور نیک نیتی کی بناء پر خدا جوئی اپنا مقصد رکھ کر لیکن اگر کوئی استہزاء اور ٹھٹھے کے طریق پر آزمائش کرتا ہے وہ بدنصیب محروم ہو جاتا ہے پس اسی پاک اصول کی بنا پر اگر تم سچے دل سے کوشش کرو اور دعا کرتے رہو تو وہ غفور رحیم ہے لیکن اگر کوئی اللہ تعالےٰ کی پروا نہیں کرتا وہ بے نیاز ہے۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۶۴۰)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوّر اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

''ادب کی کمی ہے۔ ہندو تعلیم یافتہ ہو کر بھی اپنے بڑوں بزرگوں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر سلام کرتے ہیں۔ میں تو اس طرح پر سلام کرنے کو شرک سمجھتا ہوں۔لیکن میں ہندو قومی کریکٹر بتاتا ہوں کہ ان میں اپنے بزرگوں کے ادب کی عملی روح موجود ہے۔ہم کو یہ تعلیم خصوصیت سے دی گئی تھی کہ جو بڑوں کا ادب نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں،لیکن یہ ادب مفقود ہے۔پس ہمارے نوجوان ادب سیکھیں۔اس سے ان میں وقار پیدا ہوگا اور قومی کریکٹر مضبوط۔...... اختلاف رائے کی صورت میں بھی ادب کے طریق کو ترک نہیں کرنا چاہئے......جب تک مسلمانوں میں یہ احساس نہ ہو کہ خدمت کرنے والوں کی خدمات کا اعتراف کریں اوران کا ادب کریں اس وقت تک ان میں قومی وقار پیدا نہ ہوگا...... لیکن میں یہ اصول بتائے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جو لوگ قوم کی خدمت کرتے ہیں ان کا ادب کرو اور اپنے بچوں میں اپنے عمل سے یہ سپرٹ پیدا کر دو کہ تم اختلاف رائے رکھتے ہوئے بھی خادمانِ قوم کا احترام کرتے ہو۔''

(انوارالعلوم جلد ۱۰ صفحہ ۱۸ تا ۱۹)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آداب بیوت الذکر

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَّ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ (الاعراف : 32)

ترجمہ:اے اَبنائے آدم! ہر مسجد میں اپنی زینت (یعنی لباسِ تقویٰ) ساتھ لے جایا کرو۔اور کھاؤ اور پیولیکن حد سے تجاوُز نہ کرو۔یقیناً وہ حد سے تجاوُز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

☆آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جوشخص پیاز،لہسن یا کوئی بدبودار چیز کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آیا کرے کیونکہ فرشتوں کو بھی اُس چیز سے تکلیف ہوتی ہے جس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔''

(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب نھی اکل الثوم)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ظاہری پاکیزگی باطنی طہارت کی مُمِد اور مُعَاوِن ہے...... یادرکھو کہ ظاہری پاکیزگی اندرونی طہارت کو مُسْتَلْزِم ہے۔اِسی لئے لازم ہے کہ...... ہر نماز میں وضو کرو، جماعت کھڑی کروتو خوشبو لگا لو، عیدین اور جمعہ میں خوشبو لگانے کا جو حکم ہے وہ اِسی بنا پر قائم ہے،اَصل وجہ یہ ہے کہ اِجْتِمَاع کے وقت عُفُوْنَت کا اندیشہ ہے۔پس غسل کرنے اور صاف کپڑے پہننے اور خوشبو لگانے سے سَمِّیَّت اور عُفُوْنَت سے روک ہوگی۔''

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 1 ص704-705)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں:۔

''(بیوت الذکر) کے آداب ساری زندگی پر حاوی ہیں۔ان کے فلسفے سے اپنی نسلوں کو آگاہ

کریں۔ بیت الذکر سے تعلق رکھنے والی قوم دنیا کی سب سے مُتَمَدَّن قوم اور مُہَذَّب قوم ہوتی ہے......آپ دنیا کی بہترین قوم ہیں۔اور خدا کرے کہ ہمیشہ بہترین رہیں۔''

(خطبہ جمعہ 23 اکتوبر 1992ء۔الفضل 25 اکتوبر 1992ء)

☆ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس اَیَّدَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِنَصْرِہِ الْعَزِیْزِ فرماتے ہیں:۔

''نمازوں کے دوران اپنے موبائل فون...... بند رکھیں۔بعضوں کو عادت ہوتی ہے کہ فون لے کر نمازوں پر آجاتے ہیں اور پھر جب گھنٹیاں بجنا شروع ہوتی ہیں تو بالکل توجہ ہٹ جاتی ہے نماز سے۔''

(خطبہ جمعہ 8 جولائی 2003ء خطبات مسرور جلد 1 ص 195)

☆نیز فرمایا:۔

''سب سے اہم عمارات (بیوت الذکر) ہیں۔(بیوت الذکر) کے ماحول کو بھی پھولوں، کیاریوں اور سبزے سے خوبصورت رکھنا چاہئے،خوبصورت بنانا چاہئے۔اور اِس کے ساتھ ہی (بیت الذکر) کے اندر کی صفائی کا بھی خاص اِہتمام ہونا چاہئے...... صفیں اُٹھا کر صفائی کی جائے......دیواروں پر جالے بڑی جلدی لگ جاتے ہیں، جالوں کی صفائی کی جائے۔پنکھوں وغیرہ پر مٹی نظر آرہی ہوتی ہے وہ صاف ہونے چاہئیں۔غرض جب آدمی (بیت الذکر) کے اندر جائے تو اِنتہائی صفائی کا اِحساس ہونا چاہئے کہ ایسی جگہ آگیا ہے جو دوسری جگہوں سے مختلف ہے اور مُنْفَرِد ہے۔اور جن (بیوت الذکر) میں قالین وغیرہ بچھے ہوئے ہیں وہاں بھی صفائی کا خیال رکھنا چاہئے۔لمبا عرصہ اگر صفائی نہ کریں تو قالین میں بوآنے لگ جاتی ہے، مٹی چلی جاتی ہے۔خاص طور پر جمعے کے دن تو بہر حال صفائی ہونی چاہئے۔اور پھر حدیثوں میں آیا ہے کہ دُھونی وغیرہ دے کر ہوا کو بھی صاف رکھنا چاہئے۔''

(خطبہ جمعہ 23 اپریل 2004ء خطبات مسرور جلد 2 ص 272)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اخلاق فاضلہ کے واقعات۔۱

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عملی اصلاح کے لئے ہماری راہنمائی میں حضرت مصلح موعود نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کے ارشادات کی روشنی میں سچائی اور اَخلاقِ فاضلہ کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''فرماتے ہیں کہ مَیں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس امانت کی قدر کریں جو اُن کے سپرد کی گئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آ کر ہمیں جائیدادیں نہیں دیں، حکومتیں نہیں دیں، کوئی ایجادیں نہیں کیں، سامان تَعَیُّش ہمیں مہیا نہیں کئے، عیش کرنے کے سامان مہیا نہیں کئے، صرف ایک سچائی ہے جو ہمیں دی ہے۔ اگر وہ بھی جاتی رہے تو کس قدر بدقسمتی ہوگی اور ہم اس فضل کو اپنے ہاتھ سے پھینک دینے والے ہوں گے جو تیرہ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے نازل کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم کو اسلام دیا، اَخلاقِ فاضلہ دیئے اور نمونے سے بتا دیا کہ ان پر عمل ہوسکتا ہے۔

پھر آپ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مارٹن کلارک نے عدالت میں یہ دعویٰ کیا کہ میرے قتل کے لئے مرزا صاحب نے ایک آدمی بھیجا ہے۔ مسلمانوں میں علماء کہلانے والے اُس کے ساتھ اس شور میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تو اُس مقدمہ میں آپ کے خلاف شہادت دینے کے لئے بھی آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت الہاماً بتا دیا تھا کہ ایک مولوی مقابل پر پیش ہوگا مگر اللہ تعالیٰ اُسے ذلیل کرے گا۔ لیکن باوجود اس کے کہ الہام میں اُس کی ذلت کے متعلق بتا دیا گیا تھا اور الہام کے پورا کرنے کے لئے ظاہری طور پر جائز کوشش کرنا بھی ضروری ہوتا ہے مگر حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ مجھے خود مولوی فضل دین صاحب نے جو لاہور کے ایک وکیل اور اُس مقدمے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے پیروی کر رہے تھے، سنایا کہ جب میں نے ایک سوال کرنا چاہا جو ذاتی سوال تھا، جس سے مولوی محمد حسین کی ذلت ہوتی تھی۔ مطلب اُس وجہ سے ذات پر اُن کے حرف آتا تھا۔ تو آپ نے مجھے اُس سوال کے پیش کرنے سے منع کر دیا۔ حضرت

مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ایسے سوالات کو برداشت نہیں کر سکتے۔ مولوی فضل دین صاحب نے کہا کہ اس سوال سے آپ کے خلاف مقدمہ کمزور ہو جائے گا اور اگر یہ نہ پوچھا جائے تو آپ کو مشکل پیش آئے گی۔ مگر آپ نے فرمایا کہ نہیں، ہم اس سوال کی اجازت نہیں دے سکتے۔ یہ جو وکیل تھے مولوی فضل دین، یہ احمدی نہیں تھے بلکہ حنفی تھے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے وکیل تھے اور آپ کی طرف سے مقدمہ لڑ رہے تھے۔ حضرت مصلح موعود کہتے ہیں کہ حنفیوں کے لیڈر بھی تھے یہ، انجمن نعمانیہ وغیرہ کے سرگرم کارکن تھے، اس لئے مذہبی لحاظ سے تعصب رکھتے تھے مگر جب بھی کبھی غیر احمدیوں کی مجلس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات پر کوئی حملہ کیا جاتا تو وہ پُر زور تردید کرتے اور کہتے کہ عقائد کا معاملہ الگ ہے لیکن مَیں نے دیکھا ہے کہ آپ کے اَخلاق ایسے ہیں کہ ہمارے علماء میں سے کوئی بھی اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور اَخلاق کے لحاظ سے میں نے ایسے ایسے مواقع پر اُن کی آزمائش کی ہے کہ کوئی مولوی وہاں نہیں کھڑا ہو سکتا تھا جس مقام پر آپ کھڑے تھے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 نومبر 2013ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اخلاق فاضلہ کے واقعات ۔۲

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عملی اصلاح کے لئے ہماری راہنمائی میں حضرت مصلح موعودنوّ رَاللّٰہُ مَرْ قَدَہٗ کے ارشادات کی روشنی میں اَخلاقِ فاضلہ کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’ جس خدا نے قبل از وقت مولوی محمد حسین صاحب کی ذلت کی خبر آپ کو دی تھی، اُس نے ایک طرف تو آپ کے اخلاق دکھا کر آپ کی عزت قائم کی اور دوسری طرف غیر معمولی سامان پیدا کر کے مولوی صاحب کو بھی ذلیل کر دیا۔ اور یہ اس طرح ہوا کہ وہی ڈپٹی کمشنر جو پہلے سخت مخالف تھا اُس نے جونہی آپ کی شکل دیکھی، اُس کے دل کی کیفیت بدل گئی اور باوجود اس کے کہ آپ ملزم کی حیثیت سے اُس کے سامنے پیش ہوئے تھے اُس نے کرسی منگوا کر اپنے سامنے بچھوائی اور اُس پر آپ کو بٹھوایا۔ جب مولوی محمد حسین صاحب گواہی دینے کے لئے آئے، چونکہ وہ اس اُمید پر آئے تھے کہ شاید حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہتھکڑی لگی ہوئی ہوگی یا کم سے کم آپ کو ذلت سے کھڑا کیا گیا ہوگا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مجسٹریٹ نے اپنے ساتھ کرسی پر بٹھایا ہوا ہے تو وہ غصہ سے مغلوب ہوگئے اور جھٹ مطالبہ کیا کہ مجھے بھی کرسی دی جائے۔ اس پر عدالت نے کہا کہ نہیں۔ آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔ جب اُنہوں نے اصرار کیا تو جج نے اُن کو بڑا سخت ڈانٹا۔

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اَعلیٰ اَخلاق کی وجہ سے آپ کی عزت قائم ہوئی۔ اس کے بالمقابل ہماری جماعت کے کتنے دوست ہیں جو غصے کے موقع پر اپنے نفس پر قابو رکھتے ہیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھو کہ ایسے شدید دشمن کے صحیح واقعات سے بھی اُس کی تذلیل گوارا نہیں کرتے مگر ہمارے دوست جوش میں آ کر گالیاں دینے بلکہ مارنے پیٹنے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ:

؎ رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

پس ہماری جماعت کو ایک طرف تو یہ اعلیٰ اَخلاق اپنے اندر پیدا کرنے چاہئیں اور دوسری طرف بدی سے پوری پوری نفرت کرنی چاہئے۔ ایسی ہی نفرت جیسی حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دکھائی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بھی یہ دونوں نظارے پائے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن ایک سمویا ہوا انسان ہے۔ اور پھر واقعہ بیان کیا کہ پنڈت لیکھرام کو آپ نے سلام کا جواب نہیں دیا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اُس نے زبان درازی کی تھی۔ لیکن دوسری طرف یہ بھی رحم ہے کہ اپنے متعلق جو بات ہو رہی ہے اُس میں فرمایا کہ نہیں۔ ایسا کام نہیں کرنا جس سے مولوی محمد حسین صاحب کو ذلت کا سامنا کرنا پڑے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یاد رکھو کہ جو شخص اپنی اولاد کو نیک اَخلاق نہیں سکھاتا وہ نہ صرف یہ کہ اپنی اولاد سے دشمنی کرتا ہے بلکہ سلسلہ سے بھی دشمنی کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کرتا ہے اور خدا سے دشمنی کرتا ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 نومبر 2013ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بنی نوع انسان کوفائدہ پہنچانا

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاعْبُدُوْا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ.... ﴿النساء:۳۷﴾

ترجمہ: اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔

☆حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیاوی بے چینی اور تکلیف کو دور کیا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی بے چینیوں اور تکلیفوں کو اس سے دور کرے گا۔ اور جس شخص نے کسی تنگدست کو آرام پہنچایا اور اس کے لئے آسانی مہیا کی اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کے لئے آسانیاں مہیا کرے گا۔ جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس بندے کی مدد پر تیار رہتا ہے جو اپنے بھائی کی مدد کے لئے تیار رہو۔ جو شخص علم کی تلاش میں نکلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پڑھتے ہیں اور اس کے درس و تدریس میں لگے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر سکینت اور اطمینان نازل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپے رکھتی ہے، فرشتے ان کو گھیرے رکھتے ہیں۔ اپنے مقربین میں اللہ تعالیٰ ان کا ذکر کرتا رہتا ہے۔ جو شخص عمل میں سست رہے اس کا نسب اور خاندان اس کو تیز نہیں بنا سکتا۔ یعنی وہ خاندانی بل بوتے پر جنت میں نہیں جا سکے گا۔''

(مسلم کتاب الذکر باب فضل الاجتماع علی تلاوۃالقرآن وعلی الذکر)

☆ **حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں:**

''میری تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو درد ہوتا ہو اور میں نماز میں مصروف ہوں۔ میرے کان میں اس کی آواز پہنچ جاوے تو میں یہ چاہتا ہوں کہ نماز توڑ کر بھی اگر اس کو فائدہ پہنچا سکتا ہوں تو فائدہ پہنچاؤں اور جہاں تک ممکن ہے اس سے ہمدردی کروں۔ یہ اخلاق کے خلاف ہے کہ کسی بھائی کی مصیبت اور تکلیف میں اس کا ساتھ نہ دیا جاوے۔ اگر تم کچھ بھی اس کے لئے نہیں کر سکتے تو کم از کم دعا ہی کرو۔ اپنے تو درکنار، میں تو کہتا ہوں کہ غیروں اور ہندوؤں کے ساتھ بھی ایسے اخلاق کا نمونہ دکھاؤ اور ان سے ہمدردی کرو۔ لاابالی مزاج ہرگز نہیں ہونا چاہئے''۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۸۲۔۸۳)

فرمایا:

''مَیں پھر کہتا ہوں کہ جولوگ نافع الناس ہیں اور ایمان، صدق و وفا میں کامل ہیں، وہ یقیناً بچا لئے جائیں گے۔ پس تم اپنے اندر یہ خوبیاں پیدا کرو''۔

(الحکم ۱۷دسمبر ۱۹۰۴ء، ملفوظات جلد چہارم۔ صفحہ ۱۸۴)

☆ **سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

''یہ جماعت احمدیہ کا ہی خاصہ ہے کہ جس حد تک توفیق ہے خدمت خلق کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہے اور جو وسائل میسر ہیں ان کے اندر رہ کر جتنی خدمت خلق اور خدمت انسانیت ہوسکتی ہے کرتے ہیں، انفرادی طور پر بھی اور جماعتی طور پر بھی۔ تو احباب جماعت کو جس حد تک توفیق ہے بھوک مٹانے کے لئے، غریبوں کے علاج کے لئے، تعلیمی امداد کے لئے، غریبوں کی شادیوں کے لئے، جماعتی نظام کے تحت مدد میں شامل ہو کر بھی عہد بیعت کو نبھاتے بھی ہیں اور نبھانا چاہئے بھی۔ اللہ کرے ہم کبھی ان قوموں اور حکومتوں کی طرح نہ ہوں جو اپنی زائد پیداوار ضائع تو کر دیتی ہیں لیکن دُکھی انسانیت کے لئے صرف اس لئے خرچ نہیں کرتیں کہ ان سے ان کے سیاسی مقاصد اور مفادات وابستہ نہیں ہوتے یا وہ مکمل طور پر ان کی ہر بات ماننے اور ان کی Dictation لینے پر تیار نہیں ہوتے۔ اور سزا کے طور پر ان

قوموں کو بھوکا اور ننگا رکھا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو پہلے سے بڑھ کر خدمت انسانیت کی توفیق عطا فرمائے ......مَیں ہر احمدی ڈاکٹر، ہر احمدی ٹیچر اور ہر احمدی وکیل اور ہر وہ احمدی جو اپنے پیشے کے لحاظ سے کسی بھی رنگ میں خدمت انسانیت کر سکتا ہے، غریبوں اور ضرورتمندوں کے کام آ سکتا ہے، ان سے یہ کہتا ہوں کہ وہ ضرور غریبوں اور ضرورتمندوں کے کام آنے کی کوشش کریں۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کے اموال ونفوس میں پہلے سے بڑھ کر برکت عطا فرمائے گا انشاء اللہ۔ اگر آپ سب اس نیت سے یہ خدمت سرانجام دے رہے ہوں کہ ہم نے زمانے کے امام کے ساتھ ایک عہد بیعت باندھا ہے جس کو پورا کرنا ہم پر فرض ہے تو پھر دیکھیں کہ انشاءاللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور برکتوں کی کس قدر بارش ہوتی ہے جس کو آپ سنبھال بھی نہیں سکیں گے۔“

(خطبات مسرور جلد اول صفحہ ۳۱۸ تا ۳۱۹ خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۱۲ اگست ۲۰۰۳ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ہمدردی خلق۔1

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلاَ تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئاً وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَبِذِى الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللّٰهَ لاَ يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالاً فَخُورًا

(النساء:37)

اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اُس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسائیوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسائیوں سے بھی اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور اُن سے بھی جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوئے۔یقیناً اللہ اُس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر اور شیخی بگھارنے والا ہو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد

☆حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تمام مخلوق اللہ کی عیال ہے پس اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق میں سے وہ شخص بہت پسند ہے جو اُس کے عیال (مخلوق) کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور اُن کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔

(مشکوٰة کتاب الآداب باب الشفقة والرحمة)

☆حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

رحم کرنے والوں پر رحمان خدا رحم کرے گا تم اہلِ زمین پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

(ابو داؤد کتاب الادب باب فی الرحمة)

☆ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''نوعِ انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے۔مگر میں دیکھتا ہوں کہ اس پہلو میں بڑی کمزوری ظاہر کی جاتی ہے......اللہ تعالیٰ نے جن پر فضل کیا ہے اُس کی شکرگزاری یہی ہے کہ اُس کی مخلوق کے ساتھ احسان اور سلوک کریں۔اور اس خداداد فضل پر تکبر نہ کریں اور وحشیوں کی طرح غرباء کو کچل نہ ڈالیں۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 438)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ پانچ بنیادی اَخلاق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' چوتھی بات غریب کی ہمدردی اور دُکھ دور کرنے کی عادت ہے۔یہ بھی بچپن ہی سے پیدا کرنی چاہئے۔جن بچوں کو نرم مزاج مائیں غریب کی ہمدردی کی باتیں سناتی ہیں اور غریب کی ہمدردی کا رجحان اُن کی طبیعتوں میں پیدا کرتی ہیں وہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مستقبل میں ایک عظیم الشان قوم پیدا کر رہی ہوتی ہیں۔جو خیرِ امّت بننے کی اہل ہو جاتی ہیں۔اس لئے انسانی ہمدردی کا پیدا کرنا نہ صرف نہایت ضروری ہے بلکہ اس کے بغیر آپ اپنے اُس اعلیٰ مقصد کو پا نہیں سکتے۔''

(خطباتِ طاہر جلد 8 صفحہ 764)

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز فرماتے ہیں:

''ہمدردی خلق اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فائدہ پہنچانے کا وصف اور خوبی اپنے اندر پیدا کرلو گے اور اس خیال سے کرلو گے کہ یہ نیکی سے بڑھ کر احسان کے زُمرے میں آتی ہے اور احسان تو اس نیت سے نہیں کیا جاتا کہ مجھے اس کا کوئی بدلہ ملے گا۔احسان تو انسان خالصۃً اللہ تعالیٰ کی خاطر کرتا ہے۔تو پھر ایسا حسین معاشرہ قائم ہو جائے گا جس میں نہ خاوند بیوی کا جھگڑا ہوگا،نہ ساس بہو کا جھگڑا ہوگا،نہ بھائی بھائی کا جھگڑا ہوگا،نہ ہمسائے کا ہمسائے سے کوئی جھگڑا ہوگا۔ہر فریق دوسرے فریق کے ساتھ احسان کا سلوک کر رہا ہوگا اور اُس کے حقوق محبت کے جذبہ سے ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہوگا۔اور خالصۃً اللہ تعالیٰ کی محبت،اُس کا پیار حاصل کرنے کے لئے اُس پر عمل کر رہا ہوگا۔آج کل کے معاشرہ میں تو اس کی اور بھی بہت زیادہ ضرورت ہے۔''

(شرائطِ بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں صفحہ 135)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہمدردی خلق۔2

وَاعْبُدُوْا اللّٰهَ وَلاَ تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئاً وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَبِذِىْ الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِىْ الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللّٰهَ لاَ يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالاً فَخُورًا

(النساء:37)

اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اُس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسائیوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسائیوں سے بھی اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اُس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر اور شیخی بگھارنے والا ہو۔

☆ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

مُجھے کمزوروں میں تلاش کرو (یعنی میں اُن کے ساتھ ہوں اور اُن کی ہمدردی اور مدد کرنے سے تم میری رضا حاصل کر سکتے ہو) یہ حقیقت ہے کہ کمزوروں اور غریبوں کی وجہ سے تم اللہ تعالیٰ سے رزق پاتے ہو اور اُس کی تائید حاصل کرتے ہو۔

(ترمذی کتاب الجہاد)

☆ ایک موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اُس شخص کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں جو چھوٹے پر رحم نہیں کرتا بڑے کا شرف نہیں پہچانتا یعنی بڑے کی عزّت نہیں کرتا۔

(مسلم کتاب الجنۃ باب النّار یدخلھا الجبارون)

☆ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

تین باتیں جس میں ہوں اللہ تعالیٰ اُسے اپنی حفاظت اور رحمت میں رکھے گا اور اُسے جنت میں داخل کرے گا۔ پہلی یہ کہ وہ کمزوروں پر رحم کرے، دوسری یہ کہ وہ ماں باپ سے محبت کرے، تیسری یہ کہ خادموں اور نوکروں سے اچھا سلوک کرے۔

(ترمذی صفۃ القیامۃ)

☆ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مخلوق کی ہمدردی اور خبر گیری حقوق اللہ کی حفاظت کا باعث ہو جاتی ہے۔ پس مخلوق کی ہمدردی ایک ایسی شئے ہے کہ اگر انسان اُسے چھوڑ دے اور اُس سے دور ہوتا جاوے تو رفتہ رفتہ پھر وہ درندہ ہو جاتا ہے۔ انسان کی انسانیت کا یہی تقاضا ہے اور وہ اُسی وقت تک انسان ہے جب تک اپنے دوسرے بھائی کے ساتھ مروّت، سلوک اور احسان سے کام لیتا ہے۔ اس میں کسی قسم کی تفریق نہیں ہے جیسا کہ سعدی رحمہ اللہ نے کہا ہے بنی آدم اعضائے یک دیگر اند۔ یاد رکھو ہمدردی کا دائرہ میرے نزدیک بہت وسیع ہے۔ کسی قوم اور فرد کو الگ نہ کرے آجکل کے جاہلوں کی طرح یہ نہیں کہنا چاہتا کہ تم اپنی ہمدردی کو صرف مسلمانوں سے ہی مخصوص کرو۔ نہیں میں کہتا ہوں کہ تم خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق سے ہمدردی کرو۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ ہندو ہو یا مسلمان یا کوئی اَور۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 215)

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''جماعت میں غریبوں کی شادیوں کے سلسلہ میں، علاج کے سلسلے میں، تعلیم کے سلسلے میں ایک نظام رائج ہے۔ بچوں کی شادیوں کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے مریم فنڈ جاری فرمایا تھا۔ یہ بڑی اچھی، بہت بڑی خدمت خلق ہے، جماعت کے افراد کو اس طرف توجہ دینی چاہئے۔ پھر مریضوں کا علاج ہے، خاص طور پر غریب ملکوں میں، پاکستان میں بھی افریقن ممالک میں بھی اور دوسرے غریب ممالک میں بھی اس طرف توجہ دینی چاہئے۔ اس فنڈ میں خدمت خلق کے جذبہ سے پیسے دیں، چندہ دیں صدقات دیں تو اللہ تعالیٰ کی اس صفت کو اپنانے کی وجہ سے اُس کی رحمانیت سے بھی زیادہ سے زیادہ فیض پائیں گے۔ پھر اسی طرح تعلیم ہے، بچوں کی تعلیم پر بڑے اخراجات ہوتے

ہیں، بڑی مہنگائی ہے۔اس کے لئے جن کو توفیق ہے اُن کو دینا چاہئے۔‘‘

(خطباتِ مسرور جلد 4 صفحہ 623)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہمدردی خلق۔۳

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاعْبُدُوْا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ. اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا

﴿النساء:۳۷﴾

ترجمہ: اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔

☆حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تمام مخلوقات اللہ کی عیال ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کو اپنے مخلوقات میں سے وہ شخص بہت پسند ہے جو اس کے عیال (مخلوق) کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔''

(مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''پس مخلوق کی ہمدردی ایک ایسی شئے ہے کہ اگر انسان اسے چھوڑ دے اور اس سے دور ہوتا جاوے تو رفتہ رفتہ پھر وہ درندہ ہو جاتا ہے۔ انسان کی انسانیت کا یہی تقاضا ہے اور وہ اسی وقت تک انسان ہے۔ جب تک اپنے دوسرے بھائی کے ساتھ مروت، سلوک اور احسان سے کام لیتا ہے اور اس میں کسی قسم کی تفریق نہیں ہے...... یاد رکھو ہمدردی کا دائرہ میرے نزدیک بہت وسیع ہے۔ کسی قوم اور فرد کو الگ نہ

کرے۔ میں آج کل کے جاہلوں کی طرح یہ نہیں کہنا چاہتا کہ تم اپنی ہمدردی کو صرف مسلمانوں سے ہی مخصوص کرو نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ تم خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق سے ہمدردی کرو۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ ہندو ہو یا مسلمان یا کوئی اور۔ میں کبھی ایسے لوگوں کی باتیں پسند نہیں کرتا جو ہمدردی کو صرف اپنی ہی قوم سے مخصوص کرنا چاہتے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد۴ صفحہ ۲۱۶ تا ۲۱۷)

فرمایا:

’’غرض نوع انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے۔ مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ اس پہلو میں بڑی کمزوری ظاہر کی جاتی ہے۔ دوسروں کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ ان پر ٹھٹھے کئے جاتے ہیں۔ ان کی خبر گیری کرنا اور کسی مصیبت اور مشکل میں مدد دینا تو بڑی بات ہے۔ جو لوگ غرباء کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش نہیں آتے بلکہ ان کو حقیر سمجھتے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ خود اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جاویں۔ اللہ تعالیٰ نے جن پر فضل کیا ہے اس کی شکر گزاری یہی ہے کہ اس کی مخلوق کے ساتھ احسان اور سلوک کریں۔ اور اس خداداد فضل پر تکبر نہ کریں اور وحشیوں کی طرح غرباء کو کچل نہ ڈالیں‘‘۔

(الحکم ۱۰ نومبر ۱۹۰۵ء، ملفوظات جلد چہارم۔ صفحہ ۴۳۹)

☆ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’...... ہمدردیٔ خلق اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فائدہ پہنچانے کا وصف اور خوبی اپنے اندر پیدا کر لو گے اور اس خیال سے کر لو گے کہ یہ نیکی سے بڑھ کر احسان کے زمرے میں آتی ہے اور احسان تو اس نیت سے نہیں کیا جاتا کہ مجھے اس کا کوئی بدلہ ملے گا۔ احسان تو انسان خالصتاً اللہ تعالیٰ کی خاطر کرتا ہے۔ تو پھر ایسا حسین معاشرہ قائم ہو جائے گا جس میں نہ خاوند بیوی کا جھگڑا ہوگا، نہ ساس بہو کا جھگڑا ہوگا، نہ بھائی بھائی کا جھگڑا ہوگا، نہ ہمسائے کا ہمسائے سے کوئی جھگڑا ہوگا، ہر فریق دوسرے فریق کے ساتھ احسان کا سلوک کر رہا ہوگا اور اس کے حقوق اسی جذبہ سے ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہوگا۔ اور خالصتاً اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کا پیار حاصل کرنے کے لئے، اس پر عمل کر رہا ہوگا۔ آج کل کے معاشرہ میں تو اس

کی اور بھی بہت زیادہ ضرورت ہے......خلاصۃً یہ ہے کہ ہمدردیٔ خلق کرو تا کہ اللہ تعالیٰ کی نظروں میں پسندیدہ بنو اور دونوں جہانوں کی فلاح حاصل کرو......اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان نصائح پر عمل کرنے کی توفیق دے۔اور آپ سے جو عہد بیعت ہم نے باندھا ہے اس کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے''۔

(خطبات مسرور جلد اول صفحہ ۳۰۹ و ۳۲۱ خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۱۲ اگست ۲۰۰۳ء)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ   بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خدمتِ خلق

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِيناً وَيَتِيماً وَأَسِيراً . إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيْدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورا(الدھر:9,10)

ترجمہ: اوروہ کھانے کو، اُس کی چاہت کے ہوتے ہوئے، مسکینوں اور یتیموں اوراسیروں کو کھلاتے ہیں۔ہم تمہیں محض اللہ کی رضا کی خاطر کھلا رہے ہیں، ہم ہرگز نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ کوئی شکریہ۔

☆حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بھوکے کو کھانا کھلاؤ۔مریض کی تیمارداری کرواور قیدیوں کو رہا کرو۔''

(بخاری)

☆واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام:

''دہقانی عورتیں ایک دن بچوں کی دوائی لینے کے لئے آئیں۔حضور ان کو دیکھنے اور دوائی دینے میں مصروف رہے۔اس پر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے اور اس طرح حضور کا قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے۔اس کے جواب میں حضور نے فرمایا:

''یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے۔یہ مسکین لوگ ہیں۔یہاں کوئی ہسپتال نہیں۔میں ان لوگوں کی خاطر ہرطرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا رکھتا ہوں، جو وقت پر کام آجاتی ہیں۔یہ بڑا ثواب کا کام ہے۔مومن کو ان کاموں میں سُست اور بے پرواہ نہ ہونا چاہیے۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 308)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’...... یہ جماعت احمدیہ کا ہی خاصہ ہے کہ جس حد تک توفیق ہے خدمت خلق کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہے اور جو وسائل میسر ہیں ان کے اندر رہ کر جتنی خدمت خلق اور خدمت انسانیت ہو سکتی ہے کرتے ہیں، انفرادی طور پر بھی اور جماعتی طور پر بھی۔ تو احباب جماعت کو جس حد تک توفیق ہے بھوک مٹانے کے لئے، غریبوں کے علاج کے لئے، تعلیمی امداد کے لئے، غریبوں کی شادیوں کے لئے، جماعتی نظام کے تحت مدد میں شامل ہو کر بھی عہد بیعت کو نبھاتے بھی ہیں اور نبھانا چاہئے بھی۔ اللہ کرے ہم کبھی ان قوموں اور حکومتوں کی طرح نہ ہوں جو اپنی زائد پیداوار ضائع تو کر دیتی ہیں لیکن دُکھی انسانیت کے لئے صرف اس لئے خرچ نہیں کرتیں کہ ان سے ان کے سیاسی مقاصد اور مفادات وابستہ نہیں ہوتے یا وہ مکمل طور پر ان کی ہر بات ماننے اور ان کی Dictation لینے پر تیار نہیں ہوتے۔ اور سزا کے طور پر ان قوموں کو بھوکا اور ننگا رکھا جا رہا ہے اور ننگا رکھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو پہلے سے بڑھ کر خدمت انسانیت کی توفق عطا فرمائے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد اول صفحہ 318)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باہمی اتحاد۔1

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْھَبَ رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ.(الانفال:47)

اور اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اور آپس میں مت جھگڑو ورنہ تم بزدل بن جاؤ گے اور تمہارا رعب جاتا رہے گا۔اور صبر سے کام لو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

☆حضرت نعمانؓ بن بشیر سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

تُو مومنوں کو اُن کے آپس کے رحم،محبت اور شفقت کرنے میں ایک جسم کی طرح دیکھے گا۔جب جسم کا ایک عضو بیمار ہوتا ہے۔تو سارا جسم اُس کے لئے بے خوابی اور بخار میں مبتلا رہتا ہے۔

(بخاری کتاب الأدب. باب رحمة الناس والبهائم)

☆سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اگر اختلاف ہو،اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہو گے......میں دوہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔اوّل خدا کی توحید اختیار کرو۔دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔وہ نمونہ دکھلاؤ کہ غیروں کے لیے کرامت ہو۔یہی دلیل تھی جو صحابہؓ میں پیدا ہوتی تھی۔ **کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ** (اٰل عمران:104) یاد رکھو! تالیف ایک اعجاز ہے۔یاد رکھو! جبتک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لیے پسند کرے،وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔وہ مصیبت اور بلا میں ہے۔اُس کا انجام اچھا نہیں......

یاد رکھو بغض کا جدا ہونا مہدیؑ کی علامت ہے اور کیا وہ علامت پوری نہ ہو گی۔وہ ضرور ہو گی۔تم کیوں صبر نہیں کرتے۔جیسے طبی مسئلہ ہے کہ جبتک بعض امراض میں قلع قمع نہ کیا جاوے،مرض دفع نہیں

ہوتا۔میرے وجود سے انشاء اللہ ایک صالح جماعت پیدا ہو گی۔باہمی عداوت کا سبب کیا ہے۔بخل ہے،رُعونت ہے،خود پسندی ہے اور جذبات ہیں ......ایسا شخص جو میری جماعت میں ہو کر میرے منشاء کے موافق نہ ہو،وہ خشک ٹہنی ہے۔اُس کو اگر باغبان کاٹے نہیں تو کیا کرے۔خشک ٹہنی دوسری سبز شاخ کے ساتھ رہ کر پانی تو چوستی ہے،مگر وہ اُس کو سرسبز نہیں کرسکتا،بلکہ وہ شاخ دوسری کو بھی لے بیٹھتی ہے۔پس ڈرو میرے ساتھ وہ نہ رہے گا جو اپنا علاج نہ کرے گا۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 336)

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’اسلام نے ہمیں آپس میں گھل مل کر رہنے اور ایک دوسرے کے ساتھ معاشرے میں اعلیٰ اَخلاق کا مظاہرہ کرنے پر بہت زور دیا ہے۔مختلف طریقوں سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس طرف توجہ دلائی کہ اپنے اندر اعلیٰ اَخلاق پیدا کرو،آپس میں محبت اور پیار سے رہو،ایک دوسرے کے حقوق ادا کرو اور انسان سے کیونکہ غلطیاں اور کوتاہیاں ہوتی رہتی ہیں،اس لئے اپنے ساتھیوں،اپنے بھائیوں،اپنے ہمسایوں یا اپنے ماحول کے لوگوں کے لئے اُن کی غلطیاں تلاش کرنے کے لئے ہر وقت ٹوہ میں نہ لگے رہو،تجسس میں نہ لگے رہو کہ کسی طرح کسی کی غلطی پکڑوں اور پھر اُس کو لے کر آگے چلوں۔یہ بڑی لغو اور بیہودہ حرکت ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19 نومبر 2004ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باہمی اتحاد۔2

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْھَبَ رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ. (الانفال:47)

اور اللہ کی اطاعت کرو اور اُس کے رسول کی اور آپس میں مت جھگڑو ورنہ تم بزدل بن جاؤ گے اور تمہارا رُعب جاتا رہے گا۔ اور صبر سے کام لو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

☆حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی مانند ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچا رہا ہوتا ہے۔ پھر آپؐ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں خوب اچھی طرح سے پیوست کر کے (یوں بنا کر) بتایا کہ ایک حصہ دوسرے کے لیے اس طرح تقویت کا باعث ہوتا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب تشبیک الاصابع فی المسجد)

☆سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہوسکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوُسع مقدّم نہ ٹھہراوے۔ اگر میرا ایک بھائی میرے سامنے باوجود اپنے ضعف اور بیماری کے زمین پر سوتا ہے اور مَیں باوجود اپنی صحت اور تندرستی کے چارپائی پر قبضہ کرتا ہوں تا وہ اُس پر بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے اگر میں نہ اُٹھوں اور محبت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چارپائی اُس کو نہ دوں اور اپنے لئے فرشِ زمین پسند نہ کروں۔ اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حَیف ہے اگر مَیں اُس کے مقابل پر امن سے سو رہوں۔ اور اُس کے لیے جہاں تک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں۔ اور اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی

کرے تو میری حالت پر حَیف ہے اگر مَیں بھی دیدہ ودانستہ اُس سے سختی سے پیش آؤں۔ بلکہ مجھے چاہیئے کہ مَیں اُس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اُس کے لیے رورو کر دعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور پر بیمار ہے۔ اگر میرا بھائی سادہ ہو یا کم علم یا سادگی سے کوئی خطا اُس سے سرزد ہو تو مجھے نہیں چاہیئے کہ مَیں اُس سے ٹھٹھا کروں یا چیں بَرجبیں ہو کر تیزی دکھاؤں یا بدنیتی سے اُس کی عیب گیری کروں کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں۔ کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اُس کا دل نرم نہ ہو۔ جب تک وہ اپنے تئیں ہر یک سے ذلیل تر نہ سمجھے اور ساری مشیختیں دور نہ ہو جائیں۔ خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے۔ اور غریبوں سے نرم ہو کر اور جھک کر بات کرنا مقبولِ الٰہی ہونے کی علامت ہے۔ اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں۔ اور غصہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے''۔

(شہادت القرآن۔ روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395-396)

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ مؤاخات میں ایک دوسرے کے لئے نمونہ بن جائیں اور مؤاخات کا اعلیٰ ترین نمونہ ہمارے سامنے کیا ہے؟ وہ نمونہ ہے انصارِ مدینہ اور مہاجرین کا نمونہ۔ ایسا اعلیٰ نمونہ کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اُس کی تعریف فرمائی ہے۔ وہ نہ صرف ایک دوسرے کی تکلیفوں کو اپنی تکلیف سمجھتے تھے بلکہ ایک دوسرے کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار رہتے تھے۔ جب انہوں نے سچائی کو اختیار کیا تو اُن کے ہر عمل سے سچائی ظاہر ہونے لگی۔ اُن کی عاجزی، محبت اور سچائی نے پھر وہ نمونے دکھائے کہ ایک دنیا اُن کی طرف کھنچی چلی آئی۔ پس اگر دنیا کو اپنی طرف کھینچنا ہے تو ہر طرح کے تکبّر، نَخوت، اور بدظنی کو دُور کرتے ہوئے ایک دوسرے کے جذبات، احساسات اور ضروریات کا خیال رکھنا ہوگا۔''

(خطباتِ مسرور جلد 6 صفحہ 246)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

باہمی اتحاد۔3

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ. (الانفال:47)

اور اللہ کی اطاعت کرو اور اُس کے رسول کی اور آپس میں مت جھگڑو ورنہ تم بزدل بن جاؤ گے اور تمہارا رُعب جاتا رہے گا۔ اور صبر سے کام لو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

☆ **حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:**

ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی مانند ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچا رہا ہوتا ہے۔ پھر آپؐ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں خوب اچھی طرح سے پیوست کر کے (یوں بنا کر) بتایا کہ ایک حصہ دوسرے کے لیے اس طرح تقویت کا باعث ہوتا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب تشبیک الاصابع فی المسجد)

☆ **ایک موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا:**

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے جلال اور میری عظمت کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں آج جبکہ میرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں میں اُنہیں اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دوں گا۔

(ترمذی کتاب الزھد باب اعلام الحب)

☆ **سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:**

''تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی

فریبی چھوڑ دو کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے گئے ہو اُس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہوسکتا۔ کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور مَیں نے بیان کیں۔ تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے۔ اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا۔''

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 12-13)

☆ **نیز ہمدردی کی عام تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:**

''ہم خود دیکھتے ہیں ان لوگوں نے ہمارے ساتھ کیا کیا ہے۔ کوئی دکھ اور تکلیف جو پہنچا سکتے تھے انہوں نے پہنچایا ہے۔ لیکن پھر بھی ان کی ہزاروں خطائیں بخشنے کو اب بھی تیار ہیں۔ پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو، یاد رکھو کہ تم ہر شخص سے خواہ وہ کسی مذہب کا ہو، ہمدردی کرو اور ''بلاتمیز مذہب وقوم'' ہر ایک سے نیکی کرو''۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 219)

☆ **پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مذکورہ بالا اقتباس کو پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:**

''تو دیکھیں یہ ہے آپؐ کا اُسوہ، آپؐ کی ہم سے توقعات کہ غیروں سے بھی ہمدردی کرو۔ جب غیروں سے اس قدر سلوک کرنا ہے تو آپس میں کس قدر پیار و محبت سے رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ مومن کی یہ نشانی بتاتا ہے کہ وہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل ایمان اور مکمل یقین رکھتے ہیں اُن کا آپس کا سلوک رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ (الفتح:30) کا مصداق ہے۔ یعنی آپس میں ایک دوسرے سے بہت ملاطفت کرنے والے ہیں۔ محبت اور پیار کا سلوک کرنے والے ہیں۔ اس لئے اعلیٰ اَخلاق کے نمونے دکھانے کے لئے اپنے معاملات میں جب تک شکوے شکایتیں بند نہیں کریں گے اُن لوگوں میں شمار نہیں ہوسکتے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ لیکن یہ تمام معیار کبھی حاصل نہیں ہوسکتے جب تک اللہ تعالیٰ سے مدد نہ مانگیں کیونکہ شیطان جو برائیوں پر اُکسانے والا ہے اُس کا مقابلہ خدا کی مدد اور اُس کے رحم کے

بغیر نہیں ہوسکتا اس لئے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑانا اور اُس سے مدد مانگنا ضروری ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 21/اپریل 2006ء خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 201)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تعاون باہمی

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ....(المائدہ:۳)

ترجمہ: نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی (کے کاموں) میں تعاون نہ کرو۔ اور اللہ سے ڈرو یقیناً اللہ سزا دینے میں بہت سخت ہے۔

☆حضرت اسود بن یزیدؓ بیان کرتے ہیں کہ:

''میں نے ایک دن حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے کہا! آپ ﷺ کام کاج میں گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو باہر نماز کیلئے چلے جاتے۔''

(صحیح بخاری کتاب الاذان جلد اول صفحہ ۳۳۵ حدیث ۶۴۰)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اور منجملہ انسان کے طبعی امور کے جو اس کی طبیعت کے لازم حال ہیں۔ ہمدردی خلق کا ایک جوش ہے۔ قومی حمایت کا جوش بالطبع ہر ایک مذہب کے لوگوں میں پایا جاتا ہے اور اکثر لوگ طبعی جوش سے اپنی قوم کی ہمدردی کے لئے دوسروں پر ظلم کر دیتے ہیں۔ گویا انہیں انسان نہیں سمجھتے۔ سو اس حالت کو خلق نہیں کہہ سکتے۔ یہ فقط ایک طبعی جوش ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ حالت طبعی کوّوں وغیرہ پرندوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ ایک کوّے کے مرنے پر ہزارہا کوّے جمع ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ عادت انسانی اخلاق میں اُس وقت داخل ہوگی جب کہ یہ ہمدردی انصاف اور عدل کی رعایت سے محل اور موقع پر ہو۔ اُس وقت یہ ایک عظیم الشان خلق ہوگا جس کا نام عربی میں مواسات اور فارسی میں ہمدردی ہے۔''

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۶۳)

☆حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ لکھتے ہیں:

''ایک دفعہ میں وضو کے واسطے پانی کی تلاش میں لوٹا ہاتھ میں لئے اس دروازے کے اندر گیا جو بیت المبارک سے حضرت صاحب کے اندرونی مقامات کو جاتا ہے تاکہ وہاں حضرت صاحب کے کسی خادم کو لوٹا دے کر پانی اندر سے منگوالوں۔ اتفاقاً اندر سے حضرت صاحب تشریف لائے مجھے کھڑا دیکھ کر فرمایا آپ کو پانی چاہیے۔ میں نے عرض کیا ہاں حضور! آپ نے لوٹا میرے ہاتھ سے لیا اور فرمایا میں لا دیتا ہوں اور خود اندر سے پانی لے کر آئے اور مجھے عطا کیا۔''

(ذکر حبیب)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیارومحبت

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ.(الحجرات:11)

ترجمہ: مومن تو بھائی بھائی ہیں۔

☆حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، بے رخی اور بے تعلقی اختیار نہ کرو باہم تعلقات نہ توڑو، بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو، کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے اور اس سے قطع تعلق کرے۔''

(مسنداحمد جلد ۴ مسند انس بن مالک)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''آپس میں محبت اور اخوت کو پیدا کرو اور درندگی اور اختلاف کو چھوڑ دو۔ ہر ایک قسم کے ہَزَل اور تمسخُر سے کنارہ کش ہو جاؤ، کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزت کے ساتھ پیش آؤ۔ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دیوے۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 174)

نیز فرمایا:

''باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی۔ کہ تم وجود واحد رکھو؛ ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جُڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لیے ہے کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔ اگر اختلاف ہو، اتحاد نہ ہو۔ تو پھر بے نصیب رہو گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو اور ایک

دوسرے کے لیے غائبانہ دُعا کرو۔ اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لیے بھی ایسا ہو۔ کیسی اعلیٰ درجہ کی بات ہے۔ اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو، تو فرشتہ کی تو منظور ہی ہوتی ہے۔ میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 336)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اس کوشش میں رہنا چاہئے کہ آپس میں محبت اور اخوت کی فضا پیدا ہو، بھائی چارے کی فضا پیدا ہو۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ نرم دلی اور باہم محبت اور مؤاخات میں ایک دوسرے کے لئے ایک نمونہ بن جائیں۔ تو تقویٰ کا اعلیٰ معیار تبھی قائم ہوسکتا ہے جب پیار، محبت اور عاجزی اور ایک دوسرے کی خاطر قربانی کی روح پیدا ہو۔ کیونکہ جس میں اپنے بھائی کے لئے محبت نہیں اس میں تقویٰ بھی نہیں۔''

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 375)

نیز فرمایا:

''آج سے ہی ہر دل میں یہ ارادہ ہونا چاہئے کہ ہم نے اپنے اندر تبدیلیاں پیدا کرنی ہیں، اپنے معیار اونچے کرنے ہیں۔ جو ناراض ہیں وہ ایک دوسرے کو گلے لگائیں، جو روٹھے ہوئے ہیں وہ ایک دوسرے کو منائیں۔ جنہوں نے گلے شکوے دلوں میں بٹھائے ہوئے ہیں وہ ان گلوں شکووں کو اپنے دلوں سے نکال کر باہر پھینکیں۔ اور ان دنوں میں عبادتوں کے ساتھ ساتھ محبتیں بانٹنے کی بھی ٹریننگ حاصل کریں۔ یہ عہد کریں کہ پرانی رنجشوں کو مٹادیں گے۔ ایک دوسرے کے گلے اس نیت سے لگیں کہ پرانی رنجشوں کا ذکر نہیں کرنا۔ ایک دوسرے سے کی گئی زیادتیوں کو بھول جانا ہے۔''

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 376 تا 377)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًاوَّلَاتَفَرَّقُوْا ص وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ إِذْ کُنْتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ إِخْوَاناً وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیَاتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ .

﴿آل عمران:104﴾

ترجمہ: اوراللہ کی رسّی کوسب کےسب مضبوطی سے پکڑ لواور تفرقہ نہ کرواوراپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یادکروکہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کوآپس میں باندھ دیا اور پھر اس کی نعمت سے تم بھائی بھائی ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر(کھڑے) تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچالیا۔اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ شاید تم ہدایت پاجاؤ۔

☆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کہ ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی مانند ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچارہا ہوتا ہے۔ پھر آپؐ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں خوب اچھی طرح سے پیوست کرکے(یوں بنا کر) بتایا کہ ایک حصہ دوسرے کے لیے اس طرح تقویت کا باعث ہوتا ہے۔''

(صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ ، باب تشبیک الاصابع فی المسجد)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اگر اختلاف ہو، اتحاد نہ ہوتو پھر بے نصیب رہو گے ..... میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں اول خدا کی توحید اختیار کرو دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو وہ نمونہ دکھلاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو یہی دلیل تھی جو صحابہ میں پیدا ہوئی تھی کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ (اٰل عمران:104) یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ وہ مصیبت اور بلا میں ہے اس کا انجام اچھا نہیں...... میرے وجود سے انشاء اللہ ایک صالح جماعت پیدا ہوگی باہمی عداوت کا سبب کیا ہے۔ بخل ہے رعونت ہے، خود پسندی ہے اور جذبات ہیں...... ایسے تمام لوگوں کو جماعت سے الگ کردوں گا جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پاسکتے اور باہم محبت اور اخوت سے نہیں رہ سکتے۔ جو ایسے ہیں وہ یاد رکھیں کہ وہ چند روزہ مہمان ہیں جب تک عمدہ نمونہ نہ دکھائیں۔ میں کسی کے سبب سے اپنے اوپر اعتراض لینا نہیں چاہتا ایسا شخص جو میری جماعت میں ہو کر میرے منشاء کے موافق نہ ہو وہ خشک ٹہنی ہے اس کو اگر باغبان کاٹے نہیں تو کیا کرے...... پس ڈرو، میرے ساتھ وہ نہ رہے گا جو اپنا علاج نہ کرے گا۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 336)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''......آپؐ کی ہم سے توقعات کہ غیروں سے بھی ہمدردی کرو۔ جب غیروں سے اس قدر سلوک کرنا ہے تو آپس میں کس قدر پیار و محبت سے رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ مومن کی یہ نشانی بتاتا ہے کہ وہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل ایمان اور مکمل یقین رکھتے ہیں ان کا آپس کا سلوک رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ (الفتح:30) کا مصداق ہے۔ یعنی آپس میں ایک دوسرے سے بہت ملاطفت کرنے والے ہیں۔ محبت اور پیار کا سلوک کرنے والے ہیں۔ اس لئے اعلیٰ اخلاق کے نمونے دکھانے کے لئے اپنے معاملات میں جب تک شکوے شکایتیں بند نہیں کریں گے ان لوگوں میں شمار نہیں ہو سکتے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ لیکن یہ تمام معیار کبھی حاصل نہیں ہو سکتے جب تک اللہ تعالیٰ سے مدد نہ مانگیں کیونکہ شیطان جو برائیوں پر اکسانے والا ہے اس کا مقابلہ خدا کی مدد اور اس کے رحم کے

بغیر نہیں ہوسکتا اس لئے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑانا اور اس سے مدد مانگنا ضروری ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 21/اپریل 2006ء خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 201)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ایک دوسرے کی عزت واحترام

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَومٌ مِّن قَوْمٍ عَسَى أَن یَكُونُوْا خَیْراً مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَى أَنْ یَكُنَّ خَیْراً مِّنْهُنَّ ﴿الحجرات : ۱۲﴾

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! (تم میں سے) کوئی قوم کسی قوم پر تمسخر نہ کرے۔ ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہو جائیں۔ اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں) ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو جائیں۔

☆ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کی عزت نہیں کرتا اور نیکی کا حکم نہیں دیتا اور برائی سے نہیں روکتا۔''

(ترمذی کتاب البرّوا لصلة باب ما جاء فی رحمته الصبیان)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''دن بہت ہی نازک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے غضب سے سب کو ڈرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی پرواہ نہیں کرتا، مگر صالح بندوں کی۔ آپس میں محبت اور اخوت کو پیدا کرو اور درندگی اور اختلاف کو چھوڑ دو۔ ہر ایک قسم کے ہزل اور تمسخر سے کنارہ کش ہو جاؤ، کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزت کے ساتھ پیش آؤ۔ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دیوے۔ اللہ تعالیٰ سے ایک سچی صلح پیدا کرلو اور اس کی اطاعت میں واپس آجاو۔ اللہ تعالیٰ کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے اور اس سے بچنے والے وہی ہیں جو کامل طور پر اپنے سارے گناہوں سے توبہ کر کے اس کے حضور میں آتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۷۴ تا ۱۷۵)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

''انسانی شرف اوراس کے احترام کے لئے اس سے بڑھ کر عظیم اعلان اور کیا ہوسکتا تھا آپؐ نے بنی نوع انسان سے فرمایا کہ جب ہرفرد بشر بطور بشر میرے جیسا ہے تو دو چیزیں لازم آتی ہیں یعنی اس سے آگے پھر دو نتیجے نکلتے ہیں۔ایک یہ کہ ہرفرد بشر کی عزت واحترام لازمی ہے۔اگر کوئی کسی کی بےعزتی کرے گا یا کسی کو بنظر حقارت دیکھے گا تو یہ ایسا ہی ہوگا جیسے کہ تم نے میری بےعزتی کی اور مجھے حقارت کی نظر سے دیکھا کیونکہ میرا مقام شرف بطور بشر کے اس سے بڑھ کر نہیں ہے تم نے کسی کی بےعزتی کی تو گویا میری بےعزتی کی۔اس واسطے یہ بات یادرکھنا کہ کسی بھی شخص کی بےعزتی نہیں کرنی۔کسی کو بھی حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا ہرایک کی عزت واحترام کرنا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ لوگوں میں ایسی گندی عادت پڑ گئی ہے کہ بات بات میں ایک دوسرے کو طعنے دیتے ہیں ایک دوسرے کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اوراپنے آپ کو کچھ کا کچھ سمجھنے لگ جاتے ہیں۔یہ نہیں سوچتے کہ اُن کا ہر ایسا فعل دراصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کھڑا ہونے کے مترادف ہے اللہ تعالیٰ کے غضب کو بھڑکانے والا ہے۔آج دنیا پیار کی بھوکی ہے عزت واحترام کی متلاشی ہے آج دنیا میں ہمیں جو بےچینی نظر آرہی ہے اس کی بہت سی وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ انسان کو بطور بنی نوع انسان کے اشرف المخلوقات نہیں سمجھا گیا حالانکہ سارے انسان ایک ہی طرح کے ہیں اوراشرف المخلوقات کے شرف سے مشرف ہیں بحیثیت بشر کوئی بھی کسی دوسرے سے بزرگ و برتر نہیں۔اس لئے ہر مسلمان کو دوسرے کی عزت واحترام کرنا چاہئے۔اگر وہ دوسرے کی عزت واحترام نہیں کرتا تو وہ دراصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت واحترام نہیں کرتا یہ بڑا خطرناک مقام ہے۔ہر آدمی کو سمجھایا جائے تو وہ سمجھ سکتا ہے چہ جائیکہ ایک احمدی جو بدرجہ اولیٰ اس حقیقت کو سمجھ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن کی خاطر یہ کارخانہ عالم وجود میں آیا تھا بشر ہونے کے لحاظ سے آپ کی عزت واحترام کی طرح ہرانسان کی عزت واحترام واجب ہے۔جیسا کہ میں نے بتایا ہے انسانی عزت واحترام کے قیام کا یہ ایک زبردست اعلان ہے۔آج دنیا اس کی متقاضی ہے۔غیر تو غیر ہیں خود ہم مسلمانوں میں بھی اس طرف توجہ نہیں رہی۔ہم نے غریب کی عزت کرنی چھوڑ دی ہے ہم نے لاوارث کی عزت کرنی چھوڑ دی ہے ہم نے یتیم کی عزت کرنی چھوڑ دی ہے ہم نے کم علم یا

اَن پڑھ کی عزت کرنی چھوڑ دی ہے اس کے برعکس دولت مند کی عزت کرنی شروع کر دی گئی ہے ہم مسلمان وجاہت اور دبدبہ سے مرعوب ہونے لگے حالانکہ خدا تعالیٰ نے تو یہ فرمایا تھا کہ امیر و غریب بحیثیت انسان ہونے کے سب برابر ہیں۔ بشر ہونے کے اعتبار سے ایک سیاسی اقتدار کے مالک شخص اور ایک کم مایہ، غریب لاچار اور اَن پڑھ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے اور یہ آپس میں برابر ہیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22 اگست 1969ء خطبات ناصر جلد دوم صفحہ 809 تا 810)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ایثار

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوْتُوا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوْقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.(الحشر:10)

ترجمہ:اور وہ لوگ جنہوں نے اِن سے پہلے ہی گھر تیار کر رکھے تھے اور ایمان کو (دلوں میں) جگہ دی تھی وہ اُن سے محبت کرتے تھے جو ہجرت کر کے اُن کی طرف آئے اور اپنے سینوں میں اِس کی کچھ حاجت نہیں پاتے تھے جو اُن (مہاجروں) کو دیا گیا اور خود اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے باوجود اِس کے کہ انہیں خود تنگی درپیش تھی۔ پس جو کوئی بھی نفس کی خساست سے بچایا جائے تو یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

☆حضرت ابوبصرہ غفاریؓ بیان کرتے ہیں:

''میں قبول اسلام سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور نے مجھے بکری کا دودھ پیش کیا جو آپ کے اہل خانہ کیلئے تھا حضورﷺ نے مجھے سیر ہو کر دودھ پلایا اور صبح میں نے اسلام قبول کر لیا۔ بعد میں مجھے پتہ لگا کہ آنحضرتﷺ کے اہل خانہ نے وہ رات بھوکے رہ کر گزاری جبکہ اِس سے پچھلی رات بھی بھوکے رہ کر گزاری تھی۔''

(مسند احمدبن حنبل جلد ششم صفحہ397حدیث نمبر25968)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''انسان چونکہ ناقص اور ثواب حاصل کرنے کے لئے اعمال صالحہ کا محتاج ہے اس لئے کبھی وہ

تواضع اور تذلل کے طور پر اپنے خدا کوخوش کرنے کے لئے اپنے آرام پر دوسرے کا آرام مقدم کر لیتا ہے اور آپ ایک حظ سے بے نصیب رہ کر دوسرے کو وہ حظ پہنچاتا ہے تا اس طرح پر اپنے خدا کو راضی کرے۔ اور اس کی اس صفت کا نام عربی میں ایثار ہے...... یہ صفت ایثار جس میں ناداری اور لاچاری اور ضعف اور محرومی شرط ہے ایک عاجز انسان کی نیک صفت ہے کہ باوجودیکہ دوسرے کو آرام پہنچا کر اپنے آرام کا سامان اس کے پاس باقی نہیں رہتا پھر بھی وہ اپنے پر سختی کر کے دوسرے کو آرام پہنچا دیتا ہے۔''

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 97,98)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''یاد کریں ایک جنگ کے بعد کا وہ نقشہ جب جنگ کے بعد پانی پلانے والے مسلمان زخمیوں کے درمیان پھر رہے تھے، ایک کراہ کی آواز سنی۔ جب وہ پانی پلانے والے اس کراہنے والے صحابیؓ کے پاس پہنچے جو زخموں سے چور تھے، جان کنی کی حالت تھی۔ پانی پلانے والے نے جب پانی ان کے منہ کو لگایا تو اس وقت ایک اور کراہ کی آواز آئی، پانی مانگا گیا۔ پہلے زخمی نے کہا: نہیں، بہتر یہ ہے تم مجھے چھوڑو۔ مَیں اس سے بہتر حالت میں ہوں۔ وہ جس طرح مجھے دیکھ رہا ہے، اسی طرح پانی کی طرف دیکھ رہا ہے، پانی مانگ رہا ہے تم پہلے اس زخمی کو پانی پلاؤ۔ پانی پلانے والے جب اس دوسرے زخمی کے پاس پہنچے تو پھر ایک طرف سے کسی کی کراہتے ہوئے پانی مانگنے کی آواز آئی۔ تو اس دوسرے زخمی نے کہا کہ نہیں وہ زخمی میرے سے زیادہ حقدار ہے، اس کو پانی دو۔ میں برداشت کرلوں گا۔ اس طرح جب پانی پلانے والے تیسرے صحابیؓ کے پاس پہنچے تو جب ان کے منہ کو پانی لگایا گیا تو پانی پینے سے پہلے ہی وہ اللہ کے حضور حاضر ہو گئے۔ اور جب یہ پانی پلانے والے واپس دوسرے کے پاس پہنچے تو ان کی روح بھی قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ اور جب پہلے کے پاس پہنچے تو وہ بھی اللہ کے حضور حاضر ہو چکے تھے۔''

(الأستيعاب فی معرفة الاصحاب باب عكرمة بن ابی جهل)

تو دیکھیں اس آخری جان کنی کے لمحات میں بھی اپنے بھائی کی خاطر قربانی کی اعلیٰ مثالیں قائم کرتے ہوئے وہ تمام زخمی صحابہؓ اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ روایت میں آتا ہے کہ پہلے پانی مانگنے والے حضرت عکرمہؓ تھے۔ اور حضرت عکرمہؓ کا یہ حال تھا کہ ایک وقت میں مسلمانوں کے خون کے پیاسے

تھے۔اپنوں کے ساتھ بھی قربانی کا کوئی تصور نہیں تھا۔اور ایک وقت ایسا آیا کہ دوسرے مسلمان کی خاطر اپنی جان بھی قربان کردی۔ اسی طرح دوسرے دوصحابہؓ تھے۔تو جان لینے والوں میں قربانی کی اعلیٰ مثالیں قائم کرتے ہوئے جان دینے کا یہ انقلاب تھا جو ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے منسوب ہونے کے بعد قائم کیا ہے۔انہوں نے یہ معیار حاصل کئے اور یوں اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنتوں میں داخل ہوئے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 512,513)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جُود وسخا

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاَمَّامَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰی.(اللیل: ٦)

ترجمہ: پس وہ جس نے (راہِ حق میں) دیا اور تقویٰ اختیار کیا۔

☆**حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ:**

''بعض انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیا۔ انہوں نے پھر مانگا تو آپؐ نے مزید عطا فرمایا۔ انہوں نے پھر مانگا تو آپؐ نے کچھ اور عطا فرمایا یہاں تک کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو کچھ تھا وہ ختم ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جو مال ہوتا ہے اسے تم سے روک کر نہیں رکھتا۔''

(بخاری کتاب الز کاۃ با ب الأستعفاف عن المسألۃ)

☆**حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:**

''اخلاقِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ وہ صدہا مواقع میں اچھی طرح کھل گئے اور امتحان کئے گئے اور ان کی صداقت آفتاب کی طرح روشن ہوگئی۔ اور جو اخلاق کرم اور جود اور سخاوت اور ایثار اور فتوت اور شجاعت اور زہد اور قناعت اور اعراض عن الدنیا کے متعلق تھے وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں ایسے روشن اور تاباں اور درخشاں ہوئے کہ مسیح کیا بلکہ دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی بھی ایسا نبی نہیں گزرا جس کے اخلاق ایسی وضاحت تامہ سے روشن ہو گئے ہوں۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ نے بے شمار خزائن کے دروازے آنحضرتؐ پر کھول دیئے سو آنجناب نے ان سب کو خدا کی راہ میں خرچ کیا اور کسی نوع کی تن پروری میں ایک حبّہ بھی خرچ نہ ہوا۔ نہ کوئی عمارت بنائی نہ کوئی بارگاہ تیار ہوئی۔ بلکہ ایک چھوٹے سے کچے کوٹھے میں جس کو غریب لوگوں کے کوٹھوں پر کچھ بھی ترجیح نہ تھی اپنی ساری عمر بسر کی۔ بدی کرنے والوں سے نیکی کر کے دکھلائی اور وہ جو دل آزار تھے ان کو ان کی

مصیبت کے وقت اپنے مال سے خوشی پہنچائی۔سونے کے لئے اکثر زمین پر بستر اور رہنے کے لئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا اور کھانے کے لئے نانِ جَو یا فاقہ اختیار کیا۔ دنیا کی دولتیں بکثرت ان کو دی گئیں پر آنحضرتؐ نے اپنے پاک ہاتھوں کو دنیا سے ذرا آلودہ نہ کیا۔اور ہمیشہ فقر کو تونگری پر اور مسکینی کو امیری پر اختیار رکھا۔اور اس دن سے جو ظہور فرمایا تا اس دن تک جو اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے بجز اپنے مولا کریم کے کسی کو کچھ چیز نہ سمجھا۔"

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 288 تا 291)

☆سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"دولت کے ملنے پر اور پھر اس کے خرچ کرنے کے جو طریقے ہیں اس بارے میں جو اُسوۂ حسنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے قائم فرمایا ہے اس کی مثالیں آپؐ کی زندگی کا ہی حصہ ہیں۔ یہ تو بعض دفعہ ہو جاتا ہے کہ دنیا کے دکھاوے کے لئے جیسا کہ مَیں نے کہا لوگ ہمدردی کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں اور اس کی خاطر پھر بعض لوگ اپنی طرف سے سخاوت کا اظہار بھی کر دیتے ہیں، لوگوں کے لئے خرچ بھی کر دیتے ہیں۔لیکن یہ وقتی جذبہ ہوتا ہے۔لیکن صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اور لوگوں کی تکلیفوں کو دور کرنے اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ان کا احساس کرتے ہوئے یہ جود وسخا کے نظارے ہمیں صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی نظر آئیں گے۔ یہ معیار نہ کبھی اس سے پہلے قائم ہوئے اور نہ قائم ہوں گے۔ بہرحال ایک اسوہ حسنہ ہے جو آپ نے ہمارے لئے قائم فرمایا۔"

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ ۱۵۹ تا ۱۶۰)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حسنِ ظن

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا کَثِیْراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوا﴿الحجرات:13﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔ یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔ اور تجسس نہ کیا کرو۔

☆حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ ایک شخص کو چوری کرتے دیکھا تو اُس سے کہا کہ تم چوری کرتے ہو؟ تو وہ شخص خدا کی قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں نے چوری نہیں کی ہے۔اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہنے لگے میں تمہاری قسم پر اعتبار کرتا ہوں اور اپنے نفس کو جھٹلاتا ہوں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ

’’میں اپنی آنکھوں کو جھٹلاتا ہوں۔‘‘

(مسلم کتاب الفضائل باب فضائل عیسیٰ علیہ السلام)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’ایک واقعہ آتا ہے کہ ایک بادشاہ محمود غزنوی کا ایک خاص جرنیل تھا۔ بڑا قریبی آدمی تھا۔اس کا نام ایاز تھا۔انتہائی وفادار تھا اور اپنی اوقات بھی یاد رکھنے والا تھا۔اس کو پتہ تھا کہ مَیں کہاں سے اٹھ کر کہاں پہنچا ہوں۔اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو یاد کرنے والا تھا اور بادشاہ کے احسانوں کو بھی یاد رکھنے والا تھا۔ایک دفعہ ایک معرکے سے واپسی پر جب بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ جارہا تھا تو اس نے ایک جگہ پڑاؤ کے بعد دیکھا کہ ایاز اپنے دستے کے ساتھ غائب ہے۔تو اس نے باقی جرنیلوں سے پوچھا کہ وہ کہاں گیا

ہے تو اردگرد کے جو دوسرے لوگ خوشامد پسند تھے اور ہر وقت اس کوشش میں رہتے تھے کہ کسی طرح اس کو بادشاہ کی نظروں سے گرایا جائے اور ایاز کے عیب تلاش کرتے رہتے تھے تو انہوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا کہ بادشاہ کو اس سے بدظن کریں۔ اپنی بدظنی کے گناہ میں بادشاہ کو بھی شامل کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے فوراً ایسی باتیں کرنا شروع کر دیں جس سے بادشاہ کے دل میں بدظنی پیدا ہو۔ بادشاہ کو بہرحال اپنے وفادار خادم کا پتہ تھا۔ بدظن نہیں ہوا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے تھوڑی دیر دیکھتے ہیں۔ آ جائے گا تو پھر پوچھ لیں گے کہ کہاں گیا تھا۔ اتنے میں دیکھا تو وہ کمانڈر اپنے دستے کے ساتھ واپس آ رہا ہے اور اس کے ساتھ ایک قیدی بھی ہے۔ تو بادشاہ نے پوچھا کہ تم کہاں گئے تھے۔ اس نے بتایا کہ مَیں نے دیکھا کہ آپ کی نظر بار بار سامنے والے پہاڑ کی طرف اٹھ رہی تھی تو مجھے خیال آیا ضرور کوئی بات ہو گی مجھے چیک کر لینا چاہئے، جائزہ لینا چاہئے، تو جب مَیں گیا تو مَیں نے دیکھا کہ یہ شخص جس کو میں قیدی بنا کر لایا ہوں ایک پتھر کی اوٹ میں چھپا بیٹھا تھا اور اس کے ہاتھ میں تیر کمان تھی تا کہ جب بادشاہ کا وہاں سے گزر ہو تو وہ تیرا کا وار آپ پر چلائے۔ تو جو سب باقی سردار وہاں بیٹھے تھے جو بدظنیاں کر رہے تھے اور بادشاہ کے دل میں بدظنی پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے وہ سب اس بات پر شرمندہ ہوئے۔

تو اس واقعہ سے ایک سبق بدظنی کے علاوہ بھی ملتا ہے کہ ایاز ہر وقت بادشاہ پر نظر رکھتا تھا۔ ہر اشارے کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ پس یہ بھی ضروری ہے کہ جس سے بیعت اور محبت کا دعویٰ ہے اس کے ہر حکم کی تعمیل کی جائے اور اس کے ہر اشارے اور حکم پر عمل کرنے کے لئے ہر احمدی کو ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26 مئی 2006ء)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کامل طور پر ہر برائی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ستّاری

☆ **حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:**

''کوئی بندہ کسی بندے کی اس دنیا میں پردہ پوشی نہیں کرتا مگر اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی فرمائے گا''۔

(صحیح مسلم. کتاب البر و الصلة وا لاداب باب بشارة من ستر الله لهٗ)

☆ **حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:**

''دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں ہے بجز پیغمبروں کے...... جو چشم پوشی سے اس قدر کام لے بلکہ عام طور پر تو یہ حالت ہے جو سعدی نے کہا ہے'' خدا داند بپوشد وھمسایہ نداند و بخروشد'' کہ خدا تعالیٰ تو جانتے ہوئے بھی پردہ پوشی کرتا ہے لیکن ہمسایہ تھوڑا علم ہونے کے باوجود اس کی مشہوری کرتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 138)

☆ **پھر فرمایا:**

خدا تعالیٰ ستار ہے، انسان کو بھی ستاری کی شان سے حصہ لینا چاہئے۔ اور اپنے بھائیوں کے عیوب اور معاصی کی پردہ پوشی کرنی چاہئے......بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب کسی کی بدی یا نقص دیکھتے ہیں، جب تک اس کی اچھی طرح سے تشہیر نہ کرلیں ان کا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ فرمایا حدیث میں آیا ہے کہ جو اپنے بھائی کے عیب چھپاتا ہے خدا تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرتا ہے انسان کو چاہئے کہ شوخ نہ ہو، بے حیائی نہ کرے، مخلوق سے بدسلوکی نہ کرے، محبت اور نیکی سے پیش آوے''۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ ۶۰۸،۶۰۹)

☆ **حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

''آج کل حقیقی اسلام کا نمونہ دکھانے والا اگر کوئی ہے یا ہونا چاہئے تو وہ احمدی ہے۔ اس لئے ہر احمدی کا یہ فرض بنتا ہے کہ کسی کے عیب اور غلطیاں تلاش کرنا تو دور کی بات ہے اگر کوئی کسی کی غلطی غیر

ارادی طور پر بھی علم میں آ جائے تو اس کی ستاری کرنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ ہر ایک کی ایک عزت نفس ہوتی ہے۔اس چیز کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ دوسرے اگر کوئی برائی ہے، حقیقت میں کوئی ہے تو اس کے اظہار سے ایک تو اس کے لئے بدنامی کا باعث بن رہے ہوں گے دوسرے دوسروں کو بھی اس برائی کا احساس مٹ جاتا ہے، جب آہستہ آہستہ برائیوں کا ذکر ہونا شروع ہو جائے۔اور آہستہ آہستہ معاشرے کے اور لوگ بھی اس برائی میں ملوث ہو جاتے ہیں۔اس لئے ہمیں واضح حکم ہے کہ جو باتیں معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے والی ہوں یا بگاڑ پیدا کرنے کا باعث ہوسکتی ہوں، ان کی تشہیر نہیں کرنی، ان کو پھیلانا نہیں ہے۔ دعا کرو اور ان برائیوں سے ایک طرف ہو جاؤ۔اور اگر کسی سے ہمدردی ہے تو دعا اور ذاتی طور پر سمجھا کر اس برائی کو دور کرنے کی کوشش کرنا ہی سب سے بڑا علاج ہے۔ سوائے اس کے کہ ایسی صورت ہو کہ جس میں جماعتی خبر ہو یا جماعت کے خلاف کوئی بات سنیں، جماعتی نقصان کا احتمال ہو اور کوئی ایسی بات پتہ لگے جیسا کہ میں نے کہا، جس سے جماعتی نقصان ہونے کا خدشہ ہو تو پھر متعلقہ عہدیداروں کو، یا مجھ تک یہ بات پہنچائی جاسکتی ہے۔ ادھر ادھر باتیں کرنے کا پھر بھی کوئی حق نہیں اور کوئی ضرورت نہیں۔ اس سے برائی پھیلتی ہے......خوبیاں بیان کرنے سے نیکیاں پھیلتی ہیں۔ کسی نے مالی قربانی کی، کسی نے اور کسی قسم کی قربانی کی، ان قربانیوں کا جب ذکر کیا جاتا ہے تو دوسروں میں بھی جوش پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اگر برائیاں ہی معاشرے میں ذکر کی جاتی رہیں تو پھر برائیاں ہی پھیلتی ہیں۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے پھر وہ معیار ختم ہو جاتے ہیں۔ حجاب ختم ہو جاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ کسی کی برائیاں بیان کر کے اس کے لئے شرمندگی یا غصے کے سامان کر رہے ہوتے ہیں۔ اگر خوبیاں بیان کی جائیں تو اس سے بھی بچت ہو جاتی ہے۔ معاشرہ مزید بگاڑ سے بچ جاتا ہے اور پھر یہ دوسروں کی برائیاں بیان کر کے انسان خود بھی گناہگار بن رہا ہوتا ہے اگر صرف لوگوں کی اچھائیاں اور خوبیاں ہی بیان کی جائیں تو اس سے بھی اپنے آپ کو محفوظ کر لیتا ہے۔ تو ایک پردہ پوشی اور کئی نیکیوں کو جنم دیتی ہے۔''

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 833 تا834، 842)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسکینی سے زندگی بسر کرنا

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا. اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلاً.

﴿بنی اسرائیل:۳۸﴾

ترجمہ: اور زمین میں اکڑ کر نہ چل۔ تُو یقیناً زمین کو پھاڑ نہیں سکتا اور نہ قامت میں پہاڑوں کی بلندی تک پہنچ سکتا ہے۔

☆حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا:

"اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَاحْشُرْنِیْ فِی زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ.

یعنی اے اللہ مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ، مجھے مسکینی کی حالت میں موت دے اور مجھے مسکینوں کے گروہ ہی سے اٹھانا"۔

(ابن ماجه كتاب الزهد باب مجالسة الفقراء)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اگر اللہ تعالیٰ کو تلاش کرنا ہے تو مسکینوں کے دل کے پاس تلاش کرو۔ اسی لیے پیغمبروں نے مسکینی کا جامہ ہی پہن لیا تھا۔ اسی طرح چاہیئے کہ بڑی قوم کے لوگ چھوٹی قوم کو ہنسی نہ کریں اور نہ کوئی یہ کہے کہ میرا خاندان بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرے پاس جو آؤ گے تو یہ سوال نہ کروں گا کہ تمہاری قوم کیا ہے۔ بلکہ سوال یہ ہوگا کہ تمہارا عمل کیا ہے۔ اسی طرح پیغمبر خدا نے فرمایا ہے اپنی بیٹی سے کہ اے فاطمہؓ خدا تعالیٰ ذات کو نہیں پوچھے گا۔ اگر تم کوئی برا کام کرو گی تو خدا تعالیٰ تم سے اس واسطے درگزر نہ کرے گا کہ تم رسول کی بیٹی ہو۔ پس چاہیئے کہ تم ہر وقت اپنا کام دیکھ کر کیا کرو۔"

(الحکم ۱۷/جولائی ۱۹۰۳ء، ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳۷۰)

فرمایا:

''اہل تقویٰ کے لیے یہ شرط تھی کہ وہ غربت اور مسکینی میں اپنی زندگی بسر کرے یہ ایک تقویٰ کی شاخ ہے جس کے ذریعہ ہمیں غضب ناجائز کا مقابلہ کرنا ہے۔ بڑے بڑے عارف اور صدیقوں کے لیے آخری اور کڑی منزل غضب سے ہی بچنا ہے۔ عُجب و پندار غضب سے پیدا ہوتا ہے۔ اور ایسا ہی کبھی خود غضب عُجب و پندار کا نتیجہ ہوتا ہے کیونکہ غضب اس وقت ہوگا جب انسان اپنے نفس کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے۔''

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء صفحہ ۴۹)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''پھر دوسری بات جو اس شرط میں بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کروں گا۔ تو جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا ہے کہ جب آپ اپنے دل و دماغ کو تکبر سے خالی کرنے کی کوشش کریں گے، خالی کریں گے تو پھر لازماً ایک اعلیٰ وصف، ایک اعلیٰ صفت، ایک اعلیٰ خُلق اپنے اندر پیدا کرنا ہوگا ورنہ پھر شیطان حملہ کرے گا کیونکہ وہ اسی کام کے لئے بیٹھا ہے کہ آپ کا پیچھا نہ چھوڑے۔ وہ خُلق ہے عاجزی اور مسکینی۔ اور یہ ہو نہیں سکتا کہ عاجز اور متکبر اکٹھے رہ سکیں۔ متکبر لوگ ہمیشہ ایسے عاجز لوگوں پر جو عباد الرحمٰن ہوں طعنہ زنیاں کرتے رہتے ہیں، فقرے کستے رہتے ہیں تو ایسے لوگوں کے مقابل پر آپ نے ان جیسا رویہ نہیں اپنانا۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنا ہے فرمایا: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (الفرقان:٦٣) اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں سلام......

پس ہر احمدی کو بھی وہی راہ اختیار کرنی چاہئے، ان راہوں پر قدم مارنا چاہئے جن پر ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ چل رہے ہیں۔ ہر احمدی کو اپنے آپ کو مسکینوں کی صف میں ہی رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ یہی عہد بیعت ہے کہ مسکینی سے زندگی بسر کروں گا......اللہ کرے کہ ہر احمدی عاجزی، مسکینی اور خوش خلقی کی راہوں پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحم کی نظر حاصل کرنے والا ہو،

اللہ تعالیٰ کی جنت میں جانے والا ہو اور ہر گھر تکبر کے گناہ سے پاک ہو۔‘‘

(خطبات مسرور جلد اول خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۲۹ اگست ۲۰۰۳ء صفحہ ۲۷۴، ۲۷۹ و ۲۸۰)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عدل وانصاف

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُونُوْا قَوَّامِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰی أَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاتَّقُوْا اللّٰہَ إِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ .

﴿المائدہ:۹﴾

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔

☆حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم دوسروں کی دیکھا دیکھی یہ نہ کہو کہ لوگ ہم سے حسن سلوک کریں گے تو ہم ان سے حسن سلوک کریں گے اور اگر انہوں نے ہم پر ظلم کیا تو ہم بھی آپ پر ظلم کریں گے بلکہ تم اپنے نفس کی تربیت اس طرح کرو کہ لوگ تم سے حسن سلوک کریں تو تم ان سے احسان کا سلوک کرو اور اگر وہ تم سے بدسلوکی کریں تو بھی ظلم سے کام نہ لو۔''

(جامع ترمذی کتاب البر والصلة باب فی الاحسان)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''**اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی**۔ (النحل:۹۱)

یعنی بیشک اللہ تعالیٰ عدل کا حکم دیتا ہے اور پھر اس سے ترقی کرو تو احسان کا حکم دیتا اور پھر اس سے بھی ترقی کرو تو ایتاء ذی القربیٰ کا حکم ہے۔ عدل کی حالت یہ ہے جو متقی کی حالت نفس امارہ کی صورت

میں ہوتی ہے۔اس حالت کی اصلاح کے لیے عدل کا حکم ہے۔اس میں نفس کی مخالفت کرنی پڑتی ہے۔ مثلاً کسی کا قرضہ ادا کرنا ہے لیکن نفس اس میں یہی خواہش کرتا ہے کہ کسی طرح سے اس کو دبا لوں اور اتفاق سے اس کی میعاد بھی گذر جاوے۔اس صورت میں نفس اور بھی دلیر اور بیباک ہوگا کہ اب تو قانونی طور پر بھی کوئی مؤاخذہ نہیں ہوسکتا۔مگر یہ ٹھیک نہیں۔عدل کا تقاضا یہی ہے کہ اس کا دَین واجب ادا کیا جاوے اور کسی حیلے اور عذر سے اس کو دبایا نہ جاوے۔

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض لوگ ان امور کی پروانہیں کرتے اور ہماری جماعت میں بھی ایسے لوگ ہیں جو بہت کم توجہ کرتے ہیں۔اپنے قرضوں کے ادا کرنے میں۔یہ عدل کے خلاف ہے۔ آنحضرت ﷺ تو ایسے لوگوں کی نماز نہ پڑھتے تھے۔پس تم میں سے ہر ایک اس بات کو خوب یاد رکھے کہ قرضوں کے ادا کرنے میں سستی نہیں کرنی چاہیے اور ہر قسم کی خیانت اور بے ایمانی سے دور بھاگنا چاہیے۔کیونکہ یہ امر الٰہی کے خلاف ہے جو اس نے اس آیت میں دیا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۶۰۷)

☆ **سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔انصاف کرو یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔یقیناً اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔(المائدہ:۹)۔اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اگر تم سچے ایمان لانے والے ہو تو اللہ کے احکام کی بجا آوری کرو، عدل پر قائم رہو۔عدل کے کیا معیار ہیں؟ سب سے پہلے یہ کہ دوسروں کیلئے نمونہ بنو۔پس صرف اچھے اعمال ہی لوگوں کو اپنی طرف کھینچ سکتے ہیں......اللہ یہ حکم دے رہا ہے کہ دوسرے لوگوں کی دشمنی تمہیں ان کے ساتھ زیادتی پر مجبور نہ کردے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی تعلیمات عدل قائم کرنے کیلئے ہیں۔

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ پنجم صفحہ ۲۱۸ تا ۲۱۹)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سچی گواہی اور عدل وانصاف

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُہَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوۡ عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ اَوِ الۡوَالِدَیۡنِ وَالۡاَقۡرَبِیۡنَ ۚ اِنۡ یَّکُنۡ غَنِیًّا اَوۡ فَقِیۡرًا فَاللّٰہُ اَوۡلٰی بِہِمَا ۟ فَلَا تَتَّبِعُوا الۡہَوٰۤی اَنۡ تَعۡدِلُوۡا ۚ وَاِنۡ تَلۡوٗۤا اَوۡ تُعۡرِضُوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرًا

﴿النسآء:136﴾

ترجمہ:اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر گواہ بنتے ہوئے اِنصاف کو مضبوطی سے قائم کرنے والے بن جاؤ خواہ خود اپنے خلاف گواہی دینی پڑے یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف۔خواہ کوئی امیر ہو یا غریب دونوں کا اللہ ہی بہترین نگہبان ہے۔پس اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو مبادا عدل سے گریز کرو۔اور اگر تم نے گول مول بات کی یا پہلوتہی کر گئے تو یقیناً اللہ جو تم کرتے ہو اس سے بہت باخبر ہے۔

☆ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''بڑے گناہ یہ ہیں۔اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا،والدین کی نافرمانی کرنا،کسی کو ناحق قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔ایک اور روایت میں ہے کہ ایک دیہاتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔یا رسول اللہ! بڑے بڑے گناہ کون سے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا۔اُس نے پوچھا اور کیا؟ آپؐ نے فرمایا۔ اَلْیَمِیْنُ الْغَمُوْس ۔راوی بیان کرتے ہیں کہ اِس پر

میں نے عرض کیا اَلْیَمِیْنُ الْغَمُوْس کیا ہوتی ہے۔آپؐ نے فرمایا جھوٹی قسم جس کے ذریعہ اِنسان کسی ......کا حق مار لے۔‘‘

(بخاری کتاب الایمان باب الیمین الغموس)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’آج کی دنیا کی حالت بہت نازک ہوگئی ہے۔جس پہلو اور رنگ سے دیکھو جھوٹے گواہ بنائے جاتے ہیں، جھوٹے مقدمہ کرنا تو بات ہی کچھ نہیں، جھوٹے اَسناد بنالئے جاتے ہیں۔کوئی اَمر بیان کریں گے تو سچ کا پہلو بچا کر بولیں گے۔اب کوئی اِن لوگوں سے...... پوچھے کہ کیا یہی وہ دین تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے؟ اللہ تعالیٰ نے تو جھوٹ کو نجاست کہا تھا کہ اِس سے پرہیز کرو۔ اِجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج:31) بت پرستی کے ساتھ اِس جھوٹ کو ملایا ہے۔......اگر کہا جاوے کہ کیوں بُت پرست ہوتے ہو، اِس نجاست کو چھوڑ دو۔تو کہتے ہیں کیونکر چھوڑ دیں، اِس کے بغیر گزارہ نہیں ہوسکتا۔اِس سے بڑھ کر اور کیا بدقسمتی ہوگی کہ جھوٹ پر اپنا مدار سمجھتے ہیں مگر مَیں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ آخر سچ ہی کامیاب ہوتا ہے، بھلائی اور فتح اِسی کی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد4 ص636)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں:۔

’’غور کریں، جائزہ لیں کہ ہمارے ملک میں کیا حال ہے اور جب اِس بات کا جائزہ لینا ہو تو اِس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جو تنازعات احمدیوں میں پائے جاتے ہیں اُن پر غور کر کے دیکھ لیں۔اگر تنازعات کے وقت جھوٹ نہیں بولا جارہا تو قوم سچی ہے۔اگر تنازعات کے وقت جھوٹ بولا جارہا ہے تو قوم سچی نہیں قرار دی جاسکتی۔‘‘

(خطبہ جمعہ 18 مارچ 1988ء۔خطبات طاہر جلد7 ص192)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’یہ نہ ہو کہ ایسی بات کر جاؤ جس کے کئی مطلب ہوں اور ایسی گول مول بات ہو کہ شک کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے حق میں فیصلہ کروالو۔اگر اس طرح کیا تو یہ بھی عدل سے پرے ہٹنے والی بات ہوگی،

عدل کے خلاف چلنے والی بات ہوگی اس لئے ہمیشہ قولِ سدید اختیار کرو، ہمیشہ ایسی سیدھی اور کھری بات کرو جس سے اِنصاف اور عدل کے تمام تقاضے پورے ہوتے ہوں، پھر یہ عدل کے معیار اپنے گھر میں، اپنی بیوی بچوں کے ساتھ سلوک میں بھی قائم رکھو، روزمرہ کے معاملات میں بھی قائم رکھو، اپنے ملازمین سے کام لینے اور حقوق دینے میں بھی یہ معیار قائم رکھو، اپنے ہمسایوں سے سلوک میں بھی یہ معیار قائم رکھو، حتیٰ کہ دوسری جگہ فرمایا کہ دشمن کے ساتھ بھی عدل کے اعلیٰ معیار قائم رکھو۔ اللہ تعالیٰ جو تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے تمہارے دلوں کا حال جاننے والا ہے، تمہاری نیک نیتی کی وجہ سے تمہیں اعلیٰ انعامات سے بھی نوازے گا۔ تو دیکھیں کتنی خوبصورت تعلیم ہے دنیا میں اِنصاف اور عدل اور اَمن قائم کرنے کی۔“

(خطبہ جمعہ 05 مارچ 2004ء خطبات مسرور جلد 2 ص 179-178)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شیطانی وساوس اوران سے بچنا

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّیْطٰنِ.وَمَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ فَاِنَّہٗ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ. وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ مَازَکٰی مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا. وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ. وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ. (سورۃ النور آیت: ۲۲)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! شیطان کے قدموں پر مت چلو۔ اور جو کوئی شیطان کے قدموں پر چلتا ہے تو وہ تو یقیناً بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں کا حکم دیتا ہے۔ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتو تم میں سے کوئی ایک بھی کبھی پاک نہ ہوسکتا۔ لیکن اللہ جسے چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے۔ اور اللہ بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

☆ حضرت عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کچھ دعائیہ کلمات سکھائے وہ کلمات یہ ہیں:

''اے اللہ! ہمارے دلوں میں محبت پیدا کر دے۔ اور ہماری اصلاح کر دے اور ہمیں سلامتی کی راہوں پر چلا اور ہمیں اندھیروں سے نجات دے کر نور کی طرف لے جا۔ اور ہمیں ظاہری اور باطنی فواحش سے بچا۔ اور ہمارے لئے ہمارے کانوں میں، ہماری آنکھوں میں، ہمارے دلوں میں، ہماری بیویوں میں اور ہماری اولادوں میں برکت رکھ دے۔ اور ہم پر رجوع برحمت ہو۔ یقیناً تو ہی توبہ قبول کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اور ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر کرنے والا اور ان کا ذکر خیر کرنے والا اور ان کو قبول کرنے والا بنا اور اے اللہ ہم پر وہ نعمتیں مکمل فرما''۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب التشھد)

☆حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''اس آیت میں خُطُوَاتِ کا لفظ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے کہ شیطان ہمیشہ قدم بقدم انسان کو گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔ وہ کبھی یکدم کسی انسان کو بڑے گناہ کی تحریک نہیں کرتا بلکہ اسے بدی کی طرف صرف ایک قدم اٹھانے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور جب وہ ایک قدم اٹھا لیتا ہے تو پھر دوسرا قدم اٹھانے کی تحریک کرتا ہے۔ اس طرح آہستہ آہستہ اور قدم بقدم اسے بڑے گناہوں میں ملوث کر دیتا ہے۔ پس فرماتا ہے ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں کہ تمہارا صرف چند احکام پر عمل کر کے خوش ہو جانا اور باقی احکام کو نظر انداز کر کے سمجھ لینا کہ تم پکے مسلمان ہو ایک شیطانی وسوسہ ہے۔ اگر تم اسی طرح احکام الٰہیہ کو نظر انداز کرتے رہے تو رفتہ رفتہ جن احکام پر تمہارا اب عمل ہے ان احکام پر بھی تمہارا عمل جاتا رہے گا۔ پس اپنے اعمال کا جائزہ لیتے رہو۔ اور شیطانی وساوس سے ہمیشہ بچنے کی کوشش کرو۔''

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۴۵۷)

☆ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''قرآن کریم میں چار پانچ مختلف جگہوں پر یہ حکم ہے کہ شیطان کے قدموں پر نہ چلو، ان پر چلنے سے بچتے رہو۔ کبھی عام لوگ مخاطب ہیں اور بعض جگہ مومنوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ تو ایمان لانے والوں کو یہ تنبیہ کی ہے، مومنوں کو یہ تنبیہ کی ہے کہ یہ نہ سمجھو کہ ہم ایمان لے آئے اس لئے ہمیں اب کسی چیز کی فکر نہیں ہے۔ فرمایا کہ نہیں۔ تمہیں فکر کرنی چاہئے۔ کیونکہ جہاں تم ذرا بھی لاپرواہ ہوئے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری توجہ ہٹی تو تمہارا ایمان ضائع ہونے کا خطرہ ہر وقت موجود ہے۔ کیونکہ شیطان گھات میں بیٹھا ہے۔ اس نے تو آدم کی پیدائش کے وقت سے ہی کہہ دیا تھا کہ اب مَیں ہمیشہ اس کے راستے پر بیٹھا رہوں گا اور شیطان نے اپنے پر یہ فرض کر لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ جو بھی آدم اور اس کی اولاد کے لئے نیک راستے تجویز کرے گا وہ ہر وقت ہر راستے پر بیٹھ کر ان کو گمراہ کرنے کی کوشش کرے گا اور شیطان نے یہ کہا کہ مَیں ان کے دلوں میں طرح طرح کی خواہشات پیدا کروں گا تا کہ وہ سیدھے راستے سے بھٹکتے رہیں۔ مختلف طریقوں سے انسانوں کو ورغلانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ اگر ایک دفعہ میرے ہاتھ سے نکل بھی جائیں تو مَیں لگاتار حملے کرتا رہوں گا کیونکہ مَیں تھک کر بیٹھنے والا نہیں ہوں۔ مَیں دائیں سے بھی

حملہ کروں گا، مَیں بائیں سے بھی حملہ کروں گا، پیچھے سے بھی حملہ کروں گا، سامنے سے بھی حملہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کو اس نے ایک طرح کا چیلنج دیا تھا کہ ایسے ایسے طریقوں سے حملہ کروں گا کہ ان میں سے بہتوں کو تو شکر گزار نہیں پائے گا۔ تو خیر وہ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو جواب دیا لیکن دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ناشکر گزار لوگ ہوتے ہیں تو واضح ہو گیا کہ وہ شیطان کے قدموں پر چلنے والے ہیں۔ اور شیطان کے قدموں پر حکم بھی ہے کہ نہ چلو تو اس کا حکم کیا ہے۔ جیسا کہ واضح ہے کہ شیطان کا راستہ اختیار نہ کرو۔ ان باتوں پر عمل نہ کرو جو شیطان کے رستے کی طرف لے جانے والی ہیں۔ جب انسان مومن بھی ہو، پتہ بھی ہو کہ شیطان کا راستہ کون سا ہے اور پھر یہ بھی پتہ ہو کہ شیطان کا راستہ انتہائی بھیانک راستہ ہے۔ یہ مجھے تباہی کے گڑھے کی طرف لے جائے گا تو پھر کیوں ایسا شخص جو ایک دفعہ ایمان لے آیا ہو شیطان کے راستے کو اختیار کرے گا اور اپنی تباہی کے سامان پیدا کرے گا۔ کوئی عقل والا انسان جس نے ایمان بھی دیکھ لیا ہو، جانتے بوجھتے ہوئے کبھی بھی اپنے آپ کو اس تباہی میں نہیں ڈالے گا۔ تو پھر کیوں مومنین کو یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ شیطان کے راستے پر مت چلو، اس سے بچتے رہو۔ تو ظاہر ہے یہ وارننگ، یہ تنبیہ اس وجہ سے دی گئی ہے جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی بتایا ہے کہ شیطان نے کھلے طور پر آدم کو، اس کی اولاد کو چیلنج دے دیا تھا کہ مَیں تمہیں ورغلاتا رہوں گا اور ایسے ایسے طریقوں سے ورغلاؤں گا، اور ایسی ایسی جہتوں سے حملہ کروں گا کہ تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا کہ ہو کیا گیا ہے۔ اور یہ حملے ایسے پلاننگ سے اور آہستہ آہستہ ہوں گے کہ تم غیر محسوس طریق پر یہ راستہ اختیار کرتے چلے جاؤ گے میرا مسلک اختیار کرتے چلے جاؤ گے‘‘۔

(خطبات مسرور جلد اول صفحہ ۵۳۴ تا ۵۳۵ خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۱۲ دسمبر ۲۰۰۳ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عیادت وتعزیت۔1

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۗ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۶﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

(البقرہ:157,156)

اور ہم ضرور تمہیں کچھ خوف اور کچھ بھوک اور کچھ اموال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان کے ذریعہ آزمائیں گے۔اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔اُن لوگوں کو جن پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم یقیناً اللہ ہی کے ہیں اور ہم یقیناً اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

☆عیادت کے حوالے سے آنحضرت ﷺ نے ہمیں نہایت خوبصورت تعلیم دی ہے۔حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں حکم دیا:

ہم بیمار کی عیادت کریں، جنازے کے ساتھ جائیں، چھینک مارنے والے کی چھینک کا جواب دیں،قسم کھانے والے کو اُس کی قسم کے پورا کرنے میں مدد دیں،مظلوم کی مدد کریں، دعوت کے لئے بلانے والے کی دعوت قبول کریں اور سلام کو رواج دیں۔

(بخاری کتاب المرضی باب وجوب عیادۃ المریض)

☆حضرت اُمِّ علاءؓ بیان کرتی ہیں:

میں بیمار تھی اور آنحضرت ﷺ عیادت کے لئے میرے ہاں تشریف لائے اور میری تسلی کے لئے فرمایا اُمِّ علاء! بیماری کا ایک پہلو خوش کن بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مرض کی وجہ سے ایک مسلمان کی خطائیں اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح آگ سونے اور چاندی کا میل کچیل دور کر دیتی ہے۔

(ابو داؤد کتاب الجنائز باب العیادۃ)

☆ **حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ:**

آنحضرت ﷺ جب اپنے کسی رشتہ دار کی عیادت کے لئے آتے تو اپنا دایاں ہاتھ اُس کے سر پر پھیرتے اور یہ دعا کرتے :اے میرے اللہ! جو لوگوں کا ربّ ہے ،اس بیماری کو دور کردے اور اسے شفادے کہ تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا کے سوا کوئی اور شفا نہیں ۔تو اسے ایسی شفاء دے جو بیماری کا کچھ بھی اثر نہ چھوڑے۔

(بخاری کتاب الطب)

☆ **پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

''انسان کو آنے والی مختلف قسم کی تکلیفیں ہیں، پریشانیاں ہیں،اُن میں سے ایک تکلیف جس کا کم و بیش ہر ایک کو سامنا ہوتا ہے بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ ہر ایک کو کسی نہ کسی صورت میں یہ تکلیف پہنچتی ہے۔وہ جسمانی عوارض یا بیماری ہے۔تو آج میں آنحضرت ﷺ کے اُسوہ کے اس پہلو کو لوں گا کہ آپؐ مریضوں کی عیادت، تیمارداری اور دعاؤں کی طرف کس طرح توجہ فرمایا کرتے تھے۔آپؐ کے اُسوہ سے ہمیں پتہ لگتا ہے کہ اپنے لئے اور اپنی تکلیف کے لئے وہ جذبات نہیں ہوتے تھے جو دوسروں کی تکلیف کے لئے ہوتے تھے۔اور جیسا کہ میں نے کہا کہ اس درد سے دعائیں کیا کرتے تھے کہ جس کی مثال ملنی بھی مُشکل ہے......ایک روایت میں آتا ہے۔حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی یہ گواہی ہے کہ آپؐ تمام انسانوں میں سے بہترین عیادت کرنے والے تھے۔

(سنن النسائی کتاب الجنائز باب عدد التکبیر علی الجنازۃ)

پس اس سے ظاہر ہے کہ آپؐ اپنوں سے بھی بڑھ کر ہمدردی کے ساتھ مریض کی عیادت کیا کرتے تھے۔چھوٹی موٹی تکلیفیں تو انسان کو لگی رہتی ہیں۔اُس میں بھی آپؐ پوچھا کرتے تھے جب کسی سے رابطہ ہوتا لیکن اگر دو تین دن سے زیادہ کوئی بیمار ہوتا اور آپؐ کے علم میں یہ بات آتی تو آپؐ فوراً اُس کی عیادت کے لئے جاتے اور اُس کے لئے دعا کرتے۔چنانچہ اس بارے میں ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کسی کے تین دن سے زائد بیمار رہنے کی صورت میں اُس کی عیادت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔

(سنن ابن ماجه کتاب الجنائز باب عيادة المريض)

......جب آپؐ اتنے پیار اور محبت سے مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے ہوں گے تو مریض کی آدھی بیماری تو اُس وقت خود ہی دور ہو جاتی ہو گی......تو آپؐ کا یہ طریق تھا کہ جب بھی مریض کے پاس جاتے تو اُس کے لئے سب پہلے دعا کرتے۔''

(خطباتِ مسرور جلد 3 صفحہ 233، 234)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عیادت وتعزیت۔2

وَلَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۵۶﴾ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾

(البقرہ:157,156)

اور ہم ضرور تمہیں کچھ خوف اور کچھ بھوک اور کچھ اموال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان کے ذریعہ آزمائیں گے۔اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔اُن لوگوں کو جن پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم یقیناً اللہ ہی کے ہیں اور ہم یقیناً اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

☆حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں۔کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا۔

جو شخص کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ ثواب کی نیت سے جاتا ہے۔اور اُس کے دفن ہونے تک ساتھ رہتا ہے وہ دو قیراط اجر لے کر واپس لوٹتا ہے۔ہر قیراط اُحد پہاڑ کے برابر سمجھو۔اور جو شخص دفن ہونے سے پہلے واپس آجاتا ہے۔وہ صرف ایک قیراط کا ثواب پاتا ہے۔

(بخاری کتاب الایمان باب اتباع الجنائز من الایمان)

☆حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ:

ہم آنحضرتﷺ کے ہمراہ تھے کہ ہمارے قریب سے ایک جنازہ گزرا۔ہم اُسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور کندھا دینے کے لئے آگے بڑھے تو معلوم ہوا کہ یہودی کا جنازہ ہے۔ہم نے رسول اللہﷺ سے عرض کیا کہ حضور یہ تو یہودی کا جنازہ ہے۔آپؐ نے فرمایا موت ایک افسوسناک حادثہ ہوتا ہے جب تم کوئی جنازہ دیکھو تو پسماندگان کی دلداری کے لئے بلا تمیز کھڑے ہو جایا کرو۔

(بخاری کتاب الجنائز باب متی یقعد اذا قام الجنازہ)

☆حضرت ابو موسیٰ اَشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے بچہ کو وفات دیتا ہے تو اپنے ملائکہ سے کہتا ہے کہ کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی رُوح قبض کی؟ اس پر فرشتے جواب دیتے ہیں ہاں ہمارے اللہ! پھر وہ فرماتا ہے کہ تم نے اُس کے دل کی کلی توڑ لی؟ فرشتے جواب دیتے ہیں ہاں ہمارے اللہ! پھر وہ پوچھتا ہے کہ اس پر میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے کہتے ہیں کہ اُس نے تیری حمد کی اور **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ** پڑھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ تم میرے اس صابر وشاکر بندے کے لئے جنت میں ایک گھر تعمیر کرو اور اُس کا نام ''بیت الحمد'' رکھو۔

(ترمذی کتاب الجنائز باب فضل المصیبۃ)

☆ایک موقعہ پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مجلس میں باہمی ہمدردی اور اُخوت کی تلقین کرتے ہوئے جبکہ طاعون کی وجہ سے وفات پانے والوں کی تجہیز و تکفین سے بعض لوگ کتراتے تھے، فرمایا:

''اگر کوئی شخص ہماری جماعت میں سے فوت ہو جاوے تو اس قدر بے رحمی اور سرد مہری سے پیش آتے ہیں کہ جنازہ اٹھانے والا بھی نہیں ملتا۔ درحقیقت یہ مصیبت تو ماتم سے بھی بڑھ کر ہے۔ یاد رکھو۔ تم میں اس وقت دو اُخوتیں جمع ہو چکی ہیں۔ ایک تو اسلامی اُخوت اور دوسری اس سلسلہ کی اُخوت ہے۔ پھر ان دو اُخوتوں کے ہوتے ہوئے گُریز اور سرد مہری ہو تو یہ سخت قابلِ اعتراض امر ہے...... یاد رکھو کہ مردہ کی تجہیز و تکفین میں مدد دینا اور اپنے بھائی کی ہمدردی کرنا صدقات خیرات کی طرح ہی ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی خیرات ہے اور یہ حق حق العباد کا ہے جو فرض ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے صوم وصلوٰۃ اپنے لئے فرض کیا ہے اسی طرح اس کو بھی فرض ٹھہرایا ہے کہ حق العباد کی حفاظت ہو پس ہمارا کبھی یہ مطلب نہیں ہے کہ احتیاط کرتے کرتے اُخوت ہی کو چھوڑ دیا جاوے...... جس زندگی میں اُخوت اور ہمدردی ہی نہ ہو وہ کیا زندگی ہے۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 268 تا 271)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صفائی اور نظافت

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَا أَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُر.

﴿المدثر:۲تا۶﴾

ترجمہ: اے کپڑا اوڑھنے والے! اُٹھ کھڑا ہو اور انتباہ کر۔ اور اپنے رب ہی کی بڑائی بیان کر۔ اور جہاں تک تیرے کپڑوں (یعنی قریبی ساتھیوں) کا تعلق ہے۔ تُو (انہیں) بہت پاک کر۔ اور جہاں تک ناپاکی کا تعلق ہے تُو اس سے کلیۃً الگ رہ۔

☆حضرت عطاء بن یسارؓ بیان کرتے ہیں کہ

''آنحضرتﷺ ایک دن مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص پراگندہ بال اور بکھری داڑھی والا آیا۔ آنحضورﷺ نے اسے اشارہ سے سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ سر کے اور داڑھی کے بال درست کرو جب وہ سر کے بال ٹھیک ٹھاک کر کے آیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ بھلی شکل بہتر ہے یا یہ کہ انسان کے بال اِس طرح بکھرے اور پراگندہ ہوں کہ شیطان اور بھوت لگے''۔

(مؤطا امام مالک جامع ما جاء فی الطعام والشراب واصلاح الشعر)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''انسان کی دو حالتیں ہوتیں ہیں۔ جو شخص باطنی طہارت پر قائم ہونا چاہتا ہے وہ ظاہری پاکیزگی کا بھی لحاظ رکھے۔ پھر ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ** (البقرہ:۲۲۳) یعنی جو لوگ باطنی اور ظاہری پاکیزگی کے طالب ہیں۔ میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ ظاہری پاکیزگی باطنی طہارت کی ممد اور معاون ہے۔ اگر انسان اسے ترک کر دے اور پاخانہ پھر کر بھی طہارت نہ کرے، تو باطنی پاکیزگی پاس بھی نہیں پھٹکتی۔ پس یاد رکھو کہ ظاہری پاکیزگی اندرونی طہارت کو مستلزم ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ کم از کم جمعہ کے دن ضرور غسل

کرے۔ ہر نماز میں وضو کرے۔ جماعت کھڑی ہو تو خوشبو لگائے۔ عیدین اور جمعہ میں جو خوشبو لگانے کا حکم ہے وہ اسی بنا پر قائم ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے اجتماع کے وقت عفونت کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لئے غسل کرنے اور صاف کپڑے پہننے اور خوشبو لگانے سے سِمِّیَت (زہر) اور عفونت سے روک ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی میں یہ قانون مقرر کیا ہے۔ ویسا ہی قانون مرنے کے بعد بھی رکھا ہے۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۶۴)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''آجکل ہمارے ہاں بعضوں کو خیال ہے کہ جو اللہ والے ہوتے ہیں ان کے لباس بھی گندے ہونے چاہئیں اور حلیہ بھی بگڑا ہوا ہونا چاہئے اور ان میں سے بو بھی آنی چاہئے تو یہ حدیث اس کی نفی کرتی ہے۔ آجکل یہاں بھی میں نے دیکھا ہے بعض دفعہ میں سیر سے آتا ہوں، بچے سکول جاتے ہیں، یہاں کے مقامی بچے تو ہیں ہی، ہمارے بعض پاکستانی بچے بھی ہیں اور بعض احمدی بھی کہ بال بکھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ لگتا ہے کہ بس سو کے اٹھے ہیں اور اسی طرح اٹھ کر سکول جانا شروع ہو گئے ہیں۔ تو ماں باپ کو چاہئے کہ بچوں کی تربیت بھی ابھی سے اس عمر میں کریں کہ صبح اٹھیں، تیار ہوں، بال سنواریں، منہ ہاتھ دھوئیں اور وقت پہ اٹھیں تا کہ وقت پہ تیار ہو کر سکول جا سکیں اور خود بھی ماں باپ اپنی صفائی کا خیال رکھیں۔ جن گرم ممالک میں پسینہ زیادہ آتا ہے وہاں خاص طور پر جسمانی صفائی کا خیال رکھنا چاہئے۔ پانی اگر میسر ہے، بعض جگہ تو پانی بھی میسر نہیں ہوتا لیکن بہرحال ایک دفعہ ضرور نہانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ تو یہ باتیں ہیں جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ صفائی ہے، یہ ستھرائی ہے، یہ ایمان کا حصہ ہے۔''

(خطبات مسرور جلد ششم خطبہ جمعہ ۲۵ جنوری ۲۰۰۸ء صفحہ ۴۵)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ظاہری وباطنی صفائی

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ ﴿البقرہ :223﴾

☆ترجمہ: اللہ ان سے جو اس کی طرف بار بار رجوع کرتے ہیں یقیناً محبت کرتا ہے اور (ظاہری وباطنی) صفائی رکھنے والوں سے (بھی یقیناً) محبت کرتا ہے۔

☆حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ کہ طہارت، پاکیزگی اور صاف ستھرا رہنا یہ ایمان کا ایک حصہ ہے۔

(صحیح مسلم. کتا ب الطھارۃ.باب فضل الوضوء حدیث 422)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

" اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ یعنی خدا توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور اُن کو بھی دوست رکھتا ہے جو جسمانی طہارت کے پابند رہتے ہیں۔ سوتوّابین کے لفظ سے خدا تعالیٰ نے باطنی طہارت اور پاکیزگی کی طرف توجہ دلائی اور متطھّرین کے لفظ سے ظاہری طہارت اور پاکیزگی کی ترغیب دی۔ اور اس آیت سے یہ مطلب نہیں کہ صرف ایسے شخص کو خدا تعالیٰ دوست رکھتا ہے کہ جو محض ظاہری پاکیزگی کا پابند ہو بلکہ توّابین کے لفظ کو ساتھ ملا کر بیان فرمایا تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ خدا تعالیٰ کی اپنے بندوں کے لئے اکمل اور اتم محبت جس سے قیامت میں نجات ہو گی اسی سے وابستہ ہے کہ انسان علاوہ ظاہری پاکیزگی کے خدا تعالیٰ کی طرف سچا رجوع کرے۔ لیکن محض ظاہری پاکیزگی کی رعایت رکھنے والا دنیا میں اس رعایت کا فائدہ صرف اس قدر اٹھا سکتا ہے کہ بہت سے جسمانی امراض سے محفوظ رہے۔ اور اگرچہ وہ خدا تعالیٰ کی اعلیٰ درجہ کی محبت کا نتیجہ نہیں دیکھ سکتا مگر چونکہ اُس نے تھوڑا سا کام خدا تعالیٰ کی منشا کے موافق کیا ہے یعنی اپنے گھر اور بدن اور کپڑوں کو ناپاکیوں سے پاک رکھا ہے اس لئے اس قدر نتیجہ دیکھنا ضروری ہے کہ وہ بعض جسمانی بلاؤں سے بچا لیا جائے بجز اُس

صورت کے کہ وہ کثرت گناہوں کی وجہ سے سزا کے لائق ٹھہر گیا ہو۔ کیونکہ اس صورت میں اس کے لئے یہ حالت بھی خدا تعالیٰ میسر نہیں کرے گا کہ وہ ظاہری پاکیزگی کو کماحقّہٗ بجالا کر اس کے نتائج سے فائدہ اُٹھا سکے۔ غرض بموجب وعدہ الٰہی کے محبت کے لفظ میں سے ایک خفیف اور ادنیٰ سے حصہ کا وارث وہ دشمن بھی اپنی دنیا کی زندگی میں ہوجاتا ہے جو ظاہری پاکیزگی کے لئے کوشش کرتا ہو۔ جیسا کہ تجربہ کے رُو سے یہ مشاہدہ بھی ہوتا ہے کہ جو لوگ اپنے گھروں کو خوب صاف رکھتے اور اپنی بدررووٴں کو گندہ نہیں ہونے دیتے اور اپنے کپڑوں کو دھوتے رہتے ہیں اور خلال کرتے اور مسواک کرتے اور بدن پاک رکھتے ہیں اور بدبُو اور عفونت سے پرہیز کرتے ہیں وہ اکثر خطرناک وبائی بیماریوں سے بچے رہتے ہیں پس گویا وہ اس طرح پر یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ کے وعدہ سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ لیکن جو لوگ طہارت ظاہری کی پروا نہیں رکھتے آخر کبھی نہ کبھی وہ پیچ میں پھنس جاتے ہیں اور خطرناک بیماریاں اُن کو آ پکڑتی ہیں''۔

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد۱۴ صفحہ ۳۴۶ تا ۳۴۷)

☆ **سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

''......اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ (البقرہ:223) یعنی اللہ تعالیٰ ان سے جو بار بار اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور جو ظاہری اور باطنی صفائی کرنے والے ہیں ان سے محبت کرتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرتے ہوئے جھکنا، غلطیوں پر نادم ہو کر استغفار کرنا دل کی صفائی کا باعث ہے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ ظاہری صفائی پسند فرماتا ہے اور نظافت اور صفائی کے بارے میں خاص طور پر ہدایت ہے۔ دانتوں کی صفائی ہے، کپڑوں کی صفائی ہے جسم کی صفائی ہے، ماحول کی صفائی ہے اور عبادت کرنے کے لئے بھی ظاہری صفائی یعنی وضو کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں مسلمانوں میں صفائی کا معیار اتنا نہیں جتنی اس بارے میں نصیحت کی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جمعہ والے دن خاص طور پر نہانے اور خوشبو لگانے کا حکم دیا ہے۔ مسجد میں آتے ہوئے ایسی چیزیں کھانے سے منع کیا ہے جن سے بو آتی ہو۔ پھر ماحول کی صفائی ہے۔ ہم نے، عموماً ہمارے بعض لوگوں نے جو خاص طور پر غریب ممالک ہیں یہ تصور کر لیا ہے، پاکستان بھی ان میں شامل ہے کہ اگر غربت ہو تو گندگی بھی ضروری ہے

حالانکہ اپنے ماحول کی صفائی سے غربت یا امارت کا کوئی تعلق نہیں ہے...... آجکل ہمارے ہاں بعضوں کو خیال ہے کہ جو اللہ والے ہوتے ہیں ان کے لباس بھی گندے ہونے چاہئیں اور حلیہ بھی بگڑا ہوا ہونا چاہئے اور ان میں سے بو بھی آنی چاہئے تو یہ حدیث اس کی نفی کرتی ہے۔ آجکل یہاں بھی میں نے دیکھا ہے بعض دفعہ میں سیر سے آتا ہوں، بچے سکول جاتے ہیں، یہاں کے مقامی بچے تو ہیں ہی، ہمارے بعض پاکستانی بچے بھی ہیں اور بعض احمدی بھی کہ بال بکھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ لگتا ہے کہ بس سو کے اٹھے ہیں اور اسی طرح اٹھ کر سکول جانا شروع ہو گئے ہیں۔ تو ماں باپ کو چاہئے کہ بچوں کی تربیت بھی ابھی سے اس عمر میں کریں کہ صبح اٹھیں، تیار ہوں، بال سنواریں، منہ ہاتھ دھوئیں اور وقت پہ اٹھیں تا کہ وقت پہ تیار ہو کر سکول جاسکیں اور خود بھی ماں باپ اپنی صفائی کا خیال رکھیں۔ جن گرم ممالک میں پسینہ زیادہ آتا ہے وہاں خاص طور پر جسمانی صفائی کا خیال رکھنا چاہئے۔ پانی اگر میسر ہے، بعض جگہ تو پانی بھی میسر نہیں ہوتا لیکن بہر حال ایک دفعہ ضرور نہانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ تو یہ باتیں ہیں جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ صفائی ہے، یہ ستھرائی ہے، یہ ایمان کا حصہ ہے"۔

(خطبات مسرور جلد ششم صفحہ ۴۴ تا ۴۵ خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۲۵ جنوری ۲۰۰۸ء)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صحبت صالحین

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَا أَیُّهَا الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا اتَّقُوۡا اللّٰہَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصَّادِقِیۡنَ ﴿التوبة: 119﴾

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

☆حضرت ابوموسی اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال ان دو شخصوں کی طرح ہے جن میں سے ایک کستوری اُٹھائے ہوئے ہو اور دوسرا بھٹی جھونکنے والا ہو۔ کستوری اُٹھانے والا تجھے مفت خوشبو دے گا۔ یا تو اس سے خرید لے گا۔ ورنہ کم از کم تُو اس کی خوشبو اور مہک تو سُونگھ ہی لے گا۔ اور بھٹی جھونکنے والا یا تیرے کپڑے جلا دے گا یا اُس کا بدبودار دھواں تجھے تنگ کرے گا''۔

(مسلم کتاب البر والصلة باب استجاب مجالسة الصالحین)

☆حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے (یعنی دوست کے اخلاق کا اثر انسان پر ہوتا ہے) اس لئے اسے غور کرنا چاہئے کہ وہ کسے دوست بنا رہا ہے''۔

(ابو دائود کتاب الادب باب من یومر ان یجالس)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے کُوۡنُوۡا مَعَ الصَّادِقِیۡنَ (التوبہ:119) کا حکم دے کر زندوں کی صُحبت میں رہنے کا حکم دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے دوستوں کو بار بار یہاں آنے اور رہنے کی تاکید کرتے ہیں۔ اور ہم جو کسی دوست کو یہاں رہنے کے واسطے کہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ محض اس کی حالت پر رحم کر کے ہمدردی اور خیر خواہی سے کہتے ہیں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایمان دُرست نہیں ہوتا جب تک انسان صاحبِ ایمان کی صُحبت میں نہ رہے اور یہ اس لیے کہ چونکہ طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔ ایک ہی وقت

میں ہر قسم کی طبیعت کے موافقِ حال تقریر ناصح کے مُنہ سے نہیں نکلا کرتی۔کوئی وقت ایسا آ جاتا ہے کہ اس کی سمجھ اور فہم کے مطابق اُس کے مذاق پر گفتگو ہو جاتی ہے۔جس سے اُس کو فائدہ پہنچ جاتا ہے اور اگر آدمی بار بار نہ آئے اور زیادہ دِنوں تک نہ رہے، تو ممکن ہے کہ ایک وقت ایسی تقریر ہو جو اُس کے مذاق کے موافق نہیں ہے۔اور اُس سے اُس میں بد دلی پیدا ہو اور وُہ حسنِ ظن کی راہ سے دُور جا پڑے اور ہلاک ہو جاوے۔غرض قرآن کریم کے منشاء کے موافق تو زندوں ہی کی صُحبت میں رہنا ثابت ہوتا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۳۳۹)

☆ پھر آپؑ فرماتے ہیں:

’’اصلاحِ نفس کی ایک راہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْن (التوبۃ:۱۱۹) یعنی جو لوگ قولی۔فعلی۔عملی اور حالی رنگ میں سچائی پر قائم ہیں ان کے ساتھ رہو۔اس سے پہلے فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ (التوبۃ:۱۱۹) یعنی ایمان والو۔تقویٰ اللہ اختیار کرو اس سے یہ مراد ہے کہ پہلے ایمان ہو پھر سنت کے طور پر بدی کی جگہ کو چھوڑ دے اور صادقوں کی صُحبت میں رہے۔صُحبت کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے جو اندر ہی اندر ہوتا چلا جاتا ہے اگر کوئی شخص ہر روز کنجریوں کے ہاں جاتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ کیا مَیں زنا کرتا ہوں؟ اس سے کہنا چاہئیے کہ ہاں تو کرے گا اور وہ ایک نہ ایک دن اس میں مبتلا ہو جاوے گا کیونکہ صُحبت میں تاثیر ہوتی ہے اسی طرح پر جو شخص شراب خانہ میں جاتا ہے خواہ وہ کتنا ہی پرہیز کرے اور کہے کہ میں نہیں پیتا ہوں لیکن ایک دن آئے گا کہ وہ ضرور پیئے گا۔پس اس سے کبھی بے خبر نہیں رہنا چاہئیے کہ صُحبت میں بہت بڑی تاثیر ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصلاحِ نفس کے لیے كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْن کا حکم دیا ہے جو شخص نیک صُحبت میں جاتا ہے خواہ وہ مخالفت ہی کے رنگ میں ہو لیکن وہ صُحبت اپنا اثر کئے بغیر نہ رہے گی اور ایک نہ ایک دن وہ اس مخالفت سے باز آ جائے گا‘‘۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۵۰۵۔۵۰۶)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نصیحت کو قبول کرنے کی تلقین

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عملی اصلاح کے لئے ہماری راہنمائی میں حضرت مصلح موعود نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کے ارشادات کی روشنی میں نصیحت قبول کرنے اور بدیوں کو ترک کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''پس جب توجہ دلائی جائے تو اُس کو غور سے سننے کے بعد پھر اُس کو عملی زندگی کا حصہ بنانا چاہئے اور یہی جماعت کی ترقی کا راز ہے اور یہی چیز جو ہے انسان کو صحیح عبد بناتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں پس ضرورت اس امر کی ہے کہ جماعت محسوس کرے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیج کر اللہ تعالیٰ نے اُن پر بڑی ذمہ داری ڈالی ہے۔ انسان کے اندر کمزوریاں خواہ پہاڑ کے برابر ہوں، اگر وہ چھوڑنے کا ارادہ کر لے تو کچھ مشکل نہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا مشہور مقولہ ہے کہ اگر تمہارے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو تو تم پہاڑ کو اُن کی جگہوں سے ہٹا سکتے ہو۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ گناہ خواہ پہاڑ کے برابر ہوں، انسان کے اندر ایمان اگر رَتی برابر بھی ہے تو وہ اُن پہاڑوں کو اُڑا سکتا ہے۔ جس دن مومن ارادہ کر لے تو اُس کے راستہ میں کوئی روک نہیں رہتی۔ وہ سب روکیں دور ہو جاتی ہیں۔

فرمایا کہ اس وقت مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دوست اپنی اپنی اولادوں کی اور جماعت کے دوسرے نوجوانوں کی اصلاح کریں۔ اپنی اصلاح کریں۔ جھوٹ، چوری، دغا، فریب، دھوکہ، بدمعاملگی، غیبت وغیرہ بدعادات ترک کر دیں۔ حتیٰ کہ اُن کے ساتھ معاملہ کرنے والا محسوس کرے کہ یہ بڑے اچھے لوگ ہیں۔ اور اچھی طرح یاد رکھو کہ اس نعمت کے دوبارہ آنے میں تیرہ سو سال کا عرصہ لگا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ہمیں ملی۔ اگر ہم نے اس کی قدر نہ کی اور پھر تیرہ سو سال پر یہ جا پڑی تو اُس وقت تک آنے والی تمام نسلوں کی لعنتیں ہم پر پڑتی رہیں گی۔ اس لئے کوشش کرو کہ اپنی تمام نیکیاں اپنی اولادوں کو دو اور پھر وہ آگے دیں اور وہ آگے اپنی اولادوں کو دیں۔ اور یہ امانت اتنے لمبے عرصے تک محفوظ چلی جائے کہ ہزاروں سالوں تک ہمیں اس کا ثواب ملتا جائے۔ کیونکہ رسولِ

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نیکی کسی شخص کے ذریعہ سے قائم ہو، وہ جب تک دنیا میں قائم رہے اور جتنے لوگ اُسے اختیار کرتے جائیں اُن سب کا ثواب اُس شخص کے نام لکھا جاتا ہے۔ پس جو بدلہ ملتا ہے وہ بھی بڑا ہے اور امانت بھی اپنی ذات میں بہت بڑی ہے۔ اس طرف ہمیں توجہ دینی چاہئے۔
(ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 17)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس امانت کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمارے بزرگوں کی طرف سے جو امانت عطا ہوئی ہے ہم اُس کا حق ادا کرنے والے بنیں اور جن لوگوں نے خود اس امانت کو یہ عہد کرتے ہوئے قبول کیا ہے کہ ہم اس کا حق ادا کریں گے اُن کو بھی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے اور نسلاً بعد نسل یہ حق ادا ہوتا چلا جائے۔ (آمین)''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 نومبر 2013ء)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

افشو السلام

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْرُدُّوْهَا إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا(النساء:۸۷)

ترجمہ: اور اگر تمہیں کوئی خیر سگالی کا تحفہ پیش کیا جائے تو اس سے بہتر پیش کیا کرو یا وہی لوٹا دو۔ یقیناً اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

☆حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سوار پیدل چلنے والے کو اور پیدل چلنے والا بیٹھنے والے کو اور تھوڑے زیادہ آدمیوں کو سلام کریں۔''

(بخاری کتاب الاستئذان باب سلام الراكب على الماشی)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اس زمانے میں اسلام کے اکثر امراء کا حال سب سے بدتر ہے۔ وہ گویا یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ صرف کھانے پینے اور فسق و فجور کیلئے پیدا کیے گئے ہیں دین سے وہ بالکل بے خبر اور تقویٰ سے خالی اور تکبر اور غرور سے بھرے ہوتے ہیں۔ اگر ایک غریب اُن کو السلام علیکم کہے تو اُس کے جواب میں وعلیکم السلام کہنا اپنے لئے عار سمجھتے ہیں۔ بلکہ غریب کے منہ سے اس کلمہ کو ایک گستاخی کا کلمہ اور بیبا کی کی حرکت خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ پہلے زمانے کے اسلام کے بڑے بڑے بادشاہ السلام علیکم میں اپنی کوئی کسرِ شان نہیں سمجھتے تھے۔ مگر یہ لوگ تو بادشاہ بھی نہیں ہیں پھر بھی بے جا تکبر نے ان کی نظر میں ایسا پیارا کلمہ جو السلام علیکم ہے، جو سلامت رہنے کیلئے ایک دعا ہے، حقیر کر کے دکھایا ہے۔ پس دیکھنا چاہیے کہ زمانہ کس قدر بدل گیا ہے کہ ہر شعار اسلام کا تحقیر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔''

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۲۷)

☆ **حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:**

’’اپنے رشتے داروں اور دوستوں کو سلام کہو جو ان مکانوں میں رہتے ہیں اور یاد رکھو کہ یہ سلام تمہارے منہ کا سلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بہت بڑا تحفہ ہے۔ یعنی سلام کا لفظ بظاہر تو بہت معمولی معلوم ہوتا ہے لیکن ہے بڑے عظیم الشان نتائج پیدا کرنے والا۔ کیونکہ سلام کے لفظ کے پیچھے خدا تعالیٰ کی طرف سے سلامتی کا وعدہ ہے۔ پس جب تم کسی بھائی کو سلام کہتے ہو تو تم نہیں کہتے بلکہ خدا تعالیٰ کی دعا اسے پہنچاتے ہو۔ فرمایا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ عموماً ہمارے ملک میں لوگ اپنے گھروں میں داخل ہوتے وقت السلام علیکم نہیں کہتے۔ گویا ان کے نزدیک ایک دوسرے کے لئے تو یہ دعا ہے لیکن اپنے ماں باپ اور بیوی بچوں کے لئے نہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب بھی وہ اپنے گھروں میں جائیں السلام علیکم کہیں۔‘‘

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ ۶۲۷)

☆ **حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

’’جہاں احمدی اکٹھے ہوں وہاں تو سلام کو رواج دیں۔ خاص طور پر ربوہ، قادیان میں۔ اور بعض اور شہروں میں بھی اکٹھی احمدی آبادیاں ہیں ایک دوسرے کو سلام کرنے کا رواج دینا چاہئے۔ میں نے پہلے بھی ایک دفعہ ربوہ کے بچوں کو کہا تھا کہ اگر بچے یاد سے اس کو رواج دیں گے تو بڑوں کو بھی عادت پڑ جائے گی۔ پھر اسی طرح واقفین نو بچے ہیں۔ ہمارے جامعہ نئے کھل رہے ہیں ان کے طلباء ہیں اگر یہ سب اس کو رواج دینا شروع کریں اور ان کی یہ ایک انفرادیت بن جائے کہ یہ سلام کہنے والے ہیں تو ہر طرف سلام کا رواج بڑی آسانی سے پیدا ہو سکتا ہے اور ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ ۶۳۶)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عملی اصلاح کی اہمیت

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ''عملی اصلاح کی اہمیت'' کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اعمال کے بارے میں ایسی روکیں موجود ہیں جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے ہٹا دیتی ہیں۔ اُس کے قرب سے دور پھینک دیتی ہیں۔ اگر ہم اپنے اعمال کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو اس طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ صرف کہہ دینے سے اصلاح نہیں ہوگی بلکہ اُن ذرائع کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے جن کے ذریعہ سے اصلاح ممکن ہے۔ حضرت مصلح موعود نے ایک مثال دی ہے کہ یورپ کا ایک مشہور لیکچرر تھا اور بڑے اعلیٰ قسم کے لیکچر دیا کرتا تھا لیکن لیکچر دیتے وقت وہ اپنے کندھے بہت زور زور سے ہلایا کرتا تھا، اوپر نیچے کیا کرتا تھا۔ لوگوں نے اُسے کہا کہ تم لیکچر تو بہت اچھا دیتے ہو لیکن تمہارے کندھوں کی اوپر نیچے کی حرکت کی وجہ سے اکثر لوگوں کو ہنسی آ جاتی ہے۔ اُس نے بڑی کوشش کی کہ یہ جو نقص ہے وہ دُور ہو جائے لیکن دور نہ ہوا۔ آخر اُس نے اس کا علاج اس طرح شروع کیا کہ دو تلواریں اُس نے چھت سے ٹانگ لیں جو اُس کی height تک پہنچتی تھیں، کندھوں تک پہنچتی تھیں اور اُن کے نیچے کھڑا ہو کر اُس نے تقریر کی مشق کرنا شروع کر دی۔ جب کبھی کندھا ہلاتا تھا تو تلوار اُس کے کندھے پر لگتی تھی، کبھی دائیں کبھی بائیں۔ چنانچہ چند دن کی کوشش کے بعد اُس کی یہ عادت ختم ہوگئی۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 390 خطبہ جمعہ 12 جون 1936ء)

پس نیک عمل کی عادت ڈالنے کے لئے ایسے طریق اختیار کرنے کی ضرورت ہے جس سے مجبور ہو کر نیک اعمال بجا لانے کی طرف توجہ پیدا ہو اور اس کے لئے سب کو مل کر کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ ہر گھر کو کوشش کرنے کی ضرورت ہے اور ہر گھر کے ہر فرد کو کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ کوشش بغیر قربانی کے نہیں ہو سکتی۔ بغیر وہ طریقہ اختیار کئے نہیں ہو سکتی جس سے برائیوں کو چھوڑنے کے لئے اگر تکلیفیں بھی برداشت کرنی پڑیں تو کی جائیں۔ ہر فردِ جماعت کو جائزے کی ضرورت ہے، قربانی

کی ضرورت ہے، پختہ عہد کی ضرورت ہے، ورنہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ وہ بہت بڑا مقصد جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تھے، یہ ہے کہ ہمارے عقیدے اور اعمال دونوں کی اصلاح ایسے اعلیٰ معیار پر ہو کہ جس پر کوئی انگلی نہ اُٹھا سکے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد پنجم صفحہ 454-455 مطبوعہ ربوہ)

......بیشک ہم نے عقیدے کے میدان میں بہت عظیم الشان فتح حاصل کر لی ہے، یہاں تک کہ وہی عقائد جن کو جب جماعت کی طرف سے پیش کیا جاتا تھا تو دشمن کی طرف سے سختی سے انکار کیا جاتا تھا لیکن آج بعض دشمن بھی اُن باتوں کے قائل ہو رہے ہیں......پس ضرورت ہے کہ عمل کے میدان میں کامیابی حاصل کریں۔ضرورت ہے کہ وہ پانی جس سے ہم نے اس زمانے میں فیض پایا ہے، اُسے بکھرا نہ دیں، ضائع نہ کریں بلکہ اُن نہروں میں سمیٹ لیں جو زمینوں کو سیراب کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں نہ کہ اُس پانی کی طرح جو ادھر اُدھر بہہ جاتا ہے۔ ہمیں اپنی حد بندیاں مقرر کرنی ہوں گی۔ اپنی عملی اصلاح کے لئے اپنے آپ پر کچھ پابندیاں لگانی ہوں گی تبھی ہم اپنے مقصد کو حاصل کر سکتے ہیں۔ ہم نے عقائد کی دیواروں کو مضبوط کرنے کے لئے بیشک قربانیاں دی ہیں۔ جان، مال، وقت کی قربانی دی ہے اور دے رہے ہیں لیکن اعمال کی دیواروں کی طرف ہماری اتنی توجہ نہیں ہوئی جو ہونی چاہئے۔

حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ نے اس بات کو مختصر الفاظ میں بڑے عمدہ طریق سے بیان فرمایا ہے کہ اب تک صرف دو دیواریں عقائد والی ہیں۔ دو دیواریں جو عمل والی ہیں، وہ ابھی ہم نے نہیں بنائیں۔ اس وجہ سے چور آتا ہے اور ہمارا مال اُٹھا کر لے جاتا ہے۔ لیکن جب ہم قربانی کے نتیجہ میں اپنی چار دیواری کو مکمل کر لیں گے تو پھر چور کے داخل ہونے کے سارے راستے مسدود ہو جائیں گے۔"

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 391-392 خطبہ جمعہ 12 جون 1936ء)

پس آج ہمیں عہد کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم اپنی ذاتی خواہشات کی قربانی بھی کریں گے، اپنے بیوی بچوں کی خواہشات کی قربانی بھی کریں گے اور ہر وہ قربانی کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے جس سے ہماری عملی اصلاح کی دیواریں مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی جائیں......اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ۔ 20 دسمبر 2013ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عملی اصلاح میں روک کے اسباب ۔ا

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عملی اصلاح میں روک کے پہلے سبب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اعمال کی اصلاح کے بارے میں جو چیزیں روک بنتی ہیں یا اثر انداز ہوتی ہیں، اُن میں سے سب سے پہلی چیز لوگوں کا یہ احساس ہے کہ کوئی گناہ بڑا ہے اور کوئی گناہ چھوٹا۔ یعنی لوگوں نے خود ہی یا بعض علماء کی باتوں میں آ کر اُن کے زیرِ اثر یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ بعض گناہ چھوٹے ہیں اور بعض گناہ بڑے ہیں اور یہی بات ہے جو عملی اصلاح میں روک بنتی ہے۔ اس سے انسان میں گناہ کرنے کی دلیری پیدا ہوتی ہے، جرأت پیدا ہوتی ہے۔ برائیوں اور گناہوں کی اہمیت نہیں رہتی۔ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ چھوٹا گناہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے یا اس کی سزا اتنی نہیں ہے۔''

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 339 خطبہ جمعہ فرمودہ 29 مئی 1936ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''اگر کوئی بیمار ہو جاوے خواہ اُس کی بیماری چھوٹی ہو یا بڑی، اگر اُس بیماری کے لئے دوا نہ کی جاوے اور علاج کے لئے دُکھ نہ اُٹھایا جاوے، بیمار اچھا نہیں ہو سکتا۔ ایک سیاہ داغ منہ پر نکل کر ایک بڑا فکر پیدا کر دیتا ہے کہ کہیں یہ داغ بڑھتا بڑھتا کُل منہ کو کالا نہ کر دے۔ اسی طرح معصیت کا بھی ایک سیاہ داغ دل پر ہوتا ہے۔ صغائر سہل انگاری سے کبائر ہو جاتے ہیں۔ صغائر وہی داغ چھوٹا ہے جو بڑھ کر آخر کار کُل منہ کو سیاہ کر دیتا ہے۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 7۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ کسی گناہ کو بھی انسان چھوٹا نہ سمجھے۔ کیونکہ جب یہ سوچ پیدا ہو جائے کہ یہ معمولی گناہ ہے تو پھر بیماری کا بیج ضائع نہیں ہوتا اور حالات کے مطابق یہ چھوٹے گناہ بھی بڑے گناہ بن جاتے ہیں۔ پس اس لحاظ سے ہم سب کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ

نے تو ہر چھوٹے گناہ کی بھی اور بڑے گناہ کی بھی باز پرس اور سزا رکھی ہے۔ پھر جب ہم آنحضرت ﷺ کی طرف دیکھتے ہیں کہ آپ نے چھوٹے بڑے گناہ اور نیکی کی کس طرح تعریف اور وضاحت فرمائی ہے تو مختلف موقعوں اور مختلف لوگوں کے لئے آپ کے مختلف ارشادات ملتے ہیں۔ کہیں آپ نے یہ پوچھنے پر کہ بڑی نیکی کیا ہے؟ فرمایا کہ ماں باپ کی خدمت کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ کسی شخص کو آپ بڑی نیکی کے بارے میں پوچھنے پر فرماتے ہیں کہ تہجد کی ادائیگی بہت بڑی نیکی ہے۔ کسی کے یہ پوچھنے پر کہ بڑی نیکی کیا ہے؟ آپ فرماتے ہیں کہ تمہارے لئے بڑی نیکی یہ ہے کہ جہاد میں شامل ہو جاؤ۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ بڑی نیکی مختلف حالات اور مختلف لوگوں کے لئے مختلف ہے......

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 340-339 خطبہ جمعہ فرمودہ 29 مئی 1936ء)

پس جب تک یہ خیال رہے کہ فلاں بدی بڑی ہے اور فلاں چھوٹی ہے اور فلاں نیکی بڑی ہے اور فلاں نیکی چھوٹی ہے، اُس وقت تک انسان نہ بدیوں سے بچ سکتا ہے نہ نیکیوں کی توفیق پا سکتا ہے۔ ہمیشہ ہمارے سامنے یہ بات رہنی چاہئے کہ بڑی بدیاں وہی ہیں جن کے چھوڑنے پر انسان قادر نہ ہو۔ بہت مشکل پیش آتی ہے اور وہ انسان کی عادت میں داخل ہو گئی ہوں اور بڑی نیکیاں وہی ہیں جن کو کرنا انسان کو مشکل لگتا ہو۔ یعنی بہت سی بدیاں ایک کے لئے بڑی ہیں اور دوسرے کے لئے چھوٹی اور بہت سی نیکیاں ایک کے لئے بڑی نیکی ہیں اور دوسرے کے لئے چھوٹی۔

پس اگر ہم نے اپنی عملی اصلاح کرنی ہے تو سب سے پہلے اس خیال کو دل سے نکالنا ہوگا کہ مثلاً زنا ایک بڑا گناہ ہے، قتل ایک بڑا گناہ ہے، چوری ایک بڑا گناہ ہے، غیبت ایک بڑا گناہ ہے اور ان کے علاوہ جتنے گناہ ہیں وہ چھوٹے گناہ ہیں۔ پس اس خیال کو دل سے نکالنا ضروری ہے اور اس خیال کو بھی دل سے نکالنا ہوگا کہ روزہ بڑی نیکی ہے، زکوۃ بڑی نیکی ہے، حج بڑی نیکی ہے اور اس کے علاوہ جتنی نیکیاں ہیں، چھوٹی نیکیاں ہیں جس طرح عام مسلمانوں میں یہ تصور پایا جاتا ہے۔ اگر یہ خیال دل سے نہیں نکالتے تو ہمارا عملی حصہ کمزور رہے گا۔ عملی حصے کی مضبوطی اُس وقت آئے گی جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس بات کو سامنے رکھیں گے کہ قرآنِ کریم کے سات سو حکموں پر عمل نہ کرنے والا نجات کا دروازہ اپنے اوپر بند کرتا ہے۔ پس ہمیں غیروں کی طرح یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ بعض نیکیاں بڑی

ہیں اور بعض نیکیاں چھوٹی ہیں۔اوراس معاملے میں اُن لوگوں کی جو دوسرے مسلمان ہیں،غُلو کی یہ حالت ہے کہ مثلاً وہ سمجھتے ہیں کہ روزہ سب سے بڑی نیکی ہے،لیکن نماز باجماعت کی کوئی اہمیت نہیں ہے،لیکن روزہ بہت ضروری ہے،اس پر بڑی پابندی ہوتی ہے۔جس پر زکوۃ فرض ہے،وہ زکوۃ بچانے کی کوشش تو کرے گا لیکن روزہ ضرور رکھے گا۔کیونکہ اگر روزہ نہ رکھے تو اُس کے نزدیک یہ بہت بڑا جرم ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ۔13 دسمبر 2013ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عملی اصلاح میں روک کے اسباب ۔۲

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عملی اصلاح میں روک کے دوسرے سبب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''پھر اعمال کی اصلاح میں جو دوسری وجہ ہے، وہ ماحول ہے یا نقل کا مادّہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں نقل کا مادّہ رکھا ہوا ہے جو بچپن سے ہی ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ فطرت میں ہے۔ اس لئے بچہ کی فطرت میں بھی یہ نقل کا مادّہ ہے۔ اور یہ مادّہ جو ہے یقیناً ہمارے فائدے کے لئے ہے لیکن اس کا غلط استعمال انسان کو تباہ بھی کر دیتا ہے یا تباہی کی طرف بھی لے جاتا ہے۔ یہ نقل اور ماحول کا ہی اثر ہے کہ انسان اپنے ماں باپ سے زبان سیکھتا ہے، یا باقی کام سیکھتا ہے اور اچھی باتیں سیکھتا ہے، اور اچھی باتیں سیکھ کر بچہ اعلیٰ اخلاق والا بنتا ہے۔ ماں باپ نیک ہیں، نمازی ہیں، قرآن پڑھنے والے ہیں، اُس کی تلاوت کرنے والے ہیں، آپس میں پیار اور محبت سے رہنے والے ہیں، جھوٹ سے نفرت کرنے والے ہیں تو بچے بھی اُن کے زیر اثر نیکیوں کو اختیار کرنے والے ہوں گے۔ لیکن اگر جھوٹ، لڑائی جھگڑا، گھر میں دوسروں کا استہزاء کرنے کی باتیں، جماعتی وقار کا بھی خیال نہ رکھنا یا اس قسم کی برائیاں جب بچہ دیکھتا ہے تو اس نقل کی فطرت کی وجہ سے یا ماحول کے اثر کی وجہ سے پھر وہ یہی برائیاں سیکھتا ہے۔ باہر جاتا ہے تو ماحول میں، دوستوں میں جو کچھ دیکھتا ہے، وہ سیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے بار بار مَیں والدین کو توجہ دلاتا ہوں کہ اپنے بچوں کے باہر کے ماحول پر بھی نظر رکھا کریں اور گھر میں بھی بچوں کے جو پروگرام ہیں، جو ٹی وی پروگرام وہ دیکھتے ہیں یا انٹرنیٹ وغیرہ استعمال کرتے ہیں اُن پر بھی نظر رکھیں۔

پھر یہ بات بھی بہت توجہ طلب ہے کہ بچوں کی تربیت کی عمر انتہائی بچپن سے ہی ہے۔ یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ یہ خیال نہ آئے کہ بچہ بڑا ہوگا تو پھر تربیت شروع ہوگی۔ دو سال، تین سال کی عمر بھی بچے کی تربیت کی عمر ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا، بچہ گھر میں ماں باپ سے اور بڑوں سے سیکھتا ہے اور اُن کو دیکھتا ہے اور اُن کی نقل کرتا ہے۔ ماں باپ کو کبھی یہ خیال نہیں ہونا چاہئے کہ ابھی بچہ چھوٹا ہے، اُسے کیا پتہ؟

اُسے ہر بات پتہ ہوتی ہے اور بچہ ماں باپ کی ہر حرکت دیکھ رہا ہوتا ہے اور لاشعوری طور پر وہ اُس کے ذہن میں بیٹھ رہی ہوتی ہے۔ اور ایک وقت میں آ کے پھر وہ اُن کی نقل کرنا شروع کر دیتا ہے۔ بچیاں ماؤں کی نقل میں اپنی کھیلوں میں اپنی ماؤں جیسے لباس پہننے کی کوشش کرتی ہیں، اُن کی نقالی کرتی ہیں۔ لڑکے باپوں کی نقل کرتے ہیں۔ جو برائیاں یا اچھائیاں ماں باپ میں ہیں، اُن کی نقل کریں گے۔ مثلاً جب یہ بڑے ہوں گے اور ان کو پڑھایا جائے گا کہ یہ برائیاں ہیں اور یہ اچھائیاں ہیں، جیسے مثلاً جھوٹ ہے، یہ بولنا برائی ہے، وعدہ پورا کرنا اچھائی ہے۔ لیکن ایک بچہ جس نے اپنے ماں باپ کی سچائی کے اعلیٰ معیار نہیں دیکھے، جس نے ماں باپ اور گھر کے بڑوں سے کبھی وعدے پورے ہوتے نہیں دیکھے، وہ تعلیم کے لحاظ سے تو بیشک سمجھیں گے کہ یہ جھوٹ بولنا برائی ہے اور وعدے پورے کرنا نیکی ہے اور اچھائی ہے لیکن عملاً وہ ایسا نہیں کریں گے کیونکہ اپنے گھر میں اس کے خلاف عمل دیکھتے رہے ہیں۔ بچوں کی عادتیں بچپن سے ہی پختہ ہو جاتی ہیں، اس لئے وہ بڑے ہو کر اس کو نہیں تسلیم کریں گے۔ اگر ماں کو بچہ دیکھتا ہے کہ نماز میں سست ہے اور باپ گھر آ کر پوچھے اگر کہ نماز پڑھ لی تو کہہ دے کہ ابھی نہیں پڑھی، پڑھ لوں گی تو بچہ کہتا ہے کہ یہ تو بڑا اچھا جواب ہے۔ مجھ سے بھی اگر کسی نے پوچھا کہ نماز پڑھ لی تو مَیں بھی یہی جواب دے دیا کروں گا۔ ابھی نہیں پڑھی، پڑھ لوں گا۔ یا یہ جواب سنتا ہے کہ بھول گئی، یا یہ جواب سنتا ہے کہ پڑھ لی، حالانکہ بچہ سارا دن ماں کے ساتھ رہا اور اُسے پتہ ہے کہ ماں نے نماز نہیں پڑھی۔ تو بچہ یہ جواب ذہن میں بٹھا لیتا ہے۔ اسی طرح باپ کی غلط باتیں جو ہیں وہ بچے کے ذہن میں آ جاتی ہیں اور اُن کے جو بھی جواب غلط رنگ میں باپ دیتا ہے، وہ پھر بچہ ذہن میں بٹھا لیتا ہے۔ تو ماں باپ دونوں بچے کی تربیت کے لحاظ سے اگر غلط تربیت کر رہے ہیں یا غلط عمل کر رہے ہیں تو اُس کو غلط رنگ کی طرف لے جا رہے ہیں۔ اپنے عمل سے غلط تعلیم اُس کو دے رہے ہیں۔ اور بچہ پھر بڑے ہو کے یہی کچھ کرتا ہے، عملاً یہی جواب دیتا ہے......

پس ماں باپ کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ اپنے عمل سے بچوں کو بھی نمازی بنائیں۔ اپنے عمل سے بچوں کو بھی سچ پر قائم کریں۔ اپنے عمل سے دوسرے اعلیٰ اخلاق بھی اُن کے سامنے رکھیں تا کہ وہ بھی اُن اخلاق کو اپنانے والے ہوں۔ جھوٹی قسمیں کھانے سے اپنے آپ کو بھی بچائیں تا کہ بچے بھی بچ

سکیں۔

عملی طور پر بچپن میں پیدا کئے گئے خیالات کا کس قدر اثر رہتا ہے۔ حضرت مصلح موعود نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک رفیق کی مثال دی ہے جو سکھوں کے ایک رئیس خاندان سے تھے اور احمدی ہو گئے تھے، گائے کا گوشت نہیں کھاتے تھے اور اُن کے ساتھیوں نے اُن کی چِڑ بنالی تھی کہ ہم نے آپ کو گائے کا گوشت ضرور کھلانا ہے۔ حضرت مصلح موعود کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ مہمان خانے میں آگے آگے وہ تیز تیز چلے جا رہے ہیں اور پیچھے پیچھے اُن کے دوست کہہ رہے ہیں، ہم نے آپ کو آج یہ بوٹی ضرور کھلانی ہے۔ اور وہ ہاتھ جوڑ رہے ہیں کہ خدا کے لئے یہ نہ کرو۔ اور بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ان کو یا کسی اَور نومسلم کو کسی نے کھلا دی تو عملاً اتنی کراہت آئی کہ اُس نے اُس کی قے کر دی۔ اُس کو اُلٹی آ گئی۔ تو یہ بچپن سے گائے کے گوشت سے نفرت پیدا کرنے کا نتیجہ ہے کہ بڑے ہو کر مسلمان ہو کر پھر بھی اُس سے کراہت ہے۔ اب عقیدہ کے لحاظ سے بیشک انہوں نے اپنا عقیدہ بدل لیا۔ نیا عقیدہ اختیار کر لیا لیکن ماں باپ نے عملی نمونے سے اُن کو گائے کے گوشت سے جو نفرت دلوادی تھی وہ پھر بھی دُور نہ ہوئی......

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 346 تا 350 خطبہ جمعہ فرمودہ 29 مئی 1936ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اصلاح کی طرف اور اپنے بچوں کی عملی اصلاح کی طرف ہمیشہ توجہ رکھنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ (آمین)

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ۔ 13 دسمبر 2013ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عملی اصلاح میں روک کے اسباب۔۳

☆سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عملی اصلاح میں روک کا تیسرا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"عملی اصلاح میں روک کا تیسرا سبب فوری یا قریب کے معاملات کو مدّنظر رکھنا ہے۔ جبکہ عقیدے کے معاملات دُور کے معاملات ہیں، ایسے معاملات ہیں جن کا تعلق زیادہ تر بعد کی زندگی سے ہے جسے آجل کہتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے بتایا کہ عملی حالت کے معاملات فوری نوعیت کے ہوتے ہیں یا بظاہر انسان سمجھ رہا ہوتا ہے کہ یہ ایسی باتیں ہیں جن کا عقیدے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر میں کوئی غلط کام کرلوں تو اس سے خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا جو عقیدہ ہے وہ تو متأثر نہیں ہوتا۔ مثلاً سنار ہے، وہ سمجھتا ہے کہ میں سونے میں کھوٹ ملالوں تو اس سے میرے ایک خدا کو ماننے کے عقیدے پہ کوئی حرف نہیں آتا لیکن میری کمائی زیادہ ہوجائے گی۔ جلد یا زیادہ رقم حاصل کرنے والا مَیں بن جاؤں گا۔

پس اُس نے اپنے قریب کے فائدے کو دیکھ کر ایک ایسا راہِ عمل اختیار کر لیا جو صرف اخلاقی گراوٹ ہی نہیں بلکہ چوری بھی ہے اور دھوکہ بھی ہے۔ اس لئے یہ عمل کیا۔ اُس نے سمجھا کہ اُس کے عقیدے کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ بڑے بڑے حاجی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کاروباری دھوکے کرتے ہیں لیکن اپنے حاجی ہونے پر فخر ہے۔ ان دھوکوں کے وقت یہ بھول جاتے ہیں یا اس بات کی اہمیت نہیں سمجھتے کہ مرنے کے بعد کی زندگی بھی ہے اور ان دنیاوی اعمال کا مرنے کے بعد کی زندگی پر بھی اثر پڑتا ہے۔ اسی طرح نبی کی دی ہوئی تعلیم پر عمل فائدہ مند ہے یا نجات کس کو ملے گی، ایسے سوال عام طور پر انسانوں کو دُور کے سوال نظر آتے ہیں۔ اصل چیز جو دل و دماغ پر حاوی ہوتی ہے، وہ فوری فائدہ یا فوری تسکین ہے۔ اسی وجہ سے جو سنار ہے وہ سونے میں کھوٹ ملاتا ہے، چاندی کو وزن میں کم کر دیتا ہے۔ دوکاندار ہے جو جنس میں ملاوٹ کر دیتا ہے۔ کارخانے دار ہے جو کسی چیز کا نمونہ دکھا کر آرڈر وصول کرتا ہے اور ترسیل جو ہے وہ کم معیار کی چیز کی کرتا ہے۔ خاص طور پر تیسری دنیا کے ممالک

میں یہ چیز عام ہے۔پس عمل کی اصلاح کے راستے میں دنیوی ضروریات حائل ہو جاتی ہیں اور دھوکہ، جھوٹ اور فریب کے فوری فوائد دُور کے نقصان کو دل اور دماغ سے نکال دیتے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے بعض مثالیں بھی دی ہیں۔مثلاً غیبت ایک بہت بڑا گناہ ہے۔کسی کا افسر اپنے ماتحت کو تکلیفیں دیتا ہے، ظلم وستم کرتا ہے، لیکن ماتحت اپنے افسر کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔اتفاقاً اس ماتحت کی اُس افسر سے بھی بڑے افسر سے ملاقات ہو جاتی ہے اور وہ بڑا افسر اس افسر کے خلاف کچھ کہتا ہے تو یہ شخص جس کو اپنے افسر سے تکلیفیں پہنچ رہی ہوتی ہیں خوش ہو جاتا ہے کہ جس موقع کی مجھے تلاش تھی وہ آج مجھے مل گیا۔اور اس چھوٹے افسر کے خلاف جس نے اُسے تنگ کیا ہوتا ہے، ایسی باتیں کرتا ہے اور اُس کے ایسے عیوب بیان کرتا ہے کہ بڑا افسر اُس چھوٹے افسر پر اور زیادہ ناراض ہو۔اور جھوٹ، سچ جو کچھ ہو سکتا ہے بیان کر دیتا ہے تا کہ اپنا بدلہ لے سکے اور اُس وقت اُسے یہ خیال آتا ہے کہ آج اگر میں غیبت نہ کروں تو میری جان اور مال کا خطرہ دُور نہیں ہوگا اور وہ اس وجہ سے بے دھڑک غیبت کا ارتکاب کر دیتا ہے اور اس دنیا کا فائدہ اُٹھا لیتا ہے۔پس دنیوی فوائد کے لئے انسان بدیوں کا ارتکاب کر لیتا ہے۔"

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 351-352 خطبہ جمعہ 29 مئی 1936ء)

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۲۰ دسمبر ۲۰۱۳ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عملی اصلاح میں روک کے اسباب۔۴

☆سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عملی اصلاح میں روک کا چوتھا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''چوتھا سبب عملی اصلاح کی کمزوری کا یہ ہے کہ عمل کا تعلق عادت سے ہےاور عادت کی وجہ سے کمزوریاں پیدا ہو جاتی ہیں اور خصوصاً ایسے وقت میں جب مذہب کے ساتھ حکومت نہ ہو۔یعنی حکومت کے قوانین کی وجہ سے بعض عملی اصلاحیں ہو جاتی ہیں لیکن بدقسمتی سے اسلام میں جن باتوں کو اخلاقی گراوٹیں کہا جاتا ہےاور اُس کی اصلاح کی طرف اسلام توجہ دلاتا ہےان میں اسلامی مما لک میں انصاف کا فقدان ہونے کی وجہ سے، دوعملی کی وجہ سے، باوجود اسلامی حکومت ہونے کے اسلامی مما لک میں بھی عملی حالت قابلِ فکر ہے۔اور غیر اسلامی مما لک میں بعض باتیں جن کے لئے اصلاح ضروری ہے، وہ اُنہیں بدعملی اور اخلاقی گراوٹ نہیں سمجھتے ،اس لئے بعض باتوں کی عملی اصلاح نہیں ہوسکتی۔

پس عملی اصلاح کے لئے حکومت کا ایک کردار ہے۔جہاں مذہب اور حکومت کی عملی اصلاح کی تعریف ایک ہےاور عملی اصلاح اُس کے مطابق ہے، وہاں عادتیں قانون کی وجہ سے ختم کی جاسکتی ہیں۔ لیکن جہاں حکومت کا قانون عملی اصلاح کے لئے مددگار نہ ہو، وہاں عادتیں نہیں بدلی جاسکتیں اور عملی کمزوریاں معاشرے کا ناسور بن جاتی ہیں۔جیسا کہ آزادی کے نام پر ترقی یافتہ مما لک میں ہم بہت سی عملی کمزوریاں دیکھتے ہیں اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ سے عملی کمزوریاں اب دنیا میں ہر جگہ پھیلائی جا رہی ہیں اور ایسے ماحول میں پڑنے والے، ماحول کا حصہ ہونے کی وجہ سے، مستقل ان چیزوں کو دیکھ کر عادتاً بعض عملی کمزوریاں اپنا چکے ہیں۔اور لاشعوری اور غیر ارادی طور پر بچے اور یا جونوجوان ہیں اُن میں بھی،لڑکے اور لڑکیوں میں بھی یہ کمزوریاں راہ پکڑ رہی ہیں اور جب عادت پکی ہو جائے تو پھر اُسے چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔مثلاً نشہ ہے،اس کی عادت پڑ جائے تو چھوڑنا مشکل ہے۔ایک شخص یہ قربانی تو کر لیتا ہے کہ تین خداؤں کی جگہ ایک خدا کو مان لے اور یہ تو کبھی نہیں ہوگا کہ جب ایک خدا کو مان لیا تو

دوسرے دن اُسے ایک خدا کی جگہ تین خداؤں کا خیال آ جائے۔ مگر نشہ کرنے والے کے دل میں یہ خواہش ضرور پیدا ہوگی کہ نشہ مل جائے۔ ساری عمر کے عقیدے کو تو ایک شخص چھوڑ سکتا ہے، مگر نشہ کی عادت جو چند مہینوں یا چند سالوں کی عادت ہے اس میں ذرا سی نشے کی کمی ہو جائے تو وہ اُسے بے چین کر دیتی ہے۔ سگریٹ پینے والے بھی بعض ایسے ہی ہیں جو اپنے خاندانوں کو چھوڑ کر، اپنے بہن بھائیوں کو چھوڑ کر، اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر، اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر جماعت میں بھی داخل ہوئے، انہوں نے قربانی دی اور احمدی ہو گئے لیکن اگر سگریٹ چھوڑنے کو کہو تو سو بہانے تلاش کریں گے۔ کسی کا پیٹ پھول جاتا ہے، کسی کو نشہ نہ کرنے سے نیند نہیں آتی، کسی کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں اُس کے خیال میں ختم ہو جاتی ہیں اور اس کے لئے وہ پھر بے چین رہتے ہیں۔ اسی طرح یہ صرف اُن کے لئے نہیں جو احمدیت میں داخل ہوئے ہیں، ہر ایک شخص کے لئے ہے۔ بعض بہت نیک کام کر رہے ہوتے ہیں اور بڑی قربانی کر کے کر رہے ہوتے ہیں لیکن چھوٹی سی عادت نہیں چھوڑ سکتے۔

حضرت مصلح موعود نوراللہ مرقدہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ہمارے ایک تایا تھے، جو دہریہ تھے اور بے دین تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جب ایسے دوست آتے تھے جن کو حُقّے کی عادت تھی تو وہاں تو حُقّہ ملتا نہیں تھا، لیکن یہ جو تایا تھے اُن کے ہاں حُقّہ ہر وقت چلتا رہتا تھا۔ اَور بھی ان کو نشے کی عادت تھی، تو یہ حقہ پینے والے وہاں چلے جایا کرتے تھے اور حُقّے کے نشے کی وجہ سے اُن کی فضول اور بیہودہ باتیں سننے پر مجبور ہوتے تھے۔ اُن تایا سے ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے پوچھا کہ کبھی آپ نے نماز بھی پڑھی ہے؟ اُن کی دینی حالت کا یہ حال تھا، کہنے لگے کہ بچپن سے ہی میری طبیعت ایسی ہے کہ جب میں کسی کو سر نیچے کئے دیکھتا ہوں تو مجھے ہنسی آنی شروع ہو جاتی ہے۔ مراد یہ تھی کہ جب میں کسی کو سجدے میں دیکھتا ہوں، نماز پڑھتے دیکھتا ہوں تو اُس وقت سے مَیں مذاق اُڑایا کرتا تھا۔ حضرت مصلح موعود لکھتے ہیں کہ ان صاحب کے پاس دوست چلے جاتے تھے اور حُقّے کی مجبوری کی وجہ سے اسلام کے خلاف اور سلسلے کے خلاف باتیں بھی سننی پڑتی تھیں اور سنتے تھے۔ ایک دفعہ ایک دوست وہاں گئے اور اپنے آپ کو گالیاں دیتے ہوئے، برا بھلا کہتے ہوئے باہر نکلے۔ کسی نے پوچھا یہ کیا ہوا ہے؟ تو کہتے ہیں، اس حقے کی وجہ سے، اس لعنت کی وجہ سے میرے نفس نے مجھے ایسی باتیں سننے پر مجبور کیا ہے

جو عام حالات میں مَیں برداشت نہیں کر سکتا۔

تو عادتیں بعض دفعہ انسان کو بہت ذلیل کروا دیتی ہیں۔بعض لوگوں کو جھوٹ بولنے کی عادت ہوتی ہے۔لاکھ سمجھاؤ،نگرانی کرو مگر جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتے۔اُن کی اصلاح مشکل ہوتی ہے۔یہ نہیں کہ ہو نہیں سکتی۔اگر اصلاح نہ ہو سکے تو اُن کو سمجھانے کی ضرورت کیا ہے......

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 367 تا 369 خطبہ جمعہ 5 جون 1936ء)

ایک واقعہ ہے کہ ایک صاحب کو گالی دینے کی، ہر وقت گالی دینے کی، ہر بات پر گالی دینے کی عادت تھی۔اور اُن کو بعض دفعہ پتہ بھی نہیں لگتا تھا کہ میں گالی دے رہا ہوں۔اُن کی شکایت حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ کے پاس کسی نے کی۔آپ نے جب اُن کو بلا کر پوچھا کہ سنا ہے آپ گالیاں بڑی دیتے ہیں تو گالی دے کر کہنے لگے کون کہتا ہے مَیں گالی دیتا ہوں......

بہرحال عملی حالت کی روک میں عادت کا بہت بڑا دخل ہے۔آجکل ہم دیکھتے ہیں، بیہودہ فلمیں دیکھنے کا بڑا شوق ہے۔انٹرنیٹ پر لوگوں کے شوق ہیں اور بعض لوگوں کی ایسی حالت ہے کہ اُن کی نشے والی حالت ہے۔وہ کھانا نہیں کھائیں گے اور بیٹھے فلمیں دیکھ رہے ہیں تو دیکھتے چلے جائیں گے۔انٹرنیٹ پر بیٹھے ہیں تو بیٹھے چلے جائیں گے۔نیند آ رہی ہے تب بھی وہ بیٹھے دیکھتے رہیں گے۔نہ بچوں کی پرواہ، نہ بیوی کی پرواہ تو ایسے لوگ بھی ہیں۔پس یہ جو عادتیں ہیں، یہ عملی اصلاح میں روک کا بہت بڑا کردار ادا کرتی ہیں۔

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۲۰ دسمبر ۲۰۱۳ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عملی اصلاح میں روک کے اسباب۔۵

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عملی اصلاح میں روک کے پانچویں سبب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''عملی اصلاح میں روک کا پانچواں سبب بیوی بچے بھی ہیں۔ یہ عملی اصلاح کی راہ میں حائل ہوتے ہیں۔ بسا اوقات انسان کو بیوی بچوں کی تکالیف عملی طور پر ابتلا میں ڈال دیتی ہیں۔ مثلاً اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ کسی کا مال نہیں کھانا۔ اب اگر کسی نے کسی کے پاس کوئی رقم بطور امانت رکھوائی ہو لیکن اُس کا کوئی گواہ نہ ہو، کوئی ثبوت نہ ہو تو جس کے پاس امانت رکھوائی گئی ہے اُس کی نیت میں بعض دفعہ اپنے بیوی بچوں کی ضروریات کی وجہ سے کھوٹ آ جاتا ہے، نیت بد ہو جاتی ہے، اُسے خیال آتا ہے کہ میری بیوی نے کچھ رقم کا مطالبہ مجھ سے کیا تھا اور اس وقت میرے پاس رقم نہیں تھی میں نے مطالبہ پورا نہیں کیا۔ یا میرے بچے نے فلاں چیز کے لئے مجھ سے رقم مانگی تھی اور میں اُسے دے نہ سکا تھا۔ اب موقع ہے۔ یہ رقم مار کر میں اپنے بیوی اور بچے کے مطالبہ کو پورا کر سکتا ہوں یا بچے کی بیماری کی وجہ سے علاج کے لئے رقم کی ضرورت ہے، رقم نہیں ہے۔ اس امانت سے فائدہ اُٹھا کر اور یہ رقم خرچ کر کے میں اس کا علاج کروا لوں، بعد میں دیکھا جائے گا کہ رقم دینی ہے یا نہیں دینی۔ یا کسی اور مقصد کے لئے جو بیوی بچوں سے متعلقہ مقصد ہے، انسان کسی دوسرے کی رقم غصب کر لیتا ہے۔ تو یہ امانت کے متعلق اسلامی تعلیم کے خلاف ہے کہ جب امانت رکھوائی جائے تو تم نے بہرحال واپس کرنی ہے، چاہے اُس کے گواہ ہیں یا نہیں ہیں، کوئی ثبوت ہے یا نہیں ہے۔ بعض دفعہ بعض لوگ اپنے بچوں کے فوائد کے لئے، اُن کے لئے جائیداد بنانے کے لئے نابالغ یتیموں کا حق مار لیتے ہیں یا کچھ حد تک اُنہیں نقصان پہنچا دیتے ہیں۔

پھر صرف مالی معاملات کی بات نہیں ہے۔ صرف یہی مثالیں نہیں ہیں۔ اس آزاد اور ترقی پسند معاشرے میں بعض ماں باپ خاص طور پر اور عموماً یہ بات کرتے ہیں، لیکن غریب ممالک میں بھی یہ چیزیں سامنے آ جاتی ہیں کہ لاڈ پیار کی وجہ سے بچوں کو (دینی) تعلیم کی پابندی کروانے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ یہ باتیں جو مَیں کر رہا ہوں، افسوس سے مَیں کہوں گا کہ یہ ہمارے احمدی معاشرے میں نظر آ جاتی

ہیں، وقتاً فوقتاً سامنے آتی رہتی ہیں۔ کسی نے کسی کی امانت کھا لی۔ کسی نے کسی کو کسی اَور قسم کا مالی دھوکہ دے دیا۔ کسی نے یتیم کا مال پورا ادا کرنے کا حق ادا نہیں کیا۔ قضاء میں بعض ایسے معاملات آتے ہیں یا شکایات آتی ہیں کہ کوئی امیر ممالک میں رہنے والا اپنی بیٹی کی شادی پاکستان میں کرتا ہے اور داماد کو پہلے دن ہی کہہ دیتا ہے کہ مَیں نے اپنی بچی بڑے لاڈ پیار سے پالی ہے اور اس کو ہر قسم کی آزادی ہے۔ اس پر کسی قسم کی پابندی نہ لگانا اور بیٹی کا دماغ باپ کی شہ پر عرش پر پہنچا ہوتا ہے۔ خاوند کو وہ کوئی چیز نہیں سمجھتی۔ حالانکہ دینی تعلیم ہے کہ بیوی خاوند کے حقوق ادا کرے اور اپنے گھر کی ذمہ داریاں نبھائے، یہ اُس کے فرائض میں داخل ہے۔ کبھی لڑکے پاکستان سے لڑکیاں بیاہ کر لاتے ہیں اور لڑکی کو ظلم کی چکی میں پیستے چلے جاتے ہیں اور لڑکے کے ماں باپ کہتے ہیں کہ لڑکی سب کچھ برداشت کرے، مرد تو ایسے ہی ہوتے ہیں۔ یہ بچوں کا لاڈ جہاں ماں باپ کی عملی حالت کو برباد کر رہا ہوتا ہے، وہاں گھروں کو بھی برباد کر رہا ہوتا ہے۔

پس بیوی بچوں کی وجہ سے عملی اصلاح میں روک کی بے شمار مثالیں ہیں۔ کئی اعمال ایسے ہیں جو انسان کی کمزوری ظاہر کر رہے ہوتے ہیں۔ کیونکہ بیوی بچوں کے لاڈ یا ضروریات اُن کے آڑے آ جاتی ہیں۔ ان کی محبت اُس کو نیک عمل سے روک لیتی ہے۔ بچوں کے حق میں جھوٹی گواہیاں، بچوں کے لاڈ کی وجہ سے دی جاتی ہیں۔

غریب ممالک میں یا تیسری دنیا کے ممالک میں تو یہ بیماری عام ہے کہ افسران رشوت لیتے ہیں۔ صرف اپنے لئے نہیں لیتے بلکہ بچوں کے لئے، جائیدادیں بنانے کے لئے، بچوں کے لئے جائیدادیں بنا کر چھوڑ جانے کے لئے وہ رشوت لیتے ہیں یا اُنہیں تعلیم دلوانے کے لئے، مہنگے سکولوں میں پڑھوانے کے لئے رشوت لی جاتی ہے۔

پس انسانی اعمال کی درستی میں جذبات اور جذبات کو اُبھارنے والے رشتے روک بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کی درستی اس صورت میں ممکن ہے جب خدا تعالیٰ کی محبت ایسے مقام پر پہنچ جائے کہ اس محبت کی شدت کے مقابلے میں بیوی بچوں کی محبت اور اُن کے لئے پیدا ہونے والے جذبات معمولی حیثیت اختیار کر لیں۔ اور انسان اس کے اثرات سے بالکل آزاد ہو جائے۔ اگر یہ نہیں تو عملی اصلاح

بہت مشکل ہے۔''

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 375 خطبہ جمعہ 12 جون 1936ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عملی اصلاح میں روک کے اسباب۔۶

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عملی اصلاح میں روک کے چھٹے سبب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''چھٹا سبب عملی اصلاح میں روک کا یہ ہے کہ انسان اپنی مستقل نگرانی نہیں رکھتا۔یعنی عمل کا خیال ہر وقت رکھنا پڑتا ہے تبھی عملی اصلاح ہو سکتی ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 380 خطبہ جمعہ 12 جون 1936ء)

ہر کام کرتے وقت یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ اس کام کے نتائج نیک ہیں یا نہیں۔اس کام کو کرنے کی مجھے اجازت ہے یا نہیں۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس بات پر عمل کر رہا ہوں یا نہیں کہ قرآنِ کریم کے جو سات سو حکم ہیں اُن پر عمل کرو۔کہیں میں ان سے دُور تو نہیں جا رہا۔ مثلاً دیانت سے کام کرنا ایک اہم حکم ہے۔ایک دکاندار کو بھی یہ حکم ہے،ایک کام کرنے والے مزدور کو بھی یہ حکم ہے اور اپنے دائرے میں ہر ایک کو یہ حکم ہے کہ دیانتدار بنو۔ایک دکاندار ہے، اُس کے سامنے دیانت سے چلنے کا حکم کئی بار آتا ہے۔ایک انجان گاہک آتا ہے تو اُسے وہ یا کم معیار کی چیز دیتا ہے، یا قیمت زیادہ وصول کرتا ہے، یا اُس مقررہ قیمت پر کم وزن کی چیز دیتا ہے۔ یہ بیماری جیسا کہ پہلے بھی مَیں نے کہا، ان ملکوں میں تو کم ہے لیکن غریب ممالک میں بہت زیادہ ہے۔پس گاہک کو چیز دیتے ہوئے کوئی تو یہ سوچتا ہے کہ اس گاہک کی کم علمی کی وجہ سے میں فائدہ اُٹھاؤں۔کوئی کہتا ہے کہ اگر میں وزن میں اتنی کمی ہر گاہک کے سودے میں کروں تو شام تک میں اتنا بچا لوں گا۔بعض دفعہ گاہک کی سخت ضرورت اور مجبوری دیکھ کر اصل منافع سے کئی گنا زیادہ منافع کما لیا جاتا ہے۔ یہ تو ویسے بھی تجارت کے جو اخلاق ہیں اُن کے خلاف ہے لیکن دین تو اس کو سختی سے منع کرتا ہے۔

منافع کے ضمن میں یہ بھی کہوں گا کہ حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ نے ربوہ جو آباد ہوا ہے تو وہاں کے دکانداروں کو یہ نصیحت کی تھی کہ تم منافع کم لو تو تمہارے پاس گاہک زیادہ آئیں گے۔لیکن

میرے پاس بعض شکایات ایسی آ رہی ہیں یا آتی رہتی ہیں کہ ربوہ میں دوکاندار اتنا منافع کمانے لگ گئے ہیں کہ لوگ چنیوٹ جا کر سودا خریدنے لگ گئے ہیں۔ یعنی اپنوں کے بجائے غیروں کے پاس احمدیوں کا روپیہ جانے لگ گیا ہے اور اس کے ذمہ دار ربوہ کے احمدی دکاندار ہیں۔ پس اس لحاظ سے بھی ہمارے احمدی دکاندار سوچیں اور اپنی اصلاح کی کوشش کریں۔ یہ جہاں بھی ہوں، صرف ربوہ کی بات نہیں ہے۔ جہاں بھی دکاندار ہو، ایک احمدی دکاندار کا معیار ہمیشہ اچھا ہونا چاہئے، اُن کا وزن پورا ہونا چاہئے، کسی چیز میں نقص کی صورت میں گاہک کے علم میں وہ نقص لانا ضروری ہونا چاہئے۔ منافع مناسب اور کم ہونا چاہئے۔ اس سے انشاء اللہ تعالیٰ تجارت میں برکت پڑتی ہے، کمی نہیں آتی۔ اسی طرح ہر میدان کے احمدی کو اپنی دیانت کا حسن ظاہر کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے ہر وقت اس حکم کی جگالی کرنے کی ضرورت ہے جو ابھی پڑھا ہے، تبھی عملی اصلاح ممکن ہوگی۔ ہر وقت دہراتے رہنا پڑے گا کہ میری عملی اصلاح کے لئے مَیں نے یہ یہ کام کرنے ہیں۔

اسی طرح دوسری برائیاں ہیں، مثلاً جھوٹ ہے۔ ہر بات کہتے وقت یہ خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ میری بات میں کوئی غلط بیانی نہ ہو۔

پھر اس کی دکانداروں کی لاپرواہی کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ ایک دکاندار نماز کا وقت آتا ہے تو نماز کے لئے چلا جاتا ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ میں دکان کھلی رکھوں تا کہ اس عرصے میں جتنے گاہک آئیں وہ میرے پاس آئیں۔ پس ایک طرف تو نیک اعمال کا خیال رکھنے والے نماز کی تیاری کر رہے ہوتے ہیں اور دوسری طرف پیسہ کمانے کا سوچنے والے اس سے بے پرواہ اپنے دنیاوی فائدے دیکھنے کے لئے منافع بنانے کی سوچ رہے ہوتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ ہر کام کرنے سے پہلے نیک اعمال کی اصلاح کو سوچیں، اُن کی نظر دنیاوی فائدے کی طرف ہوتی ہے اور وہ اُس کے متعلق سوچتے ہیں۔

ربوہ کے دکانداروں کے بارے میں پھر میں کہوں گا کہ ایک دفعہ ایک شکایت آئی تھی کہ نماز کے وقت میں دکانیں بند نہیں کرتے۔ تو اب بہرحال اُن کی رپورٹ آئی ہے کہ سب نے یہی کہا ہے کہ اب ہم انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کرتے رہیں گے۔ خدا کرے کہ یہ لوگ اس پر عمل کرنے والے بھی ہوں۔‘‘

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 20 دسمبر 2013ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عملی اصلاح میں روک کے اسباب۔ ۷

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عملی اصلاح میں روک کے ساتویں اور آٹھویں سبب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ساتواں سبب اعمال کی اصلاح میں روک کا یہ ہے کہ انسانی تعلقات اور رویے جو ہیں وہ حاوی ہو جاتے ہیں اور خشیت اللہ میں کمی آ جاتی ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 383 خطبہ جمعہ 12 جون 1936ء)

بسا اوقات لالچ، دوستانہ تعلقات، رشتے داری، لڑائی، بُغض اور کینے ان اعمال کے اچھے حصوں کو ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ مثلاً امانت کی جو میں نے مثال دی ہے، دوبارہ دیتا ہوں کہ انسان امانت کو اس نقطہ نظر سے نہیں دیکھتا کہ خدا تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہوا ہے، بلکہ اس نقطۂ نگاہ سے دیکھتا ہے کہ اس خاص موقع پر امانت کی وجہ سے اُس کے دوستوں یا دشمنوں پر کیا اثر پڑتا ہے۔ اسی طرح وہ سچ کو اس نقطہ سے نہیں دیکھتا کہ سچ بولنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے بلکہ اس نقطۂ نگاہ سے دیکھتا ہے کہ آیا اُسے یا اُس کے دوستوں، عزیزوں کو اس سچ بولنے سے کوئی نقصان تو نہیں پہنچے گا؟ ایک انسان دوسرے انسان کے خلاف گواہی اس لئے دے دیتا ہے کہ فلاں وقت میں اُس نے مجھے نقصان پہنچایا تھا۔ پس آج مجھے موقع ملا ہے کہ میں بھی بدلہ لے لوں اور اُس کے خلاف گواہی دے دوں۔ تو اعمال میں کمزوری اس وجہ سے ہوتی ہے کہ خشیت اللہ کا خانہ خالی ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ کے اس حکم کو سامنے رکھنا چاہئے کہ اپنے خلاف یا اپنے پیاروں اور والدین کے خلاف بھی تمہیں گواہی دینی پڑے تو دو اور سچائی کو ہمیشہ مقدم رکھو۔

آٹھواں سبب عملی اصلاح میں روک کا یہ ہے کہ عمل کی اصلاح اُس وقت تک بہت مشکل ہے جب تک خاندان کی اصلاح نہ ہو۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 384 خطبہ جمعہ 12 جون 1936ء)

مثلاً دیانتداری اُس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی یا اُس کا معیار قائم نہیں رہ سکتا، جب تک بیوی

بچے بھی پورا تعاون نہیں کرتے۔ گھر کا سربراہ کتنا ہی حلال مال کمانے والا ہو لیکن اگر اُس کی بیوی کسی ذریعہ سے بھی ہمسایوں کو لُوٹتی ہے یا کسی اور ذریعہ سے کسی کو نقصان پہنچاتی ہے، مال غصب کرنے کی کوشش کرتی ہے یا اُس کا بیٹا رشوت کا مال گھر میں لاتا ہے تو اس گھر کی روزی حلال نہیں بن سکتی۔ خاص طور پر اُن گھروں میں جہاں سب گھر والے اکٹھے رہتے ہیں، جوائنٹ فیملی سسٹم ہے اور اُن کے اکٹھے گھر چل رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے اعمال ہیں۔ جب تک سب گھر والوں کے اعمال میں ایک ہو کر بہتری کی کوشش نہیں ہوگی، کسی نہ کسی وقت ایک دوسرے کو متاثر کر دیں گے۔ بیوی نیک ہے اور خاوند رزقِ حلال نہیں کماتا تو تب بھی گھر متاثر ہوگا۔ نمازوں کی طرف اگر باپ کی توجہ ہے لیکن اپنے بچوں کو توجہ نہیں دلاتا یا باپ کہتا ہے لیکن ماں توجہ نہیں کر رہی۔ یا ماں توجہ دلا رہی ہے اور باپ بے نمازی ہے تو بچے اُس کی نقل کریں گے...... اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمایا ہے: قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم:66) کہ نہ صرف اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ بلکہ اپنے اہل وعیال کو بھی جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ تمہارا صرف اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچانا کافی نہیں ہے بلکہ دوسروں کو بھی بچانا فرض ہے۔ اگر دوسروں کو نہیں بچاؤ گے تو وہ تمہیں ایک دن لے ڈوبیں گے۔

پس اعمال کی اصلاح کے لئے پورے گھر کی اصلاح کی ضرورت ہے اور اس کے لئے سب کو کوشش کرنی چاہئے۔ اس میں گھر کے سربراہ کا سب سے اہم کردار ہے۔ اکثر اوقات بیوی بچوں کی طرف سے غفلت یا اُن کی تکلیف کا احساس یا بے جالاڈ اپنی اور اپنے گھر والوں کی اصلاح میں روک بن جاتا ہے۔

ان آٹھ باتوں کے علاوہ بھی بعض وجوہات عملی اصلاح میں روک کی ہوسکتی ہیں۔ یہ چند اہم باتیں جیسا کہ میں نے کہی ہیں لیکن اگر ان پر غور کیا جائے تو تقریباً تمام باتیں انہی آٹھ باتوں میں سمٹ بھی جاتی ہیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ۔20دسمبر2013ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کی تکمیل کے لئے عملی اصلاح کی اہمیت

☆ **سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

''ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشن اور بعثت کا مقصد صرف عقائد کی اصلاح کرنا نہیں تھا۔ آپ نے واضح فرمایا ہے کہ بندے کا خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنا اور اعمال کی اصلاح کرنا بھی ضروری ہے اس چیز کے لئے آپ تشریف لائے ہیں۔ بندے کا ایک دوسرے کے حق ادا کرنا بھی ایک مقصد ہے اور یہ سب باتیں اعمال پر منحصر ہیں۔ نیک اعمال بجالا کر خدا تعالیٰ کا بھی حق ادا ہوتا ہے اور بندوں کا بھی حق ادا ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر فرمایا تھا، پہلے بھی میں کئی دفعہ یہ چیزیں بیان کر چکا ہوں۔ فرمایا کہ ''یاد رکھو کہ صرف لفّاظی اور لسّانی کام نہیں آ سکتی جب تک کہ عمل نہ ہو۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 48۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر ایک موقع پر فرمایا:

''اپنے ایمانوں کو وزن کرو۔ عمل ایمان کا زیور ہے۔ اگر انسان کی عملی حالت درست نہیں ہے تو ایمان بھی نہیں ہے۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 249۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس اگر ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن میں کارآمد ہونا ہے۔ آپ کے مقصد کو پورا کرنے والا بننا ہے تو یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب ہم میں سے ہر ایک اپنی عملی اصلاح کی روکوں کو دُور کرنے کی بھرپور کوشش کرے۔ کیونکہ یہ عملی اصلاح ہی دوسروں کی توجہ ہماری طرف پھیرے گی اور نتیجۃً ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کی تکمیل میں ممدّ و معاون بن سکیں گے۔ پس ہمیں سوچنا چاہئے کہ اس کے حصول کے لئے ہم نے کیا کرنا ہے؟ کیونکہ ہمارے غالب آنے کا ایک بہت بڑا ہتھیار عملی اصلاح بھی ہے۔ ہماری اپنی اصلاح سے ہی ہمارے اندر وہ قوت پیدا ہو گی جس سے دوسروں کی اصلاح ہم کر سکیں گے۔ ہمارے غالب آنے کا مقصد کسی کو ماتحت کرنا اور دنیاوی مقاصد

حاصل کرنا تو نہیں ہے۔ بلکہ دنیا کے دل اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لاکر ڈالنا ہے۔ لیکن اگر ہمارے اور دوسروں میں کوئی فرق نہیں ہے تو دنیا کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہماری باتیں سنے۔ پس ہمیں اپنی عملی قوتوں کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے اور پھر مضبوطی کے ساتھ اس پر قائم رہنے کی ضرورت ہے۔ خود دوسروں سے مرعوب ہونے کی بجائے دنیا کو مرعوب کرنے کی ضرورت ہے آجکل جبکہ دنیا میں لوگ دنیاداری اور مادیت سے مرعوب ہو رہے ہیں ہمیں پہلے سے بڑھ کر اپنی حالتوں پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ نظریں رکھتے ہوئے اپنے آپ کو دنیا کے رعب سے نکالنے کی ضرورت ہے۔ اور دنیا کو بھی ان شیطانی حالتوں سے نکالنے کی ضرورت ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے والے ہم بن سکیں اور دنیا کی اکثر آبادی بن سکے۔ لیکن اس کے راستے میں بہت سی روکیں ہیں۔ اس کے لئے ہم نے اپنے اندر ایسی طاقت پیدا کرنی ہے کہ ان روکوں کو دُور کر سکیں۔ ہمیں دنیا کے مقابلے کے لئے بعض قواعد تجویز کرنے ہوں گے جو ہم میں سے ہر ایک اپنے اوپر لاگو کرے اور پھر اُس کی پابندی کرے۔ اس کے لئے ہمیں اپنے نفسوں کی قربانی دینی ہوگی اور ایک ماحول پیدا کرنا ہوگا۔ جب تک ہمیں یہ حاصل نہیں ہوتا، ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔‘‘

(عملی اصلاح خطبات جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز صفحہ ۷۵ تا ۷۷)

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۱۰ جنوری ۲۰۱۴ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

جماعت کی عملی اصلاح کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تڑپ

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ''حضرت مسیح موعودؑ کی عملی اصلاح کے حوالہ سے تڑپ'' کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کا جماعت احمدیہ پر یہ بھی فضل اور احسان ہے کہ جب خلیفۂ وقت کی کسی مضمون کی طرف توجہ ہوتی ہے تو وہ اگر اصلاحی پہلو ہے تو جماعت کا بڑا حصہ اصلاح کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے......

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا یہ حوالہ جو سیرت میں بیان کیا گیا ہے یوں ہے کہ:

''بیان کیا مجھ سے مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے کہ ایک دفعہ کسی کام کے متعلق میر صاحب یعنی میر ناصر نواب صاحب کے ساتھ مولوی محمد علی صاحب کا اختلاف ہو گیا۔ میر صاحب نے ناراض ہو کر اندر حضرت صاحب کو جا اطلاع دی (کہ اس طرح اختلاف ہو گیا، غصے کا اظہار کیا۔) مولوی محمد علی صاحب کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حضرت صاحب (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے عرض کیا کہ ہم لوگ یہاں حضور کی خاطر آئے ہیں کہ تا حضور کی خدمت میں رہ کر کوئی خدمتِ دین کا موقع مل سکے۔ لیکن اگر حضور تک ہماری شکایتیں اس طرح پہنچیں گی تو حضور بھی انسان ہیں، ممکن ہے کسی وقت حضور کے دل میں ہماری طرف سے کوئی بات پیدا ہو تو اس صورت میں ہمیں بجائے قادیان آنے کا فائدہ ہونے کے اُلٹا نقصان ہو جائے گا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ میر صاحب نے مجھ سے کچھ کہا تو تھا مگر مَیں اُس وقت اپنے فکروں میں اتنا محو تھا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے معلوم نہیں کہ میر صاحب نے کیا کہا اور کیا نہیں کہا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ چند دن سے ایک خیال میرے دماغ میں اس زور کے ساتھ پیدا ہو رہا ہے کہ اس نے دوسری باتوں سے مجھے بالکل محو کر دیا ہے۔ (یہ بڑے غور سے سننے والی بات ہے) بس ہر وقت اُٹھتے بیٹھتے وہی خیال میرے سامنے رہتا ہے۔ میں باہر لوگوں میں بیٹھا ہوتا ہوں اور کوئی شخص مجھ سے کوئی بات کرتا ہے تو اُس وقت بھی میرے دماغ میں وہی خیال چکر لگا رہا ہوتا ہے۔ وہ شخص سمجھتا ہوگا کہ میں اُس کی بات سن رہا ہوں مگر میں اپنے اس خیال میں محو ہوتا ہوں۔ جب میں

گھر جاتا ہوں تو وہاں بھی وہی خیال میرے ساتھ ہوتا ہے۔غرض ان دنوں یہ خیال اس زور کے ساتھ میرے دماغ پر غلبہ پائے ہوئے ہے کہ کسی اور خیال کی گنجائش نہیں رہی۔ وہ خیال کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ (میرے آنے کی اصل غرض کیا ہے؟) میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جاوے جو سچی مومن ہو اور خدا پر حقیقی ایمان لائے اور اُس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور اسلام کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ پر کار بند ہو اور اصلاح وتقویٰ کے رستے پر چلے اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ قائم کرے، تا پھر ایسی جماعت کے ذریعہ دنیا ہدایت پاوے اور خدا کا منشاء پورا ہو۔ پس اگر یہ غرض پوری نہیں ہوتی تو اگر دلائل و براہین سے ہم نے دشمن پر غلبہ بھی پالیا اور اُس کو پوری طرح زیر بھی کرلیا (یعنی فتح کرلیا) تو پھر بھی ہماری فتح کوئی فتح نہیں۔ کیونکہ اگر ہماری بعثت کی اصل غرض پوری نہ ہوئی تو گویا ہمارا سارا کام رائیگاں گیا۔مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ دلائل اور براہین کی فتح کے تو نمایاں طور پر نشانات ظاہر ہو رہے ہیں اور دشمن بھی اپنی کمزوری محسوس کرنے لگا ہے لیکن جو ہماری بعثت کی اصل غرض ہے، اس کے متعلق ابھی تک جماعت میں بہت کمی ہے اور بڑی توجہ کی ضرورت ہے۔ پس یہ خیال ہے جو مجھے آج کل کھا رہا ہے اور یہ اس قدر غالب ہو رہا ہے کہ کسی وقت بھی مجھے نہیں چھوڑتا۔''

(سیرت المہدی مرتبہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب جلد 1 حصہ اول صفحہ 235-236 روایت نمبر 258)

پس یہ درد ہے جس نے آپ کو بے چین کر دیا تھا...... یہ حوالہ ہم پہلے بھی کئی دفعہ سنتے ہیں، پڑھتے ہیں لیکن اُس حوالے کے ساتھ ملا کر دیکھیں جس میں آپ نے درد کا اظہار کیا ہے کہ کئی دن سے مجھے اور کسی چیز کا ہوش ہی نہیں سوائے اس بات کے کہ جماعت کی عملی اصلاح ہو جائے، تو پھر ایک خاص فکر پیدا ہوتی ہے......فرمایا

''مَیں کھول کر کہتا ہوں کہ جب تک ہر بات پر اللہ تعالیٰ مقدّم نہ ہو جاوے اور دل پر نظر ڈال کر وہ نہ دیکھ سکے کہ یہ میرا ہی ہے، اس وقت تک کوئی سچا مومن نہیں کہلا سکتا۔ ایسا آدمی تو عرف عام کے طور پر مومن یا مسلمان ہے۔ جیسے چوہڑے کو بھی مُصلّی یا مومن کہہ دیتے ہیں۔ مسلمان وہی ہے جو اَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ (البقرۃ:113) کا مصداق ہو گیا ہو۔ وَجْهٌ منہ کو کہتے ہیں مگر اس کا اطلاق ذات اور وجود پر بھی ہوتا ہے۔ پس جس نے ساری طاقتیں اللہ کے حضور رکھ دی ہوں وہی سچا مسلمان کہلانے کا مستحق

ہے۔ مجھے یاد آیا کہ ایک مسلمان نے کسی یہودی کو دعوت اسلام کی کہ تُو مسلمان ہو جا۔ مسلمان (وہ دعوتِ اسلام دینے والا جو تھا) خود فسق و فجور میں مبتلا تھا۔ یہودی نے اس فاسق مسلمان کو کہا کہ تُو پہلے اپنے آپ کو دیکھ اور تُو اس بات پر مغرور نہ ہو کہ تو مسلمان کہلاتا ہے۔ خدا تعالیٰ اسلام کا مفہوم چاہتا ہے نہ نام اور لفظ۔''

آج کل جو اعتراضات ہو رہے ہیں وہ یہی ہو رہے ہیں کہ قرآنِ کریم کی اگر تعلیم یہی ہے تو مسلمانوں کے عمل اس کے مطابق کیوں نہیں؟ جہاں جاؤ یہی سوال اُٹھتا ہے اور یہی اعتراض ہوتا ہے۔ اور آج کل جماعت احمدیہ ہی ہے جس نے اپنی حالتوں کو بدل کر ان اعتراضوں کو دھونا ہے۔ اس کے لئے ہمیں بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔''

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ۔ 7 فروری 2014ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عملی اصلاح پر اثر انداز ہونے والی دو بنیادی چیزیں

☆ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''...... یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ قوتِ ارادی اور قوتِ عملی ہی دو بنیادی چیزیں ہیں جو عملی اصلاح پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس کے لئے ہمیں قوتِ ارادی کو زیادہ مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ اور قوتِ عملی کے نقص کو دُور کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارا ارادہ اگر کسی برائی کو روکنے کا مضبوط ہو تو تبھی وہ برائیاں رک سکتی ہیں اور ارادے کی مضبوطی اُس وقت کام آئے گی جب عمل کرنے کی جو قوت ہے، ہمارے اندر جو طاقت ہے، اُس کی جو کمزوری ہے اُس کو دُور کریں، اُس کے نقص کو دُور کریں۔ اس کے بغیر اصلاح نہیں ہو سکتی۔

اس پہلو سے جب ہم جائزہ لیتے ہیں کہ ہماری قوتِ ارادی کیسی ہے تو ہمیں نظر آتا ہے کہ جہاں تک ارادے کا تعلق ہے اس میں بہت کم نقص ہے کیونکہ ارادے کے طور پر جماعت کے تمام یا اکثر افراد ہی تقریباً یہ چاہتے ہیں کہ ان میں تقویٰ اور طہارت پیدا ہو۔ وہ اسلامی احکام کی اشاعت کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اُس کا قرب حاصل کر سکیں۔ حضرت مصلح موعودنے اس کی وضاحت یوں فرمائی ہے کہ یہ باتیں ثابت کرتی ہیں کہ ہماری قوتِ ارادی تو مضبوط ہے اور طاقتور ہے پھر بھی نتائج صحیح نہیں نکلتے تو پھر یقیناً دو باتوں میں سے ایک بات ہے۔ یا تو یہ کہ عمل کے لئے حقیقی قوتِ ارادی جو چاہئے، اتنی ہمارے اندر نہیں ہے لیکن عقیدے کی اصلاح کے لئے جتنی قوتِ ارادی کی ضرورت تھی وہ ہم میں موجود تھی۔ اس لئے عقیدے کی تو اصلاح ہو گئی لیکن عملی اصلاح کے لئے چونکہ قوتِ ارادی کی ضرورت تھی، وہ ہم میں موجود نہیں تھی، اس لئے ہم اعمال کی اصلاح میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ اور پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ہماری عبودیت میں بھی کچھ نقص ہے۔ خدا تعالیٰ کی یہ بندگی جس کا ہم دعویٰ کرتے ہیں اُس میں بھی کچھ نقص ہے اور اس وجہ سے قوتِ عملی مفلوج ہو گئی ہے اور قوتِ ارادی کے اثر کو قبول نہیں کر رہی۔ یعنی ہماری عمل کی قوت مفلوج ہو گئی ہے اور قوتِ ارادی کا اثر قبول نہیں کر رہی۔ یا ان باتوں کو قبول کرنے کے لئے جن معاونوں کی یا جن مددگاروں کی ضرورت ہے اُن میں کمزوری ہے۔ اس صورت میں ہم جب تک

قوتِ متاثرہ یا عملی قوت کا یا اثر لے کر کسی کام کو کرنے والی قوت کا علاج نہ کرلیں کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔ مثلاً ایک طالبعلم ہے، وہ اپنا سبق یاد کرتا ہے مگر یاد نہیں رکھ سکتا۔ اُس کا جب تک ذہن درست نہیں کرلیا جاتا اُس وقت تک اُسے خواہ کتنا سبق دیا جائے، کتنی ہی بار اُسے یاد کروایا جائے یا یاد کرانے کی کوشش کی جائے، وہ اُسے یاد نہیں رکھ سکے گا۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 436,435 خطبہ فرمودہ 10 جولائی 1936 مطبوعہ ربوہ)

پس ہمیں اپنی عملی اصلاح کی حالتوں کے لئے بھی اس طرف دیکھنا ہوگا۔ ہمیں دیکھنا ہوگا کہ ہماری نیکی کے ارادے دماغ کے اس حصے پر کیوں اثر نہیں کرتے جس پر اثر ہونے کے نتیجہ میں عملی اصلاح شروع ہو جاتی ہے۔ ہمیں ان روکوں کو دُور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جو اس رستے میں حائل ہوتی ہیں۔ پھر دیکھنا ہوگا کہ ہمارے عبودیت کے معیار کیا ہیں؟ ہمیں دیکھنا ہوگا کہ ہماری عملی کوشش میں نیک نیتی اور اخلاص ووفا کتنا ہے۔

پس دو قسم کی روکیں ہیں جو عملی اصلاح کے راستے میں حائل ہوتی ہیں۔ ایک قوتِ ارادی میں کمزوری اور دوسری قوتِ عملی میں کمزوری...... یہ دونوں طرف اپنا اثر ڈالتی ہے۔

ہم عملی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ ارادہ بھی علم کے مطابق چلتا ہے اور عمل بھی علم کے مطابق چلتا ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ اگر کسی انسان کو یہ معلوم نہ ہو کہ ایک ہزار کا لشکر اُس کے مکان پر حملہ آور ہونے والا ہے بلکہ صرف اس قدر جانتا ہو کہ کسی نے حملہ کرنا ہے اور ہوسکتا ہے ایک دو آدمی ہوں تو اُس کے لئے وہ تیاری کرتا ہے۔ لیکن اگر اُسے یہ علم ہو کہ حملہ آور ایک ہزار ہیں تو پھر اُس کی تیاری اُس سے مختلف ہوتی ہے۔ پس علم کی کمی کی وجہ سے نقص پیدا ہو جاتا ہے اور علم کی صحت قوتِ ارادی کو بڑھا دیتی ہے۔ اسی طرح بعض دفعہ انسان کسی چیز کو اُٹھانے کی کوشش کرتا ہے اور اُسے ہلکی سمجھتا ہے لیکن وہ بھاری ہوتی ہے، اُٹھا نہیں سکتا۔ لیکن جب ایک دفعہ اندازہ ہو جائے کہ یہ بھاری ہے تو پھر زیادہ قوت صَرف کرتا ہے، زیادہ طاقت لگاتا ہے، اُٹھانے کا طریق بدل لیتا ہے تو پھر اُس کو اُٹھا بھی لیتا ہے۔ پس کوئی زائد طاقت اُس میں دوسری دفعہ نہیں آئی بلکہ صحیح علم ہونے کی وجہ سے اور صحیح طریق پر طاقت کا استعمال اُس نے کیا تو اس میں کامیاب ہوگیا۔

پس اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیت تو موجود ہے۔ جب اُس صلاحیت اور طاقت کا استعمال صحیح ہوتو آسانی سے کام ہو جاتا ہے یا بہتر رنگ میں کام ہو جاتا ہے اور یہ علم کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اگر صلاحیت کا صحیح استعمال نہ ہوتو عام معاملات میں بھی نقصان پہنچ جاتا ہے۔ پس یہاں اسی اصول کو عملی صلاحیت کے استعمال اور عملی کمزوری کو دور کرنے کے لئے لگانے کی ضرورت ہے۔ اور اس کے لئے اپنے علم کو وسیع کرنے کی ضرورت ہے تا کہ اُس کے مطابق صحیح طاقت کا استعمال کر کے اپنی کمزوریوں پر غالب آیا جا سکے''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ جنوری ۲۰۱۴ء بمقام بیت الفتوح لندن)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اصلاح اعمال کیلئے تین چیزوں کی مضبوطی کی ضرورت

☆سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''......اصلاحِ اعمال کے لئے تین چیزوں کی مضبوطی کی ضرورت ہے۔ایک قوتِ ارادی کی مضبوطی کی ضرورت ہے،ایک علم کی زیادتی کی ضرورت ہے اور ایک قوتِ عملیہ میں طاقت کا پیدا کرنا، یہ بھی ضروری ہے۔ یہ بھی یادرہے کہ علم کی زیادتی درحقیقت قوتِ ارادی کا حصہ ہوتی ہے کیونکہ علم کی زیادتی کے ساتھ قوتِ ارادی بڑھتی ہے۔یا کہہ سکتے ہیں کہ وہ عمل کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ان سب باتوں کا خلاصہ یہ بنے گا کہ عملی اصلاح کے لئے ہمیں تین چیزوں کی ضرورت ہے، پہلے قوتِ ارادی کی طاقت کہ وہ بڑے بڑے کام کرنے کی اہل ہو۔علم کی زیادتی کہ ہماری قوتِ ارادی اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتی رہے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے اور صحیح کی تائید کرنی ہے اور اُس پر عمل کرنے کے لئے پورا زور لگانا ہے۔ غفلت میں رہ کر انسان مواقع نہ گنوا دے۔ تیسرے قوتِ عملیہ کی طاقت کہ ہمارے اعضاء ہمارے ارادے کے تابع چلیں۔ بدارادوں کے نہیں، نیک ارادوں کے اور اُس کا حکم ماننے سے انکار نہ کریں۔

یہ باتیں گناہوں سے نکالنے اور اعمال کی اصلاح کا بنیادی ذریعہ ہیں۔اپنی قوتِ ارادی کو ہمیں اُس زبردست افسر کی طرح بنانا ہوگا جو اپنے حکم کو اپنی طاقت اور قوت اور اصولوں کے مطابق منواتا ہے اور کسی مصلحت کو اپنے اوپر غالب نہیں آنے دیتا۔ہمیں چھوٹے بڑے گناہوں کی اپنی من مانی تعریفیں بنا کر اپنے اوپر غالب آنے سے روکنا ہوگا۔صحیح علم ہمیں اُن ناکامیوں سے محفوظ رکھے گا جو قوتِ موازنہ کی غلطیوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں جس کی مثال میں دے چکا ہوں کہ حس مر جاتی ہے۔چھوٹے اور بڑے گناہوں کے چکر میں انسان رہتا ہے اور پھر اصلاح کا موقع ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔اور بعض دفعہ یوں بھی ہوتا ہے کہ عدمِ علم کی وجہ سے قوتِ ارادی فیصلہ ہی نہیں کر سکتی کہ اُسے کیا کرنا ہے یا کیا کرنا چاہئے۔ اسی طرح جب قوتِ عملیہ مضبوط ہوگی تو وہ قوتِ ارادی کے ادنیٰ سے ادنیٰ اشارے کو بھی قبول کرے گی۔

حضرت مصلح موعود نے ایک نکتہ یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ

یہاں یہ یادرکھنا چاہئے کہ قوتِ عملیہ کی کمزوری دوطرح کی ہوتی ہے۔ حقیقی اور غیر حقیقی۔ غیر حقیقی تو یہ ہے کہ قوت تو موجود ہو لیکن عادت وغیرہ کی وجہ سے زنگ لگ چکا ہو اور حقیقی یہ ہے کہ ایک لمبے عرصے کے عدمِ استعمال کی وجہ سے وہ مردہ کی طرح ہوگئی ہو اور اُسے بیرونی مدد اور سہارے کی ضرورت پیدا ہوگئی ہو۔ غیر حقیقی مثال ایسے شخص کی ہے جسے طاقت تو یہ ہو کہ مَن بوجھ اُٹھا سکے، چالیس کلو وزن اُٹھا سکے لیکن کام کرنے کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے جب اُسے بوجھ اُٹھانے کا کہو تو اُسے گھبراہٹ چھڑ جاتی ہے، پریشانی شروع ہوجاتی ہے۔ ایسا شخص اگر اپنی طبیعت پر دباؤ ڈالے گا تو پھر بوجھ اُٹھانے کے قابل ہوجائے گا اور اُس میں کامیابی حاصل ہوجائے گی۔ اور حقیقی کی مثال یہ ہے کہ دیر تک کام نہ کرنے کی وجہ سے انسان میں کام کرنے کی طاقت ہی باقی نہیں رہتی اور اُس میں دس بیس سیر سے یا کلو سے زیادہ وزن اُٹھانے کی طاقت نہیں رہتی۔ تو ایسے شخص کو زائد وزن اُٹھوانے کے لئے مددگار دینا ہوگا۔ اُس کی اصلاح کے لئے اُس کی قوتِ ارادی کو بڑھانے کے لئے اور اُس کی قوتِ عملی کو بڑھانے کے لئے پھر کچھ اور طریقے اختیار کرنے ہوں گے۔ غرض جب طاقت کا خزانہ موجود نہ ہو تو اُس وقت بیرونی ذرائع استعمال کرنے پڑتے ہیں تا کہ کام کو پورا کیا جا سکے۔ یہی حال اعمال کی اصلاح کا ہے اور مختلف لوگوں کے لئے مختلف علاجوں کی ضرورت ہے۔ ایک ہی علاج ہر ایک کے لئے نہیں ہے۔ بعض کے لئے قوتِ ارادی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ بعض کے لئے قوتِ عملی پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور بعض کے لئے اس صورت میں جبکہ بوجھ زیادہ ہو، اُن کی طاقت اور برداشت سے باہر ہو، بیرونی مدد کی ضرورت ہے۔''

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 441)

پس ہمیں اپنی عملی اصلاح کے لئے ان باتوں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے، ان باتوں کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنی قوتِ ارادی کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے، قوتِ عملی کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے تا کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کو پورا کرنے والے ہوں اور ہماری جو صلاحیتیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے جو طاقتیں ہمیں دی ہیں وہ زنگ لگ کے ختم نہ ہو جائیں...... پس اللہ تعالیٰ سے اصلاح چاہنا، اپنی قوتِ ارادی کو دعا کے ذریعہ سے مضبوط کرنا ہے اور قوت کا خرچ کرنا، قوتِ ارادی اور قوتِ عملی کا اظہار ہے۔ جب یہ اظہار اعلیٰ درجہ کا ہوجائے تو یہی ایمان ہے

اور پھر بندہ ہر کام خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے کرتا ہے اُس کی رضا کے حصول کی طرف توجہ رہتی ہے۔

پس عملی حالتوں کی درستی کے لئے بہت محنت اور مسلسل نظر رکھنے کی ضرورت ہے تا کہ ہر احمدی اپنے احمدی ہونے کے مقصد کو پورا کر سکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے مطابق ہم اپنے آپ کو حقیقی مسلمان بنا سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ جنوری ۲۱۰۴ء بمقام بیت الفتوح لندن)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ   بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قوت ارادی کو مضبوط کرنے کے طریق ۔ ا

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

''عملی اصلاح میں جن تین باتوں کی ضرورت ہے اُن میں سب سے پہلی قوتِ ارادی ہے۔ یہ قوتِ ارادی کیا چیز ہے؟ ہم میں سے بعض کے نزدیک یہ عجیب بات ہوگی کہ قوتِ ارادی کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ یہ کیا چیز ہے؟......حضرت مصلح موعود نوّر اللہ مرقدہ نے بڑے احسن رنگ میں اس کو بیان فرمایا ہے کہ قوتِ ارادی کا مفہوم عمل کے لحاظ سے ہر جگہ بدل جاتا ہے۔ پس یہ بنیادی بات ہمیں یاد رکھنی چاہئے اور جب یہ بات اپنے سامنے رکھیں گے تو پھر ہی اس نہج پر سوچ سکتے ہیں کہ دین کے معاملے میں قوّتِ ارادی کیا چیز ہے؟

پس واضح ہو کہ دین کے معاملے میں قوتِ ارادی ایمان کا نام ہے۔ اور جب ہم اس زاویے سے دیکھتے ہیں تو پھر پتا چلتا ہے کہ عملی قوت ایمان کے بڑھنے سے بڑھتی ہے۔ اگر پختہ ایمان ہو اور اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو تو پھر انسان کے کام خود بخود ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ہر مشکل اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے آسان ہوتی چلی جاتی ہے۔ عملی مشکلات اس ایمان کی وجہ سے ہوا میں اُڑ جاتی ہیں اور آسانی سے انسان اُن پر قابو پا لیتا ہے۔ اور یہ صرف ہوائی باتیں نہیں ہیں بلکہ عملاً اس کے نمونے ہم دیکھتے ہیں۔ جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے پر نظر ڈالتے ہیں تو ایمان سے پہلے کی عملی حالتوں اور ایمان کے بعد کی عملی حالتوں کے ایسے حیرت انگیز نمونے نظر آتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے......ایمان لاتے ہی اُنہوں نے فیصلہ کر لیا کہ اب دین کی تعلیم پر عمل کے لئے ہم نے اپنے دل کو قوی اور مضبوط کرنا ہے۔ انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ خدا تعالیٰ کے احکامات کے خلاف اب ہم نے کوئی قدم نہیں اُٹھانا۔ انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم ہمارے لئے حرفِ آخر ہے......

یہ قوتِ ارادی ایمان کی قوتِ ارادی تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں میں پیدا کی۔ اس کا نظارہ ہمیں اس روایت سے ملتا ہے کہ چند صحابہ ایک مکان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دروازے بند تھے اور یہ سب شراب پی رہے تھے اور اُس وقت ابھی شراب نہ پینے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا

اور شراب پینے میں کوئی ہچکچاہٹ بھی نہیں تھی۔ جس کا جتنا دل چاہے، پیتا تھا، نشے میں بھی آ جاتے تھے۔ شراب کا ایک مٹکا اس مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے خالی کر دیا اور جو مٹکا ہے وہ بھی کئی گیلن کا ہوتا ہے۔ اور دوسرا شروع کرنے لگے تھے کہ اتنے میں گلی سے آواز آئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آج سے مسلمانوں پر شراب حرام کی جاتی ہے۔ اس آواز کا ان لوگوں تک پہنچنا تھا کہ اُن میں سے ایک جو شراب کے نشے میں مزالے رہا تھا، اُس میں مدہوش تھا، دوسرے کو کہنے لگا کہ اُٹھو اور دروازہ کھول کر اس اعلان کی حقیقت معلوم کرو۔ ان شراب پینے والوں میں سے ایک شخص اُٹھ کر اعلان کی حقیقت معلوم کرنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ایک دوسرا شخص جو شراب کے نشے میں مخمور تھا اُس نے سوٹا پکڑا اور شراب کے مٹکے پر مار کر اُسے توڑ دیا۔ دوسروں نے جب اُسے یہ کہا کہ تم نے یہ کیا کیا؟ پہلے پوچھ تو لینے دیتے کہ حکم کا کیا مفہوم ہے اور کن لوگوں کے لئے ہے؟ تو اُس نے کہا پہلے مٹکے توڑو، پھر پوچھو کہ اس حکم کی کیا حقیقت ہے؟ کہنے لگا کہ جب میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی آواز سن لی تو پہلے تو حکم کی تعمیل ہوگی۔ پھر میں دیکھوں گا کہ اس حکم کی قیود کیا ہیں؟''

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 17 جنوری 2014ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قوت ارادی کو مضبوط کرنے کے طریق۔۲

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

’’قوتِ علمی ہے، اگر قوتِ علمی کسی میں ہو تو عمل کی جو کمزوری علم کی وجہ سے ہوتی ہے، وہ دور ہو جاتی ہے۔ جس کے لئے عام دنیاوی مثال یہ ہے کہ بچپن کی بعض عادتیں بچوں میں ہوتی ہیں۔ کسی کو مٹی کھانے کی عادت ہے تو جب اس کے نقصان کا علم ہوتا ہے تو پھر وہ کوشش کر کے اس سے اپنے آپ کو روکتا ہے......

پھر تیسری چیز جس سے عملی کمزوری سرزد ہوتی ہے وہ عملی قوت کا فقدان ہے......

قوتِ عملیہ کی کمی یا قوتِ عملیہ نہ ہونے کے بھی بعض اسباب ہیں۔ مثلاً ایک سبب عادت ہے۔ ایک شخص میں قوتِ ارادی بھی ہوتی ہے، علم بھی ہوتا ہے لیکن عادت کی وجہ سے مجبور ہو کر وہ عمل میں کمزوری دکھا رہا ہوتا ہے۔ یا ایک شخص جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہو سکتا ہے لیکن مادّی اشیاء کے لئے جذباتِ محبت یا مادی نقصان کے خوف سے جذباتِ خوف غالب آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے سے انسان محروم رہ جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے اندرونی کے بجائے بیرونی علاج کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جو بیرونی علاج کیا جائے اسی سے قوتِ عمل میں بہتری پیدا ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے صحیح سہارے کی ضرورت ہے۔ اگر صحیح سہارا مل جائے تو بہتری آ سکتی ہے۔ پس اصلاح کے لئے اس صحیح سہارے کی تلاش کی ضرورت ہے۔ ایک شخص کو اگر پہلے سے کسی بات کا علم ہو تو یہ اصلاح کے لئے تو نہیں ہو سکتا۔ اس کو یہ علم ہے کہ انسان جب گناہ کرے تو خدا تعالیٰ کا غضب ہوتا ہے۔ اسے خدا تعالیٰ کے غضب سے خوف دلانا یا خدا تعالیٰ کی محبت کے حاصل کرنے کی اُسے تلقین کی جائے جبکہ اُسے پہلے ہی اس کا علم ہے تو یہ اُسے کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ ان باتوں کا تو اُسے علم ہے۔ قوتِ ارادی بھی اُس میں ہے لیکن کامل نہیں۔ علم جیسا کہ ذکر ہوا اُسے ہم نے بھی دیا اور اُسے پہلے بھی ہے مگر خدا تعالیٰ کی محبت اور اُس کے غضب کا خوف دل کے زنگ کی وجہ سے دل پر اثر نہیں کر سکتے۔ اب اُس کے لئے کسی اَور چیز کی ضرورت ہے......اور بیرونی علاج کی ضرورت ہوتی ہے، کسی سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے کسی کی

ہڈی ٹوٹ جائے تو بعض دفعہ ہڈی جوڑنے کے لئے پلستر لگا کر باہر سہارا دیا جاتا ہے۔ بعض دفعہ آپریشن کر کے پلیٹیں ڈالی جاتی ہیں تا کہ ہڈی مضبوط ہو جائے اور پھر آہستہ آہستہ ہڈی جڑ جاتی ہے اور وہ سہارے دُور کر دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح بعض انسانوں کے لئے کچھ عرصے کے لئے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ یہ سہارا اُس میں اتنی طاقت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ خود فعال ہو جاتا ہے اور عملی کمزوریاں دُور ہو جاتی ہیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 17 جنوری 2014ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اصلاحِ نفس بذریعہ قیامُ اللّیل ۔1

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَا أَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ﴿﴾ قُمِ اللَّیْلَ إِلَّا قَلِیْلاً ﴿﴾ نِصْفَهُ أَوِ انقُصْ مِنْهُ قَلِیْلاً ﴿﴾ أَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیْلاً ﴿﴾ إِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلاً ثَقِیْلاً ﴿المزّمّل: ۲تا۵﴾

اے اچھی طرح چادر میں لپٹنے والے!۔رات کو قیام کیا کر مگر تھوڑا۔اس کا نصف حصہ یا اس میں سے کچھ تھوڑا سا کم کردے۔یا اس پر (کچھ) زیادہ کردے اور قرآن کو خوب نکھار کر پڑھا کر۔یقیناً ہم تجھ پر ایک بھاری فرمان اُتاریں گے۔

☆حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ رحم کرے اُس شخص پر جو رات کو اُٹھے،اور اپنی بیوی کو جگائے اور اُس کی بیوی بھی نماز پڑھے۔اگر وہ اُٹھنے میں پس وپیش کرے تو پانی کے چھینٹے ڈالے(تا کہ وہ جاگے)اور اللہ رحم کرے اُس عورت پر بھی جو رات کو اُٹھے،نماز پڑھے اور اپنے خاوند کو جگائے اور وہ بھی نماز پڑھے،اگر وہ اٹھنے میں پس وپیش کرے تو پانی چھڑکے تا کہ وہ اُٹھ کھڑا ہو۔''

(مُسنَد احمد بن حنبل،مُسنَد ابوھریرہؓ جلد دوم صفحہ ۲۰ حدیث نمبر ۷۳۶۲)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام تہجد کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس سے پیشتر کہ عذاب الٰہی آ کر توبہ کا دروازہ بند کردے،توبہ کرو۔جب کہ دُنیا کے قانون سے اس قدر ڈر پیدا ہوتا ہے،تو کیا وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے قانون سے نہ ڈریں۔جب بلا سر پر آ پڑے تو اُس کا مزا چکھنا ہی پڑتا ہے۔چاہیے کہ ہر شخص تہجد میں اُٹھنے کی کوشش کرے اور پانچ وقت کی نمازوں میں بھی قنوت ملا دیں۔ہر ایک خدا کو ناراض کرنے والی باتوں سے توبہ کرے......قصہ مختصر دعا سے،توبہ سے کام لو اور صدقات دیتے رہو۔تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم کے ساتھ تم سے معاملہ کرے۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۳۴۔۱۳۵)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اگر گھریلو سطح پر بھی میاں بیوی تقویٰ کی راہوں پر قدم نہیں مار رہے تو اولاد کے حق میں اپنی دعاؤں کی قبولیت کے نشان کس طرح دیکھ سکتے ہیں۔ پھر اگر تقویٰ مفقود ہے تو خلافت اور جماعت کی برکات سے کس طرح فیض پا سکتے ہیں۔ خلافت کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے اعمالِ صالحہ کی شرط رکھی ہوئی ہے۔ اگر تقویٰ نہیں تو اعمالِ صالحہ کیسے ہو سکتے ہیں یا اگر اعمالِ صالحہ نہیں تو تقویٰ نہیں اور تقویٰ نہیں تو نہ ہی ایک دوسرے کے لئے قُرَّةُ الْعَيْن بن سکتے ہیں، نہ ہی اولاد قُرَّةُ الْعَيْن بن سکتی ہے۔ پس اولاد کو بھی قُرَّةُ الْعَيْن بنانے کے لئے، آنکھوں کی ٹھنڈک بنانے کے لئے، اپنی حالتوں اور اپنی عبادتوں کی طرف دیکھنے کی ضرورت ہے۔

آنحضرت ﷺ نے میاں بیوی کی عبادتوں کے بارے میں یہ نصیحت کی ہے، آپؐ فرماتے ہیں کہ اللہ رحم کرے اُس شخص پر جو رات کو اُٹھے، نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو جگائے۔ اگر وہ اُٹھنے میں پس وپیش کرے تو پانی کے چھینٹے ڈالے تاکہ وہ اُٹھ کھڑی ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ رحم کرے اُس عورت پر جو رات کو اُٹھے، نماز پڑھے اور اپنے میاں کو جگائے، اگر وہ اُٹھنے میں پس وپیش کرے تو پانی چھڑکے تاکہ وہ اُٹھ کھڑا ہو۔ پس یہ فرائض دونوں کے ہیں۔ میاں کے بھی اور بیوی کے بھی کہ اپنی عبادتوں کی طرف توجہ دیں تاکہ نسلوں سے بھی قُـــرَّـةُ الْـــعَيْـــن حاصل ہو۔ بعض مردوں کی شکایات آتی ہیں، رات کو اُٹھنا تو علیحدہ رہا، عورتوں کے جگانے کے باوجود، فجر کی نماز کے علاوہ اَور دوسری نمازوں میں بھی توجہ دلانے کے باوجود سستی دکھاتے ہیں۔ ایسے لوگ کس طرح اور کس منہ سے رَبَّـنَـاهَـبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ کی دعا کرتے ہیں۔ کس طرح وہ اپنی اولاد میں قُـرَّـةُ الْعَيْن تلاش کر سکتے ہیں، کس طرح اللہ تعالیٰ سے یہ اُمید رکھتے ہیں یا رکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اُن کی اولاد کے متقی ہونے کی دعا قبول ہو۔ ہاں اللہ تعالیٰ فضل کرنا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا۔ وہ تو مالک ہے لیکن اگر اُس کے فضل سے حصہ لینا ہے تو تقویٰ کے یہ نمونے دکھانے کا اللہ تعالیٰ کا بھی حکم ہے، اپنی حالتوں کے درست کرنے کا بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴ نومبر ۲۰۰۸ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اصلاحِ نفس بذریعہ قیامُ اللَّیل ۔2

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِىَ اَشَدُّ وَطْئاً وَّاَقْوَمُ قِيْلاً ﴿المزّمّل: ۷﴾

رات کا اُٹھنا یقیناً (نفس کو) پاؤں تلے کچلنے کے لئے زیادہ شدید اور قول کے لحاظ سے زیادہ مضبوط ہے۔

☆آنحضور ﷺ ہمیں راتوں کو زندہ کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''حضرت سلمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہیں چاہئے کہ تم قیامُ اللَّیل (یعنی راتوں کو زندہ) کرو کیونکہ ایسا کرنا تم سے پہلے صالح لوگوں کی سنت تھی اور ایسا کرنا اللہ عزّ وجلّ کے نزدیک تمہارے قربت کا مقام ہے اور برائیوں کو دور کرنے کا طریق ہے اور گناہ سے رُکنے کا طریق ہے حسد دور کرنے کا ذریعہ ہے۔''

(مجمع الزوائد للھیثمی کتاب الادب باب فی الغیبۃ والنمیمۃ جلد۲ صفحہ ۴۳۱۔۴۳۲ حدیث: ۳۵۲۰)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''تہجد کی عادت ڈالو۔ تہجد میں رو رو کر دُعائیں مانگو کہ خدا تعالیٰ گڑگڑانے والوں اور تقویٰ اختیار کرنیوالوں کو ضائع نہیں کرتا۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۵۳)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام دُنیوی ریاضتوں کے ظاہری اثرات کے بالمقابل خدا تعالیٰ کی راہ میں عباداتِ شاقّہ کے انعامات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''کہتے ہیں کہ ایک گبُر چالیس سال تک ایک جگہ آگ پر بیٹھا رہا اور اُس کی پرستش میں مصروف رہا۔ چالیس سال کے بعد جب وہ اُٹھا تو لوگ اس کے پاؤں کی مٹی آنکھ میں ڈالتے تھے تو اُن کی آنکھ کی

بیماری اچھی ہو جاتی تھی۔اس بات کو دیکھ کر ایک صوفی گھبرایا اور اُس نے سوچا کہ جھوٹے کو یہ کرامت کس طرح سے مل گئی اور وہ اپنی حالت میں مذبذب ہو گیا اس پر ہاتف کی آواز اُسے پہنچی جس نے کہا کہ تُو کیوں گھبراتا ہے؟ سوچ کہ جب جھوٹے اور گمراہ کی محنت کو خدا تعالیٰ نے ضائع نہیں کیا تو جو سچا اُس کی طرف جائے گا اُس کا کیا درجہ ہوگا؟ اور اُس کو کس قدر انعام ملے گا۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۹۰۔۱۹۱)

☆ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’احمدی نہ صرف اپنی فرض نمازوں کی طرف توجہ دیں بلکہ اپنی راتوں کو نوافل سے سجائیں اور تہجد کی طرف توجہ دیں۔ کیونکہ راتوں کو اٹھنا نفس کو کچلنا ہے۔یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔اگر ہم خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور راتوں کو عبادت کرنے والے بنیں گے تو یہی چیز انشاء اللہ تعالیٰ جماعت کی مشکلات کے دور کرنے کا باعث بنے گی۔پس یہ مدنظر رہنا چاہیئے کہ راتوں کو اٹھنا صرف ذاتی اَغراض کے لئے نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور جماعتی ترقی کے لئے اور دعاؤں کے لئے ہو۔اگر دنیا میں ہر احمدی خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے جماعتی ترقی کے لئے رات کے کم از کم دو نفل اپنے اوپر لازم کر لے تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم دیکھیں گے کہ کس طرح خدا تعالیٰ کی مدد پہلے سے بڑھ کر ہمارے شامل حال ہوتی ہے اور کس طرح اللہ تعالیٰ دشمن کی دشمنیاں اور مخالفین کی مخالفتیں ہوا میں اُڑا دیتا ہے۔‘‘

(خطباتِ مسرور جلد ہفتم صفحہ ۴۵۳)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اصلاحِ نفس بذریعہ قیامُ اللَّیل ۔3

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

﴿بنی اسرآئیل:۸۰﴾

اور رات کے ایک حصہ میں بھی اس (قرآن) کے ساتھ تہجّد پڑھا کر۔ یہ تیرے لئے نفل کے طور پر ہوگا۔قریب ہے کہ تیرا ربّ تجھے مَقامِ محمود پر فائز کردے۔

☆ایک حدیث میں ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے لوگو! کھانا کھلاؤ اور السلام علیکم پھیلاؤ اوراس حالت میں نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں''

(ترمذی)

☆حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

''آنحضرت ﷺ راتوں کو بیدار ہوکر اتنی لمبی لمبی نماز پڑھا کرتے تھے کہ بعض دفعہ آپؐ کے پاؤں سوج جاتے ۔ایک دن اُن سے صبر نہ ہوسکا۔آخر بول پڑیں کہ یا رسول اللہ ﷺ آپؐ اس قدر مشقت کیوں کرتے ہیں آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف ہوچکے ہیں۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَفَلَا اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا

''کیا میں اس بات کو پسند نہ کروں کہ اللہ کا شکرگزار بندہ بنوں۔''

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الفتح)

مکہ اور مدینہ کی گھاٹیاں اور پہاڑوں کی غاریں آنحضور ﷺ کی عبادت پر قیامت تک گواہی دیتی رہیں گی۔آنحضور ﷺ اس قدر اپنے رب کو یاد کرتے تھے کہ اُس پر دل و جان سے عاشق ہو گئے تھے۔یہاں تک کہ یہ بات آپؐ کے دشمنوں کو بھی نظر آنے لگی اور وہ بھی کہہ اُٹھے. عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَّبَّہٗ محمد

تو اپنے رب پر عاشق ہو چکا ہے۔

یہی وہ عشق کی داستانیں تھیں جو آج پھر دورِآخر میں مسیحِ محمدیؐ کے وجود سے ظاہر ہوئیں۔حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام کا پاکیزہ معصوم دل بچپن سے مسجد میں اٹکا رہتا تھا۔اور اکثر آپؑ وہیں رہتے۔

☆حضرت صاحبزادہ مرزابشیراحمدصاحب حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے بارے میں اپنی چشم دیدگواہی بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ:

''پنجگانہ نماز تو خیر فرض ہی ہیں......نفل نماز کے موقعوں کی بھی حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کو اس طرح تلاش رہتی تھی جیسے ایک پیاسا انسان پانی کی تلاش کرتا ہے۔تہجد کی نماز جو نصف شب کے بعد اُٹھ کرادا کی جاتی ہے مسیح موعودعلیہ السلام کا یہ دستور تھا کہ باقاعدہ شروع وقت میں اُٹھ کرادا فرماتے تھے۔آپ نے اپنے گھر میں بیت الدُعا کے نام سے ایک الگ حُجرہ عبادت کی غرض سے بھی بنا رکھا تھا۔''

(سلسلہ احمدیہ صفحہ ۲۰۳)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''میں نے جو تہجد پڑھنے والے اکثر لوگ دیکھے ہیں وہ وہی ہیں جن کو بچپن میں عادت پڑی ہے یا جن کے گھروں میں بعض بزرگ تہجد پڑھا کرتے تھے اور بچپن میں انہوں نے دیکھا۔دل پر اس کی عظمت بیٹھ گئی۔خواہ وقتی طور پر وہ نہ بھی پڑھ سکے ہوں بعد میں اُن کو عادت پڑ گئی......اللہ ہم سب کو ذکر کی توفیق عطا فرمائے اور سب سے زیادہ لذت ہمیں عبادت کے ذریعے خدا سے تعلق میں پیدا ہو۔جیسا کہ حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام لکھتے ہیں کہ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کوئی اَور لذت ایسی نہیں جیسی خدا کی محبت میں ملتی ہو۔اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین''

(خطبات طاہر جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۰)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اصلاحِ نفس بذریعہ قیامُ اللَّیْل ۔4

☆ **قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اپنے تہجد گزار مؤمن بندوں کے ذکر میں فرماتا ہے:**

تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفاً وَّطَمَعاً﴿السّجدۃ:۱۷﴾

اُن کے پہلو بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں (جبکہ) وہ اپنے ربّ کو خوف اور طمع کی حالت میں پکار رہے ہوتے ہیں۔

☆ **حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**

''ہمارا رب ہر رات قریبی آسمان تک نزول کرتا ہے جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔کون ہے جو مجھے پکارے تو میں اُس کو جواب دوں! کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اُس کو دوں! کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اُس کو بخش دوں۔''

(ترمذی کتاب الدعوات)

☆ **سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اَبرار واَخیار کے طریقِ زندگی کے بارے میں بیان فرماتے ہیں:**

''جس قدر اَبرار، اَخیار، اور راستباز انسان دنیا میں ہو گزرے ہیں جو رات کو اُٹھ کر قیام اور سجدہ میں ہی صبح کر دیتے تھے۔کیا تم خیال کر سکتے ہو کہ وہ جسمانی قوتیں بہت رکھتے تھے۔اور بڑے بڑے قوی ہیکل جوان اور تنومند پہلوان تھے؟ نہیں۔یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ جسمانی قوّت اور توانائی سے وہ کام ہرگز نہیں ہو سکتے، جو روحانی قوت اور طاقت کر سکتی ہے۔بہت سے انسان آپ نے دیکھے ہوں گے جو تین یا چار بار دن میں کھاتے ہیں اور خوب لذیذ اور مُقوّی اَغذیہ پُلاؤ وغیرہ کھاتے ہیں، مگر اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔صبح تک خراٹے مارتے رہتے ہیں اور نیند اُن پر غالب رہتی ہے۔یہاں تک کہ نیند اور سستی سے بالکل مغلوب ہو جاتے ہیں کہ اُن کو عشاء کی نماز بھی دوبھر اور مشکلِ عظیم معلوم دیتی ہے، چہ جائیکہ وہ تہجد گزار ہوں۔''

دیکھو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کیا تنعّم پسند اور خُور دونوش کے دلدادہ تھے۔ جو کفار پر غالب تھے؟ نہیں یہ بات تو نہیں۔ پہلی کتابوں میں بھی اُن کی نسبت آیا ہے کہ وہ قائمُ اللَّیل اور صائمُ الدَّ ہر ہوں گے۔ اُن کی راتیں ذکر اور فکر میں گزرتیں تھیں۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۳۴۔۳۵)

☆ **حضرت مصلح موعود نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْ قَدَہٗ فرماتے ہیں:**

''پس ہماری جماعت کو اپنے نفس کی اصلاح کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ ہر شخص جو تکبر کرتا ہے اور اپنے آپ کو محفوظ اور مَصْئُون سمجھتا ہے وہ سمجھے کہ وہ موت کی طرف جا رہا ہے۔ مؤمن کبھی بھی خدا تعالیٰ کی خشیت اور اس کے خوف سے خالی نہیں ہوا۔ رسول کریم ﷺ کے متعلق احادیث میں آتا ہے کہ آپ جب رات کو اُٹھتے تو اتنے عجز اور اِنکسار سے دعائیں کرتے کہ صحابہ کہتے ہیں کہ بعض دفعہ ہمیں رحم آجاتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ رسول کریم ﷺ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب کچھ معاف کر دیا ہے آپ کی نجات تو اعمال سے ہوگی آپ نے فرمایا عائشہ! میری نجات بھی خدا تعالیٰ کے فضل پر مُنحصِر ہے۔

پس جب رسول کریم ﷺ کی یہ حالت تھی تو اَور کون ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں خدا تعالیٰ کے ابتلاء اور اُس کی آزمائشوں سے بچ گیا ہوں۔ بعض صحابہ کہتے ہیں کہ ہم جب رسول کریم ﷺ کو دعائیں کرتے دیکھتے تو ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ ایک ہنڈیا جوش سے اُبل رہی ہے۔ پس اپنے نفوس کی اصلاح کی طرف توجہ کرو اور تقویٰ وطہارت پیدا کرو۔ مت سمجھو کہ تم نیک کام کر رہے ہو کیونکہ نیک سے نیک کام میں بھی بے ایمانی پیدا ہو سکتی ہے۔''

(خطبات محمود جلد ۱۷ صفحہ ۲۱۶۔۲۱۷)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اصلاحِ نفس بذریعہ قیامُ اللّیل ۔5

☆اللہ تعالیٰ اپنے رحمان بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ایک صفت یہ بھی بیان فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّھِمْ سُجَّداً وَقِیَامًا

﴿الفرقان:۶۴۔۶۵﴾

اور وہ لوگ جو اپنے ربّ کے لئے راتیں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے گزارتے ہیں۔

☆حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

''حضورﷺ رات کو نمازِ تہجد کی ادائیگی کے لئے اُٹھتے اور عبادت کرتے تھے جب طلوعِ فجر میں تھوڑا سا وقت باقی رہ جاتا تو مجھے بھی جگاتے اور فرماتے تم بھی دو رکعت ادا کرلو۔''

(بخاری کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ خلف النائم)

☆ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''تَذَلُّل اور اِنکساری کی زندگی کوئی شخص اختیار نہیں کرسکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اُس کی مدد نہ کرے۔ اپنے آپ کو ٹٹولو اور اگر بچہ کی طرح اپنے آپ کو کمزور پاؤ، تو گھبراؤ نہیں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی دعا صحابہ کی طرح جاری رکھو۔ راتوں کو اُٹھو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی راہ دکھلائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے صحابہ نے بھی تدریجاً تربیت پائی......تم لوگ سچے دل سے توبہ کرو، تہجد میں اُٹھو، دعا کرو، دل کو درست کرو۔ کمزوریوں کو چھوڑ دو اور خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق اپنے قول فعل کو بناؤ۔ یقین رکھو کہ جو اس نصیحت کو وِرد بنائے گا اور عملی طور سے دعا کرے گا اور عملی طور پر التجا خدا کے سامنے لائے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس پر فضل کرے گا اور اُس کے دل میں تبدیلی ہوگی۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۸)

☆ **حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

''متقی بننے اور متقی خاندان کا سربراہ بننے کے لئے خود بھی نمازوں کی پابندی کریں۔ رات کو اُٹھیں یا کم از کم فجر کی نماز کے لئے تو ضرور اُٹھیں، اپنی بیوی بچوں کو بھی اُٹھائیں۔ جو گھر اس طرح عبادت گزار افراد سے بھرے ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور اُس کی برکات کو سمیٹنے والے ہوں گے۔ لیکن یاد رکھیں کہ کوشش بھی اُس وقت بارآور ہوگی، اُس وقت کامیابیاں ملیں گی کہ جب دعا کے ساتھ یہ کوشش کر رہے ہوں گے۔ صرف اُٹھا کے اور ٹکریں مار کے نہیں بلکہ دعائیں بھی مسلسل کرتے رہیں اپنے لئے، اپنے بیوی بچوں کے لئے۔ اس لئے اپنی نمازوں میں بھی اپنی بیوی بچوں کے لئے بہت دعائیں کریں۔''

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ ۴۶۲۔۴۶۳)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ　بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تزکیہ نفس

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا. (الشمس: ١٠)

ترجمہ: یقیناً وہ کامیاب ہوگیا جس نے اُس (تقویٰ) کو پروان چڑھایا۔

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''حدیث میں ہے کہ تم سب مردہ ہو مگر جسے خدا زندہ کرے۔تم سب بھوکے ہو مگر جسے خدا کھلاوے......ایک طبیب کے پاس اگر انسان اول ہی صاف ستھرا اور مرض سے اچھا ہوکر آوے تو اس نے طبابت کیا کرنی ہے اور پھر خدا تعالیٰ کی غفوریت کیسے کام کرے۔بندوں نے گناہ کرنے ہی ہیں تو اس نے بخشنے ہی ہیں۔ہاں ایک بات ضرور ہے کہ وہ گناہ نہ کریں جس میں سرکشی ہو ورنہ دوسرے گناہ جو انسان سے سرزد ہوتے ہیں۔اگر ان سے بار بار خدا سے بذریعہ دعا تزکیہ چاہے گا تو اسے قوت ملے گی۔بلاقوت اللہ تعالیٰ کے ہرگز ممکن نہیں ہے کہ اس کا تزکیہ نفس ہو اور اگر ایسی عادت رکھے کہ جو کچھ نفس نے چاہا اس وقت کرلیا تو اسے کوئی قوت نہیں ملے گی۔جب ان جوشوں کا مقابلہ کرے اور گناہ کی طاقت ہوتے ہوئے پھر گناہ نہ کرے ورنہ اگر وہ اس وقت گناہ سے باز آتا ہے جبکہ خدا تعالیٰ نے طاقتیں چھین لی ہیں تو اسے کیا ثواب ہوگا۔مثلاً آنکھوں میں بینائی نہ رہے تو اس وقت کہے کہ اب میں غیر عورتوں کو نہیں دیکھتا تو یہ کیا بزرگی ہوئی۔بزرگی تو اس میں تھی کہ پیشتر اس کے کہ خدا اپنی دی ہوئی امانتیں واپس لیتا وہ اس کے بے محل استعمال سے باز رہتا۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۶۵۷)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''آج دلوں کی پاکیزگی آنحضرت ﷺ کے اس غلام صادق سے وابستہ ہوکر ہی ہونی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ یہی ایک جماعت ہے جس نے نفوس میں بھی اور اموال میں بھی بڑھنا ہے اور بڑھ رہی

ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اس بڑھنے کو نہیں روک سکتی۔ کیونکہ یہ مزکّی حقیقی کے عاشق صادق کی جماعت ہے۔ پس جہاں جہاں بھی مخالفتیں ہو رہی ہیں انہیں میں کہتا ہوں اپنے حوصلے بلند رکھیں اور کسی بھی مخالفت سے گھبرانے کی بجائے اپنے دلوں کو پاک کرنے کے سامان پیدا کرتے چلے جائیں۔ مزید بڑھ کر اس مزکّی کی تعلیم سے فیضیاب ہونے کی کوشش کرتے چلے جائیں۔ جتنے دل پاک ہوتے جائیں گے روح القدس کی تائید شامل ہوتی جائے گی، انشاء اللہ اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق ہماری تعداد بڑھتی چلی جائے گی۔ پس ایک مومن کا فرض ہے کہ یُزَکِّیْ کے معنوں پر غور کرتے ہوئے عمل کرنے کی کوشش کرے جس سے ہم انشاء اللہ تعالیٰ دینی اور دنیاوی دونوں طور پر ترقی کرتے چلے جائیں گے۔''

(خطبات مسرور جلد ششم صفحہ ۴۱)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محاسبۂ نفس۔1

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾

(الحشر:19)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر جان یہ نظر رکھے کہ وہ کل کے لئے کیا آگے بھیج رہی ہے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ اُس سے جو تم کرتے ہو ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

☆ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

جس نے رمضان کے روزے ایمان کی حالت میں اور اجر کی توقع سے رکھے، اُسے اُس کے رمضان سے پہلے کئے گئے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جو لیلۃ القدر کی شب عبادت کے قیام کی غرض سے اور اجر کی توقع سے کھڑا ہوا اُسے اُس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(ابو داؤد کتاب شهر رمضان باب فی قیام شهرِرمضان ،حدیث نمبر:1369)

☆ حضرت شدّاد بن اَوسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

جو شخص اپنا محاسبۂ نفس دنیا میں کرتا ہے اور موت کے بعد کی زندگی کے لئے نیک اعمال بجالاتا ہے اُسے کَیِّس کہتے ہیں۔ اور جو شخص اپنی نفسانی خواہشات کی اِتباع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے نیک تمنّا رکھتا ہے اُسے عاجز کہتے ہیں...... اور حضرت عمرؓ بن خطاب سے مروی ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ اپنا محاسبۂ نفس کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور بڑی پیشی کے لئے (یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کے لئے) زینت اختیار کرو اور جو شخص دنیا میں اپنا محاسبہ کرتا رہے گا قیامت کے روز اُس کا ہلکا پھلکا

حساب لیا جائے گا......اور میمون بن مہران کا قول ہے کہ انسان کو اُس وقت تک عبد نہیں کہہ سکتے جب تک کہ اپنا محاسبۂ نفس نہ کرے جس طرح وہ اپنے شریک کار کا محاسبہ کرتا ہے......کہ کھانا کہاں سے کھاتا ہے اور لباس کہاں سے لیتا ہے۔

(ترمذی کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع، باب نمبر 25 حدیث نمبر:2459)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ بھی انسان کے اعمال کا روزنامچہ بناتا ہے۔پس انسان کو بھی اپنے حالات کا ایک روزنامچہ تیار کرنا چاہئے اور اس میں غور کرنا چاہئے کہ نیکی میں کہاں تک قدم آگے رکھا ہے۔انسان کا آج اور کل برابر نہیں ہونے چاہئیں۔جس کا آج اور کل اس لحاظ سے کہ نیکی میں کیا ترقی کی ہے برابر ہوگیا وہ گھاٹے میں ہے۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 455)

☆پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔جس شخص نے رمضان کے روزے ایمان کی حالت میں رکھے اور اپنا محاسبۂ نفس کرتے ہوئے رکھے اُس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اگر تمہیں معلوم ہوتا کہ رمضان کی کیا کیا فضیلتیں ہیں تو تم ضرور اس بات کے خواہش مند ہوتے کہ سارا سال ہی رمضان ہو۔تو یہاں دو شرطیں بیان کی گئی ہیں۔پہلی یہ کہ ایمان کی حالت اور دوسری ہے محاسبۂ نفس۔اب روزوں میں ہر شخص کو اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے، دیکھتے رہنا چاہیے کہ یہ رمضان کا مہینہ ہے اس میں مَیں جائزہ لوں کہ میرے میں کیا کیا برائیاں ہیں؟ اُن کا جائزہ لوں، اُن میں سے کون کون سی برائیاں ہیں جو میں آسانی سے چھوڑ سکتا ہوں اُن کو چھوڑوں۔

کون کون سی نیکیاں ہیں جو میں نہیں کر سکتا یا مَیں نہیں کر رہا۔اور کون کون سی نیکیاں ہیں جو مَیں اختیار کرنے کی کوشش کروں۔تو اگر ہر شخص ایک دو نیکیاں اختیار کرنے کی کوشش کرے اور ایک دو برائیاں چھوڑنے کی کوشش کرے اور اُس پر پھر قائم رہے تو سمجھیں کہ آپ نے رمضان کی برکات سے

ایک بہت بڑی برکت سے فائدہ اٹھالیا۔“

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 418)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محاسبۂ نفس۔2

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۝۱۹

(الحشر:19)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور ہر جان یہ نظر رکھے کہ وہ کل کے لئے کیا آگے بھیج رہی ہے اور اللہ کا تقوی اختیار کرو۔ یقیناً اللہ اُس سے جو تم کرتے ہو ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَ اھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَا رَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَ اھِیْمَ اِ نَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

☆حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضورﷺ نے فرمایا:

جس نے رمضان کے روزے ایمان کی حالت میں اور اجر کی توقع سے رکھے، اُسے اُس کے رمضان سے پہلے کئے گئے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جو لیلۃ القدر کی شب عبادت کے قیام کی غرض سے اور اجر کی توقع سے کھڑا ہوا اُسے اُس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(ابو داؤد کتاب شھر رمضان باب فی قیام شھرِ رمضان ،حدیث نمبر:1369)

☆حضرت شدّاد بن اَوسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا:

جو شخص اپنا محاسبۂ نفس دنیا میں کرتا ہے اور موت کے بعد کی زندگی کے لئے نیک اعمال بجالاتا ہے اُسے کَیِّس کہتے ہیں۔ اور جو شخص اپنی نفسانی خواہشات کی اِتباع کرتا ہے اور اللہ تعالی سے نیک تمنّا رکھتا ہے اُسے عاجز کہتے ہیں......اور حضرت عمرؓ بن خطاب سے مروی ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ اپنا محاسبۂ نفس کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور بڑی پیشی کے لئے (یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کے لئے) زینت اختیار کرو اور جو شخص دنیا میں اپنا محاسبہ کرتا رہے گا قیامت کے روز اُس کا ہلکا پھلکا

حساب لیا جائے گا......اور میمون بن مہران کا قول ہے کہ انسان کو اُس وقت تک عبد نہیں کہہ سکتے جب تک کہ اپنا محاسبۂ نفس نہ کرے جس طرح وہ اپنے شریک کار کا محاسبہ کرتا ہے...... کہ کھانا کہاں سے کھاتا ہےاور لباس کہاں سے لیتا ہے۔

(ترمذی کتاب صفة القیامة والرقائق والورع، باب نمبر 25 حدیث نمبر:2459)

☆ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''سو اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو اور جیسے پان کھانے والا اپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہےاور ردی ٹکڑے کو کاٹتا ہے اور باہر پھینکتا ہے۔اسی طرح تم بھی اپنے دلوں کے مخفی خیالات اور مخفی عادات اور مخفی جذبات اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو اور جس خیال یا عادت یا ملکہ کو ردّی پاؤ اُس کو کاٹ کر باہر پھینکو۔ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سارے دل کو ناپاک کر دیوے اور پھر تم کاٹے جاؤ۔''

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 548.547)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

''دیکھو جب کوئی شخص مکان تعمیر کرتا ہے تو انجینئر اور کسی واقف کار انسان سے حساب لگواتا ہے تا کہ کوئی چیز رہ نہ جائے اور مکان مکمل ہو سکے۔اسی طرح روحانی عمارت تعمیر کرنے کے لئے قرآن انجینئر ہے۔اس سے پوچھنا چاہیے کہ ہمیں ایمان کی تکمیل کے لئے کونسی چیزوں کی ضرورت ہےاور اس کا یہی طریق ہے کہ قرآن پڑھتے وقت جو جو امر یا نہی آئے اُس پر غور کرتے چلے جاویں کہ آیا اسی طرح ہمارا عمل ہے یا نہیں۔یہ ایسا طریق ہے کہ جو بھی کوشش کرے وہ کر سکتا ہے۔''

(انوار العلوم جلد 4 صفحہ 380-381)

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اپنے روزوں کے معیار کو دیکھنے اور تقویٰ کی طرف قدم بڑھنے کا تبھی پتہ چلے گا جب اپنا محاسبہ کر رہے ہوں گے۔دوسرے کے عیب نہیں تلاش کر رہے ہوں گے بلکہ اپنے عیب اور کمزوریاں تلاش کر رہے ہوں گے۔یہ دیکھ رہے ہوں گے کہ آج میں نے کتنی نیکیاں کی ہیں یا کرنے کی کوشش کی ہے اور کتنی برائیاں ترک کی ہیں، کتنی برائیاں چھوڑی ہیں۔''

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 601۔602)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محاسبۂ نفس۔3

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۹

(الحشر:19)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور ہر جان یہ نظر رکھے کہ وہ کل کے لئے کیا آگے بھیج رہی ہے اور اللہ کا تقوی اختیار کرو۔ یقیناً اللہ اُس سے جو تم کرتے ہو ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

☆ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضورﷺ نے فرمایا:

جس نے رمضان کے روزے ایمان کی حالت میں اور اجر کی توقع سے رکھے، اُسے اُس کے رمضان سے پہلے کئے گئے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جو لیلۃ القدر کی شب عبادت کے قیام کی غرض سے اور اجر کی توقع سے کھڑا ہوا اُسے اُس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(ابوداؤد کتاب شہر رمضان باب فی قیام شہر رمضان، حدیث نمبر:1369)

☆ حضرت شدّاد بن اَوسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا:

جو شخص اپنا محاسبۂ نفس دنیا میں کرتا ہے اور موت کے بعد کی زندگی کے لئے نیک اعمال بجالاتا ہے اُسے کیّس کہتے ہیں۔ اور جو شخص اپنی نفسانی خواہشات کی اِتباع کرتا ہے اور اللہ تعالی سے نیک تمنّا رکھتا ہے اُسے عاجز کہتے ہیں......اور حضرت عمرؓ بن خطاب سے مروی ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ اپنا محاسبۂ نفس کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور بڑی پیشی کے لئے (یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کے لئے) زینت اختیار کرو اور جو شخص دنیا میں اپنا محاسبہ کرتا رہے گا قیامت کے روز اُس کا ہلکا پھلکا

حساب لیا جائے گا......اور میمون بن مہران کا قول ہے کہ انسان کو اُس وقت تک عبد نہیں کہہ سکتے جب تک کہ اپنا محاسبۂ نفس نہ کرے جس طرح وہ اپنے شریک کار کا محاسبہ کرتا ہے......کہ کھانا کہاں سے کھاتا ہے اور لباس کہاں سے لیتا ہے۔

(ترمذی کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع، باب نمبر 25 حدیث نمبر:2459)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے رمضان میں احتساب کے معنوں کو یوں بیان فرمایا:

''جب اپنے نفس کا احتساب کرو گے کہ تم کس حالت میں ہو، روزانہ کیا تمہارا مشغلہ ہے، کیا کیا کام جو بُرے کام تھے تم نے اب رمضان میں چھوڑنے شروع کر دیئے ہیں۔ کیا کیا کام جو اچھے تھے اُن کو پہلے سے زیادہ حسین کر کے تم نے اُن پر عمل شروع کیا ہے اس کو احتساب کہتے ہیں......بہت سے لوگ روزے رکھتے ہیں تو رسماً روزے رکھتے ہیں۔ بہت سے لوگ روزہ رکھتے ہیں لیکن پورا خدا پر ایمان نہیں ہوتا۔ جب بھی رمضان ختم ہوتا ہے تو واپس اُنہیں پہلی منفی حالتوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں اور خدا کے بغیر جو اُن کی زندگی ہے وہ اَز سرِنَو پھر شروع ہو جاتی ہے۔ اِدھر رمضان ختم ہوا اُدھر پرانی زندگی لوٹ آئی......سب سے پہلے اپنی نیتوں کو پرکھ کر دیکھیں اور غور کریں کہ واقعۃً اللہ تعالیٰ پر ایمان کے نتیجہ میں روزہ ہے، ایمان کے تقاضے بھی پورے کرتے ہیں کہ نہیں۔ وہ ایمان جو فرضی ہو جس میں تقاضے پورے نہ کئے جائیں اُس ایمان کا فائدہ کیا؟ اور ایمان کے تقاضے پورے کرنے کے لئے احتساب ضروری ہے۔ اسی لئے اِیْمَاناً وَّاِحْتِسَاباً کے دولفظوں کو اکٹھا جوڑ دیا گیا ہے اور مضمون کو مکمل کیا گیا ہے۔''

(الفضل 29 دسمبر 1999ء)

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''پس انسان کو ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے......بجائے اس کے کہ انسان مرنے کے بعد اعمالنامہ کو پڑھے اور پھر اگر بُرے اعمال ہیں تو خفّت اُٹھانی پڑے یا اللہ تعالیٰ کی سزا کا مُستوجِب بنے۔ انسان کو اِس زندگی میں اپنا روز محاسبہ کرنا چاہئے اور یہ جو روزانہ کا محاسبہ ہے وہ جہاں انسان کو معاشرہ کی نظروں سے بچاتا ہے وہاں خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بھی بناتا ہے۔ بہت سارے

کام انسان معاشرہ میں کرتا ہے اور پھر لوگ اُس پر اُنگلیاں اُٹھاتے ہیں لیکن اگر انسان خود اپنا محاسبہ کر رہا ہوتو جہاں یہ محاسبہ ہر وقت انسان کو محتاط کرے گا وہاں لوگوں کی نظروں سے بھی انسان بچے گا۔ پس کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ جب کتاب (اعمال کی کتاب) ملے تو نیک اعمال لئے ہوئے ہو گو کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ہوتا ہے لیکن اُس کے فضل کے حصول کے لئے بھی اُسی کی طرف جھکنے کی ضرورت ہے۔''

(خطباتِ مسرور جلد 8 صفحہ 137)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کوشش اور مجاہدہ

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ .

﴿سورۃ العنکبوت:۷۰﴾

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ہمارے بارے میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنی راہوں کی طرف ہدایت دیں گے اور یقیناً اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

☆حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا :

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جب بندہ ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں۔ جب وہ ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں دو ہاتھ اسکے قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اسکی طرف دوڑے ہوئے جاتا ہوں۔''

(مسلم کتاب الذکر والدعا ،باب فضل الذکر)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اس قسم کے لوگ ہمیشہ گذرے ہیں جو چاہتے ہیں کہ بغیر کسی قسم کی محنت اور تکلیف اور سعی اور مجاہدہ کے وہ کمالات حاصل کر لیں جو مجاہدات سے حاصل ہوتے ہیں۔ صوفیاء کرام کے حالات میں لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے آ کر اُن سے کہا کہ کوئی ایسا انتظام ہو کہ ہم پھونک مارنے سے ولی ہو جاویں۔ ایسے لوگوں کے جواب میں انہوں نے یہی فرمایا کہ پھونک کے واسطے بھی تو قریب ہونے کی ضرورت ہے، کیونکہ پھونک بھی دور سے نہیں لگتی۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (النجم:۴۰) یعنی کوئی انسان بغیر سعی کے کمال حاصل نہیں کرسکتا۔ یہ خدا تعالیٰ کا مقرر کردہ قانون ہے۔ پھر اس کے خلاف اگر کوئی کچھ حاصل کرنا چاہے تو وہ خدا تعالیٰ کے قانون کو توڑتا ہے اور اسے آزماتا ہے۔ اس لیے محروم رہے

گا۔ دنیا کے عام کاروبار میں بھی تو یہ سلسلہ نہیں ہے کہ پھونک مار کر کچھ حاصل ہو جائے یا بدوں سعی اور مجاہدہ کے کوئی کامیابی مل سکے۔ دیکھو۔ آپ شہر سے چلے تو اسٹیشن پر پہنچے۔ اگر شہر سے ہی نہ چلتے تو کیونکر پہنچتے۔ پاؤں کو حرکت دینی پڑتی ہے یا نہیں؟ اسی طرح سے جس قدر کاروبار دنیا کے ہیں سب میں اول انسان کو کچھ کرنا پڑتا ہے۔ جب وہ ہاتھ پاؤں ہلاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی برکت ڈال دیتا ہے۔ اسی طرح پر خدا تعالیٰ کی راہ میں وہی لوگ کمال حاصل کرتے ہیں جو مجاہدہ کرتے ہیں۔ اسی لیے فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت: ۷۰) پس کوشش کرنی چاہیے کیونکہ مجاہدہ ہی کامیابیوں کی راہ ہے۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۱۷۳)

☆ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوّر اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

''ہر قوم کی حالت اپنی کوششوں سے بدلتی ہے۔ جو قوم یہ چاہتی ہے کہ دوسرے لوگ ہماری حالت کو بدلیں اور ہمیں ابھاریں وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتی..... میں دیکھتا ہوں کہ پھر اس بات میں سستی ہو رہی ہے۔ بدقسمتی سے مسلمان جب اٹھتے ہیں جوش سے اُٹھتے ہیں مگر پھر جھاگ کی طرح بیٹھ جاتے ہیں۔ جب تک مستقل کوشش جاری نہ رہے گی اس وقت تک کامیابی نہ ہو گی''۔

(انوار العلوم ۱۰ صفحہ ۵۴ تا ۵۵)

نیز فرمایا:

''جو شخص اللہ کی راہ میں کوشش کرتا ہے اور اخلاص سے کوشش کرتا ہے وہ اس کا نتیجہ ضرور دیکھ لیتا ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ ایک شخص اللہ کی راہ میں اپنا مال صَرَف کرے، اپنا آرام اور وقت صَرَف کرے اور پھر اس کی کوششوں کا نتیجہ نہ نکلے...... انسان خدا پر بھروسہ رکھے اور اپنی کوششوں کے ساتھ خدا پر پورا توکّل ہو تو پھر اللہ تعالیٰ بھی عجیب رنگ میں اپنی قدرتوں کا اظہار کرتا ہے۔''

(انوار العلوم جلد ۱۲ صفحہ ۸۳)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انفاق فی سبیل اللہ ۔1

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚ وَ اَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۶﴾

(البقرہ:196)

اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں (اپنے تئیں) ہلاکت میں نہ ڈالو۔اور احسان کرو یقیناً اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد

☆حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

نبی کریم ﷺ نیکی میں سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں بہت ہی سخاوت کرتے تھے ۔ یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپؐ کے پاس آتے اور آپؐ کو قرآن سناتے۔پس جب جبریلؑ آپؐ سے ملتے تو آپؐ نیکی میں تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوتے۔

(صحیح البخاری کتاب الصوم)

☆ایک روایت میں آتا ہے:

آپؐ رمضان میں قیدی کو آزاد کر دیتے اور ہر سائل کا سوال پورا فرماتے۔

(شعب الایمان للبیھقی)

☆اسی طرح ایک اَور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''رمضان کے مہینہ میں خرچ کرنے میں بخل نہ کیا کرو بلکہ اپنے نان ونفقہ پر بھی خوشی سے خرچ کیا کرو کیونکہ اس مہینہ میں تمہارے اپنے نان ونفقہ کا ثواب بھی خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے برابر ہے۔

(جامع الصغیر)

☆ **رمضان کے متعلق ایک حدیث میں آتا ہے کہ:**

یہ ایک ایسا مہینہ ہے جس میں مؤمن کا رزق بڑھایا جاتا ہے اور نفلی صدقہ کرنے والے کو فرض کے برابر ثواب ملتا ہے اور فرض زکوٰۃ ادا کرنے والے کو ستّر فرض ادا کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔

(بیہقی)

☆ **حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:**

سب سے افضل اور بہترین صدقہ وہ ہے جو رمضان میں خیرات کیا جائے۔

(ترمذی)

☆ **حضرت مصلح موعود (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) فرماتے ہیں:**

رسول کریم رمضان کے دنوں میں بہت کثرت سے صدقہ و خیرات کیا کرتے تھے۔احادیث میں آتا ہے کہ رمضان کے دنوں میں آپ تیز چلنے والی آندھی کی طرح صدقہ کیا کرتے تھے اور درحقیقت یہ قومی ترقی کا ایک بہت بڑا گُر ہے کہ انسان اپنی چیزوں سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔تمام قسم کی تباہیاں اُس وقت آتی ہیں جب کسی قوم کے افراد میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ اُن کی چیزیں اُنہی کی ہیں دوسروں کا اُن میں کوئی حق نہیں......دنیا کے نظام کی بنیاد اس اَصل پر ہے کہ میری چیز دوسرا استعمال کرے اور رمضان اس کی عادت ڈالتا ہے۔'' (تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 375۔376)

☆ **پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

''پس رمضان کی برکات سے فیضیاب ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی ایک ذریعہ ہے۔اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اس طرف بھی توجہ دینی چاہئے۔اموال کی قربانی بھی تزکیۂ نفس کے لئے ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ رمضان کی برکتوں کو سمیٹنے والے ہوں اور ہمارے روزے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کے لئے ہوں اور پھر یہ برکتیں ہمیشہ ہماری زندگیوں کا حصہ بن جائیں۔جو کمزوریاں ہیں اس رمضان میں دور کریں۔دوبارہ کبھی پیدا نہ ہوں۔اور ہمیشہ اللہ کی بخشش اور رحمت اور پیار کی چادر میں لپٹے رہیں۔''

(خطباتِ مسرور جلد 3 صفحہ 603)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انفاق فی سبیل اللہ ۔2

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ ۚۖ وَ اَحْسِنُوْا ۚۛ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۹۶﴾

(البقرہ:196)

اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں (اپنے تئیں) ہلاکت میں نہ ڈالو۔اور احسان کرو یقیناً اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد

☆ رمضان کا مقصد ہی خدا کے غضب سے دور ہونا ہے۔صدقہ دے کر اس غضب سے دور رہنے کی رفتار میں تیزی آسکتی ہے۔صدقہ کے بارے میں آنحضورﷺ نے فرمایا ہے:

صدقہ خدا کے غضب کو دور کرتا ہے۔

(ترمذی)

☆ رمضان میں صدقہ کی ایک شکل صَدَقَۃُ الْفِطْر کی ہے۔جس کے متعلق حدیث میں آتا ہے:

رمضان کی نیکیاں اور عبادات آسمان اور زمین کے درمیان مُعلَّق ہو جاتی ہیں ۔انہیں فطرانہ ہی آسمان پر لے کر جاتا ہے۔

(کنز العمال)

گویا صَدَقَۃُ الْفِطْر رمضان کی نیکیوں اور عبادات کی قبولیت کا باعث بنتا ہے۔اِسی لئے اِسے جلد سے جلد ادا کرنے کا حکم ہے تا وقت پر غرباء اور مستحقین تک پہنچ جائے اور وہ بھی عید کی خوشیوں میں شامل ہوسکیں ۔رمضان المبارک سے فدیہ کی ادائیگی کا بھی گہرا تعلق ہے۔ ویسے تو یہ وہ لوگ ادا کرتے ہیں جو روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتے تاہم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا ہے کہ

صاحبِ استطاعت روزہ رکھنے کی صورت میں بھی ادا کریں۔رمضان میں خواتین اپنے زیورات پر زکوٰۃ کی ادائیگی کی طرف بھی متوجہ ہوتی ہیں۔دوسری مختلف مالی تحریکات میں بھی قربانی کی جاسکتی ہے،تحریکِ جدیداور وقفِ جدید کے علاوہ مریم شادی فنڈ میں عطیات دے کربھی خدا تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث بنا جاسکتا ہے۔اسی طرح نادار مریضان اور مستحق طلبہ کی مدّات ہیں۔

☆اسی طرح ایک اَور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''رمضان کے مہینہ میں خرچ کرنے میں بخل نہ کیا کرو بلکہ اپنے نان ونفقہ پر بھی خوشی سے خرچ کیا کرو کیونکہ اس مہینہ میں تمہارے اپنے نان ونفقہ کا ثواب بھی خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے برابر ہے۔

(جامع الصغیر)

☆رمضان کے متعلق ایک حدیث میں آتا ہے کہ:

یہ ایک ایسا مہینہ ہے جس میں مؤمن کا رزق بڑھایا جاتا ہے اور نفلی صدقہ کرنے والے کو فرض کے برابر ثواب ملتا ہے اور فرض زکوٰۃ ادا کرنے والے کو ستّر فرض ادا کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔

(بیہقی)

☆حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سب سے افضل اور بہترین صدقہ وہ ہے جو رمضان میں خیرات کیا جائے۔

(ترمذی)

☆حضرت مصلح موعود(اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو)فرماتے ہیں:

''رسول کریم رمضان کے دنوں میں بہت کثرت سے صدقہ وخیرات کیا کرتے تھے۔احادیث میں آتا ہے کہ رمضان کے دنوں میں آپ تیز چلنے والی آندھی کی طرح صدقہ کیا کرتے تھے اور درحقیقت یہ قومی ترقی کا ایک بہت بڑا گُر ہے کہ انسان اپنی چیزوں سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔تمام قسم کی تباہیاں اُس وقت آتی ہیں جب کسی قوم کے افراد میں یہ احساس پیدا ہوجائے کہ اُن کی چیزیں اُنہی کی ہیں دوسروں کا اُن میں کوئی حق نہیں......دنیا کے نظام کی بنیاد اس اَصل پر ہے کہ میری چیز دوسرا استعمال

کرے اور رمضان اس کی عادت ڈالتا ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 375-376)

☆ پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''آج کل کے زمانے میں جب انسان کی ضروریات بھی بڑھ گئی ہیں، قسم ہا قسم کی ایجادات کی وجہ سے انسانی ترجیحات اور خواہشات بھی مختلف ہو چکی ہیں۔ ان حالات میں مالی قربانیاں یقیناً بہت اہمیت کی حامل ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے کے ساتھ مالی قربانیوں کی اس زمانے میں ویسے بھی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ یقیناً یہ نفسوں کو پاک کرنے کا ذریعہ ہے اس لئے اس طرف بھی توجہ دیں۔ یہ قربانیاں آپ کی اور آپ کی نسلوں کی دنیا و آخرت سنوارنے کی ضمانت ہیں۔ پس ہمیشہ ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہئے کہ مالی قربانی اُس کے اپنے فائدے کے لئے ہے۔''

(خطباتِ مسرور جلد 4 صفحہ 237)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مالی قربانی رضائے الٰہی کا ذریعہ

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَآاَنْفَقُوْا مَنًّاوَّلَآاَذًی لَّھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَرَبِّھِمْ ج وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ﴿البقرۃ:۲۶۳﴾

ترجمہ: وہ لوگ جو اپنے اموال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر جو وہ خرچ کرتے ہیں اس کا احسان جتاتے ہوئے یا تکلیف دیتے ہوئے پیچھا نہیں کرتے اُن کا اجر اُن کے ربّ کے پاس ہے اور اُن پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ وہ غم کریں گے۔

☆حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دو شخصوں کے سوا کسی پر رشک نہیں کرنا چاہئے۔ایک وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اسے راہ حق میں خرچ کر دیا۔دوسرا وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے سمجھ، دانائی اور علم وحکمت دی جس کی مدد سے وہ لوگوں کے فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو سکھاتا بھی ہے۔''

(بخاری کتاب الزکوۃ باب انفاق المال فی حقہ)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

'' میرے پیارے دوستو! مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے خدائے تعالیٰ نے سچا جوش آپ لوگوں کی ہمدردی کے لئے بخشا ہے اور ایک سچی معرفت آپ صاحبوں کی زیادت ایمان وعرفان کے لئے مجھے عطا کی گئی ہے اس معرفت کی آپ کو اور آپ کی ذرّیت کو نہایت ضرورت ہے۔سو میں اس لئے مستعد کھڑا ہوں کہ آپ لوگ اپنے اموالِ طیّبہ سے اپنے دینی مُہمّات کے لئے مدد دیں اور ہر یک شخص جہاں تک خدائے تعالیٰ نے اس کو وسعت وطاقت ومَقْدَرَت دی ہے اس راہ میں دریغ نہ کرے اور اللہ اور رسولؐ سے اپنے اموال کو مقدّم نہ سمجھے اور پھر میں جہاں تک میرے امکان میں ہے تالیفات کے ذریعہ سے اُن علوم اور برکات کو ایشیا اور یورپ کے ملکوں میں پھیلاؤں جو خدا تعالیٰ کی پاک روح نے مجھے دی

ہیں۔‘‘

(ازالہ اوہام۔روحانی خزائن جلد3 صفحہ 516)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز غیروں کے مقابلہ پر احمدیوں کی مالی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’تصویر کا ایک دوسرا اور صحیح رُخ بھی ہے جو احمدیوں کی مالی قربانیوں کا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں کی مالی قربانیوں کا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر چلتے ہوئے جب قربانی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھ کر ہی قربانی کر رہے ہوتے ہیں۔وہ نہ تو کسی فرد پر یا جماعت پر احسان کا رنگ رکھتے ہوئے قربانی کرتے ہیں، نہ ہی کسی کو تکلیف پہنچانے کی نیت سے یہ قربانی کرتے ہیں۔نیت ہوتی ہے تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام دنیا میں پہنچانے کے لئے ہم بھی حصہ لیں۔دُکھی انسانیت کی خدمت کے لئے ہم بھی کچھ پیش کریں اور خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بنیں۔اِن لوگوں میں وہ لوگ بھی ہیں جو اپنا پیٹ کاٹ کر مالی قربانی کرنے والے ہیں، چندے دینے والے ہیں۔ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو بڑی مالی قربانیاں پیش کرنے والے ہیں۔اپنے با قاعدہ چندوں کے علاوہ بھی کروڑوں روپے کی قربانی کر دیتے ہیں اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ کسی کو پتہ بھی نہ لگے۔پس یہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق اپنے ربّ سے ان قربانیوں کا اجر پانے والے لوگ ہیں۔ان کو ان قربانیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی اپنی رحمت اور فضل کی چادر میں لپیٹ لیتا ہے۔ان کے غموں کو خوشیوں میں بدل دیتا ہے۔ان کے خوفوں کو اپنے فضل سے دور فرما دیتا ہے۔ان کی اولادوں کو ان کی آنکھ کی ٹھنڈک بنا دیتا ہے اور آئندہ زندگی میں خدا تعالیٰ نے ان کو جن نعمتوں سے نوازنا ہے اس کا تو حساب ہی کوئی نہیں ہے......اللہ کرے کہ کبھی کسی احمدی کے دل میں قربانی کرنے کے بعد تکبر پیدا نہ ہو اور وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کو ایک اعزاز سمجھے، ایک فضل سمجھے اور ہمیشہ کی طرح وہ قربانیوں کے اعلیٰ معیار قائم کرتا چلا جائے‘‘۔آمین۔

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ ۳۲۶۔۳۴۰)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مالی قربانی اصلاح نفس کا ذریعہ

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنجِيْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ .تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُوْنَ . يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنَّاتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

(الصف: ۱۱تا۱۳)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت پر مطلع کروں جو تمہیں ایک دردناک عذاب سے نجات دے گی؟ تم (جو) اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو اور اللہ کے راستے میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

☆ **حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا**

’’آگ سے بچو خواہ آدھی کھجور خرچ کرنے کی استطاعت ہو‘‘

(بخاری کتاب کتاب الزکوۃ:باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ حدیث :1417)

☆**حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:**

’’تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا تعالیٰ سے بھی۔صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اُسے پائے گا۔لیکن جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجا لانی چاہئے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا۔یہ مت خیال کرو کہ مال

تمہاری کوشش سے آتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔اور یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دے کر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجالا کر خدا تعالیٰ اور اس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو بلکہ یہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کے لئے بلاتا ہے۔اور مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تم سب مجھے چھوڑ دو اور خدمت اور امداد سے پہلو تہی کرو تو وہ ایک قوم پیدا کر دے گا کہ اس کی خدمت بجالائے گی۔تم یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے ہے اور تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کے لئے ہے۔پس ایسا نہ ہو کہ تم دل میں تکبر کرو اور یہ خیال کرو کہ ہم خدمت مالی یا کسی قسم کی خدمت کرتے ہیں۔مَیں بار بار تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تمہاری خدمتوں کا ذرہ محتاج نہیں ہاں تم پر یہ اُس کا فضل ہے کہ تم کو خدمت کا موقعہ دیتا ہے''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۴۹۷ تا ۴۹۸ منقول از ضمیمہ ریویو آف ریلیجنز اردو ستمبر ۱۹۰۳)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''پس یہ مالی قربانیاں کوئی معمولی چیز نہیں ہیں ان کی بڑی اہمیت ہے۔ایمان مضبوط کرنے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث ہونے کے لئے انتہائی ضروری چیز ہے۔صحابہ کی قربانیوں کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح پھل لگائے جس کا روایات میں کثرت سے ذکر آتا ہے۔شروع میں یہی صحابہ جو تھے بڑے غریب اور کمزور لوگ تھے،مزدوریاں کیا کرتے تھے۔لیکن جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسی بھی قسم کی کوئی مالی تحریک ہوتی تھی تو مزدوریاں کر کے اس میں چندہ ادا کیا کرتے تھے۔حسب توفیق بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی کوشش کیا کرتے تھے تا کہ اللہ اور اس کے رسول کا قرب پانے والے بنیں، ان برکات سے فیضیاب ہونے والے ہوں جو مالی قربانیاں کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے مقدر کی ہیں،جن کے وعدے کئے ہیں۔''

(خطبات مسرور جلد ۴ صفحہ ۹ تا ۱۰)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صدقہ

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْن. ﴿یوسف:89﴾

ترجمہ: اللہ صدقہ دینے والوں کو یقیناً (بڑا) اجر دیتا ہے۔

☆آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہرروز جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ہر آدمی کے ایک ایک جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے۔ دو آدمیوں میں انصاف کرنا یہ بھی ایک صدقہ ہے۔ کسی کو سواری پر چڑھنے میں مدد کرنا یا اس کا مال لاد دینا یہ بھی ایک صدقہ ہے۔ فرمایا ایک عمدہ بات، یہ بھی ایک صدقہ ہے اور ہر قدم جو نماز کی خاطر بیت کی طرف تُو اُٹھاتا ہے یہ بھی ایک صدقہ ہے۔ راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کا دور کرنا بھی ایک صدقہ ہے۔''

(مسلم کتاب الزکوۃ ،حدیث نمبر 2335)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''لوگ اس نعمت سے بے خبر ہیں کہ صدقات، دعا اور خیرات سے رد بلا ہوتا ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو انسان زندہ ہی مر جاتا۔ مصائب اور مشکلات کے وقت کوئی اُمید اس کے لیے تسلی بخش نہ ہوتی مگر نہیں اسی نے لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادُ (ال عمران:۱۰) فرمایا ہے لَا یُخْلِفُ الْوَ عِیْدَ نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے وعید معلق ہوتے ہیں جو دعا اور صدقات سے بدل جاتے ہیں اس کی بے انتہا نظیریں موجود ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو انسان کی فطرت میں مصیبت اور بلا کے وقت دعا اور صدقات کی طرف رجوع کرنے کا جوش ہی نہ ہوتا۔

جسقدر راستباز اور نبی دنیا میں آئے ہیں خواہ کسی ملک اور قوم میں آئے ہوں مگر یہ بات ان سب کی تعلیم میں یکساں ملتی ہے کہ انہوں نے صدقات اور خیرات کی تعلیم دی۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 202,201)

☆ **پھر آپؑ صدقہ جاریہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔**

''ہر ایک عمل انسان کا جو اس کے مرنے کے بعد اس کے آثار دنیا میں قائم رہیں وہ اس کے واسطے موجب ثواب ہوتا ہے۔مثلاً انسان کا بیٹا ہو وہ اسے دین سکھلائے اور دین کا خادم بنائے تو یہ اس کے واسطے صدقہ جاریہ ہے اس کا ثواب اسے ملتا رہے گا اعمال نیت پر موقوف ہیں ہر ایک عمل جو نیک نیتی کے ساتھ ایسے طور پر کیا جائے کہ اس کے بعد قائم رہے وہ اس کے واسطے صدقہ جاریہ ہے۔''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 190)

☆ **حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔**

''آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ صدقہ وخیرات بھی بلاؤں کو دور کرتا ہے۔آج اس زمانے میں دنیاداری، اخلاقی گراوٹ، ایک دوسرے کے حقوق کا خیال نہ رکھنا اللہ تعالیٰ کی حقیقی عبادت سے غافل رہنا ان سے بڑی اور کون سی بلا ہوگی جو ہماری زندگیوں کو تباہ کر رہی ہے۔پس جس کو جتنی توفیق ہے صدقہ وخیرات کرے اور دکھاوے کے لئے نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کرے۔جو کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کیا جائے وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا درجہ پانے والا ہوتا ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نیتوں کے مطابق انسان سے سلوک کرتا ہے اور جو عمل نیک نیت سے ہو وہ یقیناً پاک تبدیلیوں میں بڑھاتا ہے۔''

(خطبات مسرور جلد ششم صفحہ 178)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دعااورصدقہ

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَلَمْ يَعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَأَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴿التوبہ: ۱۰۴﴾

ترجمہ: کیاانہیں علم نہیں ہوا کہ بس اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ منظور کرتا ہےاور صدقات قبول کرتا ہےاور یہ کہ اللہ ہی ہے جو بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

☆سعید بن ابی بردہ نے والداوراپنے دادا کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''ہر مسلمان پر صدقہ کرنا فرض ہے۔اس پر صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! جس کے پاس کچھ نہیں وہ کیا کرے۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص اپنے ہاتھ سے کام کرے، اپنی ذات کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔ انہوں نے عرض کیا اگر وہ اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔ تو آنحضور ﷺ نے فرمایا وہ اپنے کسی ضرورتمند قریبی عزیز کی مدد کرے۔صحابہؓ نے عرض کی اگر کوئی شخص اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو۔تو اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا اسے چاہئے کہ وہ معروف باتوں پر عمل کرے،ان پر عمل پیرا ہواور بری باتوں سے رکے،یہی اس کے لئے صدقہ ہے۔''
(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب علی کل مسلم صدقۃ فمن لم یجد فلیعمل بالمعروف)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''تمام مذاہب کے درمیان یہ امر متفق ہے کہ صدقہ خیرات کے ساتھ بلاٹل جاتی ہے۔اور بلا کے آنے کے متعلق اگر خدا تعالیٰ پہلے سے خبر دے تو وہ وعید کی پیشگوئی ہے۔پس صدقہ وخیرات سے اور توبہ کرنے اور خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے سے وعید کی پیشگوئی بھی ٹل سکتی ہے''۔یعنی جو انبیاء کی طرف سے ایسی پیشگوئیاں ہوں جن میں انذار بھی ہو وہ بھی ٹل جاتی ہیں۔''ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اس بات کے قائل ہیں کہ صدقات سے بلاٹل جاتی ہے۔ہندو بھی مصیبت کے وقت صدقہ وخیرات دیتے

ہیں''،یعنی جن کا اللہ تعالیٰ پہ اتنا یقین نہیں بھی ہے وہ بھی دیتے ہیں۔اگر بلا ایسی شے ہے کہ وہ ٹل نہیں سکتی تو پھر صدقہ خیرات سب عبث ہو جاتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد5 صفحہ 176-177 بدر 21مارچ 1907)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے میں دعاؤں کو،صدقات کو قبول کرتا ہوں لیکن ان بندوں کی جو اس کی طرف جھکتے ہیں،اپنی کمزوریوں اور اپنی نالائقیوں سے آئندہ بچنے کی کوشش کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ایسے لوگوں کو جو ایسی کوشش کر رہے ہوں،اس کی طرف آنے کی کوشش کر رہے ہوں، جیسا کہ حدیث میں بھی ہے کہ اگر ایک قدم چل کے آتا ہے تو اللہ میاں دو قدم چلتا ہے اور زیادہ تیز چلتا ہے تو دوڑ کر آتا ہے،تو بہر حال جب اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ بندہ اس کی طرف آ رہا ہے تو اللہ تعالیٰ تو بہت رحم کرنے والا ہے۔وہ تو جب بندہ خالص ہو کر اس کی طرف جھکتا ہے فوراً اپنے رحم کو جوش میں لے آتا ہے کیونکہ وہ تو اس انتظار میں ہوتا ہے کہ کب میرا بندہ دعا اور صدقات سے میرا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرے۔لیکن جیسا کہ میں نے کہا،یہ ضروری نہیں کہ خواہش کے مطابق کام ہو جائے۔اللہ تعالیٰ تو اگر فوری طور پر خواہش کے مطابق یعنی جو بندے کی خواہش ہے نتیجہ نہ بھی ظاہر فرمائے تو بھی بندے کی دعا اور صدقہ قبول کر لیتا ہے اور اَور ذرائع سے اَور وقتوں میں پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ میری دعا کا اثر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مختلف رنگوں میں فضل ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔پس ہمارا کام یہ ہے کہ بغیر کسی شرط کے خالص ہو کر اس کی راہ میں قربانیاں کرتے چلے جائیں۔اور جس طرح اس نے فرمایا ہے کہ صدقہ وخیرات اور توبہ کرتے رہیں۔دعاؤں پر زور دیں۔اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ہمارا کام صرف یہ ہو کہ اس کی رضا کو حاصل کرنا ہے۔صدقہ وخیرات اور چندے دینے کے بعد بھی کبھی بھی کسی قسم کا تکبر،غرور یا دکھاوا ہم میں ظاہر نہیں ہونا چاہئے بلکہ عاجزی سے ہر وقت اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے رہیں۔''

(خطبات مسرور جلد۲ صفحہ ۸۵۰)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِستیناس کے آداب۔1

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَھْلِھَاذٰلِکُمْ خَیْرٌلَّکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ. فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْھَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْھَا حَتّٰی یُؤْذَنَ لَکُمْ وَاِنْ قِیْلَ لَکُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا ھُوَ اَزْکٰی لَکُمْ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ
(النور:28-29)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو۔ یہاں تک کہ تم اِجازت لے لو اور اُن کے رہنے والوں پر سلام بھیج لو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے تا کہ تم نصیحت پکڑو۔ اور اگر تم اُن (گھروں) میں کسی کو نہ پاؤ تو اُن میں داخل نہ ہو یہاں تک کہ تمہیں (اِس کی) اِجازت دی جائے۔ اور اگر تمہیں کہا جائے واپس چلے جاؤ تو واپس چلے جایا کرو۔ تمہارے لئے یہ بات زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے اور اللہ اُسے، جو تم کرتے ہو، خوب جانتا ہے۔

☆حضرت رِبْعِیّ بْنِ حِرَاش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بنی عامر کے ایک آدمی نے ہمیں بتایا کہ ایک دفعہ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اِجازت مانگی جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف فرما تھے کہ اندر آ جاؤں؟ آپؐ نے اپنے خادم کو کہا۔ جاؤ اور اُس سے کہو کہ اندر آنے کی اِجازت اِس طرح مانگتے ہیں۔ پہلے السلام علیکم کہیں، پھر پوچھیں کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ جب اُس آدمی نے یہ بات سنی تو ایسا ہی کیا۔ سلام کہا۔ پھر عرض کیا۔ اندر آ سکتا ہوں؟ حضورؐ نے فرمایا۔ اِجازت ہے آ جاؤ۔ چنانچہ وہ اندر حاضر ہو گیا۔
(ابو داؤد کتاب الادب باب فی الاستیذان)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذن مانگنا اِس لئے ہے تا کہ نامحرم پر نظر نہ پڑے۔
(صحیح بخاری کتاب الاستیذان باب الاستیذان من اجل البصر)

☆سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''دوسروں کے گھروں میں وحشیوں کی طرح خود بخود بے اِجازت نہ چلے جاؤ اجازت لینا شرط ہے۔اور جب تم دوسروں کے گھروں میں جاؤ تو داخل ہوتے ہی السلام علیکم کہواور اگر اُن گھروں میں کوئی نہ ہوتو جب تک کوئی مالکِ خانہ تمہیں اِجازت نہ دے اُن گھروں میں مت جاؤ اور اگر مالکِ خانہ یہ کہے کہ واپس چلے جاؤ تو تم واپس چلے آؤ''

(رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب ص96۔تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد3 ص438)

☆ **روایت میں آتا ہے:**

ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ مجھے سالہا سال یہ خواہش رہی کہ میں کسی کے ہاں جاؤں اور وہ مجھے کہے کہ واپس چلے جاؤ تا کہ **هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ** کے ماتحت میں ثواب حاصل کرسکوں مگر مجھے کبھی ایسا موقع نہیں ملا۔

(تفسیر فتح البیان زیر آیت فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا......سورۃ نور:29)

☆ **پیارے اِمام حَضرَت خَلِیْفَةُالْمَسِیْحِ الْخَامِسْ اَیَّدَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ بِنَصْرِہِ الْعَزِیْز فرماتے ہیں:**

''اسلامی معاشرہ کیونکہ امن اور سلامتی پھیلانے والا معاشرہ ہے اس لئے یہ بھی خیال رکھو کہ جب تم کسی کے گھر ملنے جاؤ تو مختلف اوقات میں انسان کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں،طبیعتوں کی مختلف کیفیت ہوتی ہے اس لئے جب کسی کے گھر ملنے جاؤ اور گھر والا بعض مجبوریوں کی وجہ سے تمہارے سلام کا جواب نہ دے یا تمہاری توقعات کے مطابق تمہارے ساتھ پیش نہ آئے تو ناراض نہ ہو جایا کرو۔زودرنجی کا اِظہار نہ کیا کرو بلکہ حوصلہ دکھاتے ہوئے،خاموشی سے واپس آ جایا کرو۔اور اگر اِس طرح عمل کرو گے تو ہر طرف سلامتی بکھیرنے والے اور پرامن معاشرہ قائم کرنے والے ہوگے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ3 ستمبر2004ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِستیناس کے آداب۔2

یٰۤاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَبُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَھْلِھَاذٰلِکُمْ خَیْرٌلَّکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ. فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْھَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْھَا حَتّٰی یُؤْذَنَ لَکُمْ وَاِنْ قِیْلَ لَکُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا ھُوَ اَزْکٰی لَکُمْ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ

(النور:28-29)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو۔ یہاں تک کہ تم اِجازت لے لو اور اُن کے رہنے والوں پر سلام بھیج لو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے تا کہ تم نصیحت پکڑو۔اور اگر تم اُن (گھروں) میں کسی کو نہ پاؤ تو اُن میں داخل نہ ہو یہاں تک کہ تمہیں (اِس کی) اِجازت دی جائے۔اور اگر تمہیں کہا جائے واپس چلے جاؤ تو واپس چلے جایا کرو۔تمہارے لئے یہ بات زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے اور اللہ اُسے، جو تم کرتے ہو، خوب جانتا ہے۔

☆ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ سے روایت ہے:

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِذن مانگنا تین بار ہے۔اگر اِذن دیا گیا تو فَبِھَا ورنہ واپس لوٹ جاؤ۔

(صحیح بخاری کتاب الاستیذان باب التسلیم والاستیذان ثلاثاً)

گھر والے اگر پوچھیں کہ کون آیا ہے؟ تو جواب میں اپنا نام بتانا چاہیے ''میں'' کے لفظ میں جواب نہیں دینا چاہیے۔

☆ حضرت جابرؓ سے روایت ہے:

کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اُس قرض کے سلسلہ میں حاضر ہوا جو میرے والد پر تھا۔میں نے دروازہ کو کھٹکھٹایا۔آپؐ نے فرمایا۔کون ہے؟ میں نے کہا ''میں'' ہوں۔آپ نے فرمایا۔ ''مَیں مَیں'' گویا کہ آپؐ نے اِسے ناپسند فرمایا۔

(صحیح بخاری کتاب الاستیذان باب اذا قال:من ذا؟فقال:انا؟)

☆ **حضرت عطاء بن یسارؓ بیان کرتے ہیں:**

ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا میں گھر میں داخل ہوتے وقت اپنی ماں سے بھی اندر آنے کی اِجازت لوں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ہاں اِجازت لے کر گھر میں داخل ہونا چاہیے۔اُس شخص نے کہا میں تو ماں کے ساتھ ہی اُس گھر میں رہتا ہوں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِجازت لے کر اندر داخل ہوا کرو۔اُس شخص نے کہا میں تو اُس کا خادم ہوں۔حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ گھر میں اِطلاع دے کر داخل ہوا کرو۔کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اپنی ماں کو ننگی حالت میں دیکھو یعنی وہ بے خیالی میں اِس حالت میں بیٹھی ہو کہ اُس کے جسم کے کسی حصہ پر کپڑا نہ ہو۔اُس شخص نے عرض کیا میں تو اِسے پسند نہیں کرتا۔اِس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اِجازت لے کر اندر جایا کرو۔(یعنی بغیر اِجازت،خواہ اپنی ماں کا ہی گھر ہو،اندر نہیں جانا چاہیے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ کپڑے وغیرہ بدل رہی ہوں یا نہا رہی ہوں۔کئی اِحتمالات ہیں۔)

(مؤطا امام مالکؒ باب فی الاستیذان)

☆ **پیارے اِمام حَضرَت خَلِیْفَةُالْمَسِیْحِ الْخَامِسْ اَیَّدَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ بِنَصْرِہِ الْعَزِیْز فرماتے ہیں:**

”عموماً معاشرے میں،خاص طور پر ہمارے ملکوں میں یہ ہوتا ہے کہ اچانک بہت سے مہمان آ گئے۔گھر والے پریشان ہیں کہ کیا کریں۔بعض دفعہ ایسے حالات نہیں ہوتے کہ اُن کی اچھی طرح خدمت کر سکیں اس لئے فرمایا کہ لَاتَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَأْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَھْلِھَا (النور:28) کہ اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو یہاں تک کہ تم اجازت لے لو،اُن کے رہنے والوں پر سلام بھیجو۔اجازت کے جو طریقے سکھائے گئے ہیں یہ گھر پہنچ کر ہی نہیں بلکہ آج کل کے زمانے میں تو دُور بیٹھ کر بھی اجازت لی جا سکتی ہے۔جب اِجازت مل جائے،گھر والے بھی تیار ہوں اُن کو پتہ ہو کہ ہمارے مہمان فلاں تاریخ کو آ رہے ہیں تو ٹھیک ہے پھر اُس گھر میں جائیں......تا کہ کوئی ریسیو(Recieve) کرنے والا بھی مل جائے“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29/جولائی 2005ء۔خطبات مسرور جلد 3 ص 446)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِستیناس کے آداب۔3

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَبُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَھْلِھَاذٰلِکُمْ خَیْرٌلَّکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ. فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْھَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْھَا حَتّٰی یُؤْذَنَ لَکُمْ وَاِنْ قِیْلَ لَکُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا ھُوَ اَزْکٰی لَکُمْ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ
(النور:28-29)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو۔ یہاں تک کہ تم اِجازت لے لو اور اُن کے رہنے والوں پر سلام بھیج لو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے تا کہ تم نصیحت پکڑو۔ اور اگر تم اُن (گھروں) میں کسی کو نہ پاؤ تو اُن میں داخل نہ ہو یہاں تک کہ تمہیں (اِس کی) اِجازت دی جائے۔ اور اگر تمہیں کہا جائے واپس چلے جاؤ تو واپس چلے جایا کرو۔ تمہارے لئے یہ بات زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے اور اللہ اُسے، جو تم کرتے ہو، خوب جانتا ہے۔

☆سیدنا حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

’’قرآن کریم کا طریق ہے کہ وہ اِصلاحِ خَلْق کے لئے ایسی ہدایات دیتا ہے جو بدی کی جڑ کو کاٹنے والی ہوتی ہیں۔ چونکہ بعض لوگ بدظنی کی طرف بہت جلد مائل ہو جاتے ہیں اس لئے اُس نے حکم دے دیا کہ اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں بغیر اجازت اور بغیر گھر والوں کو سلام کرنے کے داخل نہ ہوا کرو۔ تا کہ کوئی شخص تم پر چوری یا بدکاری کی بدظنی نہ کرے۔ اگر تم اجازت لے لوگے۔ یا سلام کہہ لوگے تو پھر ہر ایک شخص کو پتہ لگ جائے گا کہ گھر کے تمام مردوں اور عورتوں کو تمہارے اندر داخل ہونے کا علم ہے اور اس صورت میں نہ تم پر کوئی چوری کا الزام لگا سکے گا اور نہ بدکاری کا۔ اور اگر یہ سوال ہو کہ گھر میں کوئی ہو ہی نہ۔ تو پھر کیا کیا جائے۔ تو اس کا جواب یہ دیا کہ اس صورت میں گھر میں داخل ہی نہ ہو۔ جب تک کہ تمہیں اجازت نہ دی جائے...... پھر سوال ہو سکتا تھا کہ اگر گھر کے افراد تو موجود ہوں مگر وہ اجازت نہ دیں تو پھر کیا کریں۔ اس کا جواب یہ دیا کہ گھر والے اپنے گھر کے مالک ہیں اگر وہ اجازت نہ

دیں تو اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاؤ......اگر اس قرآنی ہدایت پر عمل کیا جائے تو دنیا کے بہت سے فسادات اور جھگڑے مٹ جائیں۔ بعض لوگ بڑی سادگی سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ یونہی ہماری نظر پڑ گئی تھی اور اِس بنا پر وہ دوسرے پر اِتّہام لگا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس حکم کے ذریعہ اس قسم کی خرابیوں کو بھی دور کر دیا۔ اگر کوئی شخص کہے گا کہ جھانک کر دیکھنے سے میں نے فلاں کو اِس حالت میں دیکھا تھا۔ تو قاضی کہے گا کہ تو (نے) جھانکا کیوں تھا؟ تیری گواہی قابل قبول نہیں کیونکہ تو نے خود شریعت کے حکم کو توڑا ہے۔ دوسرے اس ہدایت پر عمل کرنے سے خود انسان بہت سے ایسے مواقع سے بچ جاتا ہے جن کی وجہ سے اِتّہام کا نشانہ بن سکتا ہے۔ تیسرے آپس کے تعلقات میں بھی کشیدگی پیدا نہیں ہوتی۔ اگر دوسروں کے گھروں میں آنے جانے کے لئے اجازت کی شرط نہ ہو تو ایسی صورت میں جبکہ میاں بیوی بے تکلفی کی حالت میں بیٹھے ہوں اُن کو شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔ پھر اگر اجازت لینا ضروری نہ ہوتا تو چوریوں کی وارداتیں بھی بڑھ جاتیں۔ ایک شخص چوری کی نیت سے اندر داخل ہو جاتا اور جب پکڑا جاتا تو کہتا۔ میں تو ملنے آیا تھا۔ غرض ان احکام میں بیسیوں فوائد مخفی ہیں مگر آج کل جہاں دوسروں کے گھروں میں داخل ہونے سے پہلے لوگ عموماً اجازت لے لینے کے عادی ہیں وہاں اِستِینَاس کرتے وقت السلام علیکم کہنے کا بڑا کم رواج ہے۔ وہ صرف زور زور سے دستک دینا اور شور مچانا شروع کر دیتے ہیں۔ یا باہر کھڑے کھڑے بلند آواز سے گھر والے کا نام لے کر بلانا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اِستِینَاس کے ساتھ سلام کہنا بھی ضروری ہوتا ہے...... پہلے سلام کہنا چاہیے اور پھر اجازت لینی چاہیے۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ اگر ایک دفعہ جواب نہ ملے تو وقفہ وقفہ کے بعد تین دفعہ السلام علیکم کہنا چاہیے......پس جب وہ اِستِینَاس کے ذریعہ گھر والوں کو اپنی طرف متوجہ کر لے گا تو گھر والے دیکھ لیں گے کہ وہ کون ہے اور آیا اُس سے ملنا ضروری ہے یا غیر ضروری۔ اگر ضروری ہوگا تو وہ بلا لیں گے اور اگر ضروری نہیں ہوگا تو اُسے جواب دے دیں گے......وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ اور اگر تم کو کہہ دیا جائے کہ جاؤ ہم مل نہیں سکتے۔ ہمیں اس وقت فرصت نہیں تو پھر تمہارا فرض ہے کہ واپس چلے جاؤ۔ یہ نہیں کہ دھرنا مار کر بیٹھ جاؤ۔ کہ ہمیں ضرور آنے کی اجازت دی جائے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 294-292)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِستیناس کے آداب۔4

یٰۤاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَبُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَھْلِھَاذٰلِکُمْ خَیْرٌلَّکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ. فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْھَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْھَا حَتّٰی یُؤْذَنَ لَکُمْ وَاِنْ قِیْلَ لَکُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا ھُوَ اَزْکٰی لَکُمْ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ
(النور:28-29)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو۔ یہاں تک کہ تم اِجازت لے لو اور اُن کے رہنے والوں پر سلام بھیج لو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے تا کہ تم نصیحت پکڑو۔اور اگر تم اُن (گھروں) میں کسی کو نہ پاؤ تو اُن میں داخل نہ ہو یہاں تک کہ تمہیں (اِس کی) اِجازت دی جائے۔اور اگر تمہیں کہا جائے واپس چلے جاؤ تو واپس چلے جایا کرو۔تمہارے لئے یہ بات زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے اور اللہ اُسے، جو تم کرتے ہو، خوب جانتا ہے۔

☆ پیارے اِمام حَضرَت خَلِیْفَةُالْمَسِیْحِ الْخَامِسْ اَیَّدَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ بِنَصْرِہِ الْعَزِیْز فرماتے ہیں:

’’تمہارا دائرہ عمل صرف تمہارا اپنا گھر ہے۔تم اگر آزادی سے داخل ہو سکتے ہو تو اپنے گھروں میں۔کسی دوسرے کے گھر میں منہ اُٹھا کے نہ چلے جایا کرو۔ اِس سے تم بہت سی قباحتوں سے بچ جاؤ گے۔اگر کسی کے پاس ملاقات کے لئے یا کام کے لئے جانا ہے تو پہلے گھر والوں سے اِجازت لو اور اِجازت لینے کے بہت سے فوائد ہیں۔حضرت مصلح موعود(نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ) نے تو لکھا ہے کہ بغیر اِجازت کسی کے گھر جانے سے ہوسکتا ہے کہ تمہارے پر کوئی اَخلاقی اِلزام لگ جائے،کوئی چوری کا اِلزام لگ جائے۔اِس لئے اِجازت کو اَنا کا مسئلہ بنانے کی ضرورت نہیں۔تمہاری اپنی بھی اِسی میں بچت ہے اور گھر والوں سے جو تمہارے تعلقات ہیں اُن میں بھی،اِس میں فائدہ ہے کہ اِجازت لے لو......بعض دفعہ بے تکلف دوستوں اور بے تکلف عزیزوں کے گھروں میں لوگ بے دھڑک چلے جاتے ہیں......

پاکستان ہندوستان وغیرہ میں بلکہ تمام تیسری دنیا جو کہلاتی ہے اُن ملکوں میں یہی طریق ہے اور جب روکو کہ اس طرح نہیں ہونا چاہئے تو پھر برا مناتے ہیں۔ یہ حکم عورتوں کے لئے بھی اُسی طرح ہے جس طرح یہ مردوں کے لئے ہے۔ عورتوں میں بھی وہی قباحتیں پیدا ہو سکتی ہیں جس طرح مردوں میں پیدا ہو سکتی ہیں بلکہ بعض حالات میں عورتوں کے لئے زیادہ قباحتیں پیدا ہو جایا کرتی ہیں۔ اِس لئے سلام کر کے، اِعلان کر کے، اِجازت لے کر گھر کے جس فرد کے پاس بھی آئی ہوں وہاں جائیں تا کہ تمام گھر والوں کو بھی پتہ ہو کہ فلاں اِس وقت ہمارے گھر میں موجود ہے۔ پھر پردہ دار عورت کے لئے اَور بھی آسانی پیدا ہو جاتی ہے کہ اِس اعلان کی وجہ سے جہاں وہ گھر میں موجود ہوگی وہاں مرد آسانی سے آ جا نہیں سکیں گے یا آنے میں احتیاط کریں گے۔ پردہ کروا کر آئیں گے۔ تو اِس طرح اَور بھی بظاہر چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جن میں صرف سلام کہنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ گھر میں کوئی نہ ہو تو یہ نہیں کہ گھر یا کمرہ کھلا دیکھ کر وہاں جا کے بیٹھ جاؤ بلکہ اگر گھر میں کوئی نہیں تو تین دفعہ سلام کہو اور جب تین دفعہ سلام کہہ دیا اور کسی نے نہیں سنا تو واپس چلے جاؤ۔ اور پھر یہ کہ گھر میں اِجازت ملے تو داخل ہونا ہے۔ اگر تم نے تین دفعہ سلام کیا اور اِجازت نہیں ملی یا گھر میں کوئی نہیں ہے یا گھر والا پسند نہیں کرتا کہ تم اِس وقت اُس کے گھر آؤ تو واپس چلے جاؤ۔ اگر کوئی گھر والا موجود ہو اور کھل کر یہ کہہ بھی دے کہ اِس وقت مجبوری کی وجہ سے میں مل نہیں سکتا تو پھر برا نہ مناؤ بلکہ جو کہا گیا ہے وہ کرو۔ اور وہ یہی کہا گیا ہے کہ واپس چلے جاؤ اِس لئے بہتری اِسی میں ہے کہ واپس چلے جاؤ۔ سلام تو اِس لئے پھیلا رہے ہو کہ سلامتی کا پیغام پھیلے امن کا پیغام پھیلے، آپس میں محبت اور اخوت قائم ہو، تمہارے اندر پاکیزگی قائم ہو تو پھر اگر کوئی گھر والا معذرت کر دے یا ملنا نہ چاہے تو اِس کے باوجود ملنے والا برا نہ منائے۔ اور گھر والے کی بات مان لے۔ تو یہ ہے اسلامی معاشرہ جو سلام کو رواج دے کر قائم ہوگا...... آج کل چونکہ گھروں میں گھنٹی لگی ہوتی ہے، گھنٹیوں کا رواج ہے اِس لئے لوگ سمجھتے ہیں کہ سلام کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ گھنٹی کے ساتھ بھی سلام کہا جا سکتا ہے۔ اِسی میں برکت ہے اِسی سے محبت بھی پیدا ہوتی ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3 ستمبر 2004ء۔ خطبات مسرور جلد 2 ص 622-627)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

والدین کا احترام

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَوَصَّیْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَیْہِ حُسْناً وَإِن جَاھَدَاکَ لِتُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْھُمَا إِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَأُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴿العنکبوت: ۹﴾

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو تاکیدی نصیحت کی کہ اپنے والدین سے حسن سلوک کرے اور (کہا کہ) اگر وہ تجھ سے جھگڑیں کہ تو میرا شریک ٹھہرائے، جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو پھر ان دونوں کی اطاعت نہ کر۔ میری ہی طرف تمہارا لوٹ کر آنا ہے پس میں تمہیں ان باتوں سے آگاہ کروں گا جو تم کرتے تھے۔

☆حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''مٹی میں ملے اُس کی ناک! مٹی میں ملے اُس کی ناک (یہ الفاظ آپ ﷺ نے تین دفعہ دہرائے) یعنی ایسا شخص قابل مذمت اور بدقسمت ہے۔ لوگوں نے عرض کیا حضور کون سا شخص؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ شخص جس نے اپنے بوڑھے ماں باپ کو پایا اور پھر اُن کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہو سکا۔''

(مسلم کتاب البرّ والصلة باب رغم الانف من ادرک ابویه)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''والدین کی خدمت ایک بڑا بھاری عمل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گذر گیا پر اس کے گناہ نہ بخشے گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گذر گئے اور اُس کے گناہ بخشے نہ گئے۔ والدین کے سایہ میں جب بچہ ہوتا ہے تو اس کے تمام ہم و غم والدین اُٹھاتے ہیں۔ جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں والدہ کو مقدم رکھا ہے، کیونکہ والدہ بچہ کے واسطے بہت دُکھ اُٹھاتی ہے۔ کیسی ہی متعدی بیماری بچہ کو ہو۔ چیچک ہو، ہیضہ ہو، طاعون ہو۔ ماں اس کو

چھوڑنہیں سکتی۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۸۹)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بیان فرماتے ہیں:

’’نویں قسم خرچ کی قرآن کریم سے۔اداء احسان کی ثابت ہوتی ہے۔جیسے مثلاً والدین کی خدمت کا حکم ہے۔یہ سلوک نہ تو حق الخدمت کہلا سکتا ہے کیونکہ والدین خدمت نہیں کرتے بلکہ ایک طبعی جوش سے بچے کی پرورش کرتے ہیں اور بچہ ان کو اس کام پر مقرر نہیں کرتا نہ کوئی اور انسان انہیں مقرر کرتا ہے اور نہ انہیں کسی بدلہ کی تمنا ہوتی ہے۔پس والدین کا سلوک بچے سے خدمت نہیں ہے بلکہ احسان ہے۔اور اگر بڑا ہو کر کوئی بچہ اپنے والدین کی خدمت کرتا ہے تو وہ ان کا حق الخدمت ادا نہیں کرتا۔بلکہ اُن کے احسان کا بدلہ اتارنے کی کوشش کرتا ہے۔چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ والدین کی نسبت فرماتا ہے وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ (لقمان ع۲) یعنی ہم نے ہر انسان کو اپنے والدین سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔پھر اسی جگہ آگے چل کر فرماتا ہے اَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ یعنی ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ ہمارا بھی شکر کر اور اپنے والدین کا بھی۔شکر کے لفظ سے یہ بتایا ہے کہ والدین کے ساتھ جو سلوک کر اس خیال سے نہ کر کہ میں ان کے ساتھ کوئی احسان کرتا ہوں بلکہ احسان تو انہوں نے تجھ پر کیا ہے۔تُو تو جو نیک معاملہ ان سے کرے گا وہ اظہار شکر اور اقرار احسان کے طور پر ہوگا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۱۳۱)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

والدین سے حسن سلوک

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا .

(سورۃ بنی اسرائیل:۲۵)

☆ترجمہ: اور ان دونوں کے لئے رحم سے عجز کا پَر جھکا دے اور کہہ کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مٹی میں ملے اس کی ناک، مٹی میں ملے اس کی ناک۔ یہ الفاظ آپ نے تین دفعہ دہرائے۔ یعنی ایسا شخص قابل مذمت ہے، بڑا بد بخت اور بدقسمت ہے۔لوگوں نے عرض کی کونسا شخص؟ تو آپ نے فرمایا وہ شخص جس نے اپنے بوڑھے ماں باپ کو پایا اوران کی خدمت کرکے جنت میں داخل نہ ہوسکا۔''

(مسلم کتاب البر و الصلة باب رغم انف من ادرک ابویه)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''والدین کی خدمت ایک بڑا بھاری عمل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں۔ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گذر گیا پر اس کے گناہ نہ بخشے گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گذر گئے اور اُس کے گناہ بخشے نہ گئے۔ والدین کے سایہ میں جب بچہ ہوتا ہے تو اس کے تمام ہم وغم والدین اُٹھاتے ہیں۔ جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے۔خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں والدہ کو مقدم رکھا ہے، کیونکہ والدہ بچہ کے واسطے بہت دُکھ اُٹھاتی ہے۔کیسی ہی متعدی بیماری بچہ کو ہو۔ چیچک ہو، ہیضہ ہو، طاعون ہو۔ ماں اس کو چھوڑ نہیں سکتی۔

ہماری لڑکی کو ایک دفعہ ہیضہ ہو گیا تھا ہمارے گھر سے اس کی تمام قے وغیرہ اپنے ہاتھ پر لیتی تھیں۔ ماں سب تکالیف میں بچہ کی شریک ہوتی ہے۔ یہ طبعی محبت ہے۔ جس کے ساتھ کوئی دوسری محبت مقابلہ نہیں کر سکتی۔ خدا تعالیٰ نے اسی کی طرف قرآن شریف میں اشارہ کیا ہے کہ **اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی** (النحل:۹۱)۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 289)

☆سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"پھر والدین کا وجود ہے، یہ ایسا وجود ہے کہ انسان تمام عمر بھی ان کے احسانوں کا بدلہ نہیں اتار سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ وہ جو کچھ بھی تمہارے ساتھ سلوک کریں، تمہارے سے سختی کریں، نرمی کریں، تم نے ہر حال میں ان سے نرمی اور محبت کا سلوک کرنا ہے۔ تم نے ان کی کسی بری لگنے والی بات پر بھی اُف تک نہیں کہنی۔ صبر سے ہر چیز کو برداشت کرنا ہے۔ ہمیشہ ان سے نرمی اور پیار کا معاملہ رکھنا ہے کیونکہ تمہارے بچپن میں ان کی جو تمہارے لئے قربانیاں ہیں تم ان کا احسان نہیں اتار سکتے۔ اور یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے لئے اس طرح دعا کیا کرو کہ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (بنی اسرائیل:25) کہ اے میرے رب ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی تھی۔"

(خطبات مسرور جلد چہارم صفحہ 518)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خَیْرُ کُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ ۔ ۱

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ کَرِھْتُمُوْھُنَّ فَعَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَیَجْعَلَ اللّٰہُ فِیْہِ خَیْرًا کَثِیْرًا (النساء : ۲۰)

ترجمہ: اوران سے نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ اوراگر تم انہیں ناپسند کروتو عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔

☆حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مومنوں میں سے ایمان کے لحاظ سے کامل ترین مومن وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔ اور تم میں سے خلق کے لحاظ سے بہترین وہ ہے جو اپنی عورتوں سے بہترین اور مثالی سلوک کرتا ہے''۔
(ترمذی کتاب النکاح باب حق المرأۃ علیٰ زوجھا)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اس سے یہ مت سمجھو کہ پھر عورتیں ایسی چیزیں ہیں کہ ان کو بہت ذلیل اور حقیر قرار دیا جاوے۔ نہیں نہیں۔ ہمارے ہادی کامل رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے خَیْرُ کُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جس کا اپنے اہل کے ساتھ عمدہ سلوک ہو۔ بیوی کے ساتھ جس کا عمدہ چال چلن اور معاشرت اچھی نہیں۔ وہ نیک کہاں۔ دوسروں کے ساتھ نیکی اور بھلائی تب کرسکتا ہے۔ جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ عمدہ سلوک کرتا ہو اور عمدہ معاشرت رکھتا ہو۔ نہ یہ کہ ہر ادنیٰ بات پر زدوکوب کرے۔ ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ بعض دفعہ ایک غصہ سے بھرا ہوا انسان بیوی سے ادنیٰ سی بات پر ناراض ہو کر اس کو مارتا ہے اور کسی نازک مقام پر چوٹ لگی ہے اور بیوی مرگئی ہے اس لئے ان کے واسطے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء:۲۰) ہاں اگر وہ بے جا کام کرے تو تنبیہ ضروری چیز ہے''۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۴۰۳۔۴۰۴)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ مجھے ایک لڑکے کے بارے میں پتہ چلا کہ اس کا اپنی بیوی سے نیک سلوک نہیں ہے بلکہ بڑی بداخلاقی سے پیش آتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن وہ مجھے راستے میں مل گیا میں نے اس کو اس آیت کی روشنی میں سمجھایا۔ وہ وہاں سے سیدھا اپنے گھر گیا اور اپنی بیوی کو کہا کہ تم جانتی ہو کہ میں نے تمہارے سے بڑا دشمنوں والا سلوک کیا ہے لیکن آج حضرت مولانا نورالدین صاحب نے میری آنکھیں کھول دی ہیں، میں اب تم سے حسن سلوک کروں گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو انعامات سے نوازا اور اس کے ہاں چار بڑے خوبصورت پیدا ہوئے اور ہنسی خوشی رہنے لگے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اس کے حکم کے مطابق عمل کرو تو اللہ تعالیٰ یہ انعامات دیتا ہے۔''

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ چہارم صفحہ ۱۱۷)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خَیْرُ کُمْ خَیْرُ کُمْ لِاَھْلِہٖ ۔ ۲

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ کَرِھْتُمُوْھُنَّ فَعَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّیَجْعَلَ اللّٰہُ فِیْہِ خَیْرًا کَثِیْرًا ﴿النساء : ۲۰﴾

ترجمہ: اوران سے نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ اور اگر تم انہیں ناپسند کرو تو عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔

☆حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مومنوں میں سے ایمان کے لحاظ سے کامل ترین مومن وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔ اور تم میں سے خلق کے لحاظ سے بہترین وہ ہے جو اپنی عورتوں سے بہترین اور مثالی سلوک کرتا ہے''۔
(ترمذی کتاب النکاح باب حق المرأۃ علی زوجھا)

☆حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ایک صحابی کو نصیحت کا ایک خط لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

''..... اللہ جلشانہ فرماتا ہے عَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ یعنی اپنی بیویوں سے تم ایسے معاشرت کرو جس میں کوئی امر خلاف اخلاق معروفہ کے نہ ہو اور کوئی وحشیانہ حالت نہ ہو۔ بلکہ ان کو اس مسافر خانہ میں اپنا ایک دلی رفیق سمجھو اور احسان کے ساتھ معاشرت کرو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ یعنی تم میں سے بہتر وہ انسان ہے جو بیوی سے نیکی سے پیش آوے اور حسن معاشرت کے لئے اس قدر تاکید ہے کہ میں اس خط میں لکھ نہیں سکتا۔ عزیز من، انسان کی بیوی ایک مسکین اور ضعیف ہے جس کو خدا نے اس کے حوالے کر دیا۔ اور وہ دیکھتا ہے کہ ہر یک انسان اس سے کیا معاملہ کرتا ہے۔ نرمی برتنی چاہئے اور ہر یک وقت دل میں یہ خیال کرنا چاہئے کہ میری بیوی ایک مہمان عزیز ہے جس کو خدا تعالیٰ نے میرے سپرد کیا ہے اور وہ دیکھ رہا ہے کہ میں کیونکر شرائط مہمان داری بجالاتا

ہوں۔اور میں ایک خدا کا بندہ ہوں اور یہ بھی ایک خدا کی بندی ہے مجھے اس پر کون سی زیادتی ہے۔خونخوار انسان نہیں بننا چاہئے۔ بیویوں پر رحم کرنا چاہئے۔اوران کو دین سکھلانا چاہئے۔اور درحقیقت میرا یہی عقیدہ ہے کہ انسان کے اخلاق کے امتحان کا پہلا موقعہ اس کی بیوی ہے۔میں جب کبھی اتفاقاً ایک ذرا درشتی اپنی بیوی سے کروں تو میرا بدن کانپ جاتا ہے کہ ایک شخص کو خدا نے صدہا کوس سے میرے حوالہ کیا ہے شاید معصیت ہوگی کہ مجھ سے ایسا ہوا۔تب مَیں ان کو کہتا ہوں کہ تم اپنی نماز میں میرے لئے دعا کرو کہ اگر یہ امر خلاف مرضی حق تعالیٰ ہے تو مجھے معاف فرماویں۔اور میں بہت ڈرتا ہوں کہ ہم کسی ظالمانہ حرکت میں مبتلا نہ ہوجائیں۔سومَیں امید رکھتا ہوں کہ آپ بھی ایسا ہی کریں گے۔ہمارے سید و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر اپنی بیویوں سے حلم کرتے تھے....‘‘۔

(الحکم جلد9 نمبر13 مورخہ 17/اپریل1905ء صفحہ 6)

☆ **سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

’’آجکل پھر عائلی جھگڑوں کی شکایات بہت زیادہ ہوگئی ہیں۔میاں بیوی کے جو معاملات ہیں، آپس کے جھگڑے ہیں ان میں بعض دفعہ ایسے ایسے بیہودہ اور گھناؤنے معاملات سامنے آتے ہیں جن میں ایک دوسرے پر الزام تراشیاں بھی ہوتی ہیں یا مردوں کی طرف سے یا سسرال کی طرف سے ایسے ظالمانہ رویے ہوتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا حکم ذَکِّر سامنے نہ ہو کہ نصیحت کرتے رہو، نصیحت یقیناً فائدہ دیتی ہے تو انسان مایوس ہو کر بیٹھ جائے کہ ان بگڑے ہوؤں کو ان کے حال پر چھوڑ دو، یہ سب حدیں پھلانگ چکے ہیں......اسلام نے ہمیں اپنے گھریلو تعلقات کو قائم رکھنے اور محبت و پیار کی فضا پیدا کرنے کے لئے کتنی خوبصورت تعلیم دی ہے۔ایسے لوگوں پر حیرت اور افسوس ہوتا ہے جو پھر بھی اپنی اَناؤں کے جال میں پھنس کر دو گھروں، دو خاندانوں اور اکثر اوقات پھر نسلوں کی بربادی کے سامان کر رہے ہوتے ہیں......پس مردوں، عورتوں دونوں کو ہمیشہ یہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ تقویٰ سے کام لینا ہے، رشتوں میں مضبوطی پیدا کرنے کے لئے دعا کرنی ہے، ایک دوسرے کے عزیزوں اور رشتہ داروں کا احترام کرنا ہے، ان کو عزت دینی ہے اور جب بھی کوئی بات سنی جائے، چاہے وہ کہنے والا کتنا ہی قریبی ہو میاں بیوی آپس میں بیٹھ کر پیار محبت سے اس بات کو صاف کریں تا کہ غلط بیانی کرنے والے کا

پول کھل جائے۔ اگر دلوں میں جمع کرتے جائیں گے تو پھر سوائے نفرتوں کے اور دوریاں پیدا ہونے کے اور گھروں کے ٹوٹنے کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ پہلے بھی مَیں ذکر کر آیا ہوں کہ کیونکہ تقویٰ پر نہیں چل رہے ہوتے، اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں نہیں ہوتا اس لئے بعض دفعہ دوسروں کی باتوں میں آ کر یا ماحول کے اثر کی وجہ سے اپنی بیوی پر بڑے گھناؤنے الزام لگاتے ہیں یا دوسری شادی کے شوق میں، جو بعض اوقات بعضوں کے دل میں پیدا ہوتا ہے بڑے آرام سے پہلی بیوی پر الزام لگا دیتے ہیں۔ اگر کسی کو شادی کا شوق ہے، اگر جائز ضرورت ہے اور شادی کرنی ہے تو کریں لیکن بیچاری پہلی بیوی کو بدنام نہیں کرنا چاہئے۔ اگر صرف جان چھڑانے کے لئے کر رہے ہو کہ اس طرح کی باتیں کروں گا تو خود ہی خلع لے لے گی اور مَیں حق مہر کی ادائیگی سے (اگر نہیں دیا ہوا) تو بچ جاؤں گا تو یہ بھی انتہائی گھٹیا حرکت ہے۔ اول تو قضاء کو حق حاصل ہے کہ ایسی صورت میں فیصلہ کرے کہ چاہے خلع ہے حق مہر بھی ادا کرو۔ دوسرے یہاں کے قانون کے تحت، قانونی طور پر بھی پابند ہیں کہ بعض خرچ بھی ادا کرنے ہیں......

پس جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ نکاح کے وقت کی قرآنی نصائح کو پیش نظر رکھیں، تقویٰ سے کام لیں، قول سدید سے کام لیں تو یہ چیزیں کبھی پیدا نہیں ہوں گی۔ آپ جو ناجائز حق لے رہے ہیں وہ جھوٹ ہے اور جھوٹ کے ساتھ شرک کے بھی مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میرے سے ناجائز فیصلہ کروا لیتے ہو تو اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہو۔ تو تقویٰ سے دور ہوں گے تو پھر یقیناً شرک کی جھولی میں جا گریں گے۔ پس استغفار کرتے ہوئے اللہ سے اس کی مغفرت اور رحم مانگیں، ہمیشہ خدا کا خوف پیش نظر رکھیں''۔

(خطبات مسرور جلد چہارم صفحہ ۵۶۳ تا ۵۷۳ خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۱۰ نومبر ۲۰۰۶ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حقوقِ زوجین۔۱

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ
وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا۝۷۵

(الفرقان:75)

اے ہمارے رب! ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَ اھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَا رَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَ اھِیْمَ اِ نَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

☆ خاوند کو اپنی بیوی سے حُسنِ معاشرت کی تعلیم دیتے ہوئے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں:

مومن کو اپنی مومنہ بیوی سے نفرت اور بغض نہیں رکھنا چاہیے اگر اُس کی ایک بات اُسے ناپسند ہے تو دوسری بات پسندیدہ ہوسکتی ہے۔

(مسلم کتاب النکاح باب الوصیة بالنساء)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کے اعلیٰ اَخلاق کی گواہی دیتے ہوئے بیان فرماتی ہیں:

نبی کریم ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ نرم خُو تھے اور سب سے زیادہ کریم۔ عام آدمیوں کی طرح بلا تکلّف گھر میں رہنے والے۔ آپ نے کبھی تیوری نہیں چڑھائی، ہمیشہ مسکراتے رہتے تھے۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ اپنی ساری زندگی میں آنحضرت ﷺ نے کبھی کسی بیوی پر ہاتھ نہیں اُٹھایا اور نہ کبھی کسی خادم کو

مارا۔

(شمائل ترمذی باب ماجافی خلق رسول الله)

☆ گھریلو زندگی کے بارہ میں حضرت عائشہ رَضی اللہ تعالیٰ عَنْھا فرماتی ہیں:

جتنا وقت آپ ﷺ گھر پر ہوتے، گھر والوں کی خدمت میں مصروف رہتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کو نماز کا بلاوا آتا تو آپ مسجد تشریف لے جاتے۔

(بخاری کتاب الادب باب کیف یکون الرجل فی اھله)

☆ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''عورتوں کے حقوق کی جیسی حفاظت اسلام نے کی ہے۔ ویسی کسی دوسرے مذہب نے قطعاً نہیں کی۔ مختصر الفاظ میں فرما دیا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ (البقرۃ:229) کہ جیسے مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں ویسے ہی عورتوں کے مردوں پر ہیں۔ بعض لوگوں کا حال سنا جاتا ہے کہ ان بیچاریوں کو پاؤں کی جوتی کی طرح جانتے ہیں اور ذلیل ترین خدمات ان سے لیتے ہیں، گالیاں دیتے ہیں، حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور پردہ کا حکم ایسے ناجائز طریقہ پر برتتے ہیں کہ ان کو زندہ درگور کر دیتے ہیں۔ چاہئے کہ بیویوں سے خاوندوں کا ایسا تعلق ہو جیسے دو سچے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے۔ انسان کے اَخلاقِ فاضلہ اور خدا تعالیٰ سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں۔ اگر ان ہی سے اُس کے تعلقات اچھے نہیں ہیں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهٖ تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے لئے اچھا ہے۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 300-301)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے حقوق کو شریعتِ اسلامی کی روشنی میں ایک معاہدہ کی حیثیت میں پیش فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''شادی بیاہ کا تعلق بھی مرد اور عورت میں ایک معاہدہ کی حیثیت رکھتا ہے عورت کو حکم ہے کہ اس معاہدے کی رُو سے تم پر یہ فرائض عائد ہوتے ہیں مثلاً خاوند کی ضروریات کا خیال رکھنا، بچوں کی نگہداشت کرنا، گھر کے اُمور کی ادائیگی وغیرہ، اسی طرح مرد کی بھی ذمہ داری ہے کہ بیوی بچوں کے نان

نفقہ کی ذمہ داری اُس پر ہے۔اُن کی متفرق ضروریات کی ذمہ داری اُس پر ہے اور دونوں میاں بیوی نے مل کر بچوں کی نیک تربیت کرنی ہے اس کی ذمہ داری اُن پر ہے۔تو جتنا زیادہ میاں بیوی......آپس میں اس معاہدے کی پابندی کرتے ہوئے ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں گے اتنا ہی زیادہ حسین معاشرہ ہوتا چلا جائے گا۔''

(قرۃ اعین۔عائلی معاملات پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات صفحہ 46)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حقوق زوجین ۔۲

رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعۡیُنٍ
وَّ اجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا ﴿۷۵﴾

(الفرقان:75)

اے ہمارے رب! ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

مومنوں میں سے ایمان کے لحاظ سے کامل ترین مومن وہ ہے جس کے اَخلاق اچھے ہیں اور تم میں سے خلق کے لحاظ سے بہترین وہ ہے جو اپنی عورتوں سے بہترین اور مثالی سلوک کرتے ہیں۔

(ترمذی کتاب النکاح باب حق المراۃ علی زوجھا)

☆ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے جہاں بہترین مومن اُسے قرار دیا ہے جو اپنی بیوی سے بہترین اور مثالی سلوک کرتا ہے وہاں ایسی عورتوں کو جنت کی بشارت دی ہے جن سے اُن کے خاوند خوش اور راضی ہیں۔ چنانچہ حضرت اُم سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

جو عورت اس حالت میں فوت ہوئی کہ اُس کا خاوند اُس سے خوش اور راضی ہے تو وہ جنت میں جائیگی۔

(ابن ماجہ کتاب النکاح باب حق الزوج علی المراۃ)

☆ اسی طرح آپؐ نے اپنے ارشادات اور اعمال کے ذریعہ میاں بیوی کے باہمی حقوق معین رنگ میں بھی بیان فرما دیئے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

خاوند کی موجودگی میں عورت اُس کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے اور اُس کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر کے اندر نہ آنے دے۔

(بخاری کتاب النکاح باب لا تصوم المراۃ فی بیت زوجھا الاباذنہ)

☆ بیوی کو اپنے خاوند کی امرِ معروف میں اطاعت کا پابند فرماتے ہوئے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

اگر میں کسی کو حکم دے سکتا کہ وہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے تو عورت کو کہتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

(ترمذی کتاب النکاح باب حق الزوج المراۃ)

☆ ایک فرمانبردار بیوی کے دیگر اَوصاف کا ذکر کرتے ہوئے آپؐ فرماتے ہیں:

جس عورت نے پانچوں وقت کی نماز پڑھی اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنے آپ کو برے کاموں سے بچایا اور اپنے خاوند کی فرمانبرداری کی اور اُس کا کہنا مانا، ایسی عورت کو اختیار ہے کہ جنت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

(مجمع الزوائد)

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے مرد کے قویٰ کو جسمانی لحاظ سے مضبوط بنایا ہے اس لیے اُس کی ذمہ داریاں اور فرائض بھی عورت سے زیادہ ہیں۔ اُس سے ادائیگی حقوق کی زیادہ توقع کی جاتی ہے۔ عبادات میں بھی اُس کو عورت کی نسبت زیادہ مواقع مہیّا کئے گئے ہیں اور اس لئے اُس کو گھر کے سربراہ کی حیثیت بھی حاصل ہے اور اسی کی وجہ سے اُس پر بحیثیت خاوند بھی بعض اہم ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں، اور اسی وجہ سے بحیثیت باپ اُس پر ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں اور بہت ساری ذمہ داریاں ہیں چند ایک کا میں یہاں ذکر کروں گا اور اُن ذمہ داریوں کو نبھانے کے لئے حکم دیا ہے کہ تم نیکیوں پر قائم ہو، تقویٰ پر قائم ہو اور اپنے گھر والوں کو، اپنی بیوی کو، اپنی اولاد کو تقویٰ پر قائم رکھنے کے لئے نمونہ بنو اور اس کے لئے اپنے رب سے مدد مانگو، اُس کے آگے روؤ، گڑگڑاؤ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اے اللہ! اُن راستوں پر ہمیشہ چلاتا رہ جو تیری رضا کے راستے ہیں، کبھی ایسا وقت نہ آئے کہ ہم بحیثیت گھر کے سربراہ کے، ایک خاوند کے اور ایک باپ کے، اپنے حقوق ادا نہ کر سکیں اور اس وجہ سے تیری ناراضگی کا موجب بنیں۔ تو جب انسان سچے دل سے یہ دعا مانگے اور اپنے عمل سے بھی اس معیار کو حاصل کرنے کی کوشش کرے تو نہ اللہ تعالیٰ ایسے گھروں کو برباد کرتا ہے، نہ ایسے خاوندوں کی بیویاں اُن کے لئے دکھ کا باعث بنتی ہیں اور نہ اُن کی اولاد اُن کی بدنامی کا موجب بنتی ہے اور اس طرح گھر جنت کا نظارہ پیش کر رہا ہوتا ہے۔''

(قرۃ العین۔ عائلی معاملات پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات صفحہ 67'68)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بیویوں سے حسن سلوک۔ا

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴿النساء : ۲۰﴾

ترجمہ: اوران کے ساتھ نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو۔

☆حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا:

’’مومنوں میں سے ایمان کے لحاظ سے کامل ترین مومن وہ ہے۔جس کے اخلاق اچھے ہیں۔اورتم میں سے خُلق کے لحاظ سے بہترین وہ ہے جو اپنی عورتوں سے بہترین اور مثالی سلوک کرتا ہے۔‘‘

(ترمذی کتاب النکاح باب حق المرأة علیٰ زوجها)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’......تمام جماعت کے لئے تعلیم ہے کہ اپنی بیویوں سے رفق اور نرمی کے ساتھ پیش آویں وہ ان کی کنیزیں نہیں ہیں۔درحقیقت نکاح مرداورعورت کا باہم ایک معاہدہ ہے۔پس کوشش کرو کہ اپنے معاہدہ میں دغاباز نہ ٹھہرو۔اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے **وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ** یعنی اپنی بیویوں کے ساتھ نیک سلوک کے ساتھ زندگی کرو۔اورحدیث میں ہے **خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ** یعنی تم میں سے اچھا وہی ہے جو اپنی بیوی سے اچھا ہے۔سوروحانی اورجسمانی طور پر اپنی بیویوں سے نیکی کرو۔ان کے لئے دُعا کرتے رہواورطلاق سے پرہیز کرو کیونکہ نہایت بدخدا کے نزدیک وہ شخص ہے جوطلاق دینے میں جلدی کرتا ہے۔جس کوخدا نے جوڑا ہے اس کوایک گندہ برتن کی طرح جلدمت توڑو۔‘‘

(اربعین نمبر۳ روحانی خزائن جلد۱۷ صفحہ ۴۲۸)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

’’بیویوں کے ساتھ احسان کے ساتھ پیش آؤ۔بیوی،بچوں کے جننے اور پالنے میں سخت تکلیف

اٹھاتی ہے۔مرد کو اس کا ہزارواں حصہ بھی اس بارے میں تکلیف نہیں۔ان کے حقوق کی نگہداشت کرو۔وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِن (البقرہ:۲۲۹)ان کے قصوروں سے چشم پوشی کرو۔اللہ تعالیٰ بہتر سے بہتر بدلہ دے گا۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ جون ۱۹۱۱ء از خطبات نور صفحہ ۴۹۹)

☆نیز فرمایا:

''تم میں جو نقص ہیں ان کی اصلاح کرو۔عورتوں سے جن کا سلوک اچھا نہیں،قرآن کے خلاف ہے،وہ خصوصیت سے توجہ کریں۔میں ایسے لوگوں کو اپنی جماعت سے الگ نہیں کرتا کہ شاید وہ سمجھیں،پھر سمجھ جائیں،پھر سمجھ جائیں۔''

(خطبہ عید الفطر ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۹ از خطبات نور صفحہ ۴۲۲)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوّراللہ مرقدہ اللہ فرماتے ہیں:

''مرد یاد رکھیں کہ عورت ایک مظلوم ہستی ہے۔اس کے ساتھ محبت اور شفقت کے سلوک سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔اس لئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ یعنی تم میں سے بہتر وہ ہے کہ جو اپنے اہل و عیال سے بہتر سلوک کرتا ہے۔''

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول حصہ دوئم صفحہ ۱۵۶)

☆نیز فرمایا:

''......محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بیویوں سے محبت کروں اور جو رحمتیں اس نے مجھ پر کی ہیں ان میں سے ایک رحمت یہ ہے کہ میرے دل میں اپنی بیویوں کی محبت پیدا کر دی گئی ہے۔لوگوں نے کہا عورتوں سے دُور بھاگو اور ان کے فریبوں سے بچو۔مگر محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں سے محبت کرو اور ان سے محبت کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچو کیونکہ جس طرح خدا تعالیٰ نے ماں کے قدموں کے نیچے جنت بنائی ہے اسی طرح بیوی کی دعا کو بھی اپنے قرب کا ذریعہ بنایا پس اس کے دل کو خوش کرو خدا تعالیٰ تم سے خوش ہوگا۔''

(انوار العلوم جلد ۱۰ صفحہ ۵۴۵ تا ۵۴۶)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بیویوں سے حسن سلوک۔۲

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴿النساء : ۲۰﴾

ترجمہ: اوران کے ساتھ نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو۔

☆حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''مومن کو اپنی مومنہ بیوی سے نفرت اور بُغض نہیں رکھنا چاہئے اگر اس کی ایک بات اُسے ناپسند ہے تو دوسری بات پسندیدہ ہوسکتی ہے۔''

(مسلم کتاب النکاح باب الوصیة بالنساء)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام، حضرت سید خصلت علی شاہ صاحب کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

''باعث تکلیف دہی ہے کہ میں نے بعض آپ کے سچے دوستوں کی زبانی جو درحقیقت آپ سے تعلق اخلاص اور محبت اور حسن ظن رکھتے ہیں۔ سنا ہے کہ امور معاشرت میں جو بیویوں اور اہل خانہ سے کرنی چاہئے۔ کس قدر آپ شدت رکھتے ہیں...... (آپ کو) ہر یک وقت دل میں یہ خیال کرنا چاہئے کہ میری بیوی ایک مہمان عزیز ہے جس کو خدا تعالیٰ نے میرے سپرد کیا ہے اور وہ دیکھ رہا ہے کہ میں کیونکر شرائط مہمان داری بجالاتا ہوں اور میں ایک خدا کا بندہ ہوں اور یہ بھی ایک خدا کی بندی ہے مجھے اس پر کونسی زیادتی ہے۔ خونخوار انسان نہیں بننا چاہیے بیویوں پر رحم کرنا چاہیے اور ان کو دین سکھلانا چاہیے درحقیقت میرا یہی عقیدہ ہے کہ انسان کے اخلاق کے امتحان کا پہلا موقعہ اس کی بیوی ہے۔ میں جب کبھی اتفاقاً ایک ذرہ درشتی اپنی بیوی سے کروں تو میرا بدن کانپ جاتا ہے کہ ایک شخص کو خدا نے صدہا کوس سے میرے حوالہ کیا ہے شائد معصیت ہوگی کہ مجھ سے ایسا ہوا تب میں ان کو کہتا ہوں کہ تم اپنی نماز میں میرے لیے دعا کرو کہ اگر یہ امر خلاف مرضی حق تعالیٰ ہے تو مجھے معاف فرمادیں اور میں بہت ڈرتا ہوں کہ ہم کسی

ظالمانہ حرکت میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ سو میں امید رکھتا ہوں کہ آپ بھی ایسا ہی کریں گے۔ ہمارے سید و مولیٰ رسول اللہ ﷺ کس قدر اپنی بیویوں سے حلم کرتے تھے۔‘‘

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ النساء جلد دوئم صفحہ ۲۳۰)

☆ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

’’......حقیقت یہ ہے کہ مرد اور عورت کے حقوق خدا کی نظر میں برابر ہیں مگر چونکہ ان کی خلقت میں فرق ہے اور ان کی تخلیق کے تقاضے کچھ مختلف ہیں۔ اس لئے بعض ذمہ داریاں ان مختلف تقاضوں کے پیش نظر بدل جاتی ہیں اور تعلیمات کے کچھ حصے بھی اسی فرق کے پیش نظر مختلف ہو جاتے ہیں لیکن جہاں تک عورتوں کے حقوق کا تعلق ہے مرد اور عورت کے حقوق میں ایک ذرہ بھی فرق نہیں ہے۔ لیکن مجھے یہ دیکھ کر بہت تکلیف پہنچتی ہے کہ معاشرے کے بداثرات کے نتیجے میں جماعت احمدیہ میں بہت سے مرد ظالم ہیں۔ وہ اپنی عورتوں کے حقوق ادا نہیں کرتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ عورتوں کا کام صرف یہ ہے کہ وہ بچے پیدا کرنے والی مشینیں بن جائیں اور ہماری خاطر ہر قسم کی مصیبتیں برداشت کریں۔ اور اُف تک نہ کریں اور پھر بھی اگر ادنیٰ سا شکوہ بھی ان کے خلاف پیدا ہو تو وہ گویا ان کو مارنے کا بھی حق رکھتے ہیں۔ ایسی بہت سی مثالیں سامنے آکر دل کو انتہائی تکلیف پہنچتی ہے...... میں سمجھتا ہوں کہ جو مرد بنیادی انسانی حقوق ادا نہیں کر سکتا اور جس میں رحمت اور شفقت نہیں ہے وہ اسلام کی طرف منسوب ہونے کا اہل ہی نہیں۔ اگر اس کا خیال ہے کہ وہ گھر میں ظلم و ستم روا رکھ کر اور غریب عورتوں کو دکھ دے کر اور محض تشدد کی مشینیں بنا کر اسلامی حقوق ادا کر رہا ہے اس لئے وہ جنت میں چلا جائے گا تو یہ اس کا وہم ہے خواہ وہ کتنی ہی نمازیں کیوں نہ پڑھے وہ جنت میں نہیں جا سکتا۔ وہ جنت الحمقاء میں تو جا سکتا ہے لیکن اس جنت میں نہیں جا سکتا جو حضرت محمد مصطفی ﷺ کے غلاموں کے لئے بنائی گئی ہے۔‘‘

(خطبات طاہر جلد ۲ صفحہ ۴۳ تا ۴۴۔ ۴۷)

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تربیتِ اولاد۔ا

وَالَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعۡیُنٍ وَّ اجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا ﴿۷۵﴾

(الفرقان:75)

اور وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنادے۔

☆حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

ہر بچہ فطرتِ اسلامی پر پیدا ہوتا ہے پھر اُس کے ماں باپ اُسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں یعنی قریبی ماحول سے بچے کا ذہن متاثر ہوتا ہے جیسے جانور کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے، کیا تمہیں اُن میں کوئی کان کٹا نظر آتا ہے؟ یعنی بعد میں لوگ اُس کا کان کاٹتے ہیں اور اُسے عیب دار بنادیتے ہیں۔
(مسلم کتاب القدر باب معنی کل مولود یولد علی الفطر حدیث نمبر 6926)

☆حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اپنے بچوں سے عزت کے ساتھ پیش آؤ اور اُن کی اچھی تربیت کرو۔
(ابن ماجہ کتاب الادب باب بر الوالد حدیث نمبر 3671)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ دعا سکھائی ہے کہ اَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ میرے بیوی بچوں کی بھی اصلاح فرما۔ سو اپنی حالت کی پاک تبدیلی اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد اور بیوی کے واسطے بھی دعا کرتے رہنا چاہئے کیونکہ اکثر فتنے اولاد کی وجہ سے انسان پر پڑ جاتے ہیں اور اکثر بیوی کی وجہ سے۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 456۔457)

☆آپؑ مزید فرماتے ہیں:

'' پھر ایک اور بات ہے کہ اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ اولاد کی تربیت اور ان کو عمدہ اور نیک چلن بنانے اور خدا تعالیٰ کے فرماں بردار بنانے کی سعی اور فکر کریں ۔ نہ کبھی ان کے لئے دعا کرتے ہیں اور نہ مراتبِ تربیت کو مدنظر رکھتے ہیں۔ میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا۔ بہت سے والدین ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو بُری عادتیں سکھا دیتے ہیں۔ ابتداء میں جب وہ بدی کرنا سیکھنے لگتے ہیں تو ان کو تنبیہہ نہیں کرتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دن بدن دلیر اور بیباک ہوتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 560)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

'' پھر ایک عام بات ہے جس کی طرف والدین کو توجہ دینی ہوگی۔ وہ ہے اپنے بچوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کریں، اُنہیں متقی بنائیں اور یہ اُس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک والدین خود متقی نہ ہوں یا متقی بننے کی کوشش نہ کریں۔ کیونکہ جب تک عمل نہیں کریں گے مُنہ کی باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اگر بچہ دیکھ رہا ہے کہ میرے ماں باپ اپنے ہمسائیوں کے حقوق ادا نہیں کر رہے، اپنے بہن بھائیوں کے حقوق غصب کر رہے ہیں، ذرا ذرا سی بات پر میاں بیوی میں، ماں باپ میں ناچاقی اور جھگڑے شروع ہو رہے ہیں تو پھر بچوں کی تربیت اور اُن میں تقویٰ پیدا کرنا بہت مُشکل ہو جائے گا۔ اس لئے بچوں کی تربیت کی خاطر ہمیں بھی اپنی اصلاح کی بہت ضرورت ہے۔''

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 150)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تربیتِ اولاد۔۲

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ﴿۷۵﴾

(الفرقان:75)

اور وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنادے۔

☆رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو پھر دس سال کی عمر تک اُنہیں اس پر سختی سے کاربند کرو نیز اُن کے بستر الگ الگ بچھاؤ۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ باب متی یومر الغلام بالصلوۃ ، حدیث نمبر:495)

☆حضرت ابوسعیدؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

تم میں سے جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو تو اُس کو چاہئے کہ وہ اُس کا اچھا نام رکھے، اچھی تربیت کرے اور جب وہ بالغ ہوجائے تو اُس کی شادی کرے۔ اگر وہ بچہ بالغ ہوجاتا ہے اور وہ اُس کی شادی نہیں کرتا اور بچہ سے کوئی گناہ سرزد ہوجاتا ہے تو اُس کا گناہ اُس کے باپ پر ہوگا۔

(مشکاۃ المصابیح کتاب النکاح باب الولی فی النکاح واستئذان المراۃ حدیث نمبر3138)

☆حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے بچوں سے رحم کا سلوک نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کے حق کا پاس نہیں کرتا۔

(الادب المفرد للبخاری باب رحمۃ الصغیر ،حدیث نمبر:363)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''لوگ اولاد کی خواہش تو کرتے ہیں مگر نہ اس لیے کہ وہ خادمِ دین ہو بلکہ اس لئے کہ دنیا میں ان کا کوئی وارث ہو اور جب اولاد ہوتی ہے تو اس کی تربیت کا فکر نہیں کیا جاتا۔ نہ اس کے عقائد کی اصلاح کی جاتی ہے اور نہ اخلاقی حالت کو درست کیا جاتا ہے۔ یہ یاد رکھو کہ اس کا ایمان درست نہیں ہو سکتا جو اقرب تعلقات کو نہیں سمجھتا۔ جب وہ اس سے قاصر ہے تو اور نیکیوں کی امید اس سے کیا ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن میں بیان فرمایا ہے رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا یعنی خدا تعالیٰ ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرماوے اور یہ تب ہی میسر آ سکتی ہے کہ وہ فسق و فجور کی زندگی بسر نہ کرتے ہوں بلکہ عباد الرحمٰن کی زندگی بسر کرنے والے ہوں۔ اور خدا کو ہر شے پر مقدم کرنے والے ہوں اور آگے کھول کر کہہ دیا وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا اولاد اگر نیک اور متقی ہو تو یہ ان کا امام ہی ہوگا۔ اس سے گویا متقی ہونے کی بھی دعا ہے۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 560-563)

☆ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''ایک احمدی کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اولاد کی خواہش ہمیشہ اس دعا کے ساتھ کرنی چاہیے کہ نیک صالح اولاد ہو جو دین کی خدمت کرنے والی ہو اور اعمالِ صالحہ بجالانے والی ہو۔ اس کے ساتھ سب سے ضروری بات والدین کے لئے یہ ہے کہ وہ خود بھی اولاد کے لئے دعا کریں اور اپنی حالت پر بھی غور کریں...... میں اس طرف بھی کئی دفعہ توجہ دلا چکا ہوں کہ اولاد کی خواہش سے پہلے اور اگر اولاد ہے تو اُس کی تربیت کے لئے اپنی حالت پر بھی غور کرنا چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ جب اولاد سے نوازے یا جو اولاد موجود ہے وہ نیکیوں پر قدم مارنے والی اور قرۃ العین ہو۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13 اکتوبر 2006ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تربیتِ اولاد۔۳

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا ہَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعۡیُنٍ وَّ اجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا ﴿۷۵﴾

(الفرقان:۷۵)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنا دے۔

☆حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

''پاکیزہ خوراک وہ ہے جو تم خود کما کر کھاؤ اور تمہاری اولاد بھی تمہاری عمدہ کمائی میں شامل ہے۔''
(ترمذی ابواب الاحکام باب ان الولدیاخذ مال ولدہ)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں:

''ہدایت اور تربیتِ حقیقی خدا کا فعل ہے۔سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں۔اور ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے۔یہ ایک قسم کا شرک خفی ہے۔اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہیے۔آپؑ نے قطعی طور پر فرمایا اور لکھ کر بھی ارشاد کیا کہ ہمارے مدرسے میں جو استاد مارنے کی عادت رکھتا ہے اور اپنے اس ناسزا فعل سے باز نہ آتا ہو، اسے یکلخت موقوف کر دو۔فرمایا: ہم تو اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آداب تعلیم کی پابندی کراتے ہیں۔بس اس سے زیادہ نہیں۔اور پھر اپنا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں۔جیسا کسی سعادت کا تخم ہوگا۔وقت پر سرسبز ہو جائے گا۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 309)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اولاد کی عمدہ کمائی سے مراد یہ ہے کہ ایسے رنگ میں تربیت کرو کہ وہ نیک ہوں عبادت گزار ہوں۔ جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آیا کہ وہ تمہارے لئے دعائیں کرنے والے ہوں۔ تربیت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ان کی ضروریات کا خیال رکھا جائے۔ ان کی تعلیم کا خیال رکھا جائے۔ بچوں کی تعلیم کا خیال رکھنا بھی تمہارے فرائض میں داخل ہے۔ اگر کوئی بچہ مالی حالت کی کمزوری کی وجہ سے تعلیم حاصل نہیں کر رہا تو جماعت کو بتائیں۔ مجھے بتائیں انشاءاللہ کوئی بچہ مالی کمزوری کی وجہ سے تعلیم سے محروم نہیں رہے گا۔ لیکن بچوں کو تعلیم سے محروم رکھنا ان پر ظلم ہے۔''

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۱۲ اپریل ۲۰۰۴ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تربیت اولا میں والدین سے کوتاہیاں

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عملی اصلاح کے لئے ہماری راہنمائی میں حضرت مصلح موعودؓ رَاللّٰہُ مَرْ قَدَہٗ کے ارشادات کی روشنی میں تربیتِ اولاد کے حوالے سے والدین کی طرف سے ہونے والی کوتاہیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دُنیوی چیزیں لہو ولعب ہیں اور دین و دنیا میں وہی نسبت ہے جو حقیقی چیز کو کھیل تماشے سے ہوتی ہے اور کوئی شخص یہ کب پسند کر سکتا ہے کہ قیمتی ورثہ تو اُس کی اولاد کو نہ ملے اور لہو لعب کی چیزیں مل جائیں۔لیکن کیا ہم میں سے ایسے لوگ نہیں ہیں جو عملاً ایسا کرتے ہیں۔جب اُن کا بیٹا جھوٹ بولے، چوری کرے یا کوئی اَور جرم کرے تو اُس کی تائید کرتے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ ماں باپ چوری چھپے جرم کرنے والوں کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔اوّل تو وہ اس وجہ سے مجرم ہیں کہ انہوں نے اولاد کو دینی تعلیم سے محروم رکھا۔اگر اُن کے نزدیک نیکی کی کوئی قیمت ہوتی تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ اس سے اپنی اولاد کو محروم رکھتے اور اگر تربیت میں کوتاہی ہوگئی تو پھر مجرم کی اعانت سے ہی باز رہتے۔قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدۃ:3) کہ نیکی اور تقویٰ میں ضرور تعاون کرو مگر بدی اور عدوان میں تعاون نہ کرو۔تو آپ نے فرمایا کہ پہلا جرم تو اُنہوں نے یہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا (التحریم:7) کہ اپنے آپ کو اور اپنے بیوی بچوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔مگر اُنہوں نے ایسا نہیں کیا۔اور دوسرا یہ جرم کرتے ہیں......کہ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدۃ:3) کے حکمِ الٰہی کو توڑتے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو دین کو نعمت قرار دیتا ہے،مگر وہ جماعت جو دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی دعویدار ہے اُس میں ایسے لوگ موجود ہیں جو اوّل تو اپنی اولاد کو دین سے محروم رکھتے ہیں اور پھر جب وہ شرارت کریں تو اُن کی مدد کرتے ہیں۔حالانکہ وہ بعض ایسے جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں کہ جن پر شرافت اور انسانیت بھی چلّا اُٹھتی ہے۔چہ جائیکہ احمدیت اور ایمان کے متحمل ہوسکیں۔مگر ایسے مجرموں کے والدین،

بھائی، رشتہ دار بلکہ دوست اُن کی مدد کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ایسا کرنے سے ایمان کہاں باقی رہ جاتا ہے؟ ایسے آدمی کا دین تو آسمان پر اُڑ جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو۔ ایک دفعہ بعض صحابہ نے آپ کے پاس کسی مجرم کی سفارش کی تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم! اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو وہ بھی سزا سے نہیں بچ سکے گی۔ تو تقویٰ اور طہارت ایسی نعمت ہے کہ اس کے حصول کے لئے انسان کو کسی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو ہمیں دولت ملی ہے وہ اعلیٰ اَخلاق ہی ہیں اور اپنی اولادوں کو اُن کا وارث بنانا ہمارا فرض ہے۔ اور اگر غفلت کی وجہ سے اس میں کوئی کوتاہی ہو جائے تو مومن کا فرض ہے کہ وہ **تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ** نہ دکھائے، بلکہ اُسی وقت اُس سے علیحدہ ہو جائے جس نے جرم کیا ہے۔ ''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 نومبر 2013ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رشتہ داروں سے حسن سلوک

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَا أَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَاحِدَۃٍ وَخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالاً کَثِیْراً وَنِسَاءً وَاتَّقُوْا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَاءَ لُوْنَ بِہٖ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا....(النساء: ۲)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں میں سے مردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کے واسطے دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رِحموں (کے تقاضوں) کا بھی خیال رکھو۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔

☆حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص کو پسند ہو کہ اس کے رزق کے اندر وسعت ہو اور دنیا کے اندر اس کے قدم کے نشان دیر تک باقی رہیں تو اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی سے پیش آوے۔''

(صحیح بخاری و صحیح مسلم متفق علیہ)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جو شخص قرابت داروں سے حسن سلوک نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔''

(کشتی نوح صفحہ:۱۷)

نیز فرمایا:

''تم مخلوق خدا سے ایسی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ کہ گویا ان کے حقیقی رشتہ دار ہو جیسا مائیں اپنے بچوں سے پیش آتی ہیں۔''

(کشتی نوح صفحہ:۲۰)

☆ **حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

’’ایک انسان میں جو خصوصیات ہونی چاہئیں خاص طور پر ایک مرد میں جن خصوصیات کا ہونا ضروری ہے جس سے پاک معاشرہ وجود میں آ سکتا ہے وہ یہی ہے...... کہ صلہ رحمی اور حسن سلوک، رشتہ داروں کا خیال، ان کی ضروریات کا خیال، ان کی تکالیف کو دور کرنے کی کوشش۔ اب صلہ رحمی بھی بڑا وسیع لفظ ہے اس میں بیوی کے رشتہ داروں کے بھی وہی حقوق ہیں جو مرد کے اپنے رشتے داروں کے ہیں۔ ان سے بھی صلہ رحمی اتنی ہی ضروری ہے جتنی اپنوں سے۔ اگر یہ عادت پیدا ہو جائے اور دونوں طرف سے صلہ رحمی کے یہ نمونے قائم ہو جائیں تو پھر کیا کبھی اس گھر میں تُو تکار ہو سکتی ہے؟ کوئی لڑائی جھگڑا ہو سکتا ہے؟ کبھی نہیں۔‘‘

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ دوم صفحہ ۴۷ تا ۴۸)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مہمان نوازی۔۱

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِھِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ ھَاجَرَ اِلَیْھِمْ وَلَایَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِھِمْ حَاجَۃً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْکَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ.وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُوْلٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿الحشر:١٠﴾

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے ان سے پہلے ہی گھر تیار کر رکھے تھے اور ایمان کو (دلوں میں) جگہ دی تھی وہ ان سے محبت کرتے تھے جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئے اور اپنے سینوں میں اس کی کچھ حاجت نہیں پاتے تھے جو ان (مہاجروں) کو دیا گیا اور خود اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے باوجود اس کے کہ خود انہیں تنگی درپیش تھی۔ پس جو کوئی بھی نفس کی خساست سے بچایا جائے تو یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

☆ حضرت ابوشریح ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا:

’’جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مہمان کی عزت کرے۔ ایک دن رات تک اس کی خدمت تو اس کا انعام شمار ہوگی جبکہ تین دن تک مہمان نوازی ہوگی۔ اس کے بعد (کی خدمت) صدقہ ہے۔ اور اس (مہمان) کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ اس کے ہاں ٹھہرا رہے اور اس کو تکلیف میں ڈالے‘‘۔

(ابوداؤد۔ کتاب الاطعمۃ باب ماجاء فی الضیافۃ)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’لنگر خانہ کے مہتمم کو تاکید کر دی جاوے کہ وہ ہر ایک شخص کی احتیاج کو مدّنظر رکھے مگر چونکہ وہ اکیلا آدمی ہے اور کام کی کثرت ہے ممکن ہے کہ اُسے خیال نہ رہتا ہو، اس لیے کوئی دوسرا شخص یاد دلا دیا

کرے۔کسی کے میلے کپڑے وغیرہ دیکھ کراس کی تواضع سے دست کش نہ ہونا چاہیے، کیونکہ مہمان تو سب یکساں ہی ہوتے ہیں اور جو نئے ناواقف آدمی ہیں تو یہ ہمارا حق ہے کہ اُن کی ہر ایک ضرورت کو مدّ نظر رکھیں۔بعض وقت کسی کو بیت الخلا کا ہی پتہ نہیں ہوتا تو اُسے سخت تکلیف ہوتی ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ مہمانوں کی ضروریات کا بڑا خیال رکھا جاوے۔مَیں تو اکثر بیمار رہتا ہوں،اس لیے معذور ہوں۔مگر جن لوگوں کو ایسے کاموں کے لئے قائمقام کیا ہے یہ ان کا فرض ہے کہ کسی قسم کی شکایت نہ ہونے دیں‘‘۔

(اخبار’’الحکم‘‘ ۲۴ر نومبر ۱۹۰۴ء۔صفحہ ۱،۲ ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۱۷۰)

☆حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مہمان نوازی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مغرب کی نماز کے بعد مسجد مبارک قادیان کی اُوپر کی چھت پر چند مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانے کے انتظار میں تشریف فرما تھے۔اُس وقت ایک احمدی دوست میاں نظام دین صاحب ساکن لدھیانہ جو بہت غریب آدمی تھے اور اُن کے کپڑے بھی پھٹے پُرانے تھے،حضور سے چار پانچ آدمیوں کے فاصلے پر بیٹھے تھے۔اتنے میں چند معزز مہمان آکر حضور کے قریب بیٹھتے گئے اور اُن کی وجہ سے ہر دفعہ میاں نظام دین کو پرے ہٹنا پڑا حتیٰ کہ وہ ہٹتے ہٹتے جُوتیوں کی جگہ پر پہنچ گئے۔اتنے میں کھانا آیا تو حضورؑ نے، جو یہ سارا نظارہ دیکھ رہے تھے،ایک سالن کا پیالہ اور کچھ روٹیاں ہاتھ میں اُٹھالیں اور میاں نظام دین سے مخاطب ہوکر فرمایا: آؤ میاں نظام دین! ہم اور آپ اندر بیٹھ کر کھانا کھائیں۔یہ فرما کر حضور مسجد کے ساتھ والی کوٹھڑی میں تشریف لے گئے اور حضورؑ نے اور میاں نظام دین نے کوٹھڑی کے اندر اکٹھے بیٹھ کر ایک ہی پیالے میں کھانا کھایا۔اُس وقت میاں نظام دین خوشی سے پُھولے نہیں سماتے تھے اور جو لوگ میاں نظام دین کو عملاً پرے دھکیل کر حضرت مسیح موعودؑ کے قریب بیٹھ گئے تھے وہ شرم سے کٹے جاتے تھے‘‘۔

(سیرت طیبہ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ ۱۸۸)

☆حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ حضرت مسیح موعودؑ کی مہمان نوازی کا ذکر کرتے ہوئے

روایت کرتے ہیں کہ:

’’مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ شروع میں جب مہمانوں کی زیادہ کثرت نہیں تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحت بھی نسبتاً بہتر تھی، آپؑ اکثر مہمانوں کے ساتھ اپنے مکان کے مردانہ حصہ میں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور کھانے کے دوران میں ہر قسم کی بے تکلّفانہ گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ گویا ظاہری کھانے کے ساتھ علمی اور روحانی کھانے کا دسترخوان بھی بچھ جاتا تھا۔ ایسے موقعوں پر آپ عموماً ہر مہمان کا خود ذاتی طور پر خیال رکھتے تھے اور اِس بات کی نگرانی فرماتے تھے کہ اگر کبھی دسترخوان پر ایک سے زیادہ کھانے ہوں تو ہر شخص کے سامنے دسترخوان کی ہر چیز پہنچ جائے۔ عموماً ہر مہمان کے متعلق دریافت فرماتے رہتے تھے کہ کسی خاص چیز مثلاً دودھ یا چائے یا لسی یا پان کی عادت تو نہیں۔ اور پھر حتی الوسع ہر ایک کے لئے اُس کی عادت کے موافق چیز مہیا فرماتے تھے۔ بعض اوقات اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ کسی مہمان کو اچار کا شوق ہے اور اچار دسترخوان پر نہیں ہوتا تھا تو خود کھانا کھاتے کھاتے اُٹھ کر اندرون خانہ تشریف لے جاتے اور اندر سے اچار لا کر ایسے مہمان کے سامنے رکھ دیتے تھے۔ اور چونکہ آپؑ بہت تھوڑا کھانے کی وجہ سے جلد شکم سیر ہو جاتے تھے اس لئے سیر ہونے کے بعد بھی آپؑ روٹی کے چھوٹے چھوٹے ذرّے اٹھا کر منہ میں ڈالتے رہتے تھے تاکہ کوئی مہمان اِس خیال سے کہ آپؑ نے کھانا چھوڑ دیا ہے دسترخوان سے بھوکا ہی نہ اُٹھ جائے‘‘۔

(سیرت طیبہ۔ صفحہ ۱۱۳)

اللہ تعالیٰ ہمیں مہمان نوازی کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مہمان نوازی۔۲

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ جَاءَ تْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَى قَالُوْا سَلَاماً قَالَ سَلَامٌ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ.(ھود:70)

ترجمہ:اور یقیناً ابراہیم کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے خوشخبری لے کرآئے۔انہوں نے سلام کہا۔اس نے بھی کہا سلام اور ذرا دیر نہ کی کہ ان کے پاس ایک بُھنا ہوا بچھڑا لے آیا۔

☆آنحضرت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ مہمان کی تکریم کرے۔''
(بخاری کتا ب الادب باب اکرام الضیف و خدمته ایاه بنفسه حدیث 6135)

☆حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مہمان نوازی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

''کہ ایک ہندو حضرت اقدس کے حضور حاضر ہوا۔کیونکہ ہندوؤں کا ایک خاص مزاج ہوتا ہے اور کھانے پینے کا بھی اپنا ایک طریقہ ہوتا ہے۔کیونکہ مسلمانوں کے لئے تو کوئی مسئلہ نہیں تھا لنگر جاری تھا لوگ آتے تھے،کھاتے تھے۔لیکن ہندو مہمان کے لئے خاص انتظام کرنا پڑا اور وہ انتظام چونکہ دوسروں کے ہاں کرانا ہوتا تھا اس لئے ظاہر میں اس کی مشکلات بھی ہوتی تھیں۔تو اس موقعے پہ بھی حضرت اقدس مسیح موعودؑ مہمان نوازی کا پورا اہتمام فرماتے تھے۔جب وہ آیا اور آپ سے ملاقات کی تو آپؑ نے فرمایا یہ ہمارا مہمان ہے،اس کے کھانے کا انتظام بہت جلد کر دینا چاہئے۔ایک شخص کو خاص طور پر حکم دیا کہ ایک ہندو کے گھر اس کے لئے بندوبست کیا جاوے۔''

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ مرتبہ شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ جلد اول صفحہ 142)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''قرآن کریم نے ہمیں یہ سنہری اصول بتا دیا کہ مہمان نوازی، خدمت کا جذبہ اور جوش اس وقت پیدا ہوگا جب تم دلوں میں محبت پیدا کرو گے۔ اور جب یہ محبت تمہارے دلوں میں پیدا ہو جائے گی تو پھر تم اپنے آرام پر، اپنی ضروریات پر، اپنی خواہشات پر، ان دور سے آنے والوں کی ضروریات کو مقدم کرو گے اور ان کو فوقیت دو گے۔ اور اگر اس جذبے کے تحت خدمت کرو گے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم فلاح پا گئے، تم کامیاب ہو گئے۔ اور خاص طور پر ان مہمانوں کے لئے اپنے ان اعلیٰ جذبات کا اظہار کرو گے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان ہیں تو پھر تم یقیناً اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مستحق ٹھہرو گے۔ مہمان نوازی تو نبیوں اور نبیوں کے ماننے والوں کا ایک خاص شیوہ ہے۔ دیکھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی مہمان نوازی کو دیکھتے ہوئے فوراً اس وقت آنے والوں سے یہ نہیں پوچھا کہ تم کھانا کھاؤ گے کہ نہیں، ایک بچھڑا ذبح کر دیا اور حضرت خدیجہؓ نے بھی پہلی وحی کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھبراہٹ ہوئی تو اور بہت سی باتوں کے علاوہ یہ بھی حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کیا کہ فکر نہ کریں خدا تعالیٰ آپؐ کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا کیونکہ آپؐ میں مہمان نوازی کا وصف بھی انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔ پس ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں آپؐ کے اس اعلیٰ خلق کو اختیار کریں...... اور اللہ تعالیٰ کے پیار کے وارث بنیں۔''

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 505 تا 506)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ماتحتوں سے حُسن سلوک

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَبِالْوَالِدَیْنِ إِحْسَاناً وَبِذِیْ الْقُرْبَی وَالْیَتَامَی وَالْمَسَاکِیْنِ وَالْجَارِ ذِیْ الْقُرْبَی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالجَنْبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا مَلَکَتْ أَیْمَانُکُم(النساء:37)

ترجمہ: اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی۔ اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور اُن سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔

☆حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تین باتیں جس میں ہوں اللہ تعالیٰ اُسے اپنی حفاظت اور رحمت میں رکھے گا اور اُسے جنت میں داخل کرے گا۔ پہلی یہ کہ وہ کمزوروں پر رحم کرے دوسری یہ کہ وہ ماں باپ سے محبت کرے تیسری یہ کہ خادموں اور نوکروں سے اچھا سلوک کرے۔''

(ترمذی صفة القیامة)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''غرض نوعِ انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ اس پہلو میں بڑی کمزوری ظاہر کی جاتی ہے۔ دوسروں کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ ان پر ٹھٹھے کیے جاتے ہیں۔ ان کی خبر گیری کرنا اور کسی مصیبت اور مشکل میں مدد دینا تو بڑی بات ہے۔ جو لوگ غرباء کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش نہیں آتے بلکہ ان کو حقیر سمجھتے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ خود اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جاویں۔ اللہ تعالیٰ نے جن پر فضل کیا ہے اس کی شکر گذاری یہی ہے کہ اس کی مخلوق کے ساتھ احسان اور سلوک کریں۔ اور اس خداداد فضل

پر تکبر نہ کریں اور وحشیوں کی طرح غرباء کو کچل نہ ڈالیں۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 438,439)

☆ **حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

”پھر حکم ہے کہ جو تمہارے ماتحت ہیں جو تمہارے ملازم ہیں جو مالی حیثیت میں کم طبقہ ہیں تمہارے زیرِ نگیں ہیں اُن کا بھی خیال رکھو۔ اُن سے بھی ہمدردی اور احسان کا سلوک کرو۔ تو یہ نیکیاں جو تم کر رہے ہو گے تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہو گے۔ اِس عاجزی اور نیکی کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا قرب پانے والے ہو گے......اصل نیکی یہ ہے کہ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھیں اور صرف اپنے حقوق پر زور نہ دیں۔ کیونکہ بڑی نیکی یہی ہے کہ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھا جائے نہ کہ اپنے حقوق کا خیال رکھا جائے۔ بلکہ کوشش یہ ہو کہ اپنے ذمہ کسی کا حق نہ رہے۔ بلکہ اِس سے بھی بڑھ کر یہ ہونا چاہیے کہ صرف اپنے غموں کو ہی نہ روتے رہیں، اپنی تکلیفوں اور پریشانیوں کو ہی نہ روتے رہیں، بلکہ دوسروں کے غموں دُکھوں اور تکلیفوں کو بھی محسوس کریں۔“

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ سوم صفحہ 140)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یتامیٰ کی خبر گیری

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاعْبُدُوْااللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ. اِنَّ ا للّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا(سورۃالنساء: 37)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرواور کسی کواس کا شریک نہ ٹھہراؤاور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی، اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اوران سے بھی جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوئے، یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر اور شیخی بگھارنے والا ہے۔

☆ حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''میں اور یتیم کی دیکھ بھال میں لگا رہنے والا جنت میں اس طرح ساتھ ساتھ ہوں گے۔ آپ ﷺ نے وضاحت کی غرض سے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھ کر دکھایا کہ اس طرح۔''

(بخاری باب فضل من یعول یتیماً)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''سچے نیکوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ خدا کی رضا جوئی کے لئے اپنے قریبیوں کو اپنے مال سے مدد کرتے ہیں اور نیز اس مال میں سے یتیموں کے تعہد اور ان کی پرورش اور تعلیم وغیرہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں اور مسکینوں کو فقر وفاقہ سے بچاتے ہیں۔اور مسافروں اور سوالیوں کی خدمت کرتے ہیں''۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔روحانی خزائن جلد10 صفحہ 357)

☆سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’......اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یتیموں سے بھی احسان کا سلوک کرو کیونکہ یہ معاشرے کا کمزور طبقہ ہے پھر فرمایا مسکینوں سے بھی حسن سلوک کرو۔ یہ دونوں طبقے یعنی یتیم اور مسکین معاشرے کے کمزور ترین طبقے ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔ اگر ان پر ظلم ہو رہا ہے تو ان کے خلاف کوئی آواز اٹھانے والا نہیں ہوتا اور پھر بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ یہ کمزور طبقے ردّعمل کے طور پر پھر فساد کی وجہ بنتے ہیں۔ اور فساد کی وجہ اس طرح ہے کہ پہلے چھوٹی چھوٹی باتوں اور برائیوں میں ملوث ہوتے ہیں اپنے حقوق حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں۔ پھر مفاد اٹھانے والے گروہ ان لوگوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ معاشرے کے خلاف ان کے ذہنوں میں زہر بھرتے ہیں۔ ایسا مایوس طبقہ جس کے حقوق ردّ کئے گئے ہوں، پھر یہ جائز سمجھتا ہے کہ جو کچھ بھی وہ اپنا حق لینے کے لئے کر رہا ہے، وہ جو مرضی چاہے حرکتیں کر رہا ہو وہ ٹھیک کر رہا ہے۔ اس کو یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کے یہ ہمدرد ہی اس کے خیر خواہ ہیں جو حقیقت میں اس کو معاشرے میں فساد پھیلانے کے لئے استعمال کر رہے ہوتے ہیں۔ غریب ملکوں میں اگر جائزہ لیں تو ایسے یتیم جن کے خاندانوں نے، ان کے عزیزوں نے ان کا خیال نہیں رکھا یا اس حیثیت میں نہیں کہ خیال رکھ سکیں خود بھی غربت نے انہیں پیسا ہوا ہے ایسے محروم بچے پھر تربیت کے فقدان کی وجہ سے بلکہ مکمل طور پر جہالت میں پڑ جانے کی وجہ سے تعمیری کام نہیں کر سکتے اور پھر ان لوگوں کے ہاتھ میں چڑھ جاتے ہیں جو ان سے ناجائز کام کرواتے ہیں۔

......پس اس فساد سے بچنے کے لئے یہ معاشرے کا کام ہے اور وقت کی حکومت کا کام ہے کہ ایسے طبقے کو سنبھالیں، انہیں دھتکارنے کی بجائے انہیں سینہ سے لگائیں۔ ان کو جذباتی چوٹیں پہنچانے کی بجائے زیادہ بڑھ کر ان کے جذبات کا خیال رکھیں۔ کیونکہ یہ کمزور طبقہ جذباتی طور پر بہت حساس ہوتا ہے۔ معاشرے کو اس کے جذبات کو تعمیری رخ دینے کی کوشش کرنی چاہئے اور یہ بات اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک ان سے انتہائی احسان کا سلوک نہ کیا جائے اور یہ بات جہاں معاشرے میں محروم طبقے کو عزت دلوانے والی ہو گی وہاں معاشرے کے امن اور سلامتی کی بھی ضامن ہو جائے گی اور پھر یتیموں کی خبر گیری کرنے والے، مسکینوں کا خیال رکھنے والے اللہ تعالیٰ کے پیار کے بھی مورد بنتے ہیں۔‘‘

(خطبات مسرور جلد پنجم صفحہ ۲۲۷ تا ۲۲۸ خطبہ جمعہ بیان فرمودہ یکم جون ۲۰۰۷ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مساکین سے ہمدردی

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَآتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا .

﴿بنی اسرائیل: ۲۷﴾

ترجمہ: اور قرابت دار کو اس کا حق دے اور مسکین کو بھی اور مسافر کو بھی مگر فضول خرچی نہ کر۔

☆حضرت صفوان بن سلیمؓ بیان کرتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''بیوگان اور مساکین کیلئے کوشش کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا (یہ فرمایا) اس شخص کی طرح ہے جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور ساری رات عبادت کرتا ہے۔''

(بخاری کتاب الادب، باب الساعی علی الارملة)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو یاد رکھو کہ تم ہر شخص خواہ وہ کسی مذہب کا ہو ہمدردی کرو اور بلا تمیز ہر ایک سے نیکی کرو کیونکہ یہی قرآن شریف کی تعلیم ہے وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا وہ اسیر اور قیدی جو آتے تھے اکثر کفار ہوتے تھے۔ اب دیکھ لو کہ اسلام کی ہمدردی کی انتہاء کیا ہے۔ میری رائے میں کامل اخلاقی تعلیم بجز اسلام کے اور کسی کو نصیب ہی نہیں ہوئی''۔

(الحکم جلد ۹ نمبر ۳ مؤرخہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۵ء صفحہ ۴)

فرمایا:

''اخلاق کی درستی کے ساتھ اپنے مقدور کے موافق صدقات کا دینا بھی اختیار کرو وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا یعنی خدا کی رضا کیلئے مسکینوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھانا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خاص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہم دیتے ہیں اور اس دن سے ہم ڈرتے ہیں جو نہایت ہی ہولناک ہے''۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۲۷ مؤرخہ ۲۴ جولائی ۱۹۰۱ء صفحہ ۲)

☆ **سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یتیموں سے بھی احسان کا سلوک کرو کیونکہ یہ معاشرے کا کمزور طبقہ ہے پھر فرمایا مسکینوں سے بھی حسن سلوک کرو۔ یہ دونوں طبقے یعنی یتیم اور مسکین معاشرے کے کمزور ترین طبقے ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔ اگر ان پر ظلم ہو رہا ہے تو ان کے خلاف کوئی آواز اٹھانے والا نہیں ہوتا اور پھر بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ یہ کمزور طبقے ردّعمل کے طور پر پھر فساد کی وجہ بنتے ہیں۔ اور فساد کی وجہ اس طرح ہے کہ پہلے چھوٹی چھوٹی باتوں اور برائیوں میں ملوث ہوتے ہیں اپنے حقوق حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں۔ پھر مفاد اٹھانے والے گروہ ان لوگوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ معاشرے کے خلاف ان کے ذہنوں میں زہر بھرتے ہیں۔ ایسا مایوس طبقہ جس کے حقوق ردّ کئے گئے ہوں، پھر یہ جائز سمجھتا ہے کہ جو کچھ بھی وہ اپنا حق لینے کے لئے کر رہا ہے، وہ جو مرضی چاہے حرکتیں کر رہا ہو وہ ٹھیک کر رہا ہے۔ اس کو یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کے یہ ہمدرد ہی اس کے خیر خواہ ہیں جو حقیقت میں اس کو معاشرے میں فساد پھیلانے کے لئے استعمال کر رہے ہوتے ہیں...... اگر ایسے بہت سے یتیموں کو، غریب لوگوں کو سنبھالا گیا ہوتا، ان کے معاشی مسائل نہ ہوتے، پڑھنے کے مواقع میسر ہوتے تو بڑی تعداد اس قسم کے فتنے اور فساد کے کاموں سے بچ جاتی...... پس اس فساد سے بچنے کے لئے یہ معاشرے کا کام ہے اور وقت کی حکومت کا کام ہے کہ ایسے طبقے کو سنبھالیں، انہیں دھتکارنے کی بجائے انہیں سینہ سے لگائیں۔ ان کو جذباتی چوٹیں پہنچانے کی بجائے زیادہ بڑھ کر ان کے جذبات کا خیال رکھیں۔ کیونکہ یہ کمزور طبقہ جذباتی طور پر بہت حساس ہوتا ہے۔ معاشرے کو اس کے جذبات کو تعمیری رخ دینے کی کوشش کرنی چاہئے اور یہ بات اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک ان سے انتہائی احسان کا سلوک نہ کیا جائے اور یہ بات جہاں معاشرے میں محروم طبقے کو عزت دلوانے والی ہو گی وہاں معاشرے کے امن اور سلامتی کی بھی ضامن ہو جائے گی اور پھر یتیموں کی خبر گیری کرنے والے، مسکینوں کا خیال رکھنے والے اللہ تعالیٰ کے پیار کے بھی مورد بنتے ہیں۔''

(خطبات مسرور جلد پنجم صفحہ ۲۲۷ تا ۲۲۸ خطبہ جمعہ بیان فرمودہ یکم جون ۲۰۰۷ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بغض وحسد

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَاناً عَلَى سُرُرٍ مُّتَقَابِلِيْنَ﴿الحجر: ۴۸﴾

ترجمہ: اور ہم ان کے دلوں سے جو بھی کینے ہیں نکال باہر کریں گے۔ بھائی بھائی بنتے ہوئے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔

☆حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو، بے رخی اور بے تعلقی اختیار نہ کرو، باہمی تعلقات نہ توڑو بلکہ اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے اور اس سے قطع تعلق رکھے''۔

(بخاری کتاب الادب باب ما ینھیٰ عن التحاسد و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح بھسم کر دیتا ہے جس طرح آگ ایندھن اور گھاس کو بھسم کر دیتی ہے''۔

(ابو داؤد کتاب الادب باب فی الحسد و ابن ماجہ ابواب الزھد باب الحسد)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ایک حسد ہے کہ انسان کسی کی حالت یا مال و دولت کو دیکھ کر کڑھتا اور جلتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کے پاس نہ رہے اس سے بجز اس کہ وہ اپنی اخلاقی قوتوں کا خون کرتا ہے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا''۔

(ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۶۰۹)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

'' حسد سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دعا سکھائی ہے کہ یہ دعا کرو: وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا

حَسَدَ (الفلق:6) کہ حاسد کے حسد سے اللہ تعالیٰ بچائے۔جب ایک مومن خود بچنے کی دعا کرے گا تو پھر ایک پاک دل مومن یہ بھی کوشش کرے گا کہ دوسرے سے حسد کرنے سے بھی بچے......نیکیاں جو ہیں وہ حسد سے بالکل ختم ہو جاتی ہیں جل کے راکھ ہو جاتی ہیں......دلوں کی پاکیز گی اگر قائم رکھنی ہے۔اگر اپنی عبادات سے فائدہ حاصل کرنا ہے۔اس مزکی ؐ کی تعلیم سے فائدہ اٹھانا ہے تو حسد سے بچنے کی ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے۔

اگر ہر شخص اپنے اپنے فرائض کی ادائیگی کرنے کا عہد کرے تو حسد پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔میں نے دیکھا ہے کہ بعض بظاہر بڑے اچھے نظر آنے والے جو لوگ ہیں ان میں بھی دوسروں کے لئے حسد ہوتا ہے جس کی آگ میں وہ آپ بھی جل رہے ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جتنا وقت ایسے لوگ حسد کرنے اور چالا کیوں کے سوچنے میں لگاتے ہیں کہ دوسروں کو کس طرح نقصان پہنچایا جائے اتنا وقت اگر وہ تعمیری سوچ میں لگائیں، دعاؤں میں لگائیں تو شاید حسد سے بچنے اور مسابقت کی روح کی وجہ سے۔اللہ تعالیٰ انہیں ان لوگوں سے زیادہ آگے بڑھا دے اور جلدی آگے بڑھا دے''۔

(خطبات مسرور جلد ششم صفحہ ۴۵ تا ۴۶ خطبہ جمعہ ۲۵ جنوری ۲۰۰۸ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حسد۔ا

☆اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حسد سے محفوظ رہنے کے لئے ہمیں یہ دعا سکھائی:

وَمِنْ شَرِّ حَا سِدٍ اِذَا حَسَدَ(الفلق:6)

اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے۔

☆حسد کے بارے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح بھسم کر دیتا ہے جس طرح آ گ ایندھن اور گھاس کو بھسم کر دیتی ہے۔

(ابو داؤد کتاب الادب باب فی الحسد)

ایمان اس بات کا نام ہے کہ ہم خدا تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی ہر بات کو مانیں **لاَ خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ** (یونس63) جن پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔کا مقام اسی صورت میں ملتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہر بات کو دل سے تسلیم کیا جائے اور اُس پر عمل کیا جائے۔

خدا تعالیٰ نے ایک طرف تو لازمی عبادات رکھ کر ہمیں جنت کی بشارت دی ہے اور ہمیں بتایا ہے کہ نماز ،روزہ زکوۃ اور حج کے احکامات پر عمل کرنے کے نتیجہ میں تم فلاح پا جاؤ گے تو دوسری طرف ہمیں ایسی باتوں سے رکنے کا حکم بھی دیا ہے جو ہمارے ایمان کو کھوکھلا کر دیتی ہیں۔جن میں سے ایک حسد ہے۔حسد نیکیوں کو اُسی طرح بھسم کر دیتا ہے جس طرح آ گ ایندھن اور گھاس کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے۔

☆حَضْرَتْ اَقْدَسْ مَسِیْح مَوْعُوْد وَ مَھْدِی مَعْھُوْد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فرماتے ہیں:

’’حسد ہے کہ انسان کسی کی حالت یا مال ودولت کو دیکھ کر کُڑھتا اور جلتا ہے اور چاہتا ہے کہ اُس کے پاس نہ رہے۔اس سے بجز اس کے کہ وہ اپنی اَخلاقی قوتوں کا خون کرتا ہے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔‘‘

(ملفوظات جلد3 صفحہ 608)

☆**حَضرَت خَلِیُفَةُالُمَسِیُحِ الاوَّل رَضی اللّٰہ ُعَنہُ فرماتے ہیں:**

''حاسد وہ ہے جو خواہش کرے کہ دوسرے کے پاس جو عمدہ شئے ہے وہ اس کو مل جاوے۔ بسا اوقات اس حسد میں اس شخص کو نقصان پہنچانے کی بھی خواہش اور کوشش کرتا ہے۔ جس کو اس نعمت کا مالک دیکھتا ہے۔''

(حقائق الفرقان جلد4 ص576)

☆**فرمایا:**

پس میں تم کو نصیحت کرتا ہوں۔ پھر نصیحت کرتا ہوں۔ پھر نصیحت کرتا ہوں۔ پھر نصیحت کرتا ہوں۔ پھر نصیحت کرتا ہوں۔ پھر کرتا ہوں۔ پھر کرتا ہوں۔ پھر کرتا ہوں۔ پھر پھر پھر کرتا ہوں کہ آپس کے **تَبَاغُض** اور **تَحَاسُد** کو دور کردو۔

(خطبات نور صفحہ 421)

☆**حَضرَت خَلِیُفَةُالُمَسِیُحِ الرَّابِع رَحِمَہُ اللّٰہُ فرماتے ہیں:**

ہر وقت اِن کا شر اُن لوگوں کو نہیں پہنچتا جو مَحُسُود ہوتے ہیں جن سے یہ حسد کرتے ہیں لیکن خود ہمیشہ حسد کی حالت میں رہتے ہیں اور حسد فی ذَاتِہٖ ایک جہنم ہے، ایک آگ ہے جو ہر وقت دل کو بے قرار رکھتی ہے......جلاتی رہتی ہے اور حاسد کبھی بھی اطمینان نہیں پاتا۔

(خطبات طاہر جلد7 ص768)

☆**پیارے اِمام حَضُرَت خَلِیُفَةُالُمَسِیُحِ الُخَامِسُ اَیَّدَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ بِنَصُرِہِ الُعَزِیُز فرماتے ہیں:**

''حسد سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دعا سکھائی ہے کہ یہ دعا کرو: وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (الفلق :6) کہ حاسد کے حسد سے اللہ تعالیٰ بچائے۔ جب ایک مومن خود بچنے کی دعا کرے گا تو پھر ایک پاک دل مومن یہ بھی کوشش کرے گا کہ دوسرے سے حسد کرنے سے بھی بچے۔''

(خطبات مسرور جلد6 ص45)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حسد۔۲

☆اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حسد سے محفوظ رہنے کے لئے ہمیں یہ دعا سکھائی:

وَمِنْ شَرِّ حَا سِدٍ اِذَا حَسَدَ(الفلق:6)

اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے۔

☆حسد کے بارے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح بھسم کر دیتا ہے جس طرح آگ ایندھن اور گھاس کو بھسم کر دیتی ہے۔

(ابو داؤد کتاب الادب باب فی الحسد)

☆حَضْرَت خَلِیْفَۃُالْمَسِیْحِ الثَّانِی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ فرماتے ہیں:

''حسد گو ایک عربی کا لفظ ہے مگر ہماری زبان میں بھی کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے اور ہندوستان کا بچہ بچہ جو اردو یا پنجابی زبان رکھتا ہے۔حسد کو خوب جانتا ہے۔اور ایسا شخص جس پر حسد کرنے کا شبہ بھی ہو۔اس کی مذمت کی جاتی ہے۔مگر باوجود اس کے کہ یہ لفظ ہماری زبان میں مستعمل ہے۔اور لوگ اس کو خوب سمجھتے ہیں۔اور باوجود اس بیماری کی شدت کو جاننے کے اور باوجود اس کے کہ اس سے نفرت کرتے ہیں پھر بھی عمداً اس میں لوگ مبتلا ہوتے ہیں اور باجود حسد کو اس لحاظ سے جاننے کے کہ حسد کی موٹی تعریف ان کو معلوم ہوتی ہے۔اور باوجود اس علم کے کہ حسد بری چیز ہے۔اور نفرت کے طور پر جس کو گالی دینی ہواُسے حاسد کہتے ہیں۔پھر بھی اپنے آپ کو اس سے نہیں بچاتے۔...پس حسد ایک بُرا مرض ہے اس سے بچو۔''

(خطبات محمود جلد6 صفحہ 291 و296)

☆فرمایا:

انسان کی دو ہی حالتیں ہوتی ہیں۔یا تَـرَقِّـی یا تَنَزُّلُ .تَنَزُّلُ کے وقت یہ دیکھا گیا ہے کہ جب

انسان کمزور ہو جاتا ہے تو کئی لوگ ایسے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اسے اور دبانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب ترقی ہو تو حسد کرنے والے کھڑے ہو جاتے ہیں۔غرض انسان کمزوری کی حالت میں ہو تو اسے اور زیادہ کچلنے والے آموجود ہوتے ہیں اور اگر بڑا بن جائے تو حسد کرنے لگ جاتے ہیں۔پس کوئی حالت ایسی نہیں جس میں انسان لوگوں کے شر سے محفوظ رہ سکے اسے کمزوری میں بھی خطرہ ہے اور ترقی میں بھی خطرہ ہے کمزوری کے وقت میں اسے ان لوگوں سے خطرہ ہے جنہیں اس بات میں مزہ آتا ہے کہ وہ گرے کو گرائیں اور مرے کو ماریں اور ترقی کے وقت اسے ان لوگوں سے خطرہ ہے جو حسد کرنے اور اسے نقصان پہنچانے کے درپے رہتے ہیں۔غرض کسی حالت میں بھی انسان مامون نہیں اور وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے خدا تعالیٰ کی مدد کی ضرورت نہیں۔

(تفسیر کبیر جلد 10 ص 579)

☆ پیارے اِمام حَضرَت خَلِیْفَةُالْمَسِیْحِ الْخَامِسْ اَیَّدَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ بِنَصْرِہِ الْعَزِیْز فرماتے ہیں:

’’دلوں کی پاکیزگی اگر قائم رکھنی ہے۔اگر اپنی عبادات سے فائدہ حاصل کرنا ہے۔اس مُزَکّیؐ کی تعلیم سے فائدہ اٹھانا ہے تو حسد سے بچنے کی ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے۔اگر ہر شخص اپنے اپنے فرائض کی ادائیگی کرنے کا عہد کرے تو حسد پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 6 ص 45)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسد کی آگ سے محفوظ رکھے۔آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حسد۔۳

☆اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حسد سے محفوظ رہنے کے لئے ہمیں یہ دعا سکھائی:

وَمِنْ شَرِّ حَا سِدٍ اِذَا حَسَدَ(الفلق:6)

اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے۔

☆حسد کے بارے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح بھسم کر دیتا ہے جس طرح آگ ایندھن اور گھاس کو بھسم کر دیتی ہے۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب فی الحسد)

☆حضرت خَلِیْفَۃُالْمَسِیْحِ الثَّالِثُ رَحِمَہُ اللّٰہُ فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ یہ اطلاع دی کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے یا اپنی کسی جماعت سے پیار کرتا ہے اور اپنی نعمتوں سے اور اپنے فضلوں سے اور اپنی رحمتوں سے انہیں نوازتا ہے تو **جَعَلَ لَہٗ الْحَاسِدِیْنَ فِیْ الْاَرْضِ** زمینی لوگ حسد کرنے لگ جاتے ہیں یعنی آسمانی تائید کے نتیجہ میں زمینی حسد پیدا ہوتا ہے جس کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں۔ مگر یہ سب کی سب حسد کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

(خطبات ناصر جلد 3 ص 329)

☆فرمایا:

''دنیا کی تاریخ دیکھ کر ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی جو ترقیات ہیں بعض لوگوں کو اُن کے خلاف حسد پیدا ہوتا ہے اور بعض کو اُن کے خلاف حسد نہیں پیدا ہوتا لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل نازل ہوتے ہیں تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ حسد پیدا نہ ہو۔ آپ دنیا کی تاریخ پڑھ کر دیکھ لیں حسد ضرور پیدا ہوتا ہے اور پھر اس کی اطلاع تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہاماً بھی دی گئی ہے۔''

(خطبات ناصر جلد 3 ص 332)

☆ حسد سے بچنے کا طریق بیان کرتے ہوئے حَضْرَت خَلِیْفَةُالْمَسِیْحِ الثَّالِثُ رَحِمَهُ اللّٰهُ فرماتے ہیں:

''اس (حسد) کے مقابلے میں تدبیر کرنا ضروری ہے اور ہمارے ہاتھ میں ایک ہی ہتھیار ہے اور وہ ہے دعا کی تدبیر۔ اس واسطے میں جماعت کو یہ یاددہانی کرانا چاہتا ہوں کہ اپنی عاجزی کا اپنے اندر پورا احساس پیدا کرتے ہوئے نہایت انکساری کے ساتھ اپنے رب کے حضور جھکیں اور اپنے مولا سے یہ عرض کریں کہ...... ہمیں اپنی کمزوریوں کا اعتراف ہے ہم تیرے عاجز بندے ہیں ہم خطائیں بھی کرتے ہیں مگر تیری طرف ہی آتے ہیں، تیری طرف ہی رجوع کرتے ہیں اور توبہ واستغفار بھی کرتے ہیں تُو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری کمزوریوں کو دُور کر دے اور اِن حاسدوں کو اِن کے اِرادوں میں ناکام کرے۔''

(خطبات ناصر جلد 3 ص 333)

☆ پیارے اِمام حَضْرَت خَلِیْفَةُالْمَسِیْحِ الْخَامِسُ اَیَّدَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِنَصْرِهِ الْعَزِیْز فرماتے ہیں:

''میں نے دیکھا ہے کہ بعض بظاہر بڑے اچھے نظر آنے والے جو لوگ ہیں اُن میں بھی دوسروں کے لئے حسد ہوتا ہے جس کی آگ میں وہ آپ بھی جل رہے ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جتنا وقت ایسے لوگ حسد کرنے اور چالاکیوں کے سوچنے میں لگاتے ہیں کہ دوسروں کو کس طرح نقصان پہنچایا جائے اتنا وقت اگر وہ تعمیری سوچ میں لگائیں، دعاؤں میں لگائیں تو شاید حسد سے بچنے اور مسابقت کی روح کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں اُن لوگوں سے زیادہ آگے بڑھا دے اور جلدی آگے بڑھا دے۔''

(خطبات مسرور جلد 6 ص 45)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسد کی آگ سے محفوظ رکھے۔ آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تکبّر اور غرور

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِیْ الْاَرْضِ مَرَحاً اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْر

﴿القمان:۱۹﴾

اور (نخوت سے) انسانوں کے لئے اپنے گال نہ پُھلا اور زمین میں یونہی اکڑتے ہوئے نہ پھر اللہ کسی تکبر کرنے والے اور فخر ومباہات کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

☆حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''جس کے دل میں ذرہ بھر بھی تکبر ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں نہیں داخل ہونے دے گا۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! انسان چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، جوتی اچھی ہو، وہ خوبصورت لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تکبر نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جمیل ہے جمال کو پسند کرتا ہے۔ تکبر دراصل یہ ہے کہ انسان حق کا انکار کرے لوگوں کو ذلیل سمجھے ان کو حقارت کی نظر سے دیکھے اور ان سے بری طرح پیش آئے۔''

(مسلم کتاب الایمان تحریم الکبر و بیانہ)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''کوئی شخص محبت الٰہی اور رضائے الٰہی کو حاصل نہیں کرسکتا جبتک دو صفتیں اس میں پیدا نہ ہوجائیں ۔اوّل تکبر کو توڑنا جس طرح کہ ہوا پہاڑ جس نے سر اونچا کیا ہوتا ہے گر کر زمین سے ہموار ہوجائے اسی طرح انسان کو چاہئے کہ تمام تکبر اور بڑائی کے خیالات کو دور کرے۔ عاجزی اور خاکساری کو اختیار کرے اور دوسرا یہ کہ پہلے تعلقات اس کے ٹوٹ جائیں جیسا کہ پہاڑ گر کر مُتَصَدِّعاً ہوجاتا ہے۔ اینٹ سے اینٹ جدا ہوجاتی ہے ایسا ہی اس کے پہلے تعلقات جو موجب گندگی اور الٰہی نارضامندی تھے وہ سب تعلقات ٹوٹ جائیں اور اب اس کی ملاقاتیں اور دوستیاں اور محبتیں اور عداوتیں

صرف اللہ کے لئے رہ جائیں۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۵۱۱)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مخالفین احمدیت کے انکار کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اس زمانہ میں بھی دیکھ لیں یہ اُن لوگوں کا تکبر ہی ہے جو انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے سے روک رہا ہے یا اس راستے میں روک بنا ہوا ہے۔ اور یہی تکبر ہے جو حقوق العباد ادا کرنے میں روک بنتا ہے جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے یہ لوگ جو تکبر کرنے والے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرما چکا ہے اس لئے یہ لاکھ سلامتی کے دعوے کریں اور اس کے لئے کوشش کریں یہ کامیاب نہیں ہو سکتے اس لئے کہ انہوں نے اس تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے امام کا انکار کیا اور اس وجہ سے اس سلامتی سے محروم ہو گئے ہیں۔ جس کا آنا صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ سلامتی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے اگر اللہ تعالیٰ کے پیاروں سے تکبر کا سلوک کرو گے، ان کا انکار کرو گے تو سلامتی سے بھی محروم ہو جاؤ گے پس ہماری خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس امام کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس لئے ہمیں ان باتوں پر غور کرتے ہوئے حقیقی عابد اور صحیح رنگ میں نیک اعمال بجالانے کی کوشش کرنے والا بننا چاہئے۔

(خطبات مسرور جلد پنجم خطبہ جمعہ یکم جون ۲۰۰۷ صفحہ ۲۳۳)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تکبر اور نخوت سے بکلّی اجتناب

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحاً اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ .

﴿لقمان:۱۹﴾

ترجمہ: اور (نخوت سے) انسانوں کیلئے اپنے گال نہ پُھلا اور زمین میں یونہی اکڑتے ہوئے نہ پھر۔ اللہ کسی تکبر کرنے والے (اور) فخر ومباہات کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

☆**حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا:**

''جس کے دل میں ذرہ بھر بھی تکبر ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل نہیں ہونے دے گا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! انسان چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، جوتی اچھی ہو اور خوبصورت لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تکبر نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ جمیل ہے، جمال کو پسند کرتا ہے، یعنی خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ تکبر دراصل یہ ہے کہ انسان حق کا انکار کرنے لگے، لوگوں کو ذلیل سمجھے، ان کو حقارت کی نظر سے دیکھے اور ان سے بری طرح پیش آئے۔''

(مسلم کتاب الایمان ، باب تحریم الکبر و بیانہ)

☆**حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:**

''تکبر بہت خطرناک بیماری ہے جس انسان میں یہ پیدا ہو جاوے اس کے لیے روحانی موت ہے۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ بیماری قتل سے بھی بڑھ کر ہے۔ متکبر شیطان کا بھائی ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ تکبر ہی نے شیطان کو ذلیل وخوار کیا۔ اس لیے مومن کی یہ شرط ہے کہ اس میں تکبر نہ ہو بلکہ انکسار،

عاجزی، فروتنی اس میں پائی جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے ماموروں کا خاصہ ہوتا ہے ان میں حد درجہ کی فروتنی اور انکسار ہوتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ میں یہ وصف تھا۔ آپؐ کے ایک خادم سے پوچھا گیا کہ تیرے ساتھ آپؐ کا کیا معاملہ ہے۔ اس نے کہا کہ سچ تو یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ وہ میری خدمت کرتے ہیں۔''

«اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ»۔

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۴۳۷ تا ۴۳۸)

☆ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے: وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (لقمان:۱۹)۔ اس کا ترجمہ یہ ہے: اور (نخوت سے) انسانوں کے لئے اپنے گال نہ پُھلا اور زمین میں یونہی اکڑتے ہوئے نہ پھر۔ اللہ کسی تکبر کرنے والے (اور) فخر ومباہات کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

جیسا کہ اس آیت سے بھی ظاہر ہے اللہ تعالیٰ ہمیں فرما رہا ہے کہ یونہی تکبر کرتے ہوئے نہ پھرو۔ اپنے گال پھلا کر، ایک خاص انداز ہوتا ہے تکبر کرنے والوں کا اور گردن اکڑا کر پھرنا اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنے سے کم درجہ والوں کے سامنے اکڑ دکھا رہے ہوتے ہیں اور اپنے سے اوپر والے کے سامنے بچھتے چلے جاتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں میں منافقت کی برائی بھی ظاہر ہو رہی ہوتی ہے۔ تو یہ تکبر جو ہے بہت سی اخلاقی برائیوں کا باعث بن جاتا ہے اور نیکی میں ترقی کے راستے آہستہ آہستہ بالکل بند ہو جاتے ہیں۔ اور پھر دین سے بھی دور ہو جاتے ہیں، نظام جماعت سے بھی دور ہو جاتے ہیں۔ اور جیسے جیسے ان کا تکبر بڑھتا ہے ویسے ویسے وہ اللہ اور رسول کے قرب سے، اس کے فضلوں سے بھی دور چلے جاتے ہیں...... اللہ کرے کہ ہر احمدی عاجزی، مسکینی اور خوش خلقی کی راہوں پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحم کی نظر حاصل کرنے والا ہو، اللہ تعالیٰ کی جنت میں جانے والا ہو اور ہر گھر تکبر کے گناہ سے پاک ہو''۔

(خطبات مسرور جلد اول خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۲۹ اگست ۲۰۰۳ء صفحہ ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴ و ۲۷۴)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بدظنی۔ا

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اجْتَنِبُوْا کَثِیْراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا﴿الحجرات:13﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔ یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔ اور تجسس نہ کیا کرو۔

☆حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا:

حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَۃِ

حسنِ ظن ایک حسین عبادت ہے۔

(مسند احمد و ابو داؤد کتاب الادب باب حسن الظن)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''بہت سی بدیاں صرف بدظنی سے ہی پیدا ہو جاتی ہیں۔ایک بات کسی کی نسبت سنی اور جھٹ یقین کرلیا۔ یہ بہت بُری بات ہے جس بات کا قطعی علم اور یقین نہ ہو اس کو دل میں جگہ مت دو۔ یہ اصل بدظنی کو دور کرنے کے لیے ہے کہ جب تک مشاہدہ اور فیصلہ صحیح نہ کرے نہ دل میں جگہ دے اور نہ ایسی بات زبان پر لائے...... بڑے بڑے اور کھلے گناہوں سے تو اکثر پرہیز کرتے ہیں۔ بہت سے آدمی ایسے ہوں گے جنھوں نے کبھی خون نہیں کیا۔نقب زنی نہیں کی۔ یا اور اسی قسم کے بڑے بڑے گناہ نہیں کئے۔لیکن سوال یہ ہے کہ وہ لوگ کتنے ہیں جنھوں نے کسی کا گِلہ نہیں کیا یا کسی اپنے بھائی کی ہتک کر کے اُس کو رنج نہیں پہنچایا۔ یا جھوٹ بول کر خطا نہیں کی؟''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 584)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) بدظنی کے متعلق امام حسن بصریؒ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں تمہیں ایک عام شر کی طرف توجہ دلاتا ہوں، وہ بدظنی ہے۔جن لوگوں نے اس مرض کے علاج بتائے ہیں اُن میں ایک امام حسن بصریؒ بھی ہیں۔آپ حضرت عمرؓ کی خلافت میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے اَجداد عیسائی تھے۔ یہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں دجلہ کے کنارے پر گیا۔کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نوجوان بیٹھا ہے اور اُس کے ساتھ ایک عورت ہے بڑی حسین۔ اُن کے درمیان شراب کا مشکیزہ پڑا ہے۔ وہ اُسے پی رہے ہیں اور بعض وقت عورت اُس نوجوان کو چوم بھی لیتی ہے۔ میں نے اُس وقت کہا کہ یہ لوگ کیسے بدکار ہیں۔ باہر سرِ میدان بدذاتی کر رہے ہیں۔اتنے میں ایک حادثہ ہو گیا۔ایک کشتی آرہی تھی وہ ڈوب گئی۔عورت نے اشارہ کیا تو وہ نوجوان کودا اور چھ آدمیوں کو باہر نکال لایا۔ پھر آواز دی کہ او حَسَن! ادھر آ۔ تُو بھی ایک کو تو نکال۔ نادان! یہ تو میری ماں ہے اور مشکیزہ میں دریا کا مصفّٰی پانی ہے۔ ہم تیری آزمائش کو یہاں بیٹھے تھے کہ دیکھیں تم میں سوءظن کا مرض گیا ہے کہ نہیں؟ امام حسنؒ بصری فرماتے ہیں اُس دن سے میں ایسا شرمندہ ہوا کہ کبھی سوءظن نہیں کیا۔سو تم بھی اس سے بچو۔''

(خطباتِ نور صفحہ 393)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کامل طور پر ہر برائی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بدظنی ۔۲

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اجْتَنِبُوْا کَثِیْراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا﴿الحجرات:13﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔ یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔ اور تجسس نہ کیا کرو۔

☆حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ

حسنِ ظن ایک حسین عبادت ہے۔

(مسند احمد و ابو داؤد کتاب الادب باب حسن الظن)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) فرماتے ہیں:

''اِجْتَنِبُوا کَثِیْراً مِّنَ الظَّنِّ ۔بدگمانیوں سے بچو۔حدیث میں بھی آیا ہے۔ اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ . اس بدظنی سے بڑا ابڑا نقصان پہنچتا ہے میں نے ایک کتاب منگوائی۔وہ بہت بے نظیر تھی۔ میں نے مجلس میں اس کی خوب تعریف کی۔ کچھ دنوں بعد وہ کتاب گم ہوگئی۔ مجھے کسی خاص پر تو خیال نہ آیا مگر یہ خیال ضرور آیا۔کسی نے چرا لی۔ایک دن جب میں نے اپنے مکان سے الماریاں اٹھوائیں تو کیا دیکھتا ہوں الماری کے پیچھے بیچوں بیچ کتاب پڑی ہے جس سے معلوم ہوا کہ کتاب میں نے رکھی تھی اور وہ پیچھے جا پڑی۔اس وقت مجھے...... ملامت ہوئی کہ میں نے دوسرے پر بدگمانی کیوں کی...... دیکھو بدظن کیسا خطرناک ہے اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو سکھاتا ہے جیسا کہ اس نے محض اپنے فضل سے میری راہنمائی کی اور لوگوں سے بھی ایسے معاملات ہوتے ہوں گے۔مگر تم نصیحت نہیں پکڑتے۔اس بدظنی کی جڑ ہے''کرید'' خواہ مخواہ کسی کے حالت کی جستجو اور تاڑ بازی۔اس لئے

فرمایا۔ وَلَا تَجَسَّسُوْا اور پھر تجسس سے غیبت کا مرض پیدا ہوتا ہے......حدیث میں آیا ہے کہ ایک عورت کو مار رہے تھے یہاں تک کہ اسے کہا جاتا زَنَیْتِ. سَرَقْتِ تو نے زنا کیا تو نے چوری کی۔ایک سننے والی پر اس کا اثر ہوا اور اس نے دعا کی الٰہی میری اولاد ایسی نہ ہو۔گود میں لڑکا بول اٹھا۔الٰہی مجھے ایسا ہی بنائیو کیونکہ اس عورت پر بدظنی کی جارہی ہے۔یہ واقعہ میں بہت اچھی چیز ہے۔اسی طرح ایک اَور ذکر ہے۔ماں نے دعا کی الٰہی میرا بچہ ایسا ہو۔مگر بچے نے کہا کہ الٰہی میں نہ بنوں۔غرض کسی کو کسی کے حالات کی کیا خبر ہوسکتی ہے ہر ایک کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے ممکن ہے ایک شخص ایسا نہ ہو جیسا اُسے سمجھا جاتا ہے۔لوگوں کی نگاہ میں حقیر ہو خدا کے نزدیک مقرّب ہو......میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہو اور بدی کو اُس کی ابتداء میں چھوڑ دو۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 4-2، بدر 18 نومبر 1909ء صفحہ 3)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کامل طور پر ہر برائی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بدظنی ۔۳

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اجْتَنِبُوْا كَثِيْراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا﴿الحجرات:13﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔ یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔ اور تجسس نہ کیا کرو۔

☆**حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:**

حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ

حسنِ ظن ایک حسین عبادت ہے۔

(مسند احمد و ابو داؤد کتاب الادب باب حسن الظن)

☆**حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

’’خلیفہ وقت کی بیعت میں شامل ہوئے ہیں تو ان باتوں پر بھی عمل کرنے کی کوشش کریں جن کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے تو تبھی بیعت کا حق ادا ہو سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام...... بدظنی کے بارے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’دوسرے کے باطن میں ہم تَصَرُّف نہیں کر سکتے اور اس طرح کا تصرف کرنا گناہ ہے۔ انسان ایک آدمی کو بدخیال کرتا ہے اور آپ اس سے بدتر ہو جاتا ہے‘‘۔ فرمایا’’کتابوں میں مَیں نے ایک قصہ پڑھا ہے کہ ایک بزرگ اہل اللہ تھے انہوں نے ایک دفعہ عہد کیا کہ مَیں اپنے آپ کو کسی سے اچھا نہ سمجھوں گا۔ ایک دفعہ ایک دریا کے کنارے پہنچے (دیکھا) کہ ایک شخص ایک جوان عورت کے ساتھ

کنارے پر بیٹھا روٹیاں کھا رہا ہے اور ایک بوتل پاس ہے اُس میں سے گلاس بھر بھر کر پی رہا ہے اُن کو دُور سے دیکھ کر اُس نے کہا کہ مَیں نے عہد تو کیا ہے کہ اپنے کو کسی سے اچھا نہ خیال کروں مگر ان دونوں سے تو مَیں اچھا ہی ہوں۔ اتنے میں زور سے ہوا چلی اور دریا میں طوفان آیا ایک کشتی آ رہی تھی وہ غرق ہو گئی وہ مرد جو کہ عورت کے ساتھ روٹی کھا رہا تھا اٹھا اور غوطہ لگا کر چھ آدمیوں کو نکال لایا اور انکی جان بچ گئی۔ پھر اُس نے اُس بزرگ کو مخاطب کر کے کہا کہ تم اپنے آپ کو مجھ سے اچھا خیال کرتے ہو مَیں نے تو چھ کی جان بچائی ہے۔ اب ایک باقی ہے اُسے تم نکالو۔ یہ سن کر وہ بہت حیران ہوا اور اُس سے پوچھا کہ تم نے یہ میرا ضمیر کیسے پڑھ لیا اور یہ معاملہ کیا ہے؟ تب اُس جوان نے بتلایا کہ اس بوتل میں اسی دریا کا پانی ہے۔ شراب نہیں ہے اور یہ عورت میری ماں ہے اور مَیں ایک ہی اس کی اولاد ہوں۔ قویٰ اس کے بڑے مضبوط ہیں اس لئے جوان نظر آتی ہے۔ خدا نے مجھے مامور کیا تھا کہ میں اسی طرح کروں تا کہ تجھے سبق حاصل ہو''۔

پھر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:

''خضر کا قصہ بھی اسی بناء پر معلوم ہوتا ہے۔ سوءِ ظن جلدی سے کرنا اچھا نہیں ہوتا'' یعنی بدظنی جلدی سے نہیں کرنی چاہئے ''تصرّف فی العباد ایک نازک امر ہے اس نے بہت سی قوموں کو تباہ کر دیا کہ انہوں نے انبیاء اور ان کے اہل بیت پر بدظنیاں کیں۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 568,569 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26 مئی 2006ء)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کامل طور پر ہر برائی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بدظنی، تجسس۔ا

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اجْتَنِبُوْا کَثِیْراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا﴿الحجرات:13﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔ یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔ اور تجسس نہ کیا کرو۔

☆**حضرت ابوھریرۃؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا:**

’’بدظنی سے بچو، کیونکہ بدظنی سخت قسم کا جھوٹ ہے، ایک دوسرے کے عیب کی ٹوہ میں نہ رہو۔ اپنے بھائی کے خلاف تجسس نہ کرو۔ اچھی چیز ہتھیانے کی حرص نہ کرو۔ حسد نہ کرو، دشمنی نہ رکھو، بے رخی نہ برتو جس طرح اُس نے حکم دیا ہے اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔‘‘

(مسلم کتاب البر وا لصلة باب تحریم الظن حدیث نمبر 6431)

☆**حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) قوموں کے اندر وحدت کے قیام اور بقاء کے چار بنیادی اصولوں میں سے سب سے اہم اور سب سے اول بدظنی کے ترک کو قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:**

’’قوموں میں وحدت کا بیج بونے کے لئے چار اصول بتلائے۔ 1۔ بدظنی کی ترک۔ کیونکہ یہی جڑ ہے تمام برائیوں کی۔ بدظنی سے نکتہ چینی تک نوبت پہنچتی ہے اور پھر غیبتیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اس لئے ارشاد کیا: **یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اجْتَنِبُوْا کَثِیْراً مِّنَ الظَّنِّ**.‘‘

(حقائق الفرقان جلد 1 صفحہ 353)

☆**نیز فرمایا:**

’’ اِجْتَنِبُوا کَثِیْراً مِّنَ الظَّنِّ ۔بدگمانیوں سے بچو......اس بدظنی سے بڑا بڑا نقصان پہنچتا ہے......اس بدظنی کی جڑھ ہے ’’کُرَید‘‘ خواہ مخواہ کسی کے حالات کی جستجو اور تاڑ بازی۔اس لئے فرمایا: وَلَا تَجَسَّسُوا ۔اور پھر اس تجسس سے غیبت کا مرض پیدا ہوتا ہے......ان آیات میں تم کو یہ بھی سمجھایا گیا ہے کہ گناہ شروع میں چھوٹا ہوتا ہے اور آخر میں بہت بڑا ہو جاتا ہے جیسے بڑ کا بیج دیکھنے میں کتنا چھوٹا ہے۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 3)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (اللہ آپ سے راضی ہو) فرماتے ہیں:

’’بعض دفعہ انسان دوسرے کے متعلق بات سن کر اُس بات کو پلے باندھ لیتا ہے اور بغیر تحقیق دشمنی شروع کر دیتا ہے۔بعض دفعہ ایک واقعہ دیکھتا ہے اور اُس سے غلط نتیجہ نکال لیتا ہے اور یہ تحقیق نہیں کرتا کہ ممکن ہے کہ اس فعل کی کوئی جائز وجہ ہو جسے دیکھ کر اُس نے بُرا سمجھ لیا۔اور بعض آپ ہی آپ اپنے دل میں ایک بات پیدا کر لیتے ہیں۔ان سب باتوں سے روکا اور فرمایا کہ ظنی باتوں کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیئے۔

بدظنی کے موجبات میں کان سب سے بڑا موجب ہے۔زیادہ تر لوگوں سے باتیں سن کر لوگ بدظنی کرتے ہیں......اس کے بعد دوسرا بڑا ذریعہ آنکھ ہے......اس کے بعد انتہاء کی بدظنی کرنے والا وہ شخص ہوتا ہے کہ نہ شکایت سنتا ہے نہ کوئی بات مشتبہ دیکھتا ہے بلکہ آپ ہی آپ دل میں ایک وجہ بنا کر دوسروں کے پیچھے پڑ جاتا ہے...... یہ موجب سب سے کم ہے۔کیونکہ خطرناک مریض عام مریضوں سے ہمیشہ کم ہوتے ہیں۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 334)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کامل طور پر ہر برائی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بدظنی، تجسس۔۲

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيْراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوا﴿الحجرات:13﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔ یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔ اور تجسس نہ کیا کرو۔

☆حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

’’بدظنی سے بچو، کیونکہ بدظنی سخت قسم کا جھوٹ ہے، ایک دوسرے کے عیب کی ٹوہ میں نہ رہو۔ اپنے بھائی کے خلاف تجسس نہ کرو۔ اچھی چیز ہتھیانے کی حرص نہ کرو۔ حسد نہ کرو، دشمنی نہ رکھو، بے رخی نہ برتو جس طرح اُس نے حکم دیا ہے اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔‘‘

(مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظن حدیث نمبر 6431)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’فساد اس سے شروع ہوتا ہے کہ انسان ظنونِ فاسدہ اور شکوک سے کام لینا شروع کردے......جب پہلی منزل پر ہی خطا کی تو پھر منزلِ مقصود پر پہنچنا مشکل ہے۔ بدظنی بہت بُری چیز ہے۔ انسان کو بہت سی نیکیوں سے محروم کر دیتی ہے اور پھر بڑھتے بڑھتے یہانتک پہنچ جاتی ہے کہ انسان خدا پر بدظنی شروع کر دیتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 375)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’ایک برائی بدگمانی ہے، بدظنی ہے، خود ہی کسی کے بارے میں فرض کر لیا جاتا ہے کہ فلاں دو

آدمی فلاں جگہ بیٹھے تھے اس لئے وہ ضرور کسی سازش کی پلاننگ کر رہے ہوں گے یا کسی برائی میں مبتلا ہوں گے۔ اور پھر اس پر ایک ایسی کہانی گھڑ لی جاتی ہے جس کا کوئی وجود ہی نہیں ہوتا۔ اور پھر اس سے رشتوں میں بھی دراڑیں پڑتی ہیں۔ دوستوں کے تعلقات میں بھی دراڑیں پڑتی ہیں۔ معاشرے میں بھی فساد پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے قرآن کریم میں ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس برائی سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ فرمایا﴿یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ. اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا ﴾(الحجرات:13) کہ اے ایمان والوں بہت سے گمانوں سے بچتے رہا کرو، کیونکہ بعض گمان گناہ بن جاتے ہیں اور تجسس سے کام نہ لیا کرو۔ پس اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے اسی سے ذاتی تعلقات میں بہتری کی بنیاد قائم رہے گی اور اسی سے معاشرے سے برائیوں کا خاتمہ ہوگا۔ بعض لوگ بعض کے بارے میں بدظنیاں صرف اس لئے کرتے ہیں کہ ذلیل کیا جائے اور دوسروں کی نظروں سے گرایا جائے اور اگر کسی جماعتی عہدیدار سے یا خلیفۂ وقت سے اس کا خاص تعلق ہے تو اس تعلق میں دُوری پیدا کی جائے اور اکثر پیچھے ذاتی عناد ہوتا ہے۔ جب بدظنیاں شروع ہوتی ہیں تو پھر تجسس بھی بڑھتا ہے اور پھر ہر وقت یہ بدظنیاں کرنے والے اس ٹوہ میں رہتے ہیں کہ کسی طرح دوسرے کے نقائص پکڑیں اور اُسکی بدنامی کریں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26 مئی 2006ء)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کامل طور پر ہر برائی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بدظنی سے اجتناب

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اجْتَنِبُوْا كَثِیْراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضاً أَیُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ یَّأْكُلَ لَحْمَ أَخِیْهِ مَیْتاً فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ(الحجرات:۱۳)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔ یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔ اور تجسس نہ کیا کرو۔ اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

☆حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''حسن ظن ایک حسین عبادت ہے''۔

(مسند احمد و ابو دائود کتاب الادب باب حسن الظن)

☆حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک اور روایت مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ ایک شخص کو چوری کرتے دیکھا تو اس سے کہا کہ تم چوری کرتے ہو؟ تو وہ شخص خدا کی قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں نے چوری نہیں کی ہے۔ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہنے لگے میں تمہاری قسم پر اعتبار کرتا ہوں اور اپنے نفس کو جھٹلاتا ہوں''۔

(مسلم کتاب الفضائل باب فضائل عیسیٰ علیہ السلام)

☆حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''فساد اس سے شروع ہوتا ہے کہ انسان ظنون فاسدہ اور شکوک سے کام لینا شروع کرے۔ اگر نیک ظن کرے تو پھر کچھ دینے کی توفیق بھی مل جاتی ہے۔ جب پہلی ہی منزل پر خطا کی تو پھر منزل مقصود پر

پہنچنا مشکل ہے۔بدظنی بہت بری چیز ہے۔انسان کو بہت سی نیکیوں سے محروم کر دیتی ہے اور پھر بڑھتے بڑھتے نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ انسان خدا پر بدظنی شروع کر دیتا ہے''۔

(ملفوظات جلداول صفحہ ۳۷۵)

☆ پھرایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں کہ:

''بدظنی صدق کی جڑ کاٹنے والی چیز ہے۔اس لیے تم اس سے بچو اور صدیق کے کمالات حاصل کرنے کے لیے دعائیں کرو''۔

(ملفوظات جلداول صفحہ ۲۴۷)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ مومنوں میں محبت، پیار اور بھائی چارہ پیدا کرنا چاہتا ہے اور یہ حسن ظن سے پیدا ہوتا ہے۔پس فرمایا کہ بدظنی سے بچو کیونکہ بدظنی گناہ کی طرف لے جاتی ہے، جو نہ صرف انسان کی اپنی ذات کے لیے نقصان دہ ہے بلکہ یہ ایک ایسا گناہ ہے جو معاشرے کے امن کو بھی برباد کر دیتا ہے۔دلوں میں دوریاں پیدا ہوتی ہیں۔پس خدا تعالیٰ نے اسے بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ایک ایسا گناہ جو انسان بعض اوقات اپنی اَنا کی تسکین کے لیے کر رہا ہوتا ہے.......... بہرحال یہ ایک ایسا گناہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے سختی سے منع فرمایا ہے۔ہر احمدی کو اس سے بچنا چاہیئے''۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۵ فروری ۲۰۱۰)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

غیبت۔ا

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُم بَعْضاً أَیُحِبُّ أَحَدُکُمْ أَنْ یَّأْکُلَ لَحْمَ أَخِیْهِ مَیْتاً فَکَرِهْتُمُوْهُ

وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ﴿الحجرات:13﴾

اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

☆حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا:

تمہیں معلوم ہے غیبت کیا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسولﷺ بہتر جانتے ہیں- آپﷺ نے فرمایا: تیرا اپنے بھائی کا ایسے الفاظ سے ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ اگر وہ بات جو کہی گئی ہے میرے بھائی میں موجود ہو تب بھی یہ غیبت ہوگی؟ آپﷺ نے فرمایا اگر وہ بات اس میں ہے جو تو نے بیان کی تو تُو نے اس کی غیبت کی۔ اور اگر وہ بات اس میں نہیں ہے تو تُو نے اس پر بہتان لگایا ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الادبباب فی الغیبة)

☆پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مذکورہ بالا آیتِ قرآنی کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''ہمارے معاشرے میں بعض برائیاں ایسی ہیں جو بظاہر بہت چھوٹی نظر آتی ہیں لیکن اُن کے اثرات پورے معاشرے پر ہو رہے ہوتے ہیں۔ اور ایک فساد برپا ہوا ہوتا ہے۔ انہی برائیوں میں سے بعض کا یہاں اس آیت میں ذکر ہے......

اس میں تین باتوں کا ذکر ہے لیکن اصل میں تو پہلی دو باتوں کی ہی مناہی کی گئی ہے۔ تیسری

برائی یعنی غیبت میں ہی دونوں آ جاتی ہیں۔ کیونکہ ظن ہوتا ہے تو تجسس ہوتا ہے اُس کے بعد غیبت ہوتی ہے۔تو اس آیت میں یہ فرمایا کہ غیبت جو ہے یہ مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے۔اب دیکھیں ظالم سے ظالم شخص بھی، سخت دل سے سخت دل شخص بھی، کبھی یہ گوارا نہیں کرتا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔اس تصور سے ہی اُبکائی آنے لگتی ہے، طبیعت متلانے لگتی ہے۔

ایک حدیث ہے، قیس روایت کرتے ہیں کہ عمر و بن العاص رضی اللہ عنہ اپنے چند رفقاء کے ساتھ چلے جا رہے تھے۔آپ کا ایک مردہ خچر کے پاس سے گزر ہوا جس کا پیٹ پھول چکا تھا (مرے ہونے کی وجہ سے پیٹ پھول جاتا ہے، کافی دیر سے پڑا تھا)۔آپ نے کہا بخدا تم میں سے اگر کوئی یہ مردار پیٹ بھر کر کھالے تو یہ (اُس سے) بہتر ہے کہ وہ کسی مسلمان کا گوشت کھائے۔(یعنی غیبت کرے یا چغلی کرے) تو بعض نازک طبائع ہوتی ہیں۔اس طرح مرے ہوئے جانور کو، جس کا پیٹ پھول چکا ہو، اس میں سے سخت بدبو آ رہی ہو، تَعَفُّنْ پیدا ہو رہا ہو، اس کو بعض طبیعتیں دیکھ بھی نہیں سکتیں، کجا یہ کہ اُس کا گوشت کھایا جائے۔لیکن ایسی ہی بظاہر حساس طبیعتیں جو مردہ جانور کو تو نہیں دیکھ سکتیں، اُس کی بدبو بھی برداشت نہیں کر سکتیں، قریب سے گزر بھی نہیں سکتیں، لیکن مجلسوں میں بیٹھ کر غیبت اور چغلیاں اس طرح کر رہے ہوتے ہیں جیسے کوئی بات ہی نہیں۔تو یہ بڑے خوف کا مقام ہے، ہر ایک کو اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے۔اب یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ اپنے بندوں پر کتنا مہربان ہے، کہ فرمایا اگر اس قسم کی باتیں پہلے کر بھی چکے ہو، تو استغفار کرو، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اپنے رویے درست کرو، مَیں یقیناً بہت رحم کرنے والا، توبہ قبول کرنے والا ہوں۔مجھ سے بخشش مانگو تو مَیں رحم کرتے ہوئے تمہاری طرف متوجہ ہوں گا۔بعض لوگ غیبت اور چغلی کی گہرائی کا علم نہیں رکھتے۔اُن کو سمجھ نہیں آتی کہ کیا بات چغلی ہے، غیبت ہے۔بعض اوقات سمجھ نہیں رہے ہوتے کہ یہ چغلی بھی ہے کہ نہیں۔بعض دفعہ بعض باتوں کو مذاق سمجھا جا رہا ہوتا ہے لیکن وہ چغلی اور غیبت کے زمرے میں آتی ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26 دسمبر 2003ء)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کامل طور پر ہر برائی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

غیبت۔۲

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُم بَعْضاً اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّأْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتاً فَکَرِھْتُمُوْہُ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ﴿الحجرات:13﴾

اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو۔اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

☆آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

جس کے پاس اُس کے کسی (دینی) بھائی کی غیبت کی جائے اور وہ اُس کا دفاع کر کے اُس کی مدد نہ کرے حالانکہ وہ اُس کی مدد کر سکتا تھا تو اِس کا گناہ دنیا اور آخرت میں اُسے بھی پہنچے گا۔
(الترغیب والترھیب جلد3صفحہ334)

☆**حَضرَتْ اَقْدَسْ مَسِیْح مَوْعُوْد وَ مَھْدِی مَعْھُوْد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ** فرماتے ہیں:

’’بعض گناہ ایسے باریک ہوتے ہیں کہ انسان ان میں مبتلا ہوتا ہے اور سمجھتا ہی نہیں۔جوان سے بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اُسے پتہ نہیں لگتا کہ گناہ کرتا ہے۔مثلاً گِلہ کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ایسے لوگ اس کو بالکل ایک معمولی اور چھوٹی سی بات سمجھتے ہیں؛ حالانکہ قرآن شریف نے اس کو بہت ہی بڑا قرار دیا ہے۔چنانچہ فرمایا ہے اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّأْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتاً (الحجرات:۱۳) خدا تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے کہ انسان ایسا کلمہ زبان پر لاوے جس سے اس کے بھائی کی تحقیر ہو اور ایسی کارروائی کرے جس سے اس کو حرج پہنچے۔ایک بھائی کی نسبت ایسا بیان کرنا جس سے اس کا جاہل اور نادان ہونا ثابت ہو یا اس کی عادت کے متعلق خفیہ طور پر بے غیرتی یا دشمنی پیدا ہو۔یہ سب بُرے کام ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد4 صفحہ 653-654)

☆حَضرَت خَلِیفَۃُالْمَسِیحِ الرَّابِع رَحِمَہُ اللّٰہُ فرماتے ہیں:

''عہدِ بیعت میں بھی یہ بات داخل ہے کہ میں غیبت نہیں کروں گا، میں بدظنی نہیں کروں گا لیکن کچھ ایسا چسکا ہے، ایسی مصیبت ہے اور یہ بیماری کہ گھر گھر میں، سینے سینے میں داخل ہوئی ہوئی ہے اور اتنی عادت ہے خصوصاً عورتوں میں کہ وہ برداشت نہیں ہوتا ان سے کہ کسی کی بڑائی دیکھیں یا سنیں اور وہ آگے نہ پہنچائیں۔ دیکھ کر پہنچانا بھی بہت بری بات ہے لیکن سن کر پہنچانا تو اِفک بھی بن جاتا ہے اور غیبت بھی بن جاتی ہے اور پھر چسکے پورے کرنے کے لئے وہ ظن بھی کرتی ہیں اور من گھڑت باتیں بنا کر بہتان میں بھی داخل ہوجاتی ہیں اور یہ بیماری مردوں میں بھی آتی ہے اور اس کے نتیجہ میں ہمارے معاشرے کا بہت براحال ہے۔''

(خطبات طاہر جلد3 صفحہ 60-61)

نیز فرمایا:

''مَردوں میں جب یہ بیماری پھیلتی ہے تو نہایت خطرناک شکل اختیار کر جاتی ہے۔ ایک تو یہ کہ مَردوں کو ویسے اپنے کاموں کی نوعیت کے لحاظ سے زیب نہیں دیتی اور دوسرے وہاں قومی نقصان پہنچانے کا موجب بنتی ہے.... جب مرد غیبت کرتے ہیں تو وہ پھر بڑی تباہی مچاتے ہیں وہ تو یوں لگتا ہے جیسے قبرستان اکھیڑ اکھیڑ کر کھائے جارہے ہیں اور پھر بھی بھوک بند نہیں ہوتی ان کی۔ اس لئے بہت خطرناک بیماری ہے قرآن کریم نے بے وجہ اس پر زور نہیں دیا۔''

(خطبات طاہر جلد6 صفحہ 619)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کامل طور پر ہر برائی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

غیبت۔۳

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُم بَعْضاً أَیُحِبُّ أَحَدُکُمْ أَنْ یَّأْکُلَ لَحْمَ أَخِیْهِ مَیْتاً فَکَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ﴿الحجرات:13﴾

اورتم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو۔اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

☆آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

جس کے پاس اُس کے کسی (دینی) بھائی کی غیبت کی جائے اور وہ اُس کا دفاع کر کے اُس کی مدد نہ کرے حالانکہ وہ اُس کی مدد کرسکتا تھا تو اِس کا گناہ دنیا اور آخرت میں اُسے بھی پہنچے گا۔
(الترغیب والترھیب جلد3صفحہ334)

☆حَضْرَت خَلِیْفَةُالْمَسِیْحِ الرَّابِع رَحِمَهُ اللّٰهُ فرماتے ہیں:

''یہ جومُردارخور جانور ہیں یہی گوشت کھاتے ہیں مثلاً چیلیں ہیں، گدھیں ہیں اور دوسرے اس قسم کے جانور جومُردوں کا گوشت کھانے پر خاص طور پر مقرر ہیں وہ دوسروں کا بھی گوشت کھاتے ہیں، اپنوں کا بھی کھاتے ہیں۔ان کے حالات پر آپ غور کریں تو وہ ساری دنیا سے کٹ کرا لگ ہو چکے ہوتے ہیں عملاً ساری دنیا کی زندگی نے ان سے بائیکاٹ کیا ہوا ہے۔وہ نہ باغ میں چہچہاتے ہوئے نظر آئیں گے، نہ جنگلوں کی زینت بنیں گے دوسرے جانوروں کی طرح، کسی نہ کسی چوٹی کے اوپر جا کرا کیلے زندگی بسر کر رہے ہوتے ہیں۔صرف اُس وقت اکٹھے ہوتے ہیں۔جب مردار ہاتھ آ جائے ورنہ اکٹھے ہو ہی نہیں سکتے۔سارے گدھوں اور سارے مُردار خور جانوروں کی نہ آواز میں کوئی رونق ہے نہ ان کی شکل میں کوئی زینت ہے نہایت منحوس قسم کی چیزیں ہیں اور تنہائی کی زندگی بسر کر رہے ہیں.... غیبت کرنے

والے بالآخر قرآن کی اس آیت کی روشنی میں تنہا ہوتے چلے جاتے ہیں اور صرف اس وقت اکٹھے ہوتے ہیں جب کسی کی برائی کرتے ہیں۔''

(خطبات طاہر جلد 2 صفحہ 489.490)

☆ہمارے پیارے اِمام سَیِّدُنا حَضرَت خَلِیْفَةُالْمَسِیْحِ الْخَامِسْ اَیَّدَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِنَصْرِہِ الْعَزِیْز فرماتے ہیں:

''کسی کی پیٹھ پیچھے باتیں کرنے والوں کو ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ وہ باتیں صحیح ہیں یا غلط یہ غیبت یا جھوٹ کے زمرے میں آتی ہیں۔ اور غیبت کرنے والوں کو اس حدیث کو یاد رکھنا چاہئے کہ اگلے جہاں میں ان کے ناخن تانبے کے ہو جائیں گے جس سے وہ اپنے چہرے اور سینے کا گوشت نوچ رہے ہوں گے۔''

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 233)

☆نیز فرمایا:

''تو دیکھیں یہ کتنا خوفناک منظر ہے۔ غیبت کرنے والوں کی مرنے کے بعد کی سزا کتنی خوفناک ہے۔ انسان عام طور پر بعض دفعہ بے احتیاطی میں باتیں کر جاتا ہے۔ بعض اوقات نیت نہیں بھی ہوتی کہ چغلی یا غیبت ہو لیکن آنحضرت ؐ اس معاملہ میں اتنے محتاط تھے اور اس حد تک گہرائی میں اور باریکی میں جاتے تھے کہ جہاں ذرا سا شائبہ بھی ہو کہ بات غیبت کے قریب ہے تو سخت کراہت فرماتے تھے اور فوراً تنبیہ فرمایا کرتے تھے۔''

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 573)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کامل طور پر اس برائی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

غیبت۔۴

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُم بَعْضاً أَیُحِبُّ أَحَدُکُمْ أَنْ یَّأْکُلَ لَحْمَ أَخِیْہِ مَیْتاً فَکَرِھْتُمُوْہُ ط وَاتَّقُوا اللّٰہَ إِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ﴿الحجرات:13﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔ یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔ اور تجسس نہ کیا کرو۔ اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

☆آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

جس کے پاس اُس کے کسی (دینی) بھائی کی غیبت کی جائے اور وہ اُس کا دفاع کر کے اُس کی مدد نہ کرے حالانکہ وہ اُس کی مدد کر سکتا تھا تو اِس کا گناہ دنیا اور آخرت میں اُسے بھی پہنچے گا۔
(الترغیب والترھیب جلد3صفحہ334)

☆**حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ مذکورہ بالا حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:**

''بعض لوگ کہتے ہیں جی ہم نے تو صرف سنی ہے غیبت، ہم نے تو حصہ نہیں لیا خود کسی کے خلاف برائی نہیں کی۔ ان کے متعلق آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ انہوں نے بھی گناہ سے حصہ پالیا۔ اگر تم سنتے ہو اور منع نہیں کرتے اور برا نہیں مناتے یا اپنے بھائی کا دفاع نہیں کرتے تو ایسی صورت میں غیبت کے گناہ میں تم بھی حصہ دار ہو گئے۔ پھر سنن ابی داؤد میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے ''جب مجھے معراج کے لئے لے جایا گیا تو میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اُن سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے جبرائیل سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ تو اُس نے بتایا

کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی غیبت کرتے تھے اور اُن کی آبرو کے پیچھے پڑے رہتے تھے۔''

(خطبات طاہر جلد 3 صفحہ 54)

نیز فرمایا:

''یہاں تجسس کا بھی ذکر فرمادیا، کسی کے متعلق ایسی باتوں کی تلاش کرنا کہ وہ بے آبروئی کا موجب بنے اور پھر غیبت کر کے لوگوں تک پہنچانا یہ برائیاں اتنی خطرناک ہیں کہ ان کی سزا جو خدا تعالیٰ نے تجویز فرمائی وہ آنحضرت ﷺ کو معراج کے روز دکھائی گئی۔''

(خطبات طاہر جلد 3 صفحہ 54)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کامل طور پر ہر برائی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

غیبت۔5

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُم بَعْضاً اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتاً فَکَرِھْتُمُوْہُ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ﴿الحجرات:13﴾

اورتم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو۔اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

☆آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن آدمی کے پاس اُس کا کھلا ہوا اعمال نامہ لایا جائے گا۔وہ اس کو پڑھے گا، پھر کہے گا اے میرے رب مَیں نے دنیا میں فُلاں فُلاں نیک کام کئے تھے وہ تو اس میں نہیں ہیں۔تو اللہ تعالیٰ جواب دے گا کہ لوگوں کی غیبت کرنے کی وجہ سے وہ نیکیاں تمہارے نامۂ اعمال سے مٹا دی گئی ہیں۔

(الترغیب والترھیب)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الاول (اللہ آپ سے راضی ہو) فرماتے ہیں:

’’نصیحت کے طور پر کہتا ہوں کہ اکثر سُوءِ ظَنِّیُوں سے بچو۔اس سے سخت سَخُن چینی اور عیب جوئی کی عادت بڑھتی ہے۔اسی واسطے اللہ کریم فرماتا ہے ﴿وَلَا تَجَسَّسُوْا﴾ تجسس نہ کرو۔تجسس کی عادت بدظنی سے پیدا ہوتی ہے۔جب انسان کسی کی نسبت سوءِظن کرتا ہے یا بدظنی کرتا ہے تو اس کی وجہ سے ایک خراب رائے قائم کر لیتا ہے تو پھر کوشش کرتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح اس کے کچھ عیب بھی مجھے مل جائیں، اس کی کچھ برائیاں بھی نظر آجائیں۔اور پھر عیب جوئی کی کوشش کرتا اور اسی جستجو میں مستغرق رہتا ہے۔اور یہ خیال کر کے کہ اس کی نسبت مَیں نے جو یہ خیال ظاہر کیا ہے اگر کوئی پوچھے تو پھر اس کو کیا جواب دوں گا۔اپنی بدظنی کو پورا کرنے کے لئے تجسس کرتا ہے، پھر تجسس سے غیبت پیدا ہوتی ہے جیسے

اللہ کریم نے فرمایا کہ ﴿وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا﴾۔ غرض خوب یاد رکھو سوء ظن سے تجسس اور تجسس سے غیبت کی عادت شروع ہوتی ہے...... اگر ایک شخص روزے بھی رکھتا ہے اور غیبت بھی کرتا ہے تجسس اور نکتہ چینیوں میں مشغول رہتا ہے تو وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے جیسے فرمایا ﴿اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ﴾۔ اب جو غیبت کرتا ہے وہ روزے کیا رکھتا ہے، وہ تو گوشت کے کباب کھاتا ہے اور کباب بھی اپنے مردہ بھائی کے گوشت کے۔ اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ غیبت کرنے والا حقیقت میں ہی ایسا بدآدمی ہے جو اپنے مردہ بھائی کے کباب کھاتا ہے...... ایک صوفی نے کشف میں دیکھا کہ ایک شخص نے کسی کی غیبت کی ہے۔ جب اُس کو قے کرائی گئی تو اُس کے اندر سے بوٹیاں نکلیں جن میں سے بدبو آتی تھی۔ یاد رکھو یہ کہانیاں نہیں، یہ واقعات ہیں۔ جو لوگ بدظنیاں کرتے ہیں جب تک اپنی نسبت بدظنیاں نہیں سن لیتے نہیں مرتے۔ اس لئے مَیں تمہیں نصیحت کرتا ہوں اور درددِل سے کہتا ہوں کہ غیبتوں کو چھوڑ دو۔ بغض اور کینے سے اجتناب کرو اور بدظنی پر ہیز کرو اور بالکل الگ تھلگ رہو، اس سے بڑا فائدہ ہوگا۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 6۔7)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کامل طور پر اس برائی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

غیبت۔٦

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُم بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ أَخِيْهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿الحجرات:13﴾

اورتم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو۔اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

☆آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن آدمی کے پاس اس کا کھلا ہوا اعمال نامہ لایا جائے گا۔وہ اس کو پڑھے گا، پھر کہے گا اے میرے رب مَیں نے دنیا میں فُلاں فُلاں نیک کام کئے تھے وہ تو اس میں نہیں ہیں۔تو اللہ تعالیٰ جواب دے گا کہ لوگوں کی غیبت کرنے کی وجہ سے وہ نیکیاں تمہارے نامۂ اعمال سے مٹا دی گئی ہیں۔

(الترغیب والترھیب)

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مذکورہ بالا حدیث کو پیش کر کے اس سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''دیکھیں غیبت کی وجہ سے وہ تمام نیک کام نماز، روزے، صدقے، کسی غریب کی خدمت کرنا، سب نیکیاں نامۂ اعمال سے مٹا دی گئیں صرف اس لئے کہ وہ لوگوں کی غیبت کرتا تھا۔اس بارہ میں جتنی بھی احادیث پڑھیں، خوف بڑھتا چلا جاتا ہے اس کا ایک ہی علاج ہے کہ آدمی ہر وقت استغفار کرتا رہے۔''

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 574)

فرمایا:

''کسی کا اس کے پیچھے بُرے الفاظ میں ذکر کرنا، قطع نظر اس کے کہ وہ برائی اُس میں ہے یا نہیں۔ اگر اُس کی کسی برائی کا اُس کے پیچھے ذکر ہوتا ہے اور باتیں کی جاتی ہیں تو یہ غیبت ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیعت لیا کرتے تھے تو اس بات پر خاص طور پر بیعت لیا کرتے تھے کہ غیبت نہیں کروں گا۔ تو کتنی اہمیت ہے اس بُرائی کی کیونکہ اس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کے خلاف نفرتیں پیدا ہوتی ہیں۔''

(خطبات مسرور 3 صفحہ 285)

نیز فرمایا:

''غیبت جو ہے یہ مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے۔ اب دیکھیں ظالم سے ظالم شخص بھی، سخت دل سے سخت دل شخص بھی، کبھی یہ گوارا نہیں کرتا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ اس تصور سے ہی ابکائی آنے لگتی ہے، طبیعت متلانے لگتی ہے۔''

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 566)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کامل طور پر ہر برائی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

غیبت۔ ۷

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُم بَعْضاً اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّأْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتاً فَکَرِھْتُمُوْہُ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ﴿الحجرات:13﴾

اے لوگو جوایمان لائے ہو! ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔ یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔ اور تجسس نہ کیا کرو۔ اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

☆حَضْرَت خَلِیْفَۃُ الْمَسِیْحِ الثَّانِی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ فرماتے ہیں:

''غیبت بھی نہیں کرنی چاہئے۔ کیا اپنے نقص کم ہوتے ہیں کہ دوسروں کے نقص بیان کرنے شروع کر دیئے جاتے ہیں؟ تمہیں چاہئے کہ دوسروں کے عیب نکالنے کی بجائے اپنے عیب نکالو تا کہ تمہیں کچھ فائدہ بھی ہو۔ دوسروں کے عیب نکالنے سے سوائے گناہ کے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔''

(انوار العلوم جلد 5 صفحہ 161)

نیز فرمایا:

''ایک شخص دوسرے شخص کے عیب بیان کرتا ہے اور دیکھنے والا دیکھتا ہے۔ کہ سننے والے کو بڑا مزا آ رہا ہے۔ اسی طرح بیان کرنے والے کو بھی اور جُوں جُوں زیادہ تشریح کرتا جاتا ہے۔ اُن کے چہرے سے خوشی کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ بعض دفعہ جس کے عیب بیان کئے جا رہے ہوں۔ وہ اُن کا دوست ہوتا ہے۔ بعض دفعہ محسن ہوتا ہے اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اُس کے عیوب کے اظہار پر اُن کو نقصان بھی پہنچتا ہے مگر باوجود اس کے اُن کو مزہ آتا ہے۔ کیوں؟ دنیا میں قلیل ہی ایسے اشخاص ہونگے جو اس کی وجہ بیان کر سکیں اور جو مزہ اٹھانے والے ہیں وہ تو قریباً تمام کے تمام ایسے ہونگے۔ کہ کوئی وجہ

بیان نہیں کرسکیں گے۔مگر باوجود اسکے گھنٹہ گھنٹہ ایک شخص غیبت کرتا جائے گا۔اوراُس کے چہرے پر ایسے آثارظاہر ہونگے کہ گویا اُسے کوئی عظیم الشان کامیابی حاصل ہورہی ہے۔اور سننے والے بھی اتنے مشغول ہوتے ہیں کہ اگر کوئی ضروری کام کے لئے بھی بلائے تو ناراض ہوتے ہیں۔اور کہتے ہیں۔ٹھہرو ابھی آتے ہیں، کام کررہے ہیں اوراُن کے بُشروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُنہیں کوئی ایسی خوشی کی بات معلوم ہوئی ہے جیسے کسی کے ہاں بیٹا پیدا ہو یا کوئی جائیداد مل جائے یا حکومت اورعزت حاصل ہو۔گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دُنیاوی اِنعام کی بڑی سی چیز اُن کو مل گئی ہے۔جس پر خوشی کا اظہار کررہے ہیں۔کبھی ہاتھ ماریں گے کبھی سرہلائیں گے کبھی مسکرائیں گے کبھی ہنسیں گے اور ایسے لطف کا اظہار کریں گے کہ اُن کی زیست کا مدار وہی بات ہے،لیکن اگر پوچھو کہ کیوں مزا آرہا ہے اس کی کیا وجہ ہے تو قطعاً نہیں بتاسکیں گے۔نہ بیان کرنے والا اور نہ سننے والے۔''

(خطبات محمود جلد 6 صفحہ 526-527)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کامل طور پر ہر برائی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

غیبت ۔۸

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُم بَعْضاً أَیُحِبُّ أَحَدُکُمْ أَنْ یَّأْکُلَ لَحْمَ أَخِیْہِ مَیْتاً فَکَرِھْتُمُوْہُ وَاتَّقُوا اللّٰہَ إِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ﴿الحجرات:13﴾

اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز احادیث کی رُو سے غیبت کے بھیانک نتائج کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ منبر پر کھڑے ہو کر بآواز بلند فرمایا کہ: اے لوگو! تم میں سے بعض بظاہر مسلمان ہیں لیکن اُن کے دلوں میں ابھی ایمان راسخ نہیں ہوا۔ انہیں مَیں متنبہ کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کو طعن وتشنیع کے ذریعہ تکلیف نہ دیں اور نہ اُن کے عیبوں کا کھوج لگاتے پھریں۔ ورنہ یادرکھیں کہ جو شخص کسی کے عیب کی جستجو میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے اندر چھپے عیوب کو لوگوں پر ظاہر کر کے اُس کو لوگوں میں ذلیل ورسوا کر دیتا ہے۔

(ترمذی باب البر والصلۃ باب ما جاء فی تعظیم المؤمن)

ایک حدیث ہے جو ایسے لوگوں کے بارہ میں ہی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن غنمؓ اور حضرت اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے وہ ہیں کہ جب اُن کو دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے اور اللہ تعالیٰ کے بُرے بندے غیبت اور چغلیاں کرتے پھرتے ہیں، دوستوں پیاروں کے درمیان تفریق ڈالتے ہیں، نیک پاک لوگوں کو تکلیف، مشقت، فساد، ہلاکت اور گناہ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی مرد وعورت کو اس سے بچائے۔

(مسند احمد بن حنبل. مسند الشامیین جلد ۵ صفحہ ۲۶۸)

پھر حدیث ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب مجھے معراج ہوا تو کشفاً مَیں ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اُس سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ مَیں نے پوچھا، جبرائیل یہ کون ہیں؟ تو اُنہوں نے بتایا کہ یہ لوگ، لوگوں کا گوشت نوچ نوچ کر کھایا کرتے تھے اور اُن کی عزت و آبرو سے کھیلتے تھے یعنی غیبت کرتے تھے، الزام تراشیاں کرتے تھے، حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔

(ابو داؤد کتاب الادب باب فی الغیبۃ)

تو دیکھیں یہ کتنا خوفناک منظر ہے۔ غیبت کرنے والوں کی مرنے کے بعد کی سزا کتنی خوفناک ہے۔ انسان عام طور پر بعض دفعہ بے احتیاطی میں باتیں کر جاتا ہے۔ بعض اوقات نیت نہیں بھی ہوتی کہ چغلی یا غیبت ہو لیکن آنحضرت ﷺ اس معاملہ میں اتنے محتاط تھے اور اس حد تک گہرائی میں اور باریکی میں جاتے تھے کہ جہاں ذرا سا شائبہ بھی ہو کہ بات غیبت کے قریب ہے تو سخت کراہت فرماتے تھے اور فوراً تنبیہ فرمایا کرتے تھے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26 دسمبر 2003ء)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کامل طور پر ہر برائی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

غیبت۔9

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُم بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ أَخِيْهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿الحجرات:13﴾

اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو۔اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز احادیث کی رُو سے غیبت کے بھیانک نتائج کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت کے بارہ میں کہا کہ وہ چھوٹے قد کی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے غیبت کی ہے۔اب کتنی باریکی میں جا کے بھی آپؐ تنبیہ فرما رہے ہیں۔کتنا خوف کا مقام ہے، کس قدر احتیاط کی ضرورت ہے۔جب اس انتہا تک یا اتنی باریکی میں جا کر غیبت سے بچنے کی کوشش ہم نہیں کریں گے اُس وقت تک ہم حسین اسلامی معاشرہ قائم نہیں کر سکتے، جس کا دعویٰ کر کے ہم اُٹھے ہیں۔اور اسی طرح اپنی عاقبت بھی نہیں سنوار سکتے۔ غیبت کرنے والا کا حال تو آپ نے دیکھ ہی لیا، سن لیا کیا ہوتا ہے۔

حضرت ابوعمامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن آدمی کے پاس اس کا کھلا ہوا اعمال نامہ لایا جائے گا۔وہ اس کو پڑھے گا، پھر کہے گا اے میرے رب مَیں نے دنیا میں فلاں فلاں نیک کام کئے تھے وہ تو اس میں نہیں ہیں۔تو اللہ تعالیٰ جواب دے گا کہ لوگوں کی غیبت کرنے کی وجہ سے وہ نیکیاں تمہارے نامۂ اعمال سے مٹا دی گئی ہیں۔

(ترغیب و الترهيب)

دیکھیں غیبت کی وجہ سے وہ تمام نیک کام نماز، روزے، صدقے، کسی غریب کی خدمت کرنا، سب نیکیاں نامۂ اعمال سے مٹادی گئیں صرف اس لئے کہ وہ لوگوں کی غیبت کرتا تھا۔اس بارہ میں جتنی بھی احادیث پڑھیں، خوف بڑھتا چلا جاتا ہے اس کا ایک ہی علاج ہے کہ آدمی ہر وقت استغفار کرتا رہے۔

امام غزالیؒ کہتے ہیں (اس کا خلاصہ یہ ہے) کہ جس کے پاس چغلی کی جائے اُسے چاہئے کہ وہ چغل خور کی تصدیق نہ کرے اور نہ جس کے بارہ میں چغلی کی گئی ہے اُس سے بدظن ہو۔

(فتح البیان جلد نمبر10 صفحه 437)

اب یہ بڑے ہی پتے کی بات ہے جو امام غزالی نے بیان فرمائی ہے اور افسران اور عہدیداران کو خاص طور پر یہ ذہن میں رکھنا چاہئے۔کبھی بات یک طرفہ بات سن کر کسی کے خلاف نہیں ہو جانا چاہئے، کسی سے بدظن نہیں ہونا چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے چغلی کرنے اور چغلی سننے دونوں سے منع فرمایا ہے۔

(مجمع الزوائد جلد8 صفحه91 باب ماجاء في الغيبة والنمية)"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26 دسمبر 2003ء)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ کا نام ستار ہے۔تمہیں چاہئے کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰه بنو۔ ہمارا یہ مطلب نہیں ہے کہ عیب کے حامی بنو بلکہ یہ ہے کہ اشاعت اور غیبت نہ کرو، کیونکہ کتاب اللہ میں جیسا آ گیا ہے تو یہ گناہ ہے کہ اس کی اشاعت اور غیبت کی جاوے۔شیخ سعدیؒ کے دو شاگرد تھے۔ایک اُن میں سے حقائق و معارِف بیان کرتا تھا اور دوسرا جلا بھُنا کرتا تھا۔آخر پہلے نے سعدیؒ سے بیان کیا کہ جب مَیں کچھ بیان کرتا ہوں تو دوسرا جلتا ہے اور حسد کرتا ہے۔شیخ نے جواب دیا کہ ایک نے راہ دوزخ کی اختیار کی کہ حسد کیا اور تُو نے غیبت کی۔غرضیکہ یہ سلسلہ چل نہیں سکتا جب تک رحم، دعا، ستاری اور مَرْحَمَۃ آپس میں نہ ہو''۔

(البدر 8 جولائی 1904ء، ملفوظات جلد 4 صفحہ 60-61)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ   بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

غیبت۔۱۰

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا یَغۡتَبۡ بَّعۡضُکُم بَعۡضاً اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡهِ مَیۡتاً فَکَرِهۡتُمُوۡهُ

(الحجرات13)

ترجمہ: اورتم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔کیاتم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو۔

☆ایک مرتبہ حضورﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا کہ

جانتے ہوغیبت کیا ہوتی ہے۔صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ اوراس کے رسولﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔فرمایا'' تُو اپنے بھائی کا اس انداز میں ذکر کرے جسے وہ پسند نہیں کرتا۔عرض کیا گیا کہ حضورؐ کا کیا خیال ہے کہ اگر وہ بات جو میں نے کہی ہے میرے بھائی میں پائی جاتی ہو۔تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر وہ بات جوتو نے کہی ہے تیرے بھائی میں موجود ہےتو تُو نے اس کی غیبت کی ہے اگر موجود نہیں ہےتو تُو نے اس پر بہتان باندھا ہے''۔

(صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب تحریم الغیبة)

☆آنحضرتﷺ نے فرمایا کہ

''جس کے پاس اِس کے کسی (دینی) بھائی کی غیبت کی جائے اوروہ اِس کا دفاع کر کے اِس کی مدد نہ کرے حالانکہ وہ اِس کی مدد کرسکتا تھا تو اِس کا گناہ دنیا اور آخرت میں اُسے بھی پہنچے گا''۔

(الترغیب والترھیب جلد۳صفحہ۳۳۴)

☆حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں:

''بعض گناہ ایسے باریک ہوتے ہیں کہ انسان ان میں مبتلا ہوتا ہے اور سمجھتا ہی نہیں۔جوان

سے بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اُسے پتہ نہیں لگتا کہ گناہ کرتا ہے۔مثلاً گلہ کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ایسے لوگ اس کو بالکل ایک معمولی اور چھوٹی سی بات سمجھتے ہیں؛ حالانکہ قرآن شریف نے اس کو بہت ہی بڑا قرار دیا ہے۔چنانچہ فرمایا ہے أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتاً (الحجرات:۱۳) خداتعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے کہ انسان ایسا کلمہ زبان پر لاوے جس سے اس کے بھائی کی تحقیر ہو اور ایسی کارروائی کرے جس سے اس کو حرج پہنچے۔ایک بھائی کی نسبت ایسا بیان کرنا جس سے اس کا جاہل اور نادان ہونا ثابت ہو یا اس کی عادت کے متعلق خفیہ طور پر بے غیرتی یا دشمنی پیدا ہو۔یہ سب بُرے کام ہیں۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 654-653)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''کسی کا اس کے پیچھے بُرے الفاظ میں ذکر کرنا، قطع نظر اس کے کہ وہ برائی اس میں ہے یا نہیں۔ اگر اس کی کسی برائی کا اس کے پیچھے ذکر ہوتا ہے اور باتیں کی جاتی ہیں تو یہ غیبت ہے۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیعت لیا کرتے تھے تو اس بات پر خاص طور پر بیعت لیا کرتے تھے کہ غیبت نہیں کروں گا۔تو کتنی اہمیت ہے اس بُرائی کی کیونکہ اس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ایک دوسرے کے خلاف نفرتیں پیدا ہوتی ہیں۔''

(خطبات مسرور 3 ص 285)

نیز فرمایا:

''کسی کی پیٹھ پیچھے باتیں کرنے والوں کو ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ وہ باتیں صحیح ہیں یا غلط یہ غیبت یا جھوٹ کے زمرے میں آتی ہیں۔اور غیبت کرنے والوں کو اس حدیث کو یاد رکھنا چاہئے کہ اگلے جہاں میں ان کے ناخن تانبے کے ہو جائیں گے جس سے وہ اپنے چہرے اور سینے کا گوشت نوچ رہے ہوں گے۔''

(خطبات مسرور 1 ص 233)

نیز فرمایا:

''تو دیکھیں یہ کتنا خوفناک منظر ہے۔غیبت کرنے والوں کی مرنے کے بعد کی سزا کتنی خوفناک ہے۔انسان عام طور پر بعض دفعہ بے احتیاطی میں باتیں کر جاتا ہے۔بعض اوقات نیت نہیں بھی ہوتی کہ چغلی یا غیبت ہو لیکن آنحضرتؐ اس معاملہ میں اتنے محتاط تھے اور اس حد تک گہرائی میں اور باریکی میں جاتے تھے کہ جہاں ذرا سا شائبہ بھی ہو کہ بات غیبت کے قریب ہے تو سخت کراہت فرماتے تھے اور فوراً تنبیہ فرمایا کرتے تھے۔''

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 573)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چغلی، بدظنی اور غیبت کے خلاف جہاد۔ا

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَی أَنْ یَکُونُوْا خَیْرًامِّنْھُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰی أَنْ یَّکُنَّ خَیْراً مِّنْھُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْا أَنفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَأُوْلٰئِکَ ھُمُ الظّٰالِمُوْنَ o

(الحجرات:12)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! (تم میں سے) کوئی قوم کسی قوم پر تمسخر نہ کرے۔ ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہو جائیں۔ اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں)۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو جائیں۔ اور اپنے لوگوں پر عیب مت لگایا کرو اور ایک دوسرے کو نام بگاڑ کر نہ پکارا کرو۔ ایمان کے بعد فسوق کا داغ لگ جانا بہت بری بات ہے۔ اور جس نے توبہ نہ کی تو یہی وہ لوگ ہیں جو ظالم ہیں۔

☆حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''بدظنی سے بچو کیونکہ بدظنی سخت قسم کا جھوٹ ہے۔ ایک دوسرے کے عیب کی ٹوہ میں نہ رہو، اپنے بھائی کے خلاف تجسس نہ کرو، اچھی چیز ہتھیانے کی حرص نہ کرو، حسد نہ کرو، دشمنی نہ رکھو، بے رخی نہ برتو۔ جس طرح اس نے حکم دیا ہے اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔ مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور وہ اس پر ظلم نہیں کرتا، اسے رسوا نہیں کرتا، اسے حقیر نہیں جانتا۔ اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: تقویٰ یہاں ہے تقویٰ یہاں ہے یعنی مقام تقویٰ دل ہے۔ ایک انسان کے لئے یہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔ ہر مسلمان کی تین چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں، اس کا خون اس کی آبرو اور اس کا مال۔ اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کی خوبصورتی کو نہیں دیکھتا اور نہ تمہاری صورتوں کو اور نہ تمہارے اموال کو، بلکہ اس کی نظر تمہارے دلوں پر ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، اپنے بھائی کے خلاف جاسوسی نہ کرو، دوسروں کے عیبوں کی ٹوہ میں نہ لگے رہو، ایک دوسرے کے سودے نہ بگاڑو، اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔''

(مسلم باب تحریم الظن و بخاری کتاب الادب)

☆ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''بہت سی بدیاں صرف بدظنی سے ہی پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایک بات کسی کی نسبت سنی اور جھٹ یقین کر لیا۔ یہ بہت بُری بات ہے جس بات کا قطعی علم اور یقین نہ ہو اس کو دل میں جگہ مت دو۔ یہ اصل بدظنی کو دور کرنے کے لیے ہے کہ جب تک مشاہدہ اور فیصلہ صحیح نہ کرے نہ دل میں جگہ دے اور نہ ایسی بات زبان پر لائے...... بڑے بڑے اور کھلے گناہوں سے تو اکثر پرہیز کرتے ہیں۔ بہت سے آدمی ایسے ہوں گے جنہوں نے کبھی خون نہیں کیا۔ نقب زنی نہیں کی۔ یا اور اسی قسم کے بڑے بڑے گناہ نہیں کئے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ لوگ کتنے ہیں جنہوں نے کسی کا گلا نہیں کیا یا کسی اپنے بھائی کی ہتک کر کے اس کو رنج نہیں پہنچایا۔ یا جھوٹ بول کر خطا نہیں کی؟''

(ملفوظات جلد چہارم ص 584)

☆ پھر حضور اپنی کتاب کشتی نوح میں فرماتے ہیں:۔

''اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔''

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 19)

☆ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول بدظنی کے متعلق امام حسن بصریؒ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''میں تمہیں ایک عام شر کی طرف توجہ دلاتا ہوں، وہ بدظنی ہے۔ جن لوگوں نے اس مرض کے علاج بتائے ہیں ان میں ایک امام حسن بصریؒ بھی ہیں۔ آپ حضرت عمرؓ کی خلافت میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے اجداد عیسائی تھے۔ یہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں دجلہ کے کنارے پر گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک

نوجوان بیٹھا ہے اور اس کے ساتھ ایک عورت ہے بڑی حسین۔ان کے درمیان شراب کا مشکیزہ پڑا ہے۔ وہ اسے پی رہے ہیں اور بعض وقت عورت اس نوجوان کو چوم بھی لیتی ہے۔ میں نے اس وقت کہا کہ یہ لوگ کیسے بدکار ہیں۔باہر سرِ میدان بدذاتی کررہے ہیں۔اتنے میں ایک حادثہ ہوگیا۔ایک کشتی آرہی تھی وہ ڈوب گئی۔عورت نے اشارہ کیا تو وہ نوجوان کودا اور چھ آدمیوں کو باہر نکال لایا۔پھر آواز دی کہ او حسن! ادھر آ۔تو بھی ایک کو تو نکال۔ نادان! یہ تو میری ماں ہے اور مشکیزہ میں دریا کا مصفّٰی پانی ہے۔ہم تیری آزمائش کو یہاں بیٹھے تھے کہ دیکھیں تم میں سوءِ ظن کا مرض گیا ہے کہ نہیں؟ امام حسنؒ بصری فرماتے ہیں اس دن سے میں ایسا شرمندہ ہوا کہ کبھی سوءِ ظن نہیں کیا۔سو تم بھی اس سے بچو۔''

(خطباتِ نور ص393)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

''آج کل کے اس معاشرے میں جبکہ ایک دوسرے سے ملنا جلنا بھی بہت زیادہ ہوگیا ہے، غیروں سے گھلنے ملنے کی وجہ سے ان برائیوں میں جن کو ہمارے بڑوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر ترک کیا تھا بعضوں کی اولادیں اس سے متاثر ہورہی ہیں۔ ہمارے احمدی معاشرہ میں ہر سطح پر یہ کوشش ہونی چاہئے کہ احمدی نسل میں پاک اور صاف سوچ پیدا کی جائے۔اس لئے ہر سطح پر جماعتی نظام کو بھی اور ذیلی تنظیموں کے نظام کو بھی یہ کوشش کرنی چاہئے کہ خاص طور پر یہ برائیاں، حسد ہے، بدگمانی ہے، بدظنی ہے، دوسرے پر عیب لگانا ہے اور جھوٹ ہے اس برائی کو ختم کرنے کے لئے کوشش کی جائے، ایک مہم چلائی جائے''

(خطبات مسرور جلد4 صفحہ 256)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چغلی، بدظنی اور غیبت کے خلاف جہاد۔۲

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَی أَنْ یَکُونُوْا خَیْرًامِّنْھُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰی أَنْ یَّکُنَّ خَیْراً مِّنْھُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْا أَنفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَأُوْلٰئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ o

(الحجرات:12)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! (تم میں سے) کوئی قوم کسی قوم پر تمسخر نہ کرے۔ ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہو جائیں۔ اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں)۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو جائیں۔اور اپنے لوگوں پر عیب مت لگایا کرو اور ایک دوسرے کو نام بگاڑ کر نہ پکارا کرو۔ایمان کے بعد فسوق کا داغ لگ جانا بہت بری بات ہے۔اور جس نے توبہ نہ کی تو یہی وہ لوگ ہیں جو ظالم ہیں۔

سورۃ حجرات میں جن روحانی بیماریوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے اکثر کا تعلق ہماری زبان کے ساتھ ہے۔تمسخر کرنا، غیبت کرنا، عیب لگانا، نام بگاڑنا، بدظنی کرنا۔ یہ سب باتیں انسان اپنی زبان سے کرتا ہے۔

☆حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

’’انسان بعض اوقات بے خیالی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی کوئی بات کہہ دیتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے بے انتہاء درجات بلند کر دیتا ہے اور بعض اوقات وہ لاپرواہی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی کوئی بات کر بیٹھتا ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم میں جا گرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے ہر وقت رہنمائی اور ہدایت کی توفیق مانگتے رہنا چاہئے کہ وہ ہمیشہ بھلی اور نیک بات ہی منہ سے نکلوائے۔‘‘

(بخاری کتاب الرقاق باب حفظ اللسان)

☆حضرت مصلح موعود اس آیت کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:۔

''یہ حکم اس زمانہ میں خوب یاد رکھنے کے قابل ہے کیونکہ جس قدر بے حرمتی اور ہتک اس زمانہ میں اس کی ہو رہی ہے اور کسی حکم کی نہیں ہو رہی۔ بلا دلیل اور بلا وجہ اور بلا کسی ثبوت کے محض کھیل اور تماشہ کے طور پر دوسروں پر الزام لگائے جاتے ہیں اور قطعاً اس بات کی پرواہ نہیں کی جاتی کہ یہ کتنا بڑا گناہ ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کی کس قدر سزا مقرر کی ہوئی ہے۔ ایسا الزام لگانے والے کے لئے خدا تعالیٰ نے اتنے کوڑے سزا رکھی ہے جو زنا کی سزا کے قریب قریب ہے۔ یعنی اس کے لئے سو کوڑے کی سزا ہے۔ لیکن الزام لگانے والے کے لئے اسّی کوڑے کھا لینے کے بعد بھی یہ سزا ہے کہ کبھی اس کی گواہی قبول نہ کرو۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ سزا اور زیادہ آگے بڑھتی ہے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسا انسان خدا تعالیٰ کے حضور فاسق ہے اور جسے خدا تعالیٰ فاسق قرار دیدے اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مومن اور متقی ہے یونہی خدا نے اس کا نام فاسق رکھ دیا ہے بلکہ اس میں یہ اشارہ مخفی ہے کہ الزام لگانے والا خود اسی بدی میں مبتلا ہو جائے گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ بلا وجہ کسی کا نام نہیں رکھتا بلکہ جب بھی کسی کا کوئی نام رکھتا ہے اس کے مطابق اس میں صفات بھی پیدا کر دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ جس کو دلیر کہتا ہے وہ دلیر ہو کر رہتا ہے اور خدا تعالیٰ جس کو متقی کہتا ہے وہ متقی ہو کر رہتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ جس کو فاسق کہتا ہے وہ فاسق بن کر رہتا ہے اور دنیا دیکھتی ہے کہ جو الزام اس نے دوسرے پر لگایا تھا اس کا وہ خود مصداق بن گیا ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد ششم ص۲۶۲)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فَاصْبِرْ عَلٰی مَایَقُوْلُوْنَ صبر سے کام لینا کیونکہ جب تم زبان کو قابو میں رکھو گے تو آسمان سے کئی زبانیں تمہارے حق میں کھلیں گی اور فرشتے آئیں گے اور ان دکھوں کا جواب، ان گالیوں کا جواب، ان سختیوں کا جواب، فرشتے دیں گے لیکن اگر تمہاری زبان بے قابو ہو گئی تو پھر تم فرشتوں کی مدد سے محروم ہو جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زبان کو قابو میں رکھنے کیلئے ہم تمہیں ایک تدبیر بتاتے ہیں۔ ہم تمہیں ایک نسخہ دیتے ہیں جب زبان سختی کے مقابلہ میں سختی کرنا چاہے تو یہ نسخہ استعمال کرو۔ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ (طٰہٰ:۱۳۱) تم اپنی زبان کو اس وقت اپنے ربّ کی حمد میں لگا دو اور اس کی تسبیح میں لگا دو اسی آیت کے آخر میں فرمایا۔ لَعَلَّکَ تَرْضٰی (طٰہٰ:۱۳۱) یعنی اس وقت اس غرض سے حمد اور تسبیح شروع کر دو تاکہ

تم خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرو۔ پس زبان کو قابو میں رکھنے اور زبان کی سختیوں اور زبان کے طعنوں اور زبان کی ایذاء اور زبان کے وار کا مقابلہ زبان سے نہیں کرنا......تمہاری زبان ان زبانوں کا مقابلہ کرنے کیلئے نہیں بنائی گئی بلکہ تمہارے منہ میں زبان اس لئے رکھی گئی ہے کہ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ کہ خدا کی حمد کرتے رہو اور اس کی تسبیح بیان کرتے رہو۔‘‘

(خطبات ناصر جلد دوم ص ۵۱۱)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ایذاءرسانی سے اجتناب

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَجَزَاءُ سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِيْنَ

﴿الشوریٰ:۴۱﴾

ترجمہ: اور بدی کا بدلہ، کی جانے والی بدی کے برابر ہوتا ہے۔ پس جو کوئی معاف کرے بشرطیکہ وہ اصلاح کرنے والا ہو تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔ یقیناً وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

☆حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''آپس میں حسد نہ کرو، آپس میں نہ جھگڑو، آپس میں بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے دشمنیاں مت رکھو اور تم میں سے کوئی ایک دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے۔ اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اپنے بھائی پر ظلم نہیں کرتا، اسے ذلیل نہیں کرتا اور اسے حقیر نہیں جانتا...... کسی آدمی کے شر کیلئے اتنا کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے، ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے''۔

(صحیح مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم ظلم المسلم و خذ له)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

'' ......وہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے ساتھ تعلق ارادت اور مریدی کا رکھتے ہیں، اس سے غرض یہ ہے کہ تا وہ نیک چلنی اور نیک بختی اور تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں اور کوئی فساد اور شرارت اور بدچلنی ان کے نزدیک نہ آسکے۔ وہ پنج وقت نماز جماعت کے پابند ہوں۔ وہ جھوٹ نہ بولیں۔ وہ کسی کو زبان سے ایذاء نہ دیں۔ وہ کسی قسم کی بدکاری کے مرتکب نہ ہوں۔ اور کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔ غرض ہر ایک قسم کے معاصی اور جرائم اور ناکردنی اور ناگفتنی اور تمام نفسانی جذبات اور بے جا حرکات سے مجتنب رہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک دل اور بے شر اور

غریب مزاج بندے ہو جائیں۔ اور کوئی زہریلا خمیر ان کے وجود میں نہ رہے......اور تمام انسانوں کی ہمدردی ان کا اصول ہو اور خدا تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں اور اپنے دل کے خیالات کو ہر ایک ناپاک اور فساد انگیز طریقوں اور خیانتوں سے بچاویں اور پنج وقتہ نماز کو نہایت التزام سے قائم رکھیں اور ظلم اور تعدی اور غبن اور رشوت اور اتلاف حقوق اور بے جا طرفداری سے باز رہیں اور کسی بد صحبت میں نہ بیٹھیں۔ اور اگر بعد میں ثابت ہو کہ ایک شخص جو ان کے ساتھ آمدورفت رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے احکام کا پابند نہیں...... یا حقوق عباد کی کچھ پرواہ نہیں رکھتا اور یا ظالم طبع اور شریر مزاج اور بدچلن آدمی ہے اور یا یہ کہ جس شخص سے تمہیں تعلق بیعت اور ارادت ہے اس کی نسبت ناحق اور بے وجہ بدگوئی اور زبان دارزی اور بدزبانی اور بہتان اور افترا کی عادت جاری رکھ کر خدا تعالیٰ کے بندوں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے تو تم پر لازم ہوگا کہ اس بدی کو اپنے درمیان سے دور کرو اور ایسے انسان سے پرہیز کرو جو خطرناک ہے۔ اور چاہئے کہ کسی مذہب اور کسی قوم اور کسی گروہ کے آدمی کو نقصان رسانی کا ارادہ مت کرو اور ہر ایک کیلئے سچے ناصح بنو۔ اور چاہئے کہ شریروں اور بدمعاشوں اور مفسدوں اور بدچلنوں کو ہرگز تمہاری مجلس میں گزر نہ ہو اور نہ تمہارے مکانوں میں رہ سکیں کہ وہ کسی وقت تمہاری ٹھوکر کا موجب ہوں گے''۔

(شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں صفحہ ۳۲ تا ۳۳)

☆ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''غصہ میں آکر مغلوب الغضب ہو کر اپنی اَنا کا مسئلہ بنا کر اپنی جھوٹی غیرت کا اظہار کرتے ہوئے نہ ہی اپنے ہاتھ سے نہ ہی زبان سے کسی کو دکھ نہیں دینا۔ یہ تو ہے ہی ایک ضروری شرط کہ کسی مسلمان کو دکھ نہیں دوں گا یہ تو ہمارے اوپر فرض ہے اس کی پابندی تو ہم نے خصوصیت سے کرنی ہی ہے......اب چھوٹی چھوٹی باتوں پر دشمنیاں شروع ہو جاتی ہیں دل کینوں اور نفرتوں سے بھر جاتے ہیں۔ تاک میں ہوتے ہیں کہ کبھی مجھے موقع ملے اور میں اپنی دشمنی کا بدلہ لوں حالانکہ حکم تو یہ ہے کہ کسی سے دشمنی نہ رکھو، بغض نہ رکھو......پھر ایک عادت کسی کو نقصان پہنچانے کی تکلیف پہنچانے کی یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح خراب کرنے کیلئے کسی کے کئے ہوئے سودے پر سودا کریں......پھر فرمایا کہ ظلم نہیں کرنا کسی کو حقیر نہیں سمجھنا

کسی کو ذلیل نہیں کرنا۔ظالم کبھی خدا تعالیٰ کے قرب کو حاصل نہیں کر سکتا تو یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ ایک طرف تو آپ خدا کی خوشنودی کی خاطر بیعت کر کے زمانہ کے مامور من اللہ کو مان رہے ہوں اور دوسری طرف ظلم سے لوگوں کے حقوق پر قبضہ کر رہے ہوں''۔

(شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں صفحہ ۶۸،۷۲تا۷۳)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ظلم سے اجتناب

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ أَلِيْمٍ

﴿الزخرف:٦٦﴾

ترجمہ: پس ان کے اندر ہی سے گروہوں نے اختلاف کیا۔پس ان لوگوں کے لئے جنہوں نےظلم کیا ہلاکت ہو دردناک دن کے عذاب کی صورت میں۔

☆حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

’’سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے حق میں سے ایک ہاتھ زمین دبا لے اس زمین کا کنکر بھی جو اس نے ازراہ ظلم لیا ہوگا تو اس کے نیچے کی زمین کے جملہ طبقات کا طوق بنا کر قیامت کے روز اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔اور زمین کی گہرائی سوائے اس ہستی کے کوئی نہیں جانتا جس نے اسے پیدا کیا ہے‘‘۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۳۹۶ مطبوعہ بیروت)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’میری تمام جماعت جو اس جگہ حاضر ہے یا اپنے مقامات میں بود و باش رکھتے ہیں اس وصیت کو توجہ سے سنیں کہ وہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے ساتھ تعلق ارادت اور مریدی کا رکھتے ہیں، اس سے غرض یہ ہے کہ تا وہ نیک چلنی اور نیک بختی اور تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں اور کوئی فساد اور شرارت اور بدچلنی ان کے نزدیک نہ آسکے۔ وہ پنج وقت نماز جماعت کے پابند ہوں۔ وہ جھوٹ نہ بولیں۔ وہ کسی کو زبان سے ایذاء نہ دیں۔ وہ کسی قسم کی بدکاری کے مرتکب نہ ہوں۔ اور کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔ غرض ہر ایک قسم کے معاصی اور جرائم اور ناکردنی اور ناگفتنی اور تمام نفسانی جذبات اور بے جا حرکات سے مجتنب رہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک دل اور بے شر اور

غریب مزاج بندے ہو جائیں۔ اور کوئی زہریلا خمیر ان کے وجود میں نہ رہے......اور تمام انسانوں کی ہمدردی ان کا اصول ہو اور خدا تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں اور اپنے دل کے خیالات کو ہر ایک ناپاک اور فساد انگیز طریقوں اور خیانتوں سے بچاویں اور پنج وقتہ نماز کو نہایت التزام سے قائم رکھیں اور ظلم اور تعدی اور غبن اور رشوت اور اتلاف حقوق اور بے جا طرفداری سے باز رہیں۔ اور کسی بدصحبت میں نہ بیٹھیں۔ اور اگر بعد میں ثابت ہو کہ ایک شخص جو ان کے ساتھ آمد و رفت رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے احکام کا پابند نہیں ...... یا حقوق عباد کی کچھ پرواہ نہیں رکھتا اور یا ظالم طبع اور شریر مزاج اور بدچلن آدمی ہے اور یا یہ کہ جس شخص سے تمہیں تعلق بیعت اور ارادت ہے اس کی نسبت ناحق اور بے وجہ بدگوئی اور زبان درازی اور بدزبانی اور بہتان اور افترا کی عادت جاری رکھ کر خدا تعالیٰ کے بندوں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے تو تم پر لازم ہوگا کہ اس بدی کو اپنے درمیان سے دور کرو اور ایسے انسان سے پرہیز کرو جو خطرناک ہے۔ اور چاہئے کہ کسی مذہب اور کسی قوم اور کسی گروہ کے آدمی کو نقصان رسانی کا ارادہ مت کرو اور ہر ایک کیلئے سچے ناصح بنو۔ اور چاہئے کہ شریروں اور بدمعاشوں اور مفسدوں اور بدچلنوں کو ہرگز تمہاری مجلس میں گزر نہ ہو اور نہ تمہارے مکانوں میں رہ سکیں کہ وہ کسی وقت تمہاری ٹھوکر کا موجب ہوں گے''۔

(شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں صفحہ ۳۲ تا ۳۳)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''بعض لوگ جو اپنے بہنوں بھائیوں یا ہمسایوں کے حقوق ادا نہیں کرتے یا لڑائیوں میں جائیدادوں پر ناجائز قبضہ کر لیتے ہیں، زمینیں دبا لیتے ہیں ان کو اس پر غور کرنا چاہئے۔ احمدی ہونے کے بعد جبکہ اس شرط کے ساتھ ہم نے بیعت کی ہے کہ کسی کا حق نہیں دبائیں گے، ظلم نہیں کریں گے، بہت زیادہ خوف کا مقام ہے''۔

(شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں صفحہ:۳۱)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فساد سے اجتناب

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَابۡتَغِ فِیۡمَا آتَاکَ اللّٰہُ الدَّارَ الۡآخِرَۃَ وَلَا تَنۡسَ نَصِیۡبَکَ مِنَ الدُّنۡیَا وَأَحۡسِنۡ کَمَا أَحۡسَنَ اللّٰہُ إِلَیۡکَ وَلَا تَبۡغِ الۡفَسَادَ فِیۡ الۡأَرۡضِ إِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ﴿القصص:۷۸﴾

ترجمہ: اور جو کچھ اللہ نے تجھے عطا کیا ہے اس کے ذریعہ دار آخرت کمانے کی خواہش کر اور دنیا میں سے بھی اپنا معیّن حصہ نظر انداز نہ کر اور احسان کا سلوک کر جیسا کہ اللہ نے تجھ سے احسان کا سلوک کیا اور زمین میں فساد (پھیلانا) پسند نہ کر۔ یقیناً اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔

☆حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''جنگ دو طرح کی ہے۔ ایک وہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے امام کی اطاعت میں کی جاتی ہے۔ ایسا شخص اپنا اچھا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور اپنے شریک سفر کیلئے سہولت پیدا کرتا ہے اور فساد سے اجتناب کرتا ہے۔ پس ایسے شخص کا سونا جاگنا تمام کا تمام مستوجب اجر ہے۔ اور ایک وہ شخص ہوتا ہے جو فخر کیلئے اور دکھاوے کیلئے اور اپنی بہادری کے قصے سنانے کیلئے لڑتا ہے۔ ایسا شخص امام کی نافرمانی کرتا ہے اور زمین میں فساد پھیلاتا ہے۔ پس ایسا شخص اوپر والے شخص کا ہم پلہ ہو کر نہیں لوٹتا''۔
(سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی من یغزو و یلتمس الدنیا)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

'' تمہیں چاہیے کہ وہ لوگ جو محض اس وجہ سے تمہیں چھوڑتے اور تم سے الگ ہوتے ہیں کہ تم نے خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ میں شمولیت اختیار کر لی ہے اُن سے دنگہ یا فساد مت کرو بلکہ اُن کے لیے غائبانہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی وہ بصیرت اور معرفت عطا کرے جو اس نے اپنے فضل سے تمہیں دی ہے۔ تم اپنے پاک نمونہ اور عمدہ چال چلن سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ تم نے اچھی راہ اختیار کی

ہے۔ دیکھو میں اس امر کے لیے مامور ہوں کہ تمہیں بار بار ہدایت کروں کہ ہر قسم کے فساد اور ہنگامہ کی جگہوں سے بچتے رہو اور گالیاں سُن کر بھی صبر کرو۔ بدی کا جواب نیکی سے دو اور کوئی فساد کرنے پر آمادہ ہو تو بہتر ہے کہ تم ایسی جگہ سے کھسک جائے اور نرمی سے جواب دو...... جب میں یہ سنتا ہوں کہ فلاں شخص اس جماعت کا ہو کر کسی سے لڑا ہے۔ اس طریق کو میں ہرگز پسند نہیں کرتا اور خدا تعالیٰ بھی نہیں چاہتا کہ وہ جماعت جو دنیا میں ایک نمونہ ٹھہرے گی وہ ایسی راہ اختیار کرے جو تقویٰ کی راہ نہیں ہے بلکہ میں تمہیں یہ بھی بتادیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ یہانتک اس امر کی تائید کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس جماعت میں ہو کر صبر اور برداشت سے کام نہیں لیتا تو وہ یاد رکھے کہ وہ اس جماعت میں داخل نہیں ہے۔ نہایت کار اشتعال اور جوش کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ مجھے گندی گالیاں دی جاتی ہیں تو اس معاملہ کو خدا کے سپرد کر دو۔ تم اس کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ میرا معاملہ خدا پر چھوڑ دو۔ تم ان گالیوں کو سن کر بھی صبر اور برداشت سے کام لو۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۱۵۷ جدید ایڈیشن)

☆ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''ملک کے لئے دعائیں کریں اور دعاؤں کے ساتھ جو پاکستان میں رہنے والے احمدی ہیں، کسی کو بھی، کسی بھی طرح، کسی بھی شکل میں ان فسادوں میں حصہ دار نہیں بننا چاہئے۔ باوجود اس کے کہ ہم پر زیادتیاں ہوتی ہیں اور ہو رہی ہیں اور آئندہ بھی ہوں گی، ہم نے قانون کی پابندی کرنی ہے اور وقت کی حکومت کے خلاف کسی قسم کا بھی جو فساد ہے اس میں حصہ نہیں لینا۔ ہمارا معاملہ خدا کے ساتھ ہے''۔

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ پنجم صفحہ ۸۲)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فسق وفجور سے اجتناب

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاعْلَمُوْا أَنَّ فِیْکُمْ رَسُولَ اللّٰہِ لَوْ یُطِیْعُکُمْ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ إِلَیْکُمُ الْإِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوبِکُمْ وَکَرَّہَ إِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ أُوْلٰئِکَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ ﴿الحجرات: ۸﴾

ترجمہ: اور جان لو کہ تم میں اللہ کا رسول موجود ہے۔ اگر وہ تمہاری اکثر باتیں مان لے تو تم ضرور تکلیف میں مبتلا ہو جاؤ۔ لیکن اللہ نے تمہارے لئے ایمان کو محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں سجا دیا ہے اور تمہارے لئے کفر اور بداعمالی اور نافرمانی سے سخت کراہت پیدا کر دی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔

☆حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''تمہیں سچ اختیار کرنا چاہئے کیونکہ سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے۔ انسان سچ بولتا ہے اور سوچ بولنے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیق کہلاتا ہے۔ صدیق لکھا جاتا ہے۔ ہمیں جھوٹ سے بچنا چاہئے کیونکہ جھوٹ فسق وفجور کا باعث بن جاتا ہے اور فسق وفجور سیدھا آگ کی طرف لے جاتے ہیں۔ ایک شخص جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کا عادی ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کذّاب یعنی جھوٹا لکھا جاتا ہے''۔

(صحیح بخاری کتاب الأدب باب قول اللہ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا ...... حدیث نمبر 6094)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''قرآن سے تو ثابت ہوتا ہے کہ کافر سے پہلے فاسق کو سزا دینی چاہئے ...... یہ خدا تعالیٰ کا دستور ہے کہ جب ایک قوم فاسق فاجر ہو جاتی ہے تو اس پر ایک اور قوم مسلط کر دیتا ہے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۶۵۳ جدید ایڈیشن)

☆فرمایا:

''ظالم فاسق کی دعا قبول نہیں ہوا کرتی کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے لاپرواہ ہے اور خدا تعالیٰ بھی اس سے لاپرواہ ہے۔ ایک بیٹا اگر اپنے باپ کی پرواہ نہ کرے اور ناخلف ہو تو باپ کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی تو خدا کو کیوں ہو۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۵۵)

☆نیز فرمایا:

''تمہارا کام اب یہ ہونا چاہیے کہ دعاؤں اور استغفار اور عبادتِ الٰہی اور تزکیہ وتصفیہ نفس میں مشغول ہو جاؤ۔ اس طرح اپنے تئیں مستحق بناؤ خدا تعالیٰ کی عنایات اور توجہات کا جن کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ اگرچہ خدا تعالیٰ کے میرے ساتھ بڑے بڑے وعدے اور پیشگوئیاں ہیں جن کی نسبت یقین ہے کہ وہ پوری ہوں گی، مگر تم خواہ مخواہ ان پر مغرور نہ ہو جاؤ۔ ہر قسم کے حسد۔ کینہ۔ بغض۔ غیبت اور کبر اور رعونت اور فسق وفجور کی ظاہری اور باطنی راہوں اور کسل اور غفلت سے بچو اور خوب یاد رکھو کہ انجام کار ہمیشہ متقیوں کا ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (الاعراف:۱۲۹) اس لیے متقی بننے کی فکر کرو۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۱۲)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''......اَلْكَلِمُ الطَّيِّبُ کے معنی ہیں پاک باتیں ایسی باتیں جن میں جہالت نہ ہو اور ایسی باتیں جن میں فسق اور فجور نہ ہو۔ پس فرمایا کہ تمہارے اعتقادات اور تمہارے اقوال میں میری صفات کا نور ہونا چاہئے کیونکہ جہالت کے نتیجہ میں بھی وہ اَلْكَلِمُ الطَّيِّبُ نہیں رہتے نہ اعتقاد نہ اقوال اسی طرح اگر فسق وفجور ہو تو وہ اَلْكَلِمُ الطَّيِّبُ نہیں رہتے اس لئے ضروری ہے کہ اعتقادات صحیح ہوں اور انسان کی زبان پر صرف وہ باتیں آئیں جنہیں اَلْكَلِمُ الطَّيِّبُ کہا جا سکے لغو باتیں نہ ہوں، گالی گلوچ نہ ہو، فتنہ کی بات نہ ہو، جہالت کی بات نہ ہو، نفاق کی بات نہ ہو، ریاء اور استکبار کی بات نہ ہو وغیرہ وغیرہ بہت سی باتیں ہیں جن سے اسلام نے روکا ہے اور اگر ہماری زبان ان سے نہ رکے تو جو ہماری زبان سے نکلے گا اس پر

اَلْکَلِمُ الطَّیِّبُ کا فقرہ چسپاں نہیں ہو سکے گا‘‘۔

(خطبات ناصر جلد دوم صفحہ ۴۴ خطبہ جمعہ ۹ فروری ۱۹۶۸ء)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بغاوت سے اجتناب

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ وَاِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی وَیَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ وَالۡبَغۡیِ. یَعِظُکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡن. ﴿النحل: ۹۱﴾

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ عدل کا اور احسان کا اور اقرباء پر کی جانے والی عطا کی طرح عطا کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں اور بغاوت سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ تم عبرت حاصل کرو۔

☆حضرت ابوبکر صدیق ؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''دو خطرناک اور مہلک گناہ ایسے ہیں جن کے مرتکب کو دنیا میں سزا بھگتنی پڑتی ہے، آخرت کا وبال تو اس کے علاوہ ہی ہے۔ پہلا دین اسلام سے بغاوت ہے اور دوسرا گناہ قریبی رشتہ داروں سے قطع تعلق ہے۔''

(ترمذی)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اصل میں بغی اس بارش کو کہتے ہیں جو حد سے زیادہ برس جائے اور کھیتوں کو تباہ کر دے اور حق واجب میں کمی رکھنے کو بغی کہتے ہیں۔ اور یا حق واجب سے افزونی کرنا بھی بغی ہے''۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۵۴)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''پھر تیسری برائی جو یہاں بیان فرمائی، فرمایا وہ بَغۡی یعنی بغاوت ہے، دوسروں کا حق مارنا ہے، معاشرے میں فساد پیدا کرنا ہے۔ اور جب انسان دوسرے کا حق مارنا شروع کر دے اور معاشرے

میں فساد پھیلانے کا باعث بن جائے تو وہ انصاف کے تقاضے پورے نہیں کر سکتا۔اس کی نمازوں سے وہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا جس کے لئے وہ مسجد میں آنے کی کوشش کرتا ہے یا آتا ہے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ایک طرف تو اعلان ہو کہ مَیں نے یہ مسجد اس لئے بنائی ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے عدل اور انصاف قائم کروں اور دوسری طرف باغیانہ رویہّ ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس رویّہ سے بچنے کے جو طریق بتائے ہیں ان پر چلنا انتہائی ضروری ہے اور اس کے لئے سب سے بنیادی چیز جیسا کہ مَیں نے بتایا یہی ہے کہ اپنے اندر جھانک کر اپنا جائزہ لیتے ہوئے، اپنے نفس کو پاک کرے۔ پھر ہی معاشرے کو تکلیف دینے والی معمولی برائیاں بھی دُور ہوں گی اور تبھی بغاوت کی بدی سے بھی انسان بچے گا۔ کیونکہ اگر یہ چیزیں قائم رہیں تو پھر یہ نظام جماعت سے بھی دور لے جانے والی ہوتی ہیں اور پھر خلافت کی اطاعت کا بھی انکار کروا دیتی ہیں۔ اور پھر ہم نے دیکھا ہے کہ ایسے لوگ پھر اللہ تعالیٰ کی خالص ہو کر عبادت کرنے سے بھی محروم ہو جاتے ہیں بلکہ ظاہری عبادت سے بھی محروم ہو جاتے ہیں پھر ان کی عبادت خالص تو رہتی نہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے جو باغی ہوگا وہ انصاف کے تقاضے بھی پورے نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی خالص ہو کر کر ہی نہیں سکتا۔ کسی بھی باغی کو آپ دیکھ لیں وہ اپنی اَنانیت کے جال میں پھنسا ہوتا ہے اور جو اَنانیت کے جال میں پھنس جائے وہ کبھی عاجزی نہیں دکھا سکتا اور جو عاجزی نہ دکھائے وہ خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار بھی نہیں بن سکتا اور نہ ہی انصاف کے تقاضے پورے کر سکتا ہے۔

پس ہر احمدی کو چاہئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا حقیقی عبد بننا ہے اور ان مسجدوں کی تعمیر سے فائدہ اٹھانا ہے جس کی طرف آج کل آپ کی توجہ ہوئی ہوئی ہے تو ان برائیوں سے بچیں اور اُن نیکیوں کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی کوشش کریں جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہمیں توجہ دلاتے ہوئے حکم فرمایا ہے''۔

(خطبات مسرور جلد ششم صفحہ ۳۳۳ تا ۳۳۴ خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۱۵ اگست ۲۰۰۸ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جھوٹ سے اجتناب۔۱

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج: ۳۱)

ترجمہ: پس بتوں کی پلیدی سے احتراز کرو اور جھوٹ کہنے سے بچو۔

☆حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف۔ اور جو انسان ہمیشہ سچ بولے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ صدیق لکھا جاتا ہے اور جھوٹ گناہ اور فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق و فجور جہنم کی طرف۔ اور جو آدمی ہمیشہ جھوٹ بولے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کذاب لکھا جاتا ہے۔''

(بخاری کتاب الادب، با ب قول اللہ اتقو اللہ و کونوا مع الصادقین)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''قرآن شریف نے جھوٹ کو بھی ایک نجاست اور رجس قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج : ۳۱)

دیکھو یہاں جھوٹ کو بُت کے مقابل رکھا ہے۔ اور حقیقت میں جھوٹ بھی ایک بت ہی ہے۔ ورنہ کیوں سچائی کو چھوڑ کر دوسری طرف جاتا ہے۔ جیسے بت کے نیچے کوئی حقیقت نہیں ہوتی اسی طرح جھوٹ کے نیچے بجز ملمع سازی کے اور کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جھوٹ بولنے والوں کا اعتبار یہاں تک کم ہو جاتا ہے کہ اگر وہ سچ کہیں تب بھی یہی خیال ہوتا ہے کہ اس میں بھی کچھ جھوٹ کی ملاوٹ نہ ہو۔ اگر جھوٹ بولنے والے چاہیں کہ ہمارا جھوٹ کم ہو جائے، تو جلدی سے دور نہیں ہوتا۔ مدت تک ریاضت کریں۔ تب جا کر سچ بولنے کی عادت اُن کو ہو گی۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۶۶)

☆فرمایا:

''......انسان جب تک کوئی غرض نفسانی اس کی محرک نہ ہو جھوٹ بولنا نہیں چاہتا اور جھوٹ کے اختیار کرنے میں ایک طرح کی نفرت اور قبض اپنے دل میں پاتا ہے۔ اسی وجہ سے جس شخص کا صریح جھوٹ ثابت ہو جائے اس سے ناخوش ہوتا ہے اور اس کو تحقیر کی نظر سے دیکھتا ہے۔ لیکن صرف یہی طبعی حالت اخلاق میں داخل نہیں ہوسکتی بلکہ بچے اور دیوانے بھی اس کے پابند رہ سکتے ہیں۔ سو اصل حقیقت یہ ہے کہ جب تک انسان ان نفسانی اغراض سے علیحدہ نہ ہو جو راست گوئی سے روک دیتے ہیں تب تک حقیقی طور پر راست گو نہیں ٹھہر سکتا۔ کیونکہ اگر انسان صرف ایسی باتوں میں سچ بولے جن میں اس کا چنداں حرج نہیں اور اپنی عزت یا مال یا جان کے نقصان کے وقت جھوٹ بول جائے اور سچ بولنے سے خاموش رہے تو اس کو دیوانوں اور بچوں پر کیا فوقیت ہے۔ کیا پاگل اور نابالغ لڑکے بھی ایسا سچ نہیں بولتے؟ دنیا میں ایسا کوئی بھی نہیں ہوگا کہ جو بغیر کسی تحریک کے خواہ نخواہ جھوٹ بولے۔ پس ایسا سچ جو کسی نقصان کے وقت چھوڑا جائے حقیقی اخلاق میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ سچ کے بولنے کا بڑا بھاری محل اور موقع وہی ہے جس میں اپنی جان یا مال یا آبرو کا اندیشہ ہو''۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۶۰)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''پھر ایک برائی ہے جھوٹ، کوئی شخص اگر ذرا سی مشکل میں بھی ہو تو اس سے بچنے کے لئے جھوٹ کا سہارا لے لیتا ہے۔ اور حیرت کی بات یہ ہے کہ جھوٹ کو برائی نہیں سمجھا جاتا۔ حالانکہ جھوٹ ایسی برائی ہے جو سب برائیوں کی جڑ ہے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے کسی ایک برائی سے چھٹکارہ پانے کی درخواست کرنے والے کو یہی فرمایا تھا کہ اگر ساری برائیاں نہیں چھوڑ سکتے تو ایک برائی چھوڑ دو اور وہ ہے جھوٹ۔ اور یہ عہد کرو کہ ہمیشہ سچ بولو گے۔ اب بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جھوٹ صرف اتنا ہے کہ عدالت میں غلط بیان دے دیا۔ اگر چوری کرتے ہوئے پکڑے گئے تو جھوٹ بول کر اپنی جان بچانے کی کوشش کی۔ اگر کوئی غیر اخلاقی حرکت کی تو جھوٹ بول دیا۔ یا کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دے دی اور بلاوجہ کسی کو مشکل میں مبتلا کر دیا۔ یقیناً یہ سب باتیں جھوٹ ہیں لیکن چھوٹی چھوٹی غلط بیانیاں کرنا بھی جھوٹ ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ہمیں ایک مثال دی ہے۔جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ جھوٹ کی تعریف کیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی چھوٹے بچے کو کہا آؤ میں تمہیں کچھ دیتا ہوں اور اسے دیتا کچھ نہیں تو یہ جھوٹ میں شمار ہوگا۔ یہ جھوٹ کی تعریف ہے۔اب اگر ہم میں سے ہر ایک اپنا جائزہ لے تو پتہ چلے گا کہ ہم روزانہ کتنی دفعہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھوٹ بول جاتے ہیں۔ مذاق مذاق میں ہم کتنی ایسی باتیں کر جاتے ہیں جو جھوٹ ہوتی ہیں۔تو آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق اگر ہم اس بارے میں گہرائی میں جا کر توجہ کریں گے۔تب ہم اپنے اندر سے اور اپنے بچوں کے اندر سے جھوٹ کی لعنت کو ختم کر سکتے ہیں۔''

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ ۲۸۷ تا ۲۸۸)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جھوٹ سے اجتناب۔۲

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿الحج: ۳۱﴾

پس بتوں کی پلیدی سے احتراز کرو اور جھوٹ کہنے سے بچو۔

☆حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تمہیں سچ اختیار کرنا چاہیئے کیونکہ سچ نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے۔ انسان سچ بولتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے۔"

(مسلم کتاب البر والصلۃ باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضلہ)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جھوٹ سے اجتناب کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قرآن شریف نے جھوٹ کو بھی ایک نجاست اور رِجس قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے

فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿الحج: ۳۱﴾

دیکھو یہاں جھوٹ کو بُت کے مقابل رکھا ہے۔ اور حقیقت میں جھوٹ بھی ایک بُت ہی ہے؛ ورنہ کیوں سچائی کو چھوڑ کر دوسری طرف جاتا ہے۔ جیسے بُت کے نیچے کوئی حقیقت نہیں ہوتی اسی طرح جھوٹ کے نیچے بجز مُلمّع سازی کے اَور کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جھوٹ بولنے والوں کا اعتبار یہانتک کم ہو جاتا ہے کہ اگر وہ سچ کہیں تب بھی یہی خیال ہوتا ہے کہ اس میں بھی کچھ جھوٹ کی ملاوٹ نہ ہو۔ اگر جھوٹ بولنے والے چاہیں کہ ہمارا جھوٹ کم ہو جائے، تو جلدی سے دور نہیں ہوتا۔ مدت تک ریاضت کریں۔ تب جا کر سچ بولنے کی عادت اُن کو ہو گی۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۶۶)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مذکورہ قرآنی آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔جھوٹ سے اجتناب کرو۔جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔جھوٹ آپ کو عبادتِ الٰہی سے دور کر دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے......(سورۃ الحج:۳۱) یعنی جھوٹ بولنے والے شرک کے مرتکب ہوتے ہیں۔مشکلات میں مبتلا ہوتے ہی خیال کرتے ہیں کہ جھوٹ ہی ہے جو اُن کی نجات کا باعث ہوسکتا ہے۔حقیقی عبادت گزار سچ پر پوری طرح سے کاربند رہتا ہے۔اگر جھوٹ بولنے سے کوئی نقصان بھی پہنچتا ہو تو بھی اُسے برداشت کرنا چاہیئے۔بہرحال نقصان تو کئی انداز سے ہوسکتا ہے اور اُسے برداشت بھی کیا جاتا ہے۔اس لئے اگر نقصان بھی ہو جائے بلکہ سچ بولنے پر کوئی سزا بھی مل جائے تو اُسے خلوصِ دل سے برداشت کریں۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولنے کو شرک کے موافق قرار دیا ہے۔اس کے نتیجہ میں خدا کی رضا کا حصول ممکن ہو سکے گا۔کیونکہ یہ عمل خدا کی رضا کے لئے تھا۔اللہ آپ کو اس کی جزا دے گا۔''

(اقتباس از افتتاحی خطاب جلسہ سالانہ غانا ۱۷ اپریل ۲۰۰۸ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جھوٹ سے اجتناب۔۳

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِيْنَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِيْنَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِيْنَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِيْنَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِيْنَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِيْنَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْراً وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيْماً

﴿الاحزاب:۳٦﴾

یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں، اللہ نے ان سب کے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کئے ہوئے ہیں۔

☆حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’کسی بندے کے دل میں ایمان اور کفر جمع نہیں ہو سکتے اور نہ سچائی اور کِذب بیانی اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ اور نہ ہی دیانت داری اور خیانت اکٹھے ہو سکتے ہیں۔

(مُسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۳۴۹ مطبوعہ بیروت)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’مجھے یاد ہے کہ میں نے ایک مرتبہ امرتسر ایک مضمون بھیجا۔ اُس کے ساتھ ہی ایک خط بھی تھا۔ رَلیارام کے وکیل ہند اخبار کے متعلق تھا۔ میرے اُس خط کو خلافِ قانون ڈاکخانہ قرار دے کر مقدمہ بنایا

گیا۔ وکلاء نے بھی کہا کہ اس میں بجز اس کے رہائی نہیں جو اُس خط سے انکار کر دیا جاوے۔ گویا جھوٹ کے سوا بچاؤ نہیں۔ مگر میں نے اس کو ہرگز پسند نہ کیا بلکہ یہ کہا کہ اگر سچ بولنے سے سزا ہوتی ہے تو ہونے دو جھوٹ نہیں بولوں گا۔ آخر وہ مقدمہ عدالت میں پیش ہوا۔ ڈاک خانوں کا افسر بحیثیت مدعی حاضر ہوا۔ مجھ سے جس وقت اُس کے متعلق پوچھا گیا تو میں نے صاف طور پر کہا کہ یہ میرا خط ہے مگر میں نے اُس کو جزوِ مضمون سمجھ کر اس میں رکھا ہے۔ مجسٹریٹ کی سمجھ میں یہ بات آ گئی اور اللہ تعالیٰ نے اُس کو بصیرت دی۔ ڈاکخانوں کے افسر نے بہت زور دیا مگر اُس نے ایک نہ سنی اور مجھے رخصت کر دیا۔ میں کیونکر کہوں کہ جھوٹ کے بغیر گذارہ نہیں۔ ایسی باتیں نری بیہودگیاں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ سچ کے بغیر گذارہ نہیں۔ میں اب تک بھی جب اپنے اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو ایک مزا آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے پہلو کو اختیار کیا۔ اُس نے ہماری رعایت رکھی۔ اور ایسی رعایت رکھی جو بطور نشان کے ہوگئی۔ مَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ (الطلاق:۴)۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۶۳۶۔۶۳۷)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہمیں سچائی پر قائم رہنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’ہر حالت میں سچائی پر قائم رہنا ہے۔ اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ کیا تھا۔ آپ کی سچائی کا معیار کیا تھا۔ وہ بلند مُقام تھا کہ جو بدترین دشمن ابوجہل جو سب سے بڑا دشمن تھا آپؐ کا اُس نے بھی گواہی دی کہ ہم تمہیں جھوٹا نہیں کہتے اور نہ کہہ سکتے ہیں کیونکہ آج تک ہم نے آپ کی ذات میں جھوٹ نہیں دیکھا......

اس بات کو یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کو شرک کے برابر قرار دیا ہے اس لئے ہمیشہ سچائی پر قائم ہوں اور سچ بولیں اور یہ سچائی کا وصف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں اس حد تک پیدا کرنا چاہتے تھے کہ آپؐ نے ایک دفعہ ایک عورت کو اپنے بچے کو اپنے پاس یہ کہہ کر بلانے پر کہ ادھر آؤ میں تمہیں ایک چیز دوں گی۔ فرمایا کہ اگر تم اُس کو کوئی چیز نہ دیتی تو یہ جھوٹ بولنے والی بات تھی اور بچہ اس طرح بھی جھوٹ سیکھتا۔ پس آپ...... ہمیشہ یاد رکھیں کہ ذرا سی بھی غلط بیانی اگر خود کرتے ہیں یا جن کے چھوٹے بچے ہیں

وہ اپنے بچوں کے سامنے کریں گے تو جھوٹ سکھانے والے بن جائیں گے......پس ہمیشہ ایسی باتوں سے بچنا چاہئے۔''

(خطاب برموقع اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی ۱۱ جون ۲۰۰۶ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جھوٹ سے اجتناب۔۴

☆ارشادِ باری ہے:

فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ﴿البقرۃ: ۱۱﴾

اُن کے دلوں میں بیماری ہے۔ پس اللہ نے اُن کو بیماری میں بڑھا دیا۔ اور اُن کے لئے بہت دردناک عذاب (مقدّر) ہے بوجہ اس کے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

☆حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تمہیں جھوٹ سے بچنا چاہیے کیونکہ جھوٹ فسق و فجور کا باعث بن جاتا ہے اور فسق و فجور سیدھا آگ کی طرف لے جاتے ہیں۔ ایک شخص جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کا عادی ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں کذّاب یعنی جھوٹا لکھا جاتا ہے۔''

(مسلم کتاب البر و الصلۃ باب قبح الکذب و حسن الصدق و فضلہ)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''یقیناً یاد رکھو جھوٹ جیسی کوئی منحوس چیز نہیں۔ عام طور پر دنیا دار کہتے ہیں کہ سچ بولنے والے گرفتار ہو جاتے ہیں مگر میں کیونکر اس کو باوَر کروں؟ مجھ پر سات مقدمے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے کسی ایک میں بھی ایک لفظ بھی مجھے جھوٹ کہنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ کوئی بتائے کہ کسی ایک میں بھی خدا تعالیٰ نے مجھے شکست دی ہو۔ اللہ تعالیٰ تو آپ سچائی کا حامی اور مددگار ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ راستباز کو سزا دے؟ اگر ایسا ہو تو دنیا میں پھر کوئی شخص سچ بولنے کی جرأت نہ کرے اور خدا تعالیٰ پر سے ہی اعتقاد اُٹھ جاوے۔ راستباز تو زندہ ہی مر جاویں۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۶۳۸)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ جھوٹ کے بدنتائج سے یوں خبردار فرماتے ہیں:

''انسان کو جھوٹ سے بہت ہی بچنا چاہئے۔ دیکھو کہ نفاق جیسے گندے گناہ اور مرض کا سبب بھی یہی جھوٹ ہے......قرآن مجید میں جھوٹ بولنے والوں پر لعنت آئی ہے اور آنحضرتؐ سے بھی جب جھوٹ کی نسبت دریافت کیا گیا کہ مومن سے فلاں فلاں گناہ ہو سکتے ہیں۔ فرمایا: ہاں۔ لیکن جب جھوٹ کی نسبت دریافت کیا گیا تو فرمایا: نہیں۔ الغرض کہ جھوٹ بہت برا مرض ہے۔ مومن کو اس سے ہمیشہ بہت ہی بچنا چاہئے۔''

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ ۹۱،۹۲)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز احباب کو جھوٹ سے بچنے کے حوالہ سے محاسبۂ نفس کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''سچائی کا بنیادی سبب ہمیشہ ہر ایک کو پیش نظر رہنا چاہئے تا کہ زندگی میں بھی اور بعد میں بھی سچوں میں ہی ذکر ہو اور ان کا سچوں میں ہی شمار ہو۔ پس اس پہلو سے بھی ہر ایک کو اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو، کوئی ایسا کلمہ نہ نکلے جو سچائی کے خلاف ہو۔ اس کے لئے ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہئے تا کہ اپنے ربّ کے احسانوں کا شکر ادا کر سکے اور اُس کے انعاموں کا وارث بن سکے...... ہر ایک شام کو اپنا جائزہ لے تا کہ پتہ لگے کہ کس حد تک صدق پر قائم ہے، ضمیر گواہی دے کہ ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا اور راتیں بھی اس بات کی گواہی دیں کہ تقویٰ سے رات بسر کی۔ اگر دن اور رات میں ہماری سچائی اور تقویٰ کے معیار رہے تو کامیابی ہے لیکن اگر معیار گر رہے ہیں تو اس......حوالے سے کہ ہم نے آنے والے منادی کو سنا، منادی کو مانا یہ بات غلط ہو جائے گی، یہ جھوٹ ہے، اپنے نفس سے بھی دھوکہ ہے اور خدا تعالیٰ جو ہمارا ربّ ہے اُس سے بھی دھوکہ ہے۔''

(خطباتِ مسرور جلد چہارم صفحہ ۶۰۰)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جھوٹ سے اجتناب ۔۵

☆اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ لَا یَشْھَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا کِرَامًا﴿الفرقان: ۷۳﴾

اور وہ لوگ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب وہ لغویات کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزرتے ہیں۔

☆حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں۔ہم نے عرض کیا جی حضور ضرور بتائیں۔آپؐ نے فرمایا۔اللہ کا شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا۔آپؐ تکیے کا سہارا لئے ہوئے تھے، جوش میں آکر بیٹھ گئے اور بڑے زور سے فرمایا۔دیکھو تیسرا بڑا گناہ جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا ہے۔آپؐ نے اس بات کو اتنی دفعہ دہرایا کہ ہم نے چاہا کاش حضور خاموش ہو جائیں۔‘‘

(بخاری کتاب الادب باب عقوق الوالدین)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’میں نے غور کیا ہے۔قرآن شریف میں کئی ہزار حکم ہیں اُن کی پابندی نہیں کی جاتی۔ادنیٰ ادنیٰ سی باتوں میں خلاف ورزی کر لی جاتی ہے۔یہانتک دیکھا جاتا ہے کہ بعض جھوٹ تو دکاندار بولتے ہیں اور بعض مصالحہ دار جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ نے اس کو رِجس کے ساتھ رکھا ہے مگر بہت سے لوگ دیکھے ہیں کہ رنگ آمیزی کر کے حالات کے بیان کرنے سے نہیں رکتے اور اس کو کوئی گناہ نہیں سمجھتے۔ہنسی کے طور پر بھی جھوٹ بولتے ہیں۔انسان صدیق نہیں کہلا سکتا جب تک کہ جھوٹ کے تمام شعبوں سے پرہیز کرے۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۹۹)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ مذکورہ آیتِ قرآنی کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''بہرحال خدا کا منشاء یہ ہے کہ ہم سچ بولیں ......خدا کی بادشاہت تو اسی صورت میں قائم ہوسکتی ہے جب سچی گواہی دیتے وقت انسان نہ اپنے باپ سے ڈرے نہ اپنے بیٹے سے ڈرے نہ ماں سے ڈرے نہ بھائی سے ڈرے نہ دوست سے ڈرے اور نہ کسی اور رشتہ دار سے ڈرے۔ایک باپ اگر جھوٹ کی جرأت کرتا ہے تو اسی لئے کہ وہ سمجھتا ہے میرا بیٹا میری تائید کریگا یا میری بیوی میری تائید کرے گی لیکن اگر عدالت میں معاملہ پیش ہو اور بیٹا کہے کہ یہ ہیں تو میرے باپ لیکن انہوں نے یہ بات کی ہے۔ بیوی کہے کہ یہ ہیں تو میرے خاوند لیکن انہوں نے یہ بات کی ہے۔تو دوسرے ہی دن وہ جھوٹ چھوڑ دیگا۔وہ اگر جھوٹ بولتا ہے تو اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے اُس کے افعال پر پردہ پڑا رہیگا۔ بھائی اس لئے جھوٹ بولتا ہے کہ دوسرا بھائی اُس کی ہاں میں ہاں ملا دیگا۔ بیٹا اس لئے جھوٹ بولتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے میرا باپ میری تائید کرے گا۔خاوند اس لئے جھوٹ بولتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے میری بیوی میری عیب کو چھپا ئیگی۔اور میری تصدیق کریگی بیوی اگر جھوٹ بولتی ہے تو اس لئے کہ وہ سمجھتی ہے میرا خاوند میرا ساتھ دیگا۔لیکن اگر وہ سچے مسلمان ہوں تو باپ کے خلاف بیٹا گواہی دینے کے لئے کھڑا ہو جائیگا اور خاوند کے خلاف بیوی گواہی دینے کیلئے کھڑی ہو جائیگی اور وہ بالکل گھبرا جائیگا۔اور کہے گا ایسی حالت میں میرا جھوٹ بولنا بے فائدہ ہے اور اس روح کا اپنے اندر قائم کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔اگر ہر بچہ ہر بوڑھا ہر جوان ہر مرد اور ہر عورت یہ عہد کرلے کہ میں نے سچ بولنا ہے چاہے اس کے نتیجہ میں مَیں کسی مقدمہ میں پھنس جاؤں یا پھانسی پر چڑھ جاؤں تو تھوڑے دنوں میں ہی تم اپنے اندر ایک عظیم الشان تغیر محسوس کرنے لگو گے۔ یہ مت خیال کرو کہ سچ بولنے پر پھانسی ملتی ہے۔جو شخص سچ بولنے والا ہو وہ ایسے کام ہی نہیں کرتا جن کے نتیجہ میں اُسے پھانسی ملے لیکن جھوٹ بولنے والا سمجھتا ہے کہ اگر میں نے جھوٹ بولا تو شاید بچ جاؤں اس لئے وہ دلیری سے ایسے افعال میں مبتلا ہو جاتا ہے جن کا نتیجہ بعض دفعہ نہایت خطرناک ہوتا ہے اور یا پھر سچ بولنے والا اُس وقت پھانسی چڑھتا ہے جب وہ سمجھتا ہے کہ اب میرا مذہبی فرض ہے کہ میں اپنی جان پیش کردوں۔ پھر وہ دلیری کے ساتھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے بے شک پھانسی دے دو۔

غرض سچائی ایک بڑی اہمیت رکھنے والی چیز ہے۔انبیاء نے اس پر خاص زور دیا ہے اور انسانی اَخلاق کا یہ ایک بنیادی حصہ ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۵۸۲۔۵۸۳)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

منافقت

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ فِیْ الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّار (النساء: 146)

ترجمہ: یقیناً منافقین آگ کی انتہائی گہرائی میں ہوں گے.

☆حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''تین باتیں منافق کی علامت ہیں۔ جب وہ بات بیان کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وہ وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور جب اس کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو بددیانتی اور خیانت سے کام لیتا ہے۔''

(بخاری کتاب الایمان باب علامة المنافق 33)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یاد رکھو منافق وہی نہیں ہے جو ایفائے عہد نہیں کرتا یا زبان سے اخلاص ظاہر کرتا ہے مگر دل میں اس کے کُفر ہے بلکہ وہ بھی منافق ہے جس کی فطرت میں دورنگی ہے اگر چہ وہ اس کے اختیار میں نہ ہو۔ صحابہ کرامؓ کو اس دورنگی کا بہت خطرہ رہتا تھا ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہؓ رو رہے تھے تو حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کہ کیوں روتے ہو؟ کہا کہ اس لیے روتا ہوں کہ مجھ میں نفاق کے آثار معلوم ہوتے ہیں۔ جب مَیں پیغمبر ﷺ کے پاس ہوتا ہوں تو اس وقت دل نرم اور اس کی حالت بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے مگر جب ان سے جُدا ہوتا ہوں تو وہ حالت نہیں رہتی۔ ابوبکرؓ نے فرمایا کہ یہ حالت تو میری بھی ہے پھر دونو ں آنحضرت ﷺ کے پاس گئے اور کل ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم منافق نہیں ہو۔ انسان کے دل میں قبض اور بسط ہوا کرتی ہے جو حالت تمہاری میرے پاس ہوتی ہے اگر وہ ہمیشہ رہے تو فرشتے تم سے مصافحہ کریں۔

تو اب دیکھو کہ صحابہ کرامؓ اس نفاق اور دورنگی سے کس قدر ڈرتے تھے جب انسان جُرات

اور دلیری سے زبان کھولتا ہے تو وہ بھی منافق ہوتا ہے۔دین کی ہتک ہوتی سنے اور وہاں کی مجلس نہ چھوڑے یا انکو جواب نہ دے تب بھی منافق ہوتا ہے۔اگر مومن کی سی غیرت اور استقامت نہ ہو تب بھی منافق ہوتا ہے جب تک انسان ہر حال میں خدا کو یاد نہ کرے تب تک نفاق سے خالی نہ ہوگا اور یہ حالت تم کو بذریعہ دعا حاصل ہوگی۔ہمیشہ دعا کرو کہ خدا تعالیٰ اس سے بچاوے۔جو انسان داخل سلسلہ ہو کر پھر بھی دورنگی اختیار کرتا ہے تو وہ اس سلسلہ سے دور رہتا ہے۔اس لیے خدا تعالیٰ نے منافقوں کی جگہ **اسفل سافلین** رکھی ہے کیونکہ ان میں دورنگی ہوتی ہے اور کافروں میں یکرنگی ہوتی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 455,456)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’اگر کسی کو یہ پتہ چلے کہ فلاں نے مجھے منافق کہا تو فوراً مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں، یہ تصور ہے لیکن اگر وہی بدعہد ہے اور اپنے وعدے کے خلاف کرتا ہے تو اس کو کبھی احساس ہی نہیں ہوتا پرواہ ہی نہیں ہو رہی ہوتی۔ایک عام آدمی کے منافق کہنے پر تو بہت زیادہ غصے میں آ جاتے ہیں لیکن اللہ کے رسولؐ نے ایسے لوگوں کو منافق کہا ہے تو پھر ایسے لوگوں کو بہر حال دل میں خوف ہونا چاہئے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 167)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قول وفعل میں مطابقت

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ .(الصف:۳)

ترجمہ:اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم کیوں وہ کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

☆حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا پھر اس کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔اس کی انتڑیاں دوزخ میں بکھر جائیں گی۔اور وہ اس طرح گردش کر رہا ہوگا جس طرح چکی کے گرد گدھا گردش کرتا ہے،دوزخی اس کے گرد جمع ہوکر اس سے کہیں گے:۔اے فلاں! کیا بات ہے؟ تم تو ہم سب کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور بُرائی سے روکتے تھے،وہ کہے گا: میں تم کو تو نیکی کا حکم دیتا تھا،مگر خود نیک کام نہیں کرتا تھا اور میں تم کو بُرائی سے روکتا تھا،مگر خود بُرے کام کرتا تھا۔‘‘

(بخاری ۲۳۶۷)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اللہ کا خوف اسی میں ہے کہ انسان دیکھے کہ اس کا قول وفعل کہاں تک ایک دوسرے سے مطابقت رکھتا ہے۔پھر جب دیکھے کہ اس کا قول وفعل برابر نہیں تو سمجھ لے کہ مورد غضب الٰہی ہوگا۔جو دل ناپاک ہے خواہ قول کتنا ہی پاک ہو وہ دل خدا کی نگاہ میں قیمت نہیں پاتا۔بلکہ خدا کا غضب مشتعل ہوگا۔پس میری جماعت سمجھ لے کہ وہ میرے پاس آئے ہیں اسی لئے کہ تخم ریزی کی جاوے جس سے وہ پھلدار درخت ہو جائے پس ہر ایک اپنے اندر غور کرے کہ اس کا اَندرُونہ کیسا ہے؟ اور اس کی باطنی حالت کیسی ہے؟ اگر ہماری جماعت بھی خدانخواستہ ایسی ہے کہ اس کی زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ ہے تو پھر خاتمہ بالخیر نہ ہوگا۔اللہ تعالیٰ جب دیکھتا ہے کہ ایک جماعت جو دل سے خالی ہے۔اور زبانی دعوے کرتی ہے۔وہ غنی ہے۔وہ پرواہ نہیں کرتا۔بدر کی فتح کی پیش گوئی ہو چکی تھی،ہر طرح فتح کی امید تھی،لیکن پھر بھی

آنحضرت ﷺ رورو کر دعا مانگتے تھے۔حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے عرض کیا کہ جب ہر طرح کا فتح کا وعدہ ہے،تو پھر ضرورت الحاح کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ذات غنی ہے،یعنی ممکن ہے کہ وعدہ الٰہی میں کوئی مخفی شرائط ہوں۔''

(ملفوظات جلداول صفحہ ۸)

☆ **حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

''اپنے قول وفعل کوایک کرنا چاہئے ،اللہ تعالیٰ کا ہمیں یہی حکم ہے۔فرمایا ہے ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ. کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَاللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ (الصّف:3-4)یعنی اے مومنو!وہ باتیں کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔خدا کے نزدیک اس بات کا دعویٰ کرنا جوتم کرتے نہیں بہت ناپسندیدہ ہے۔اس کے عذاب کو بھڑ کانے والا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ:''یادرکھو کہ صرف لفّاظی اور لسّانی کام نہیں آسکتی جب تک عمل نہ ہو۔اور باتیں عنداللہ کچھ وقعت نہیں رکھتیں......یعنی ادھر ادھر کی باتیں مارنا یا بہانے کرنا یا وضاحتیں کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ وقعت نہیں رکھتیں۔عمل ہی ہے جو وقعت رکھنے والی چیز ہے۔''

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 743,744)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کثرت سوال سے اجتناب

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْاعَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَلَکُمْ تَسُؤْکُمْ (المائدہ:102)

ترجمہ: اے وہ لوگو جوایمان لائے ہو! ایسی چیزوں کے متعلق سوال نہ کیا کروکہ اگر وہ تم پر ظاہر کردی جائیں تو وہ تمہیں تکلیف میں ڈال دیں۔

☆حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے امیر معاویہؓ کوخط لکھا کہ میں نے آنحضرتﷺ کوفرماتے ہوئے سنا کہ:

''تین باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔قیل وقال (یعنی بے کار باتیں) کرنا، مال کو ضائع کرنا، اور کثرت سوال ہے۔''

(بخاری کتاب الزکوۃ باب قول اللہ تعالیٰ لا یسالون الناس الحافا......حدیث نمبر۱۴۷۷)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہ سچ ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر سوال کرنا بھی مناسب نہیں۔اس سے منع فرمایا گیا ہے لَاتَسْئَلُوْاعَنْ اَشْیَآء اور ایسا ہی اس سے بھی منع کیا گیا ہے کہ آدمی جاسوسی کرکے دوسروں کی برائیوں کو نکالتا رہے یہ دونوں طریق بُرے ہیں لیکن اگر کوئی امر اہم دل میں کھٹکے تو اسے ضرور پیش کرکے پوچھ لینا چاہیے۔''

(تفسیر مسیح موعودؑ جلد دوم صفحہ ۴۲۴)

☆پھر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے لَا تَسْئَلُوْاعَنْ اَشْیَآءَ بھی فرمایا ہے بہت کھودنا اچھا نہیں ہوتا۔''

(تفسیر مسیح موعودؑ جلد دوم صفحہ ۴۲۴)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ بیان فرماتے ہیں:

''میں دیکھتا ہوں کہ لوگ عجیب عجیب سوال کرتے ہیں۔کوئی کہتا ہے کہ ہماری مخفی دولت کا پتہ لگا دو۔یا فلاں کام کی نسبت دریافت کر دو۔ ہوگا؟ یا نہیں؟ گویا ہمیں خدا کا ایجنٹ سمجھتے ہیں۔ نبی کریمؐ کے سامنے ایک شخص نے پوچھا مَنْ اِبِیْ؟ دوسرے نے کہا۔کیا ہر سال حج فرض ہے؟ تو آپؐ نے جھڑک دیا تھا! علماء میں بھی تحقیقات ہوتی رہتی ہے کہ آدمؑ جس شجرہ کے نزدیک گیا تھا اس کا نام کیا تھا۔گیہوں انگور اور پھر انکی تشبیہات تک گئے ہیں۔۲۔نوحؑ نے جو کشتی بنائی تھی اس کی لکڑی کس درخت کی تھی۔۳۔وہ شخص جس نے ابراہیمؑ سے مباحثہ کیا تھا اس کا کیا نام تھا۔ کَالَّذِیْ مَرَّعَلٰی قَرْیَۃٍ (البقرہ:۲٦)والا کوئی ہے۔ یہاں تک کہ بعض نے اِسے ولی اللہ۔بعض نے نبی اور بعض نے کافر بھی کہا ہے۔۴۔موسیٰؑ کے زمانہ میں جس بقرہ کے ذبح کا حکم ہوا تھا۔ وہ گائے تھی یا بیل ۔ یہ سوال تو بنی اسرائیل کو بھی نہ سوجھا۔۵۔ اصحابِ کہف کے کتّے کی شکل اور رنگ کیا تھا۔ ٦۔شدّاد کا باغ کیسا تھا۔۷۔برّاق کی شکل کیسی تھی؟

ایسی بیہودہ تحقیقوں میں پڑنے سے وقت ضائع ہوتا ہے اور منشاء الٰہی جو شریعت کے نزول سے تھا جاتا رہتا ہے۔اصل غرض قرآن کی تو تقوٰی اور اعمالِ صالحہ۔خشیت اللہ کا پیدا کرنا اور خودی خود پسندی اور خودرائی۔عُجب۔بدنظری۔دنیا پرستی سے بچنا ہے۔''

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ ۱۲۷)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بدنظری سے اجتناب

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِکَ أَزْکٰی لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ . وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ یَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ....

﴿النور:۳۱،۳۲﴾

ترجمہ: مومنوں کو کہہ دے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ یہ بات ان کے لئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔ یقیناً اللہ، جو وہ کرتے ہیں، اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔ اور مومن عورتوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں۔

☆حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ نے زنا میں جو حصہ مقرر فرمادیا ہے وہ یقیناً اُسے مل جاتا ہے چنانچہ آنکھ کا زنا دیکھنا ہے زبان کا زنا بات کرنا۔ نفس کا زنا خواہش وتمنا کرنا اور شرمگاہ اِن سب کی تصدیق یا تردید کردیتی ہے‘‘۔

(صحیح بخاری جلد سوم کتاب الاستئذان صفحہ 461 حدیث 1173)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اسلامی پردہ کی یہی فلاسفی اور یہی ہدایت شرعی ہے۔ خدا کی کتاب میں پردہ سے یہ مراد نہیں کہ فقط عورتوں کو قیدیوں کی طرح حراست میں رکھا جائے۔ یہ ان نادانوں کا خیال ہے جن کو اسلامی طریقوں کی خبر نہیں۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ عورت مرد دونوں کو آزاد نظر اندازی اور اپنی زینتوں کے دکھانے سے روکا جائے کیونکہ اس میں دونوں مرد اور عورت کی بھلائی ہے۔ بالآخر یاد رہے کہ خوابیدہ نگاہ سے غیر محل پر نظر ڈالنے سے اپنے تئیں بچا لینا اور دوسری جائز النظر چیزوں کو دیکھنا اس طریق کو عربی میں غضِّ بصر کہتے ہیں اور ہر ایک پرہیز گار جو اپنے دل کو پاک رکھنا چاہتا ہے اس کو نہیں چاہئے کہ حیوانوں کی طرح جس طرف چاہے بے محابا نظر اٹھا کر دیکھ لیا کرے بلکہ اس کیلئے اس تمدنی زندگی میں غضِّ بصر کی عادت ڈالنا ضروری

ہے اور یہ وہ مبارک عادت ہے جس سے اس کی یہ طبعی حالت ایک بھاری خلق کے رنگ میں آجائے گی اور اس کی تمدنی ضرورت میں بھی فرق نہیں پڑے گا۔ یہی وہ خلق ہے۔ جس کو احصان اور عفت کہتے ہیں۔''

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 344)

☆فرمایا:

''انسان کے لئے لازم ہے کہ چشم خوابیدہ ہوتا کہ غیر محرم عورت کو دیکھ کر فتنہ میں نہ پڑے کان بھی فروج میں داخل ہیں جو قِصَص اور فحش باتیں سن کر فتنہ میں پڑ جاتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۵۵)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''......ایک حکم ہے حیا کا، عورت کو خاص طور پر پردے کا حکم ہے۔ مردوں کو بھی حکم ہے کہ غض بصر سے کام لیں، حیا دکھائیں۔ عورت کے لئے اس لئے بھی پردے کا حکم ہے کہ معاشرے کی نظروں سے بھی محفوظ رہے اور اس کی حیا بھی قائم رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔ اب آج کل کی دنیا میں، معاشرے میں، ہر جگہ ہر ملک میں بہت زیادہ کھل ہوگئی ہے۔ عورت مرد کو حدود کا احساس مٹ گیا ہے۔ Mix Gatherings ہوتی ہیں یا مغرب کی نقل میں بدن پوری طرح ڈھکا ہوا نہیں ہوتا، یہ ساری اس زمانے کی ایسی بیہودگیاں ہیں جو ہر ملک میں ہر معاشرے میں راہ پا رہی ہیں۔ یہی حیا کی کمی آہستہ آہستہ پھر مکمل طور پر انسان کے دل سے، پکے مسلمان کے دل سے، حیا کا احساس ختم کر دیتی ہے اور جب انسان اللہ تعالیٰ کے ایک چھوٹے سے حکم کو چھوڑتا ہے تو پھر آہستہ آہستہ حجاب ختم ہوتا چلا جاتا ہے اور پھر بڑے حکموں سے بھی دوری ہوتی چلی جاتی ہے اور آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے بھی دوری بھی ہو جاتی ہے۔ اور پھر انسان اسی طرح آخر کار اپنے مقصد پیدائش کو بھلا بیٹھتا ہے۔ اس لئے اس زمانے میں خاص طور پر نوجوان نسل کو بہت احتیاط کرنی چاہئے۔ ہر وقت دل میں یہ احساس رکھنا چاہئے کہ ہم اس شخص کی جماعت میں شمار ہوتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق بندے کو خدا

کے قریب کرنے کا ذریعہ بن کر آیا تھا۔ پس اگر اُس سے منسوب ہونا ہے تو پھر اُس کی تعلیم پر بھی عمل کرنا ہوگا اور وہ تعلیم ہے کہ قرآن کریم کے چھوٹے سے چھوٹے حکم کی بھی تعمیل کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو توفیق دے کہ وہ اس پر عمل کرنے والا بن جائے۔‘‘

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ سوم صفحہ 211)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

زنا سے اجتناب

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَسَاءَ سَبِیْلًا (بنی اسرائیل:۳۳)

ترجمہ: اور زنا کے قریب نہ جاؤ۔ یقیناً یہ بے حیائی ہے اور بہت برا رستہ ہے۔

☆محمد بن سیرینؒ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے:

درج ذیل امور کی نصیحت فرمائی، پھر ایک لمبی روایت بیان کی جس میں سے ایک نصیحت یہ ہے کہ ’’عفت یعنی پاکدامنی اور سچائی، زنا اور کذب بیانی کے مقابلہ میں بہتر اور باقی رہنے والی ہے‘‘۔

(سنن الدارمی، کتاب الوصایا، باب ما یستحب بالوصیۃ من التشھد والکلام)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’......زنا کے قریب مت جاؤ یعنی ایسی تقریبوں سے دور رہو جن سے یہ خیال بھی دل میں پیدا ہوسکتا ہو اور ان راہوں کو اختیار نہ کرو جن سے اس گناہ کے وقوع کا اندیشہ ہو۔ جو زنا کرتا ہے وہ بدی کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے۔ زنا کی راہ بہت بری راہ ہے یعنی منزل مقصود سے روکتی ہے اور تمہاری آخری منزل کیلئے سخت خطرناک ہے۔ اور جس کو نکاح میسر نہ آوے چاہئے کہ وہ اپنی عفت کو دوسرے طریقوں سے بچاوے۔ مثلاً روزہ رکھے یا کم کھاوے یا اپنی طاقتوں سے تن آزار کام لے اور لوگوں نے یہ بھی طریق نکالے ہیں کہ وہ ہمیشہ عمداً نکاح سے دست بردار رہیں یا خوجے بنیں اور کسی طریق سے رہبانیت اختیار کریں۔ مگر ہم نے انسان پر یہ حکم فرض نہیں کئے اس لئے وہ ان بدعتوں کو پورے طور پر نبھا نہ سکے۔ خدا کا یہ فرمانا کہ ہمارا یہ حکم نہیں کہ لوگ خوجے بنیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ اگر خدا کا حکم ہوتا تو سب لوگ اس حکم پر عمل کرنے کے مجاز بنتے تو اس صورت میں بنی آدم کی قطع نسل ہوکر کبھی کا دنیا کا خاتمہ ہو جاتا۔ اور نیز اگر اس طرح پر عفت حاصل کرنی ہو کہ عضو مردمی کو کاٹ دیں تو یہ درپردہ اس صانع پر اعتراض ہے جس نے وہ عضو بنایا اور نیز جبکہ ثواب کا تمام مدار اس بات پر ہے کہ ایک قوت موجود ہو اور

پھر انسان خدا تعالیٰ کا خوف کر کے اس قوت کے خراب جذبات کا مقابلہ کرتا رہے۔ اور اس کے منافع سے فائدہ اٹھا کر دوطور کا ثواب حاصل کرے۔ پس ظاہر ہے کہ ایسے عضو کے ضائع کر دینے میں دونوں ثوابوں سے محروم رہا۔ ثواب تو جذبہ مخالفانہ کے وجود اور پھر اس کے مقابلہ سے ملتا ہے۔ مگر جس میں بچہ کی طرح وہ قوت ہی نہیں رہی اس کو کیا ثواب ملے گا۔ کیا بچہ کو اپنی عفت کا ثواب مل سکتا ہے؟''۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۲ تا ۳۴۳)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''پھر نویں خصوصیت یا علامت عباد الرحمٰن کی یہ ہے کہ وہ زنا نہیں کرتے۔ اس میں عملی زنا بھی شامل ہے اور گندے بیہودہ پروگرام اور نظارے دیکھ کر ان سے لطف اٹھانا بھی شامل ہے اور آجکل انٹرنیٹ اور ٹی وی چینلز پر جو بعض ایسے پروگرام دیکھے جاتے ہیں یہ سب ذہنی اور نظری زنا میں شمار ہوتے ہیں۔ پس احمدی کو ان سے بھی خاص طور پر بچنا چاہئے''۔

(خطبات مسرور جلد ۷ صفحہ ۴۵۷ خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۲۵ ستمبر ۲۰۰۹ء)

☆ نیز فرمایا:

''اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو اور یہ دعا کرو کہ اے اللہ! ہمیں اندھیروں سے نجات دے کر نور کی طرف لے جا اور ہر قسم کی فواحش سے ہمیں بچا۔ چاہے وہ ظاہری ہوں، چاہے وہ باطنی ہوں۔ اور ظاہری سے تو پھر بعض خوف ایسے ہوتے ہیں جو روکنے میں کردار ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن چھپی ہوئی فواحش جو ہیں یہ ایسی ہیں جو بعض دفعہ انسان کو متاثر کرتے ہوئے بہت دور لے جاتی ہیں۔ مثلاً بعض دفعہ غلط نظارے ہیں، غلط فلمیں ہیں، بالکل عریاں فلمیں ہیں۔ اس قسم کی دوسری چیزوں کو دیکھ کر آنکھوں کے زنا میں مبتلا ہو رہا ہوتا ہے انسان۔ پھر خیالات کا زنا ہے، غلط قسم کی کتابیں پڑھنا یا سوچیں لے کر آنا۔ بعض ماحول ایسے ہیں کہ ان میں بیٹھ کر انسان اس قسم کی فحشاء میں دھنس رہا ہوتا ہے۔ پھر کانوں سے بے حیائی کی باتیں سننا۔ تو یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ اے اللہ! ہمارا عضو جو ہے اسے اپنے فضل سے پاک کر دے۔ اور ہمیشہ اسے پاک رکھ اور شیطان کے راستے پر چلنے والے نہ ہوں اور ہم سب کو شیطان کے راستے پر چلنے سے بچا۔''

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ اول صفحہ ۱۱۶)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گالی سے اجتناب

☆ **ارشاد باری تعالیٰ ہے:**

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ ﴿انعام : ۱۰۹﴾

ترجمہ: اورتم ان کوگالیاں نہ دوجن کووہ اللہ کے سواپکارتے ہیں ورنہ وہ دشمنی کرتے ہوئے بغیر علم کے اللہ کوگالیاں دیں گے۔

☆ **حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:**

’’بڑے گناہ یہ ہیں کہ کوئی آدمی اپنے ماں باپ کوگالی دے صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا کوئی آدمی اپنے والدین کوگالی دے سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں کوئی آدمی کسی کے باپ کوگالی دیتا ہے تو اپنے باپ کوگالی دیتا ہے اور کوئی کسی کی ماں کوگالی دیتا ہے تو وہ اپنی ماں کوگالی دیتا ہے‘‘۔

(صحیح مسلم جلد ۱ :حدیث نمبر ۲۶۴)

☆ **حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوّر اللہ مرقدہ بیان فرماتے ہیں:**

’’گالی دینا بھی ایک عیب ہے۔اس سے دوسروں کوتکلیف ہوتی ہے۔یہ طبعی بات ہے کہ انسان اپنے متعلق بری بات خواہ غلط ہی ہو نہیں سننا چاہتا۔اس سے اسے تکلیف ہوتی ہے اس سے بچنا چاہئے۔بعض لوگوں کوتو گالیاں دینے کی اس قدر عادت ہوتی ہے کہ ایسی چیزوں کوگالیاں دینے لگ جاتے ہیں جو بے جان چیزیں ہوتی ہیں یا گالیوں کوسمجھ نہیں سکتیں۔مثلاً ذرا جوتی نہ ملے تو گالیاں دینے لگ جاتے ہیں یا جانور کوگالیاں دینی شروع کر دیتے ہیں۔ایسے لوگ بچوں کے سامنے گالیاں دیتے رہتے ہیں جس سے بچوں کے اخلاق خراب ہوجاتے ہیں تمہیں چاہئے کہ تم مومن بنو اور کوئی ایسا لفظ زبان پر جاری نہ ہو جو فحش ہو‘‘۔

(انوارالعلوم جلد ۷ صفحہ ۲۹ تا ۳۰)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''آج مشرقی ملکوں کے بہت سے بازاروں میں فحش کلامی کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔خصوصیت کے ساتھ ہندوستان اور پاکستان میں یہ مرض بہت گہرا ہے۔بہت سے مشرقی ممالک ہیں جو اس سے پاک ہیں لیکن پتہ نہیں کیا بدقسمتی ہے کہ روزمرہ کی گفتگو میں گالی دینا یہ ہندوستان اور پاکستان کی تہذیب کا ایک حصہ بنا ہوا ہے اور گلیوں میں لوگ ایک دوسرے کے ماں باپ کو نہایت ہی گندی گالیاں دیتے ہیں بلکہ ہل چلانے والے بیل کے ماں باپ کو نہایت ہی گندی گالیاں دے رہے ہوتے ہیں۔اور گدھے چرانے والے گدھے کے ماں باپ کو گالیاں دے رہے ہوتے ہیں اور بچے اپنے ماں باپ کو ماں باپ کی گالیاں دے رہے ہوتے ہیں۔یہ ایک ایسی گندی تہذیب ہے جس کا مذہب کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔اور پھر مذہب بھی اسلام،اس کی طرف منسوب ہونے والوں پر تو یہ ایک نہایت ہی گندہ داغ ہے......اگر کوئی بے احتیاطی کرتا ہے تو اُسے پیار اور محبت سے سمجھائیں۔عموماً ایسی باتیں ہونی چاہئیں جن میں ذکر الٰہی ہو،آنحضرت ﷺ کا پاک ذکر ہو،حمد باری ہو،درود ہو........پس گفتگو کو عموماً پاک اور صاف رکھیں۔''

(خطبات طاہر جلد دوم صفحہ 641)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''......ہر گند کا جواب گند سے دینا اپنے اوپر گند ڈالنے والی بات ہے۔مخالف اگر کوئی بات کہتا ہے اور تم جواب میں اُن کو اُن کے بتوں کے حوالے سے جواب دیتے ہو تو وہ جواب میں خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتے ہیں۔یہ انتہائی مثال دے کر مسلمانوں کو سمجھا دیا کہ جب بھی بات کرو تمہارے کلام میں حکمت کا پہلو ہونا چاہئے۔یہ بھی نہیں کہ بزدلی دکھاؤ اور مداہنت کا اظہار کرو۔لیکن مَوْعِظَۃُ الْحَسَنَہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھو۔اس حکم کو ہمیشہ سامنے رکھو۔تو جیسا کہ مَیں نے کہا یہ ایک انتہائی مثال دے کر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سمجھا دیا کہ تمہارے غلط ردّعمل سے غیر مسلم خدا تک بھی پہنچ سکتے ہیں اور ایک مسلمان کو خدا کی غیرت سب سے زیادہ ہوتی ہے اور ہونی چاہئے۔پھر تمہیں تکلیف ہوگی اور اپنے غلط الفاظ کے استعمال کی وجہ سے خدا کو گالیاں نکلوانے کے پھر تم ذمہ دار ہوگے۔اسی طرح دوسروں کے بزرگوں کو،بڑوں کو،لیڈروں

کو جب تم برا بھلا کہو گے تو وہ بھی اس طرح بڑھ سکتے ہیں۔ اسی لئے حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اپنے باپوں کو گالیاں مت دو۔ تو کسی نے سوال کیا کہ ماں باپ کو کون گالیاں نکالتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا جب تم کسی کے باپ کو برا بھلا کہو گے تو وہ تمہارے باپ کو گالی نکالے گا اور یہ اسی طرح ہے جس طرح تم نے خود اپنے باپ کو گالی نکالی۔ تو یہ سلامتی پھیلانے کے لئے اسلامی تعلیم ہے کہ شرک جو خدا تعالیٰ کو انتہائی ناپسندیدہ ہے جس کی سزا بھی اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ مَیں معاف نہیں کروں گا ان شرک کرنے والوں کے متعلق بھی فرمایا کہ ان سے اخلاق کے دائرہ میں رہ کر بات کرو۔ تمہارے لئے یہی حکم ہے کہ تمہارے اخلاق ایسے ہونے چاہئیں جو ایک مسلمان کی صحیح تصویر پیش کرتے ہیں۔‘‘

(خطبات مسرور جلد پنجم صفحہ 262)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نفسانی جوشوں سے مغلوب نہ ہو

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حَافِظُوْن. ﴿المومنون: ٦﴾

ترجمہ: اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

☆حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کی (حفاظت کی) ضمانت دے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

(بخاری کتا ب الرقاق باب حفظ اللسان و قول النبی من کان یومن باللہ والیوم)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اب اس کے بعد روحانی وجود کا چوتھا درجہ وہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حَافِظُوْن (المومنون:٦) یعنی تیسرے درجہ سے بڑھ کر مومن وہ ہیں جو اپنے تئیں نفسانی جذبات اور شہوات ممنوعہ سے بچاتے ہیں۔ یہ درجہ تیسرے درجہ سے اس لئے بڑھ کر ہے کہ تیسرے درجہ کا مومن تو صرف مال کو جو اُس کے نفس کو نہایت پیارا اور عزیز ہے خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتا ہے لیکن چوتھے درجہ کا مومن وہ چیز خدا تعالیٰ کی راہ میں نثار کرتا ہے جو مال سے بھی زیادہ پیاری اور محبوب ہے یعنی شہوات نفسانیہ۔ کیونکہ انسان کو اپنی شہواتِ نفسانیہ سے اس قدر محبت ہے کہ وہ اپنی شہوات کے پورا کرنے کے لئے اپنے مال عزیز کو پانی کی طرح خرچ کرتا ہے اور ہزار ہا روپیہ شہوات کے پورا کرنے کے لئے برباد کر دیتا ہے اور شہوات کے حاصل کرنے کے لئے مال کو کچھ بھی چیز نہیں سمجھتا۔ جیسا کہ دیکھا جاتا ہے ایسے نجس طبع اور بخیل لوگ جو ایک محتاج بھوکے اور ننگے کو باعث سخت بخل کے ایک پیسہ بھی دے نہیں سکتے شہوات نفسانیہ کے جوش میں بازاری عورتوں کو ہزار ہا روپیہ دے کر اپنا گھر ویران کر لیتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ سیلاب شہوت ایسا تُند اور تیز ہے کہ بخل جیسی نجاست کو بھی بہالے جاتا ہے۔

اس لئے یہ بدیہی امر ہے کہ بہ نسبت اس قوت ایمانی کے جس کے ذریعہ سے بخل دور ہوتا ہے اور انسان اپنا عزیز مال خدا کے لئے دیتا ہے یہ قوتِ ایمانی جس کے ذریعہ سے انسان شہواتِ نفسانیہ کے طوفان سے بچتا ہے نہایت زبردست اور شیطان کا مقابلہ کرنے میں نہایت سخت اور نہایت دیرپا ہے کیونکہ اس کا کام یہ ہے کہ نفسِ امّارہ جیسے پرانے اژدہا کو اپنے پیروں کے نیچے کچل ڈالتی ہے۔ اور بخل تو شہوات نفسانیہ کے پورا کرنے کے جوش میں اور نیز ریا اور نمود کے وقتوں میں بھی دُور ہوسکتا ہے مگر یہ طوفان جو نفسانی شہوات کے غلبہ سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ نہایت سخت اور دیرپا طوفان ہے جو کسی طرح بجز رحم خداوندی کے دور ہو ہی نہیں سکتا اور جس طرح جسمانی وجود کے تمام اعضاء میں سے ہڈی نہایت سخت ہے اور اس کی عمر بھی بہت لمبی ہے اسی طرح اس طوفان کے دور کرنے والی قوتِ ایمانی نہایت سخت اور عمر بھی لمبی رکھتی ہے تا ایسے دشمن کا دیر تک مقابلہ کر کے پامال کر سکے اور وہ بھی خدا تعالیٰ کے رحم سے کیونکہ شہواتِ نفسانیہ کا طوفان ایک ایسا ہولناک اور پُر آشوب طوفان ہے کہ بجز خاص رحم حضرت احدیت کے فرو نہیں ہوسکتا۔ اسی وجہ سے حضرت یوسفؑ کو کہنا پڑا وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِيْ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ إِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْم (یوسف:۵۴) یعنی میں اپنے نفس کو بَری نہیں کرتا نفس نہایت درجہ بدی کا حکم دینے والا ہے اور اس کے حملہ سے مخلصی غیر ممکن ہے مگر یہ کہ خود خدا تعالیٰ رحم فرماوے۔ اس آیت میں جیسا کہ فقرہ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ہے طوفان نوح کے ذکر کے وقت بھی اسی کے مشابہ الفاظ ہیں کیونکہ وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ (ھود:۴۴) پس یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ طوفان شہواتِ نفسانیہ اپنی عظمت اور ہیبت میں نوح کے طوفان سے مشابہ ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ 206,205)

☆ **سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

’’...... ہمیشہ یاد رکھیں کہ حیا اور پاکدامنی مذہب کا خاصہ اور حصہ ہیں۔ اور ہر احمدی لڑکے اور لڑکی کو اس کا خیال رکھنا چاہئے تبھی وہ نیکی اور تقویٰ میں بڑھ سکیں گے اور تبھی وہ اس قابل ہوں گے کہ بری باتوں سے بچ سکیں۔ پس ہر احمدی مرد ہو یا عورت، نوجوان ہو یا بوڑھا، جس نے احمدیت قبول کی ہے اپنے اندر خاص تبدیلی پیدا کرے وگرنہ جماعت کی طرف منسوب ہونے کا کیا فائدہ؟ ہمیشہ یاد رکھیں کہ

ہمیں ایک عظیم مقصد کیلئے قربانی کرنی ہے اور وہ قربانی کیا ہے؟ وہ قربانی ہمارے نفسوں کی قربانی ہے اور ہماری نفسانی خواہشات کی قربانی ہے۔ یہ قربانیاں ہمیں جماعت کا ایک مؤثر اور گرانقدر حصہ بنائیں گی''۔

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ پنجم صفحہ ۱۵۶ تا ۱۵۷)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خیانت سے اجتناب

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلاَ تُجَادِلْ عَنِ الَّذِیْنَ یَخْتَانُوْنَ أَنفُسَھُمْ إِنَّ اللّٰہَ لاَ یُحِبُّ مَنْ کَانَ خَوَّاناً أَثِیْماً

﴿النساء:۱۰۸﴾

ترجمہ: اور ان لوگوں کی طرف سے بحث نہ کر جو اپنے نفسوں سے خیانت کرتے ہیں۔ یقیناً اللہ سخت خیانت کرنے والے گنہگار کو پسند نہیں کرتا۔

☆حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''جو تمہارے پاس کوئی چیز امانت کے طور پر رکھتا ہے اس کی امانت اسے لوٹا دو۔ اور اس شخص سے بھی ہرگز خیانت سے پیش نہ آؤ جو تم سے خیانت سے پیش آچکا ہو''۔

(ابو داؤد کتاب البیوع باب فی الرجل یاخذ حقہ)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''دوسری قسم ترک شر کے اقسام میں سے وہ خلق ہے جس کو امانت و دیانت کہتے ہیں۔ یعنی دوسرے کے مال پر شرارت اور بدنیتی سے قبضہ کر کے اس کو ایذاء پہنچانے پر راضی نہ ہونا۔ سو واضح ہو کہ دیانت اور امانت انسان کی طبعی حالتوں میں سے ایک حالت ہے۔ اسی واسطے ایک بچہ شیر خوار بھی جو بوجہ اپنی کم سنی اپنی طبعی سادگی پر ہوتا ہے اور نیز بباعث صغرسنی ابھی بری عادتوں کا عادی نہیں ہوتا، اس قدر غیر کی چیز سے نفرت رکھتا ہے کہ غیر عورت کا دودھ بھی مشکل سے پیتا ہے۔ اگر بے ہوشی کے زمانہ میں کوئی اور دایہ مقرر نہ ہو تو ہوش کے زمانہ میں اس کو دوسرے کا دودھ پلانا نہایت مشکل ہو جاتا ہے اور اپنی جان پر بہت تکلیف اٹھاتا ہے اور ممکن ہے کہ اس تکلیف سے مرنے کے قریب ہو جائے۔ مگر دوسری عورت کے دودھ سے طبعاً بیزار ہوتا ہے۔ اس قدر نفرت کا کیا بھید ہے؟ بس یہی کہ وہ والدہ کو چھوڑ کر غیر کی چیز کی طرف رجوع کرنے سے طبعاً متنفر ہے۔ اب ہم جب ایک گہری نظر سے بچہ کی اس عادت کو دیکھتے اور

اس پر غور کرتے ہیں اور فکر کرتے کرتے اس کی اس عادت کی تہ تک چلے جاتے ہیں تو ہم پر صاف کھل جاتا ہے کہ یہ عادت جو غیر کی چیز سے اس قدر نفرت کرتا کہ اپنے اوپر مصیبت ڈال لیتا ہے۔ یہی جڑھ دیانت اور امانت کی ہے اور دیانت کے خلق میں کوئی شخص راستباز نہیں ٹھہر سکتا جب تک بچہ کی طرح غیر کے مال کے بارے میں بھی سچی نفرت اور کراہت اس کے دل میں پیدا نہ ہو جائے لیکن بچہ اس عادت کو اپنے محل پر استعمال نہیں کرتا اور اپنی بیوقوفی کے سبب سے بہت کچھ تکلیفیں اٹھا لیتا ہے۔ لہٰذا اس کی یہ عادت صرف ایک حالت طبعی ہے جس کو وہ بے اختیار ظاہر کرتا ہے اس لئے وہ حرکت اس کے خلق میں داخل نہیں ہو سکتی گو انسانی سرشت میں اصل جڑھ خلق دیانت اور امانت کی وہی ہے جیسا کہ بچہ اس غیر معقول حرکت سے متدیّن اور امین نہیں کہلا سکتا۔ ایسا ہی وہ شخص بھی اس خلق سے متّصف نہیں ہو سکتا جو اس طبعی حالت کو محل پر استعمال نہیں کرتا۔ امین اور دیانت دار بننا بہت نازک امر ہے۔ جب تک انسان اس کے تمام پہلو بجا نہ لاوے۔ امین اور دیانت دار نہیں ہو سکتا۔‘‘

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۴ تا ۳۴۵)

☆ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’پھر خیانت اور بددیانتی کا معاملہ ہے۔ اس کا تعلق صرف چھوٹی رقوم یا حق دار کا پورا حق ادا کرنے سے ہی نہیں ہے بلکہ اپنے فرائض کی کماحقہٗ ادائیگی بھی اسی زمرے میں آتی ہے۔ جب کوئی شخص کسی مقررہ معاوضہ پر کام کر رہا ہے تو اسے اپنے فرائض کو مکمل ایمان داری سے ادا کرنا چاہئے۔ اسی طرح سے جب ایک آجر اپنے مزدوروں کو مقررہ معاوضہ کے مطابق ادا نہیں کرتا وہ بھی بددیانت شمار ہوگا۔ ایسی بددیانتی کا اثر آخر کار ملک پر پڑتا ہے۔ کیونکہ جب کوئی کام مناسب انداز میں انجام کو نہیں پہنچتا تو اس سے ملک کی شہرت کو سخت دھچکا لگتا ہے۔ اسی طرح سے گورنمنٹ کے ملازمین جو کماحقہٗ اپنے فرائض ادا نہیں کرتے وہ بھی بددیانتی کا مرتکب ہوتے ہیں اور اپنی قوم کیلئے سخت نقصان کا باعث ہوتے ہیں۔ ایک احمدی کا فرض ہے کہ قومی مفادات اور عوامی مفادات کا خلوص دل سے خیال رکھے اور کبھی کسی بددیانتی کا خیال بھی اس کے دل میں نہ گزرے۔ ملکی فرائض ادا کرنا اہم حقوق جو انسان پر واجب ہوتے ہیں ان میں سے ایک ہے۔ ایک بددیانت انسان اپنے حقوق کو کماحقہٗ ادا نہیں کرتا۔

ہر احمدی کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر وہ حکومتی واجبات کی ادائیگی نہیں کرتا تو بیعت کے مقصد کو بھی پورا نہیں کرتا۔ یہ آپ لوگوں کے اوپر آپ کے ملک کا حق ہے کہ آپ کبھی بھی بددیانتی نہ کریں۔ خواہ وہ چھوٹے پیمانے پر ہو یا بڑے پیمانے پر نہ صرف آپ کو بددیانتی سے بچنا چاہئے بلکہ قومی ترقیاتی کاموں میں آپ کو سب پر سبقت لے جانا چاہئے۔“

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ پنجم صفحہ ۱۴۱ تا ۱۴۲)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

معاشرتی برائیاں

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِیْراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُم بَعْضاً أَیُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ یَأْكُلَ لَحْمَ أَخِیْهِ مَیْتاً فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْم(الحجرات: ۱۳)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔ یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔ اور تجسس نہ کیا کرو۔ اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

☆حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''بدظنی سے بچو کیونکہ بدظنی سخت قسم کا جھوٹ ہے۔ ایک دوسرے کے عیب کی ٹوہ میں نہ رہو، اپنے بھائی کے خلاف تجسس نہ کرو، اچھی چیز ہتھیانے کی حرص نہ کرو، حسد نہ کرو، دشمنی نہ رکھو، بے رُخی نہ برتو، جس طرح اس نے حکم دیا ہے اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔''

(بخاری کتاب الادب ، مسلم باب تحریم الظن)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں:

''۔۔۔۔بعض گناہ ایسے باریک ہوتے ہیں کہ انسان اُن میں مبتلا ہوتا ہے اور سمجھتا ہی نہیں۔ جوان سے بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اسے پتہ نہیں لگتا کہ گناہ کرتا ہے مثلاً گلہ کرنے کی عادت ہوتی ہے (شکوہ کرنے کی عادت ہے)۔ ایسے لوگ اس کو بالکل ایک معمولی اور چھوٹی سی بات سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن شریف نے اس کو بہت بُرا قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے ﴿أَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ

مَیْتــاً ﴾ خدا تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے کہ انسان ایسا کلمہ زبان پر لاوے جس سے اس کے بھائی کی تحقیر ہو اور ایسی کارروائی کرے جس سے اس کو حرج پہنچے۔ایک بھائی کی نسبت ایسا بیان کرنا جس سے اس کا جاہل اور نادان ہونا ثابت ہو یا اس کی عادت کے متعلق خفیہ طور پر بے غیرتی یا دشمنی پیدا ہو یہ سب برے کام ہیں''۔

(الحکم۔جلد نمبر۱۰،نمبر۲۲،صفحہ۳۔بتاریخ ۲۴/جون ۱۹۰۶ء۔بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد چہارم صفحہ ۲۱۸۔۲۱۹)

☆سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اس (آیت) میں تین باتوں کا ذکر ہے لیکن اصل میں تو پہلی دو باتوں کی ہی مناہی کی گئی ہے۔تیسری برائی یعنی غیبت میں ہی دونوں آجاتی ہیں۔کیونکہ ظن ہوتا ہے تو تجسس ہوتا ہے اس کے بعد غیبت ہوتی ہے۔تو اس آیت میں یہ فرمایا کہ غیبت جو ہے یہ مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے۔ اب دیکھیں ظالم سے ظالم شخص بھی، سخت دل سے سخت دل شخص بھی، کبھی یہ گوارا نہیں کرتا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔اس تصور سے ہی ابکائی آنے لگتی ہے، طبیعت متلانے لگتی ہے......اب بعض لوگ اس لئے تجسس کر رہے ہوتے ہیں۔مثلاً عمومی زندگی میں لیتے ہیں، دفتروں میں کام کرنے والے، ساتھ کام کرنے والے اپنے ساتھی کے بارہ میں، یا دوسری کام کی جگہ، کارخانوں وغیرہ میں کام کرنے والے، اپنے ساتھیوں کے بارہ میں کہ اس کی کوئی کمزوری نظر آئے اور اس کمزوری کو پکڑیں اور افسروں تک پہنچائیں تا کہ ہم خود افسروں کی نظر میں ان کے خاص آدمی ٹھہریں، ان کے منظور نظر ہو جائیں۔یا بعضوں کو یونہی بلاوجہ عادت ہوتی ہے، کسی سے بلاوجہ کا بیر ہو جاتا ہے اور پھر وہ اس کی برائیاں تلاش کرنے لگ جاتے ہیں۔تو یاد رکھنا چاہئے کہ ایسے لوگوں کے بارہ میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایسے لوگوں کا کبھی بھی جنت میں دخل نہیں ہوگا ایسے لوگ کبھی بھی جنت میں نہیں جائیں گے۔تو کون عقلمند آدمی ہے جو ایک عارضی مزے کے لئے، دنیاوی چیز کے لئے، ذراسی باتوں کا مزا لینے کے لئے، اپنی جنت کو ضائع کرتا پھرے''۔

(خطبات مسرور جلد اول صفحہ ۵۶۶ و ۵۶۹تا۵۷۰)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انٹرنیٹ کے غلط استعمال سے اجتناب

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ(المؤمنون:۴)

ترجمہ: اور وہ جولغو سے اعراض کرنے والے ہیں۔

☆حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کسی شخص کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ اس بات کوترک کردے جس سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔''

(ترمذی. کتاب الزھد. باب فیمن تکلم بکلمۃ یضحک بھاالناس)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''رہائی یافتہ مومن وہ لوگ ہیں جو لغو کاموں اور لغو باتوں اور لغو حرکتوں اور لغو مجلسوں اور لغو صحبتوں سے اور لغو تعلقات سے اور لغو جوشوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔''

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم سورۃ النحل یا سورۃ یٰس صفحہ 359)

☆سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''پھر انٹرنیٹ کا غلط استعمال ہے یہ بھی ایک لحاظ سے آجکل کی بہت بڑی لغو چیز ہے۔اس نے بھی کئی گھروں کو اجاڑ دیا ہے۔ایک تو یہ رابطے کا بڑا سستا ذریعہ ہے پھر اس کے ذریعہ سے بعض لوگ پھرتے پھراتے رہتے ہیں اور پتہ نہیں کہاں تک پہنچ جاتے ہیں۔شروع میں شغل کے طور پر سب کام ہو رہا ہوتا ہے پھر بعد میں یہی شغل عادت بن جاتا ہے اور گلے کا ہار بن جاتا ہے چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا نشہ ہے اور نشہ بھی لغویات میں ہے۔کیونکہ جو اس پر بیٹھتے ہیں بعض دفعہ جب

عادت پڑ جاتی ہے تو فضولیات کی تلاش میں گھنٹوں بلاوجہ، بے مقصد وقت ضائع کر رہے ہوتے ہیں۔تو یہ سب لغو چیزیں ہیں۔آجکل بعض ویب سائٹس ہیں جہاں جماعت کے خلاف یا جماعت کے کسی فرد کے خلاف گندے غلیظ پراپیگنڈے یا الزام لگانے کا سلسلہ شروع ہوا ہوا ہے۔تو لگانے والے تو خیر اپنی دانست میں یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں، اپنی عقل کے مطابق کہ یہ مغلّظات بک کے وہ جماعت کو کوئی نقصان پہنچا رہے ہیں حالانکہ اُن کی اِن لغویات پر کسی کی بھی کوئی نظر نہیں ہوتی۔ جماعت کا شاید اعشاریہ ایک فیصد بھی طبقہ اس کو نہ دیکھتا ہو، اس کو شاید پتہ بھی نہ ہو۔تو بہرحال یہ تمام لغویات ہیں اس لئے وہ جوان گندے غلیظ الزاموں کے جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں، بعض نوجوانوں میں یہ جوش پیدا ہو جاتا ہے تو اس جوش کی وجہ سے وہ جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں ان کو بھی اس سے بچنا چاہئے۔ جماعت کی اپنی ایک ویب سائٹ ہے اگر کوئی اعتراض کسی کی نظر میں قابل جواب ہو کسی کی نظر سے گزرے تو وہ اعتراض انہیں بھیج دینا چاہئے۔انٹرنیٹ پر بیٹھے ہوتے ہیں پتہ ہے اس کا پتہ کیا ہے۔اور اگر کسی کے ذہن میں اس اعتراض کا کوئی جواب آیا ہو تو وہ جواب بھی بے شک بھیج دیں۔لیکن وہاں پر خود کسی کے اعتراض کا جواب نہیں دینا۔ ہوسکتا ہے آپ کو جواب دینا صحیح نہ آتا ہو کیونکہ جہاں آپ بھیجیں گے خود ہی چیک کر لیں گے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس اعتراض کا جواب دینا بھی ہے کہ نہیں یا اس معاملے میں پڑنا صرف لغویات یا صرف وقت کا ضیاع ہی ہے۔ کیونکہ اعتراض کرنے والے کی اصلاح تو ہونی نہیں ہوتی کیونکہ اگر ان کا یہ مقصد ہو، یہ نیت ہو کہ انہوں نے اپنی اصلاح کرنی ہے یا کوئی فائدہ اٹھانا ہے تو پھر اتنی غلیظ اور گندی زبان استعمال نہیں ہوتی، شریفانہ زبان استعمال کی جاتی ہے۔ اور بعض اعتراضوں کے جواب کا تو دوسروں کو فائدہ بھی نہیں ہوتا...... بہرحال مقصد یہ ہے کہ جماعت کے کسی بھی فرد کا وقت بلا مقصد ضائع نہیں ہونا چاہئے اس لئے جس حد تک ان لغویات سے بچا جا سکتا ہے، بچنا چاہئے اور جو اس ایجاد کا بہتر مقصد ہے اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

علم میں اضافے کے لئے انٹرنیٹ کی ایجاد کو استعمال کریں۔ یہ نہیں ہے کہ یا اعتراض والی ویب سائٹس تلاش کرتے رہیں یا انٹرنیٹ پر بیٹھ کے مستقل باتیں کرتے رہیں۔آجکل چیٹنگ (Chatting) جسے کہتے ہیں۔بعض دفعہ یہ چیٹنگ مجلسوں کی شکل اختیار کر جاتی ہے اس میں بھی پھر

لوگوں پہ الزام تراشیاں بھی ہو رہی ہوتی ہیں، لوگوں کا مذاق بھی اڑایا جا رہا ہوتا ہے تو یہ بھی ایک وسیع پیمانے پر مجلس کی ایک شکل بن چکی ہے اس لئے اس سے بھی بچنا چاہئے''۔

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ ۵۹۳ تا ۵۹۵ خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۲۰ اگست ۲۰۰۴ء بمقام جرمنی)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

افواہیں پھیلانا۔ا

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا إِنْ جَاءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَیَّنُوا أَنْ تُصِیْبُوا قَوْماً بِجَھَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلَی مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِیْنَ ﴿الحجرات:۷﴾

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے پاس اگر کوئی بدکردار کوئی خبر لائے تو (اُس کی) چھان بین کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ تم جہالت سے کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو پھر تمہیں اپنے کئے پر پشیمان ہونا پڑے۔

☆حدیث نبویؐ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یُحَدِّثَ بِکُلِّ مَاسَمِعَ۔ کسی شخص کے گناہگار ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات لوگوں میں بیان کرتا پھرے۔

(سنن ابی دائود کتاب الادب باب التشدید فی الکذب)

☆پھر فرمایا۔

لَیْس الْخَبَرُ کَالْمُعَایَنَةِ۔ نہیں ہے سنی سنائی بات خود دیکھنے کی طرح۔

(مسند احمد بن حنبل)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جس بات کا علم نہیں خواہ نخواہ اُس کی پیروی مت کرو کیونکہ کان، آنکھ، دل اور ہر ایک عضو سے (متعلق) پوچھا جاوے گا......ایک بات کسی کی نسبت سنی اور جھٹ یقین کر لیا۔ یہ بہت بُری بات ہے جس بات کا قطعی علم اور یقین نہ ہو اُس کو دل میں جگہ مت دو۔''

(الحکم جلد 10 نمبر 22 مورخہ 24 جون 1906ء)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ فرماتے ہیں:

''مدینہ میں بہت سے افواہیں پھیلانے والے ایسی افواہیں پھیلاتے تھے کہ اُن کو سچ مان کر محض شک کی بنا پر بعض لوگوں کے دلوں میں بعض دوسروں سے قِتال کرنے کا خیال پیدا ہوتا تھا۔ چنانچہ اُن کو اِس جلد بازی سے سختی سے منع فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ عین ممکن ہے کہ اِس قسم کی افواہوں کے نتیجہ میں بعض بے قصور لوگوں پر بھی زیادتی ہو جائے اور اِس کے نتیجہ میں مومنوں کو شرمندگی اُٹھانی پڑے''۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ص932)

☆ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

''پھر ایک بیماری ہے، زبان کے چسکے کے لئے ،مزے لینے کے لئے ہر سنی سنائی بات مجلسوں میں یا اپنے دوستوں میں بیان کرنے لگ جاتے ہیں کہ فلاں شخص نے یہ بات کی تھی......حالانکہ بات کچھ بھی نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ اُس سے فتنہ پیدا ہو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ دوسرے شخص کی یا اشخاص کی جن کے متعلق باتیں کی جارہی ہیں صرف بدنامی ہو رہی ہوتی ہے۔ اس بیہودگی کو روکنے کیلئے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کسی انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات لوگوں میں بیان کرتا پھرے۔''

(خطاب سالانہ اجتماع جرمنی 11 جون 2006ء۔ از مشعل راہ جلد 5 حصہ 4 ص 54-55)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہمیشہ اس برائی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

افواہیں پھیلانا۔۲

☆ **ارشادِ باری تعالیٰ ہے:**

یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا إِنْ جَاءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَیَّنُوا أَنْ تُصِیْبُوا قَوْماً بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلَی مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِیْنَ﴿الحجرات: 7﴾

''اے وہ لوگو جوایمان لائے ہو! تمہارے پاس اگر کوئی بدکردار کوئی خبر لائے تو اس کی چھان بین کرلیا کرو، ایسا نہ ہو کہ تم جہالت سے کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو پھر تمہیں اپنے کئے پر پشیمان ہونا پڑے۔''

☆ **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:**

کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَاسَمِعَ

کسی شخص کے گناہگار ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات لوگوں میں بیان کرتا پھرے۔

(سنن ابی دائود کتاب الادب باب التشدید فی الکذب)

☆ **سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:**

''طریق تقویٰ یہ ہے کہ جب تک فراستِ کاملہ اور بصیرتِ صحیحہ حاصل نہ ہو تب تک کسی چیز کے ثبوت یا عدم ثبوت کی نسبت حکم نافذ نہ کیا جاوے۔''

(الحق مباحثہ لدھیانہ از روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 19)

☆ **پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

''پس آپ...... ہمیشہ یاد رکھیں کہ ذرا سی بھی غلط بیانی اگر خود کرتے ہیں یا جن کے چھوٹے بچے ہیں وہ اپنے بچوں کے سامنے کریں گے تو جھوٹ سکھانے والے بن جائیں گے۔ پھر ایک بیماری ہے،

زبان کے چسکے کے لئے مزے لینے کے لئے ہر سنی سنائی بات مجلسوں میں یا اپنے دوستوں میں بیان کرنے لگ جاتے ہیں کہ فلاں شخص نے یہ بات کی تھی...... حالانکہ بات کچھ بھی نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ اس سے فتنہ پیدا ہو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ دوسرے شخص کی یا اشخاص کی جن کے متعلق باتیں کی جارہی ہیں صرف بدنامی ہو رہی ہوتی ہے۔ اس بیہودگی کو روکنے کیلئے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کسی انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات لوگوں میں بیان کرتا پھرے۔ پھر ایک بیماری ہے کسی بات کو دو آدمیوں کے درمیان اس طرح بیان کرنا جس سے دو مومنوں کے درمیان رنجش پیدا ہو یا پیدا ہونے کا خطرہ ہو اور کئی دفعہ ایسے واقعات ہوتے ہیں جس سے ایک شخص اپنی بدفطرتی کی وجہ سے دو خاندانوں میں پھوٹ ڈال دیتا ہے، فتنہ پیدا کر دیتا ہے...... پس ہمیشہ ایسی باتوں سے بچنا چاہئے۔‘‘

(خطاب سالانہ اجتماع جرمنی 11 جون 2006ء از مشعل راہ جلد 5 حصہ 4 صفحہ 54-55)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کماحقہٗ ان نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

افواہیں پھیلانا۔۳

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَا أَیُّهَا الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا إِنۡ جَاءَ کُمۡ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَیَّنُوا أَنۡ تُصِیۡبُوا قَوۡماً بِجَهَالَةٍ فَتُصۡبِحُوا عَلَى مَا فَعَلۡتُمۡ نَادِمِیۡنَ﴿الحجرات:7﴾

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے پاس اگر کوئی بدکردار کوئی خبر لائے تو اس کی چھان بین کرلیا کرو، ایسا نہ ہو کہ تم جہالت سے کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو پھر تمہیں اپنے کئے پر پشیمان ہونا پڑے۔

☆آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کَفٰی بِالۡمَرۡءِ اِثۡمًا اَنۡ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَاسَمِعَ

کسی شخص کے گناہگار ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات لوگوں میں بیان کرتا پھرے۔

(سنن ابی دائود کتاب الادب باب التشدید فی الکذب)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نَوَّرَ اللّٰہُ مَرۡقَدَہٗ فرماتے ہیں:

''قرآن اِس طریق کو منع کرتا ہے کہ ہر ایک امن یا خوف کی بات کو سوائے عظیم الشان انسان کے کسی اَور تک پہنچایا جاوے۔''

(حقائق الفرقان جلد 2 صفحہ 47)

☆سیدنا حضرت مصلح موعود نَوَّرَ اللّٰہُ مَرۡقَدَہٗ فرماتے ہیں:

''انسان کا قاعدہ ہے کہ جو چیز کثرت سے اُس کے سامنے آئے وہ اُس کی نظر میں حقیر ہو جاتی ہے اور جس بات کے متعلق یہ عام چرچا ہو کہ لوگ کثرت سے کرتے ہیں وہ بالکل معمولی سمجھی جاتی ہے۔اس اصول کے ماتحت جو بات لوگوں میں عام طور پر پھیلائی جائے اُس کا لوگوں پر یہ اثر پڑتا ہے کہ

معمولی بات ہے۔اور جب اس قسم کے الزام کثرت سے لگائے جائیں اور لوگ اُن کے پھیلانے میں کسی کی عزت کی پرواہ نہ کریں تو لازماً وہ اُن باتوں کو معمولی سمجھیں گے اور جب معمولی سمجھیں گے تو اُن کا ارتکاب بھی اُن کیلئے معمولی بات ہوگی۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم ایسا کروگے اور اس قسم کی افواہوں کو نہیں روکو گے تو تمہاری قوم اُن کو معمولی سمجھنے لگے گی۔اور جب معمولی سمجھے گی تو اس کا اِرتکاب بھی کثرت سے کرے گی۔اس لئے ایسی باتوں کو پھیلنے ہی نہ دو۔اسی نکتہ کی طرف رسول کریم ﷺ نے بھی ان الفاظ میں توجہ دلائی ہے کہ مَنْ قَالَ هَلَکَ الْقَوْمُ فَهُوَ اَهْلَکَهُمْ۔یعنی جس شخص نے یہ اعلان کرنا شروع کر دیا کہ ہماری قوم تباہ ہوگئی وہ اپنی قوم کو تباہ کرنے والا ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 276-277)

☆ **پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

''ہمیں واضح حکم ہے کہ جو باتیں معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے والی ہوں یا بگاڑ پیدا کرنے کا باعث ہوسکتی ہوں، اُن کی تشہیر نہیں کرنی، اُن کو پھیلانا نہیں ہے۔''

(خطبہ جمعہ 19 نومبر 2004ء۔خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 829)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کما حقہٗ ان نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

افواہ سازی

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ (الحجرات:۷)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے پاس اگر کوئی بدکردار کوئی خبر لائے تو اس کی چھان بین کرلیا کرو، ایسا نہ ہو کہ تم جہالت سے کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو پھر تمہیں اپنے کئے پر پشیمان ہونا پڑے۔

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کسی شخص کے گناہگار ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات لوگوں میں بیان کرتا پھرے۔''

(سنن ابی دائود کتاب الادب باب التشدید فی الکذب)

☆پھر فرمایا:

''نہیں ہے سنی سنائی بات خود دیکھنے کی طرح۔''

(مسند احمد بن حنبل)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں:

''بدکاری فسق وفجور سب گناہ ہیں۔مگر یہ ضرور دیکھا جاتا ہے کہ شیطان نے جو یہ جال پھینکا ہے اس سے بجز خدا کے فضل کے کوئی نہیں بچ سکتا بعض وقت یونہی جھوٹ بول دیتا ہے مثلاً بازیگر نے دس ہاتھ چھلانگ ماری ہو تو محض دوسروں کو خوش کرنے کے لئے یہ بیان کر دیتا ہے کہ چالیس ہاتھ کی ماری ہے۔اس قسم کی شرارتیں شیطان نے پھیلا رکھی ہیں اس لئے چاہئے کہ تمہاری زبانیں تمہارے قابو میں

ہوں۔ ہر قسم کے لغو اور فضول باتوں سے پرہیز کرنے والی ہوں۔ جھوٹ اس قدر عام ہو رہا ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ درویش، مولوی، قصہ گو، واعظ اپنے بیانات کو سجانے کے لئے خدا سے نہ ڈر کر جھوٹ بول دیتے ہیں اور اس قسم کے اور بہت سے گناہ ہیں جو ملک میں کثرت کے ساتھ پھیلے ہوئے ہیں۔''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 265-266)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''پھر ایک بیماری ہے، زبان کے چسکے کے لئے مزے لینے کے لئے ہر سنی سنائی بات مجلسوں میں یا اپنے دوستوں میں بیان کرنے لگ جاتے ہیں کہ فلاں شخص نے یہ بات کی تھی...... حالانکہ بات کچھ بھی نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ اس سے فتنہ پیدا ہو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ دوسرے شخص کی یا اشخاص کی جن کے متعلق باتیں کی جارہی ہیں صرف بدنامی ہو رہی ہوتی ہے۔ اس بیہودگی کو روکنے کیلئے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کسی انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات لوگوں میں بیان کرتا پھرے۔ پھر ایک بیماری ہے کسی بات کو دو آدمیوں کے درمیان اس طرح بیان کرنا جس سے دو مومنوں کے درمیان رنجش پیدا ہو یا پیدا ہونے کا خطرہ ہو اور کئی دفعہ ایسے واقعات ہوتے ہیں جس سے ایک شخص اپنی بدفطرتی کی وجہ سے دو خاندانوں میں پھوٹ ڈال دیتا ہے، فتنہ پیدا کر دیتا ہے۔ پہلے کہا جاتا تھا کہ عورتیں ایسی باتیں کرتی ہیں لیکن اب تو مردوں میں بھی یہ بیہودگی اور لغویات پیدا ہو چکی ہیں...... جس سے دو خاندانوں کے تعلقات ختم ہو جاتے ہیں۔ لیکن اب تو اس حد تک یہ بڑھ چکی ہے کہ بعض دفعہ فکر پیدا ہو جاتی ہے۔ میاں بیوی میں پھوٹ ڈال دی جاتی ہے۔ تو ایسے فتنہ پیدا کرنے والے شخص کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''وہ آدمی بدترین ہے جس کے دو منہ ہوں''، یعنی ایک کے پاس جا کے کوئی بات کی دوسرے کے پاس جا کے کچھ بات کی تا کہ فتنہ پیدا ہو۔ اور بڑا منافق اور چغل خور ہے ایسا شخص۔ پس ہمیشہ ایسی باتوں سے بچنا چاہئے۔ یہ عمر ہے بچوں کی بھی، نوجوانوں کی بھی، جو جوانی میں داخل ہو رہے ہیں ان کی بھی اور جو نوجوان ہیں ابھی ان کی بھی کہ اس عمر میں اپنے آپ کو جتنی عادت ڈال لیں گے برائیوں سے بچنے کی، اتنی زیادہ اصلاح کی طرف قدم بڑھتا چلا جائے گا۔''

(خطاب سالانہ اجتماع جرمنی 11 جون 2006ء از مشعل راہ جلد 5 حصہ 4 صفحہ 54-55)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشاعت فحشاء

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ أَن تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِيْ الَّذِيْنَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ فِيْ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُوْن﴿النور : ۲۰﴾

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں جو ایمان لائے بے حیائی پھیل جائے اُن کے لئے دردناک عذاب ہوگا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔اور اللہ جانتا ہے جبکہ تم نہیں جانتے۔

☆حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''میری ساری امت کو معافی مل جائے گی لیکن کھلم کھلا گناہ کرنے والے بے حیاؤں کو معاف نہیں کیا جائے گا۔بے شرمی اور بے حیائی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ انسان رات کو کوئی برا کام کرے اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے لیکن وہ صبح اٹھ کر لوگوں کو بتاتا پھرے کہ میں نے رات کو یہ برا کام کیا تھا اللہ تعالیٰ تو اس کی پردہ پوشی کرتا ہے لیکن وہ خود اپنا پردہ فاش کرتا ہے۔''

(بخاری کتاب الادب ستر المؤمن علی نفسه)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''عام طور پر ایک مرض لوگوں میں دیکھی جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مرد یا عورت کی نسبت یہ بیان کرے کہ وہ بدکار ہے یا اس کا دوسرے سے تعلق بدکاری کا ہے تو چونکہ نفس ایسے معلومات کی وسعت سے لذت پاتا ہے اس لیے اس راوی کے بیان پر بلا تحقیق یہ خیال کر لیا جاتا ہے کہ یہ واقعہ بالکل سچا ہے اور اسے شہرت دینے میں سعی کی جاتی ہے اور اس طرح سے نیک مرد اور نیک عورتوں کی نسبت ناپاک خیال لوگوں کے دلوں میں متمکن ہو جاتے ہیں اور جن کی شہرت ہوتی ہے ان کے دلوں پر اس سے کیا صدمہ گذرتا ہے اس کو ہر ایک محسوس نہیں کر سکتا اسی لیے خدا تعالیٰ نے ایسی شہرت دینے والوں کے لیے اسی ۸۰ دُرّے سزا مقرر فرمائی ہے۔''

فرمایا:

’’خدا تعالیٰ نے اپنی پاک کلام میں شہرت دینے والوں کے لیے بشرطیکہ وہ اسے ثابت نہ کرسکیں اَسّی ۸۰ دُرّے سزا رکھی ہے اس لیے کہ جو شہرت دیتا ہے اسے اس مقدمہ میں مدعی گردانا گیا ہے اور اسی سے چار گواہ طلب کئے گئے ہیں کہ اگر وہ سچا ہے تو اپنے علاوہ چار گواہ رویت کے لاوے یہ غلطی ہے کہ ایسے شخص کو بھی گواہوں میں شمار کیا جاوے۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۴۸ تا ۴۹ البدر جلد ۲ نمبر ۳۲ صفحہ ۲۵۹ مورخہ ۴؍ ستمبر ۱۹۰۳ء)

☆ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوّر اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

’’ایسی باتیں کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ فحش پر دلیر ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جب نوجوان سنتے ہیں کہ ہمارے بڑے بھی ایسے کام کر لیتے ہیں تو وہ بھی ایسے کام کرنے لگ جاتے ہیں۔ پس اس جرم پر جو سخت سزا تجویز کی گئی ہے تو وہ صرف فرد کی عزت کی حفاظت کیلئے نہیں بلکہ قوم کی عزت اور اس کے اخلاق کی حفاظت کیلئے ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان اس قسم کی باتیں کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے مگر بہت ہیں جو ایسی باتیں سنتے ہیں اور سنتے ہی نہیں آگے پہنچاتے ہیں۔ اور جب پوچھا جائے تو کہہ دیتے ہیں کہ یونہی بات منہ سے نکل گئی تھی حالانکہ اللہ تعالیٰ واضح طور پر فرماتا ہے کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے عذاب کا نشانہ بنا دیتی ہے۔ پس اس بہت بڑے گناہ سے بچو اور کوشش کرو کہ کبھی تمہارے منہ سے کسی کے متعلق ایسی بات نہ نکلے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علم النفس کا ایک ایسا نکتہ بیان کیا ہے جو قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کا ایک زبردست ثبوت ہے۔ کیونکہ علم النفس کی تحقیق پہلے زمانہ میں نہیں ہوئی تھی یہ تحقیق انیسویں صدی میں شروع ہوئی اور اب بیسویں صدی میں اس نے ایک علم کی صورت اختیار کی ہے۔ وہ مسئلہ جو قرآن کریم نے ان آیات میں بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ بری باتوں کا مجالس میں تذکرہ نہیں کرنا چاہئیے ورنہ وہی برائیاں لوگوں میں کثرت کے ساتھ پھیل جائیں گی۔ بے شک دنیا میں لوگ کثرت سے ڈاکہ اور چوری وغیرہ برے افعال سے نفرت کرتے ہیں لیکن باوجود اس کے میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان کا ذکر لوگوں میں کثرت سے ہونے لگے تو تھوڑے ہی دنوں میں تم دیکھو گے کہ ڈاکہ کی وارداتیں زیادہ ہونے

لگی ہیں......... غرض جب اشاعت فحش ہواور بدی کا ذکر عام طور پر لوگوں کی زبان پر ہو۔تو وہ بدی قوم میں پھیل جاتی ہے۔اسی لئے ہماری شریعت نے عیوب کا عام تذکرہ ممنوع قرار دیا ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۲۷۴۔۲۷۶)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قوم میں مایوسی پیدا کرنے کی ممانعت

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ (الحجر:۵۷)

ترجمہ: بھلا گمراہوں کے سوا کون ہے جو اپنے رب کی رحمت سے مایوس ہو جائے۔

☆**حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**

''جب آدمی نے یہ کہا لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ خود سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔''

(صحیح مسلم کتا ب البر و الصله و الایما ن)

☆**حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:**

''انسان کو چاہیے کہ مایوس نہ ہووے۔ گناہوں کا حملہ سخت ہوتا ہے اور اصلاح مشکل نظر آتی ہے مگر گھبرانا نہیں چاہیے۔ بعض لوگ کہتے ہیں ہم تو بڑے گناہ گار ہیں: نفس ہم پر غالب ہے۔ ہم کیونکر نیکوکار ہو سکتے ہیں۔ ان کو سوچنا چاہیے کہ مومن کبھی ناامید نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونے والا شیطان ہے اور کوئی نہیں۔ مومن کو کبھی بزدل نہیں ہونا چاہیے گو کیسا ہی گناہ سے مغلوب ہو پھر بھی خدا تعالیٰ نے انسان میں ایک ایسی قدرت رکھی ہے کہ وہ بہر حال گناہ پر غالب آ ہی جاتا ہے۔ انسان میں گناہ سوز قوت خدا تعالیٰ نے رکھی ہے جو اس کی فطرت میں موجود ہے۔''

(ملفوظات جلد پنجم: صفحہ ۴۲۲)

☆**حضرت خلیفة المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:**

'' مایوسی یقین کے مقابل پر ہے اور سب سے مہلک ہتھیار ہے اسی لیے قرآن کریم نے شیطان کا ایک نام مایوس قرار دیا ہے۔ ابلیس لفظ میں مویوسیت پوئی جاتی ہے اور اس کے معنوں میں یہ بات داخل ہے۔ چنانچہ ابلیس کا بھی سب سے بڑا ہتھیار مایوسی پیدا کرنا ہے۔ جب وہ مومن کے دل میں اپنے مستقبل کے بارے میں مایوسی پیدا کر دیتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اس کے بعد مومن نہیں زندہ رہ

سکتا، ایمان کی حالت میں زندہ نہیں رہ سکتا اور اسکی ہلاکت اور مایوسی ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ چنانچہ حضورﷺ نے اس موضوع پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور بار بار متوجہ فرمایا ہے۔ کہ مایوسی گناہ ہے، مایوسی کفر ہے نہایت ہی خطرناک اور مہلک چیز ہے۔ جس کے بعد انسان کی زندگی کا کوئی سوال باقی نہیں رہتا۔‘‘

(خطبات طاہر جلد ۶ صفحہ ۱۰۶ تا ۱۰۷)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ   بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ماپ تول

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَیۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِیۡنَ ۝ الَّذِیۡنَ اِذَا اکۡتَالُوۡا عَلَی النَّاسِ یَسۡتَوۡفُوۡنَ ۝ وَاِذَا کَالُوۡہُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡہُمۡ یُخۡسِرُوۡنَ ۝ (المطففین:2تا4)

ترجمہ: ہلاکت ہے تول میں ناانصافی کرنے والوں کے لئے۔یعنی وہ لوگ کہ جب وہ لوگوں سے تول لیتے ہیں بھرپور(پیمانوں کے ساتھ) لیتے ہیں۔اور جب اُن کو ماپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔

☆حضرت ابی حمراءؓ بیان کرتے ہیں:

''حضور ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو غلہ کا تاجر تھا حضورؐ نے اس کے غلہ کے برتن کے اندر ہاتھ ڈال کر دیکھا تو محسوس کیا کہ نیچے کا غلہ گیلا ہے تو آپؐ نے فرمایا تم دھوکا دیتے ہو۔دیکھو دھوکا فریب دینا ہم مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے۔''

(سنن ابن ماجہ ابواب التجارات باب النھی عن الغش)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں:

''جب تم ماپو تو پورا ماپو۔جب تم وزن کرو تو پوری اور بے خَلل ترازو سے وزن کرو اور کسی طور سے لوگوں کو ان کے مال کا نقصان نہ پہنچاؤ۔...یعنی اس نیت سے کہ چوری کریں یا ڈاکہ ماریں یا کسی کی جیب کتریں یا کسی اور ناجائز طریق سے بیگانہ مال پر قبضہ کریں۔.. جس طرح دوسروں کا مال دبا لینا ناجائز ہے اسی طرح خراب چیزیں بیچنا۔اچھی کے عوض میں بری دینا بھی ناجائز ہے۔''

(روحانی خزائن جلد10 صفحہ 347،348)

☆پھر آپؑ نے فرمایا:۔

''کھوٹ والا کام ہرگز نہیں کرنا چاہیے اور لوگوں کو کہہ دیا کرو کہ اب ہم نے توبہ کر لی ہے جو ایسے کہتے ہیں کہ کھوٹ ملا دو وہ گناہ کی رغبت دلاتے ہیں۔ پس ایسا کام اُن کے کہنے پر بھی ہرگز نہ کرو۔ برکت دینے والا خدا ہے اور جب آدمی نیک نیتی کے ساتھ ایک گناہ سے بچتا ہے تو خدا ضرور برکت دیتا ہے۔''

(ملفوظات جلد3 صفحہ 228)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

''جب انسان ماپ اور تول والی چیزوں کو لینے لگتا ہے تو زیادہ لیتا ہے یعنی دوسرے کے حق کو چھیننے کی کوشش کرتا ہے اور جب اسے کوئی چیز دینے لگتا ہے تو کم تول کر یعنی کم اور چھوٹے پیمانے سے اس کو ادا کرتا ہے... اس میں صرف کَیل اور میزان ہی نہیں بلکہ معنی کے لحاظ سے ہر ایک چیز کا پیمانہ مراد ہے مثلاً باہمی معاہدات ہوتے ہیں کہ اس قسم کی چیز دینی لینی ہے جیسے مثلاً روئی ہے تو اس قسم کی روئی ہو۔ گندم ہے تو اس قسم کی گندم ہو۔.... تاہم لین دین میں اس معاہدہ کی اصل روح کو مدنظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ قومیں جو اپنے عہد و پیمان کو انصاف سے پورا کرنے والی نہیں ہوتیں وہ اقتصادی لحاظ سے کبھی نہیں اُبھریں۔''

(خطبات ناصر جلد2 صفحہ 733،734)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رشوت خوری سے اجتناب

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوْا فَرِيْقاً مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿البقرہ: ۱۸۹﴾

☆ترجمہ: اور اپنے ہی اموال اپنے درمیان جھوٹ فریب کے ذریعہ نہ کھایا کرو۔ اور نہ تم انہیں حکام کے سامنے (اس غرض سے) پیش کرو کہ تم گناہ کے ذریعہ لوگوں کے (یعنی قومی) اموال میں سے کچھ کھا سکو حالانکہ تم (اچھی طرح) جانتے ہو۔

☆**حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ:**

''آنحضرت ﷺ نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت کی ہے''۔

(رواہٗ ابوداؤد ، مشکوۃ باب الولایا و ھدایاھم)

☆**حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:**

''ایک عیب رشوت بھی ہے اور مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض لوگ اس میں مبتلا ہیں۔ یاد رکھو کہ ہر ایک ملازم پر اللہ تعالیٰ اور اس کی طرف سے جس کا وہ ملازم ہے فرض ہے کہ اپنی ملازمت کے حقوق ادا کرے اور رشوت لینے اور دینے والا دونوں گنہگار ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے اس کو بہت بڑا عیب قرار دیا ہے اور قرآن کریم میں بھی آتا ہے **وَتُدْلُوْا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ** اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ جھوٹے مقدمے عدالتوں میں نہ لے جاؤ اور یہ بھی کہ رشوت کے ذریعے اپنے کام نہ کراؤ۔ مجھے افسوس کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ بعض محکموں والے اس عیب سے بری نہیں ہیں۔ ہر ایک محکمہ والے اور خاص کر نہر اور پولیس کے محکمہ والوں کو اس سے بچنے کیلئے خاص کوشش کرنی چاہئے۔ ایک شخص نے مجھے لکھا کہ میں احمدی ہونا چاہتا ہوں مگر میں چونکہ رشوت لیتا رہا ہوں اس لئے احمدی ہو کر احمدیت کو بدنام کرنا نہیں چاہتا۔ جن سے میں نے رشوت لی ہے احمدی ہونے سے پہلے ان کو ادا کر دینا چاہتا ہوں۔ اس

کے پاس چھ سات سو روپیہ تھا وہ اس نے دے دیا پھر اس نے پوچھا رشوت تو میں نے چار پانچ ہزار لی ہوگی مگر میرے پاس اور روپیہ نہیں کیا میں جدّی جائیداد بیچ کر ادا کروں؟ میں نے اسے لکھا جدّی جائیداد تو رشوت کے روپیہ سے نہیں بنی اس لئے اگر نہ دو تو حرج نہیں مگر اس نے لکھا کہ بہتر کون سی بات ہے؟ میں نے لکھا بہتر تو یہی ہے کہ جن سے رشوت لی ہے ان کو واپس کر دو چنانچہ اس نے اپنی جائیداد رَہَن رکھ کر رشوت واپس کر دی۔

جو شخص اس عیب میں مبتلا ہو اس کو ایسی ہی حالت پیدا کرنی چاہئے۔ دیکھو اگر ایک نہر کا پٹواری پانی چھوڑنے سے پہلے رشوت لیتا ہے تو جب وہ تبلیغ کرے گا اس کا کیا اثر ہوگا؟ ایک طرف تو وہ مالی طور پر دوسروں کو نقصان پہنچائے گا دوسری طرف اس کے اس فعل سے احمدیت کی اشاعت میں روک پیدا ہوگی اور اس کو دو گناہ ہوں گے''۔

(انوار العلوم جلد ۷ صفحہ ۳۰ تا ۳۱)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اسی طرح بعض لوگ ہیں جو رشوت کو خدا بنا لیتے ہیں اور ہر حرص کے وقت سوچتے ہیں کہ رشوت دے کر کام چلائے جائیں گے، بعض لوگوں نے سفارشوں کو خدا بنایا ہوتا ہے اور بعض نے دوستیوں کو خدا بنایا ہوا ہوتا ہے اور وہ ہر جائز اور ناجائز ذرائع کو اختیار کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ وہ کوشش کرتے ہیں کہ ہر حالت میں کسی نہ کسی طرح ان کی حرص پوری ہونی چاہئے۔ اس کے برعکس ایسے بھی بندے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ راتوں کو اٹھتے ہیں اور خوف اور طمع میں دعا کا رخ میری جانب پھیر دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اے خدا! ہمارا اور کوئی سہارا نہیں ہے نہ ہمیں کسی کی دوستی کی پرواہ ہے اور نہ اس پر اعتماد، نہ ہی ہم ناجائز طریق اختیار کر سکتے ہیں کیونکہ اس سے تو نے منع کر دیا ہے، اس بے بسی کی حالت میں ہم تیری طرف ہی جھکتے ہیں اور تجھے ہی پکارتے ہیں کہ تو ہماری مدد فرما۔ اس پر خدا تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ ہم ان کی دعاؤں کو قبول کرتے ہیں اور یہ کرتے ہیں اور وہ کرتے ہیں بلکہ یہ گویا understood یعنی تسلیم شدہ بات ہوتی ہے کہ ایسی دعائیں لازماً قبول ہوں گی''۔

(خطبات طاہر جلد دوم صفحہ ۳۹۶ خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۲۹ جولائی ۱۹۸۳ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سود سے اجتناب

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیْنَ یَأْکُلُوْنَ الرِّبَا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰی فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ ﴿البقرہ:۲۷۶﴾

☆ترجمہ: وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں وہ کھڑے نہیں ہوتے مگر ایسے جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے (اپنی) مَس سے حواس باختہ کر دیا ہو۔ یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے کہا یقیناً تجارت سود ہی کی طرح ہے۔ جبکہ اللہ نے تجارت کو جائز اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ پس جس کے پاس اُس کے ربّ کی طرف سے نصیحت آ جائے اور وہ باز آ جائے تو جو پہلے ہو چکا وہ اسی کا رہے گا اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اور جو کوئی دوبارہ ایسا کرے تو یہی لوگ ہیں جو آگ والے ہیں۔ وہ اس میں لمبا عرصہ رہنے والے ہیں۔

☆حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ:

’’رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے کھلانے والے، اس کی تحریر کرنے اور اس کے گواہوں پر لعنت کی ہے اور فرمایا کہ یہ سب برابر ہیں‘‘۔

(مسلم کتاب المساقاۃ باب لعن آکل الربا و مؤکلہٖ)

☆ ایک مرتبہ شیخ نور احمد صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے بینک کے سود کے متعلق تذکرہ کیا کہ بینک والے ضرور سود دیتے ہیں پھر اسے کیا کیا جاوے؟

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''ہمارا یہی مذہب ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہمارے دل میں ڈالا ہے کہ ایسا روپیہ اشاعت دین کے کام میں خرچ کیا جاوے۔ یہ بالکل سچ ہے کہ سود حرام ہے لیکن اپنے نفس کے واسطے۔ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں جو چیز جاتی ہے وہ حرام نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ حرمت اشیاء کی انسان کے لیے ہے نہ اللہ تعالیٰ کے واسطے۔ پس سود اپنے نفس کے لیے، بیوی بچوں، احباب، رشتہ داروں اور ہمسایوں کے لیے بالکل حرام ہے۔ لیکن اگر یہ روپیہ خالصتاً اشاعت دین کے لئے خرچ ہو تو حرج نہیں ہے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ اسلام بہت کمزور ہو گیا ہے اور پھر اُس پر دوسری مصیبت یہ ہے کہ لوگ زکوٰۃ بھی نہیں دیتے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت دو مصیبتیں واقع ہو رہی ہیں اور دو حرمتیں روا رکھی گئی ہیں۔ اول یہ کہ زکوٰۃ جس کے دینے کا حکم تھا وہ دیتے نہیں اور سود جس کے لینے سے منع کیا تھا وہ لیتے ہیں۔ یعنی جو خدا تعالیٰ کا حق تھا وہ تو دیا نہیں اور جو اپنا حق نہ تھا اُسے لیا گیا۔

جب ایسی حالت ہو رہی ہے اور اسلام خطرناک ضعف میں مبتلا ہے تو میں یہی فتویٰ دیتا ہوں کہ ایسے سودوں کی رقمیں جو بینک سے ملتا ہے یک مشت اشاعت دین میں خرچ کرنی چاہئیں۔ میں نے جو فتوی دیا ہے وہ عام نہیں ہے ورنہ سود کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔ مگر اس ضعف اسلام کے زمانہ میں جبکہ مالی ترقی کے ذریعے پیدا نہیں ہوئے اور مسلمان توجہ نہیں کرتے ایسا روپیہ اسلام کے کام میں لگنا حرام نہیں ہے۔

قرآن شریف کے مفہوم کے موافق جو حرمت ہے وہ یہی ہے کہ وہ اپنے نفس کے لیے اگر خرچ ہو تو حرام ہے۔ یہ بھی یاد رکھو جیسے سود اپنے لیے درست نہیں کسی اور کو اس کا دینا بھی درست نہیں۔ ہاں خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ایسے مال کا دینا درست ہے اور یہی اس کا طریق ہے کہ وہ صرف اشاعت اسلام میں خرچ ہو''۔

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۳۶۷ تا ۳۶۹)

☆ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے حکم کے مطابق سود سے بچیں۔ گھریلو سطح پر اگر قناعت ہو جائے تو نہ زائد گھریلو ضروریات ہوں گی نہ قرض کی خواہش ہوگی۔ نہ ہمسائے کا اچھا صوفہ یا کوئی چیز دیکھ کر یہ خیال

ہوگا کہ میں بھی خریدوں۔ نہ اپنے دوست کی اچھی کار دیکھ کر یہ خیال ہوگا کہ میرے پاس بھی ایسی کار ہو۔ اور نہ کسی عزیز کا گھر دیکھ کر فوری طور پر گھر خریدنے کی خواہش بھڑکے گی۔ بے شک گھر ہونا چاہئے، ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے لیکن سود کے پیسے سے نہیں''۔

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ پنجم صفحہ ۲۴۶)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بخل

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُونَ وَیَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُونَ مَا آتَاھُمُ اللّٰہُ مِن فَضْلِہِ وَأَعْتَدْنَا لِلْکَافِرِیْنَ عَذَاباً مُّھِیْنا. ﴿النساء : ۳۸﴾

ترجمہ:(یعنی) وہ لوگ جو(خود بھی) بخل کرتے ہیں۔اور لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم دیتے ہیں۔اوراُس کو چھپاتے ہیں جواللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے۔اور ہم نے کافروں کے لئے بہت رُسوا کرنے والا عذاب تیار کیا ہے۔

☆**حضرت ابو ہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:**

''بخیل اور سخی کی مثال ان دوآدمیوں کی سی ہے جنہوں نے سینے تک لوہے کی قمیص پہنی ہوئی ہے جس میں وہ جکڑے ہوئے ہیں۔سخی جب کچھ خرچ کرتا ہے تو اس کی آہنی قمیص کا حلقہ کھل جاتا ہے اور اس طرح آہستہ آہستہ وہ قمیص کھل جاتی ہے اور آخر کار وہ اسکی جڑ سے آزاد ہوجاتا ہے لیکن بخیل کو وہ قمیص جکڑتی چلی جاتی ہے اور اس طرح اس کی گرفت بڑھتی جاتی ہے۔''

(مسند احمد صفحہ ۲/۲۵۶)

☆**حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔**

''ایک بداخلاقی بخل کی ہے باوجود یکہ خدا تعالیٰ نے اسکو مقدرت دی ہے مگر یہ انسانوں پر رحم نہیں کرتا ہمسایہ خواہ ننگا ہو بھوکا ہو مگر اس کو اس پر رحم نہیں آتا مسلمانوں کے حقوق کی پروا نہیں کرتا وہ بجز اس کے کہ دنیا میں مال ودولت جمع کرتا رہے اور کوئی کام دوسروں کی ہمدردی اور آرام کے لیے نہیں رکھتا حالانکہ اگر وہ چاہتا اور کوشش کرتا تو اپنے قویٰ اور دولت سے دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتا تھا مگر وہ اس بات کی فکر نہیں کرتا۔غرضیکہ طرح طرح کے گناہ ہیں جن سے بچنا ضروری ہے۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ نمبر ۶۰۹)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

''بخل کے معنے بھی حق کوادا نہ کرنے کے ہیں۔ کیونکہ بخل یہ ہے کہ کسی چیز کودوسرے کودینے سے روکے رکھنا جس کے روکے رکھنے کا اسے کوئی حق نہ تھا۔جس کا مطلب یہ ہے کہ زید کا بکر پراللہ تعالیٰ نے ایک حق قائم کیا تھااور بکر یہ حق ادا کرنے سے گریز کرتا ہےاس کو بخل کہتے ہیں۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ بخل کی آفت فخر ومباہات کے منبع سے سرابھارتی ہے،اور بخل سے پرہیز کرنے کا بہترین طریق یہ ہے کہ فخر ومباہات سے اجتناب کیا جائے۔پس بخل کے معنے یہ ہوئے کسی کا حق تھااور یہ حق کسی دوسرے پر تھالیکن جس پر حق تھا وہ یہ حق حقدار کوادانہیں کررہا..........اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بخیل کے لئے اس کا بخل اچھے نتائج پیدانہیں کرے گا یہ اس کے لئے خیر کا موجب نہیں ہوگا۔بعض قومیں بڑی بخیل ہیں اگر آپ ان کی تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ اپنے تاریخی ادوار میں اللہ تعالیٰ کی ہرقسم کی لعنتوں کی وارث بنتی رہی ہیں۔خیر کی وارث کبھی نہیں بنیں کیونکہ فرمایا ہے بَلۡ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمۡ اس بخل کا نتیجہ خیر ہو ہی نہیں سکتا بلکہ ان کی بعض دنیوی ترقیات کے لئے ،ان کے ذہنی نشوونما کے لئے ان کی اخلاقی ترقیات کے لئے اوران کی روحانی ترقیات کے لئے برا نتیجہ نکلے گا اور پھر اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو نیک قوتیں اوراستعدادیں عطا کی ہیں وہ اس رنگ میں اپنے نشوونما کے کمال کو نہیں پہنچ سکیں گی کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اوراس کی رضا کو حاصل کرسکیں بلکہ ان کا یہ بخل اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت کا موجب بنے گا اورانہوں نے بخل کی وجہ سے دوسروں کے حقوق ادا نہ کرکے جو اموال یا سونا اور چاندی وغیرہ جمع کئے ہیں وہ ان کے کسی کام نہیں آئیں گے وہ ان کے گلے کا طوق بنادیئے جائیں گے......ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہم بھی اور ہماری بعد میں آنے والی نسلیں بھی اور وہ لوگ بھی جو ہمارے ساتھ بعد میں آکر شامل ہوں گے سارے ہی خدا کے فضلوں کے وارث بنیں اوراس کے انعامات کے مستحق ٹھہریں پس بخل کو دل سے نکال دینا چاہئے ......غرض اگر ہم خیر چاہتے ہیں تو ہمیں دل سے بخل نکالنا پڑے گا۔''

(خطبہ جمعہ ۱۱جولائی ۱۹۶۹ء خطبات ناصر جلد دوم صفحہ ۳۴۴۔۷۴۲ تا ۷۴۳)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لغویات سے اِعراض۔ا

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ (المؤمنون:4)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کا مفہوم یوں بیان فرماتے ہیں:

''یعنی مومن وہ ہیں جو لغو کاموں اور لغو حرکتوں اور لغو مجلسوں اور لغو صحبتوں اور لغو تعلقات سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 197)

☆حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:

مِنۡ حُسۡنِ اِسۡلَامِ الۡمَرۡءِ تَرۡکُہٗ مَا لَا یَعۡنِیۡہِ

(ترمذی ابواب الزھد)

کسی شخص کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی یعنی لغو اور فضول باتوں کو چھوڑ دے۔

☆حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ ذکر الٰہی کثرت سے کیا کرتے تھے اور بے معنی بات نہیں کرتے تھے۔

(النسائی باب ما یستحب من تقصیر الخطبہ)

☆حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میری امت میں حقیقی مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا مگر اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان لگایا ہوگا اور کسی کا مال کھایا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا۔ پس اس کی نیکیاں اُن لوگوں کو دے دی جائیں گی جن کے ساتھ اُس نے یہ سلوک کیا ہوگا۔ اگر اُس کی نیکیاں اُس کا حساب برابر ہونے سے پہلے ختم ہوگئیں تو اُن لوگوں کے گناہ اُس ظلم کرنے کی وجہ

سے اُس کے سر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اُس کو آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

(مسلم کتاب البر والصلہ باب تحریم الظلم)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لغویات سے اعراض کی بہت لطیف تشریح فرمائی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

''وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ اس کے یہی معنے ہیں کہ مومن وہی ہیں جو لغو تعلقات سے اپنے تئیں الگ کرتے ہیں اور لغو تعلقات سے اپنے تئیں الگ کرنا خدا تعالیٰ کے تعلق کا موجب ہے۔ گویا لغو باتوں سے دل کو چھڑانا خدا سے دل لگا لینا ہے۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 199۔200)

☆پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''ہر وہ چیز جو شیطان کی طرف لے جانے والی ہے وہ لغو ہے...... پھر انٹرنیٹ کا غلط استعمال ہے یہ بھی ایک لحاظ سے آجکل کی بہت بڑی لغو چیز ہے...... یہ بھی ایک قسم کا ایک نشہ ہے اور نشہ بھی لغویات میں ہے۔ کیونکہ جو اس پر بیٹھتے ہیں بعض دفعہ جب عادت پڑ جاتی ہے تو فضولیات کی تلاش میں گھنٹوں بلاوجہ، بے مقصد وقت ضائع کر رہے ہوتے ہیں۔ تو یہ سب لغو چیزیں ہیں...... پس کوشش کریں کہ...... ان تمام برائیوں اور لغویات سے اپنے آپ کو بچائیں اور اپنی زبانوں کو ذکر الٰہی سے تر رکھیں۔''

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 592)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کی لغویات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لغویات سے اِعراض۔2

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (المؤمنون:4)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کا مفہوم یوں بیان فرماتے ہیں:

’’یعنی مومن وہ ہیں جو لغو کاموں اور لغو حرکتوں اور لغو مجلسوں اور لغو صحبتوں اور لغو تعلقات سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 197)

☆حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ

(ترمذی ابواب الزھد)

کسی شخص کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی یعنی لغو اور فضول باتوں کو چھوڑ دے۔

☆حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ ذکر الٰہی کثرت سے کیا کرتے تھے اور بے معنی بات نہیں کرتے تھے۔

(النسائی باب ما یستحب من تقصیر الخطبه)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’......دنیا کی لغو باتوں اور لغو کاموں اور لغو سیر و تماشا اور لغو صحبتوں سے واقعی طور پر اُسی وقت انسان کا دل ٹھنڈا ہوتا ہے جب دل کا خدائے رحیم سے تعلق ہو جائے اور دل پر اس کی عظمت اور ہیبت غالب آ جائے۔ خدا پر ایمان لا کر ہر ایک لغو بات اور لغو کام اور لغو مجلس اور لغو حرکت اور لغو تعلق اور لغو جوش سے کنارہ کشی کی جائے۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 199-200)

☆ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''ہر وہ عمل جو نیک عمل ہے جو خُدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہے وہ عبادت بن جاتا ہے۔اگر یہ مدِّنظر رہے تو اسی چیز میں ہماری بقا ہے اور اسی بات سے پھر رسومات سے بھی ہم بچ سکتے ہیں، بدعات سے بھی ہم بچ سکتے ہیں، فضول خرچیوں سے بھی بچ سکتے ہیں، لغویات سے بھی ہم بچ سکتے ہیں اور ظلموں سے بھی ہم بچ سکتے ہیں۔ یہ ظلم ایک تو ظاہری ظلم ہیں جو جابر لوگ کرتے ہی ہیں۔ایک بعض دفعہ لاشعوری طور پر اس قسم کی رسم و رواج میں مبتلا ہو کر اپنی جان پر ظلم کر رہے ہوتے ہیں۔اور پھر معاشرے میں اس کو رواج دے کر ان غریبوں پر بھی ظلم کر رہے ہوتے ہیں جو کہ سمجھتے ہیں کہ یہ چیز شاید فرائض میں داخل ہو چکی ہے۔اور جس معاشرے میں ظلم اور لغویات اور بدعات وغیرہ کی یہ باتیں ہوں، وہ معاشرہ پھر ایک دوسرے کا حق مارنے والا ہوتا ہے......اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ایمانوں میں مضبوطی پیدا کرنے والے ہوں، اللہ اور اس کے رسول کے قول پر عمل کرنے والے ہوں۔رسم و رواج سے بچنے والے ہوں، دنیاوی ہوا و ہوس اور ظلموں سے دور رہنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے نور سے ہم ہمیشہ حصّہ پاتے چلے جائیں۔کبھی ہماری بدبختی ہمیں اس نور سے محروم نہ کرے۔''

(خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 36)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کی لغویات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لغویات سے اِعراض۔3

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (المؤمنون:4)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کا مفہوم یوں بیان فرماتے ہیں:

''یعنی مومن وہ ہیں جو لغو کاموں اور لغو حرکتوں اور لغو مجلسوں اور لغو صحبتوں اور لغو تعلقات سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 197)

☆حضرت قیسؓ بن ابی غرزۃ بیان کرتے ہیں کہ ہم بازار میں تھے کہ آنحضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا:

یقیناً بازار میں لغو اُمور اور غلط بیانی بھی ہو جاتی ہے پس صدقات کے ذریعے اسے زائل کرلو۔

(النسائی باب فی اللغو والکذب)

☆آنحضرت ﷺ نے شادی بیاہ عید اور دیگر خوشیوں کے موقع پر دَف وغیرہ کے ساتھ اچھے اشعار پڑھنے کی اجازت دی ہے لیکن حد سے آگے گزرنا اور موسیقی کی پناہ میں سکون تلاش کرنا لغو میں داخل ہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔

بُعِثْتُ بِکَسْرِ الْمَزَامِیْرِ

میں آلاتِ موسیقی کو توڑنے کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔

(تفسیر قرطبی سورہ لقمان زیر آیت 7 جلد 4 صفحہ 52 دار احیاء التراث العربی)

☆تمباکو نوشی بھی ایک لغو فعل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''تمباکو نوشی کو ہم مسکّرات میں داخل نہیں کرتے لیکن ایک لغو فعل ہے اور مومن کی شان ہے

وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ اگر آنحضرت ﷺ کے وقت میں یہ ہوتا تو آپؐ اپنے صحابہ کے لئے کبھی پسند نہ فرماتے۔''

(فتاوی مسیح موعود صفحہ 206)

☆ **نیز آپؑ فرماتے ہیں:**

''مومن صرف وہی لوگ نہیں ہیں جو نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں اور سوز و گداز ظاہر کرتے ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر وہ مومن ہیں کہ جو باوجود خشوع اور سوز و گداز کے تمام لغو باتوں اور لغو کاموں اور لغو تعلقوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور اپنی خشوع کی حالت کو بیہودہ کاموں اور لغو باتوں کے ساتھ ملا کر ضائع اور برباد ہونے نہیں دیتے اور طبعاً تمام لغویات سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں اور بیہودہ باتوں اور بیہودہ کاموں سے ایک کراہت اُن کے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 199۔200)

☆ **پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

''ایسے کھیل بھی ہیں جو عبادتوں سے روکنے والے ہیں......پھر اس قسم کی اَور لغویات ہیں جو مختلف قسم کی بُرائیاں ہیں۔تو پہلی بات یہ ہے کہ عاجزی اختیار کرو تو ایمان دل میں جگہ پائے گا پھر لغو اور بیہودہ باتوں کو ترک کرو۔''

(خطباتِ مسرور جلد 3 صفحہ 551)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کی لغویات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لغویات سے اعراض۔4

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَاماً (الفرقان:۷۳)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب وہ لغویات کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزرتے ہیں۔

☆حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کسی شخص کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی لغو اور فضول باتوں کو چھوڑ دے۔''

(ترمذی ابواب الزھد)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مومن صرف وہی لوگ نہیں ہیں جو نماز میں خشوع اختیار کرتے اور سوز وگداز ظاہر کرتے ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر وہ مومن ہیں کہ جو باوجود خشوع اور سوز وگداز کے لغو باتوں اور لغو کاموں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور اپنی خشوع کی حالت کو بے ہودہ کاموں اور بے ہودہ باتوں کے ساتھ ملا کر ضائع اور برباد ہونے نہیں دیتے اور طبعًا تمام لغویات سے علیٰحدگی اختیار کرتے ہیں اور بے ہودہ باتوں اور بے ہودہ کاموں سے ایک کراہت ان کے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے......پس دنیا کی لغو باتوں اور لغو سیر و تماشا اور لغو صحبتوں سے واقعی طور پر ایسے وقت انسان کا دل ٹھنڈا ہوتا ہے جب دل کا خدائے رحیم سے تعلق ہو جائے اور دل پر اس کی عظمت اور ہیبت غالب آ جائے''۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد۲۱ صفحہ۲۰۱)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''حقیقی مومن صرف لغو کاموں سے ہی نہیں بچتے بلکہ لغو خیالات سے بھی بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں کو لغو کی عادت ہوتی ہے۔انہی کے دلوں میں نماز پڑھتے وقت قسم قسم کے

خیالات آتے رہتے ہیں ۔جن کی وجہ سے ان کی توجہ میں انتشار پیدا ہوجاتا ہے اگر وہ لغو خیالات اپنے دل ودماغ میں پیدا ہی نہ کریں اور اگر پیدا ہوں تو ان کو روکنے کی کوشش کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس میں کامیاب نہ ہوں لیکن دیکھا گیا ہے کہ کئی لوگ محض شیخ چلّی جیسے خیالات کے چکر میں پھنسے رہتے ہیں حالانکہ ان کا کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ ایسے خیالات جو محض ظنی اور قیاسی ہوں ان میں مشغول ہونے کیلئے اپنے نفس کو ہرگز اجازت نہیں دینی چاہئے اس سے ایک اور نقص بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص بیکار خیالات اپنے دماغ کو لگا دیتا ہے تو پھر وہ معقول باتوں کی طرف توجہ کرنے کے قابل ہی نہیں رہتا۔ پس لغو خیالات اور لغو افکار سے اپنے دل ودماغ کو صاف کرکے انہیں اعلیٰ اور مفید خیالات کی طرف متوجہ رکھنا چاہئے تا کہ قوت فکر ترقی کرے اور دماغ جو اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے وہ ماؤف نہ ہو۔''

(تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۱۲۷)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کا ایک حکم ہے کہ لغویات سے بچو۔ کیونکہ اس زمانے میں بھی بہت سی ایسی لغویات ہیں جو شیطان کی گود میں پھینک دیتی ہیں۔ بہر حال یہ ایک لمبی فہرست ہے اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں بتائی ہے۔ میں جماعتی نظام کو بھی کہتا ہوں اور ذیلی تنظیموں انصار اللہ، خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کو بھی کہ ایسے پروگرام بنائیں جن سے اعلیٰ اخلاق اپنی جماعت کے، اپنی تنظیم کے ہر ممبر میں پیدا کرنے کی کوشش کریں''۔

(الفضل انٹرنیشنل ۲۳ مئی ۲۰۰۸ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز رہنا

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى. فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى ﴿النازعات: ۴۱، ۴۲﴾

ترجمہ: اور جو اپنے رب کے مرتبہ سے خائف ہوا اور اس نے اپنے نفس کو ہوس سے روکا تو یقیناً جنت ہی (اس کا) ٹھکانا ہوگی۔

☆حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص دین کے معاملہ میں کوئی ایسی نئی رسم پیدا کرتا ہے جس کا دین سے کوئی تعلق نہیں تو وہ رسم مردود اور غیر مقبول ہے''۔

(بخاری کتاب الصلح ، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''دیکھو اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: ۳۲) خدا کے محبوب بننے کے واسطے رسول اللہ ﷺ کی پیروی ہی ایک راہ ہے اور کوئی دوسری راہ نہیں کہ تم کو خدا سے ملا دے۔ انسان کا مدعا صرف اس ایک واحد لاشریک خدا کی تلاش ہونا چاہئے شرک اور بدعت سے اجتناب کرنا چاہئے رسوم کا تابع اور ہوا و ہوس کا مطیع نہ بننا چاہئے۔ دیکھو میں پھر کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی سچی راہ کے سوا اور کسی طرح انسان کامیاب نہیں ہوسکتا۔

ہمارا صرف ایک ہی رسول ہے۔ اور صرف ایک ہی قرآن شریف اس رسول پر نازل ہوا ہے جس کی تابعداری سے ہم خدا کو پا سکتے ہیں آج کل فقراء کے نکالے ہوئے طریقے اور گدی نشینوں اور سجادہ نشینوں کی سیفیاں اور دعائیں اور درود اور وظائف یہ سب انسان کو مستقیم راہ سے بھٹکانے کا آلہ ہیں۔ سو تم ان سے پرہیز کرو۔ ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کی مہر کو توڑنا چاہا گویا اپنی الگ ایک شریعت بنالی

ہے۔تم یادرکھو کہ قرآن شریف اور رسول ﷺ کے فرمان کی پیروی اور نماز روزہ وغیرہ جو مسنون طریقے ہیں ان کے سوا خدا کے فضل اور برکات کے دروازے کھولنے کی اور کوئی کنجی ہے ہی نہیں۔ بھولا ہوا ہے وہ جو ان راہوں کو چھوڑ کر کوئی نئی راہ نکالتا ہے۔ ناکام مریگا وہ جو اللہ اور اس کے رسول کے فرمودہ کا تابعدار نہیں بلکہ اور اور راہوں سے اسے تلاش کرتا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد۳ صفحہ۱۰۲، ۱۰۳)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے: فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَ هُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ (القصص:۵۱) پس اگر وہ تیری اس دعوت کو قبول نہ کریں تو جان لے کہ وہ محض اپنی خواہشات ہی کی پیروی کررہے ہیں۔ اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کی پیروی کرے۔ اللہ ہرگز ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ تو دیکھیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ صادر فرمادیا ہے جو ہمارے لئے بڑے خوف کا مقام ہے کہ جو لوگ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کررہے ہیں تو پھر وہ کبھی ہدایت نہیں پائیں گے۔ اب ہم ایک طرف تو یہ دعویٰ کررہے ہیں کہ ہم نے زمانے کے امام کو پہچان لیا، مان لیا۔ دوسری طرف جو معاشرے کی برائیاں ہیں باوجود امام کے ساتھ عہد کرنے کے کہ ان برائیوں کو چھوڑنا ہے ہم نہیں چھوڑ رہے تو کہیں ہم پھر پیچھے کی طرف تو نہیں جارہے۔ ہر ایک کو یہ محاسبہ کرنا چاہئے۔ ہر ایک کو اپنا جائزہ لینا چاہئے اگر ہم اس عہد بیعت پر قائم ہیں اپنے خدا سے ڈرتے ہوئے ہوا و ہوس سے رکے ہوئے ہیں اور ہم اس پیارے خدا کی تعریف کرتے ہوئے حمد کرتے ہوئے پھر اس کی طرف جھکتے ہیں تو وہ ہمیں اس کے عوض اپنی جنت کی بشارت دے رہا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى. فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى

(النازعات:۴۱، ۴۲)

اور جو اپنے رب کے مرتبہ سے خائف ہوا اور اس نے اپنے نفس کو ہوس سے روکا تو یقیناً جنت ہی (اس کا) ٹھکانا ہوگی‘‘

(شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں صفحہ۹۴)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بدرسومات سے اجتناب

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْباً عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرَاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ یَأْمُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَاھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبَاتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّرُوْہُ وَنَصَرُوْہُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْ اُنْزِلَ مَعَہٗ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(الاعراف:158)

ترجمہ: جو اس رسول نبی اُمّی پر ایمان لاتے ہیں جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم دیتا ہے اور انہیں بُری باتوں سے روکتا ہے اور ان کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال قرار دیتا ہے اور ان پر ناپاک چیزیں حرام قرار دیتا ہے اور ان سے ان کے بوجھ اور طوق اتار دیتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔ پس وہ لوگ جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور اسے عزت دیتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو اس کے ساتھ اتارا گیا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

☆آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یقیناً سب سے سچی تعلیم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں بیان ہوئی ہے اور سب سے بہتر ہدایت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور سب سے بُرے امور (میری سنت میں) نئی چیزیں پیدا کرنا ہے کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا انجام بالآخر دوزخ ہے۔''

(سنن النسائی کتاب الصلوٰۃ العیدین باب کیف الخطبۃ)

پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''جس نے اسلام میں کوئی اچھی روایت قائم کی تو اسے اپنے ثواب کے علاوہ ان لوگوں کا بھی ثواب ملے گا جو اس پر عمل کریں گے۔ بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کمی کی جائے اور جو کوئی اسلام میں بُری روایت جاری کرے گا۔ تو اسے اپنے گناہ کے علاوہ ان لوگوں کے گناہ میں سے بھی حصہ ملے گا جو اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ بغیر اس کے کہ ان کے گناہ میں کوئی کمی کی جائے۔''

(مسلم کتاب الزکوۃ باب الحث علی الصدقة)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے گھروں میں قسم قسم کی خراب رسمیں اور نالائق عادتیں جن سے ایمان جاتا رہتا ہے، گلے کا ہار ہو رہی ہیں۔ اور ان بری رسموں اور خلاف شرع کاموں سے یہ لوگ ایسا پیار کرتے ہیں جو نیک اور دین داری کے کاموں سے کرنا چاہئے...... سو آج ہم کھول کر بآواز بلند کہہ دیتے ہیں کہ سیدھا راہ جس سے انسان بہشت میں داخل ہوتا ہے، یہی ہے کہ شرک اور رسم پرستی کی طریقوں کو چھوڑ کر دین (حق) کی راہ اختیار کی جائے اور جو کچھ اللہ جَلَّشَانُہٗ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی ہے۔ اس راہ سے نہ بائیں طرف منہ پھیریں، نہ دائیں اور ٹھیک ٹھیک اسی راہ پر قدم ماریں اور اسکے برخلاف کسی راہ کو اختیار نہ کریں۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 84، جدید ایڈیشن)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں۔

''شادی بیاہ وغیرہ کے مواقع پر ایسی بدرسومات میں مبتلا نہ ہوں جو احمدیوں کو زیب نہیں دیتیں اور ایک دفعہ یہ بدرسومات آپ کی تقریبات میں راہ پا گئیں تو پھر یہ بیماریاں ہمیشہ کے لئے چمٹ جائیں گی اور بڑھتی رہیں گی اور پھر آپ ان کا کوئی علاج نہیں کر سکیں گے۔...... ہم نے اُن کو نمونے دینے ہیں۔ ہم نے اُن کو دکھانا ہے کہ اسلامی معاشرہ بعض اقدار کے ساتھ وابستہ ہے۔ ان اقدار کی حفاظت تم نہیں کر سکتے تو ہم غلامانِ محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم، ہم یہ کر کے دکھائیں گے اور بتائیں گے کہ کس طرح ان اقدار کی حفاظت کی جاتی ہے۔''

(خطبہ جمعہ 12 رنومبر 1993ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شادی بیاہ میں دینداری کو ترجیح

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (الحجرات :14)

ترجمہ:اے لوگو!یقیناً ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) ہمیشہ باخبر ہے۔

☆حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

’’کسی عورت سے نکاح کرنے کی چار ہی بنیادیں ہوسکتی ہیں یا تو اُس کے مال کی وجہ سے، یا اس کے خاندان کی وجہ سے، یا اُس کے حسن و جمال کی وجہ سے، یا اُس کی دینداری کی وجہ سے۔لیکن تُو دیندار عورت کو ترجیح دے۔اللہ تیرا بھلا کرے۔‘‘

(بخاری جلد ۲ کتاب النکاح باب الاکفاء فی الدین)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ہماری قوم میں یہ بھی ایک بدرسم ہے کہ دوسری قوم کو لڑکی دینا پسند نہیں کرتے بلکہ حتی الوسع لینا بھی پسند نہیں کرتے۔ یہ سراسر تکبر اور نخوت کا طریقہ ہے جو احکام شریعت کے بالکل برخلاف ہے۔ بنی آدم سب خدا تعالیٰ کے بندے ہیں۔ رشتہ ناطہ میں یہ دیکھنا چاہیئے کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے اور کسی ایسی آفت میں مبتلا تو نہیں جو موجبِ فتنہ ہو اور یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام میں قوموں کا کچھ بھی لحاظ نہیں۔صرف تقویٰ اور نیک بختی کا لحاظ ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (الحجرات:۱۴) یعنی تم میں سے خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ تر بزرگ وہی ہے جو زیادہ تر پرہیزگار ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۴۸۔۴۹)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''شادی بیاہ کی رسم جو ہے یہ بھی ایک دین ہی ہے جبھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب تم شادی کرنے کی سوچو تو ہر چیز پر فوقیت اس لڑکی کو دو، اس رشتے کو دو، جس میں دین زیادہ ہو۔ اس لئے یہ کہنا کہ شادی بیاہ صرف خوشی کا اظہار ہے خوشی ہے اور اپنا ذاتی ہمارا فعل ہے۔ یہ غلط ہے۔ یہ ٹھیک ہے جیسا کہ پہلے بھی مَیں کہہ آیا ہوں اسلام نے یہ نہیں کہا کہ تارک الدنیا ہو جاؤ اور بالکل ایک طرف لگ جاؤ۔لیکن اسلام یہ بھی نہیں کہتا کہ دنیا میں اتنے کھوئے جاؤ کہ دین کا ہوش ہی نہ رہے۔اگر شادی بیاہ صرف شور وغل اور رونق اور گانا بجانا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ شروع ہو کر اور پھر تقویٰ اختیار کرنے کی طرف اتنی توجہ نہ دلاتے۔ بلکہ شادی کی ہر نصیحت اور ہر ہدایت کی بنیاد ہی تقویٰ پر ہے۔پس اسلام نے اعتدال کے اندر رہتے ہوئے جن جائز باتوں کی اجازت دی ہے اُن کے اندر ہی رہنا چاہئے اور اس اجازت سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہئے۔حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے کہ دین میں بگاڑ پیدا ہو جائے۔اس لئے ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایک مومن کے لئے ایک ایسے انسان کے لئے جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے شادی نیکی پھیلانے، نیکیوں پر عمل کرنے اور نیک نسل چلانے کیلئے کرنی چاہئے۔اور یہی بات شادی کرنے والے جوڑے کے والدین، عزیزوں اور رشتہ داروں کو بھی یاد رکھنی چاہئے۔ان کے ذہنوں میں بھی یہ بات ہونی چاہئے کہ یہ شادی ان مقاصد کیلئے ہے نہ کہ صرف نفسانی اغراض اور لہو ولعب کیلئے۔''

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ سوم صفحہ ۱۵۲۔۱۵۳)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شادی بیاہ کے موقع پر بدرسومات سے اجتناب ۔ا

☆ارشادِباری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴿المومنون: ۴﴾

ترجمہ: وہ لغو کاموں اور لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔

☆آنحضرتﷺ نے فرمایا:

’’مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَاھٰذَامَالَیْسَ مِنْہُ فَھُوَرَدٌّ‘‘.

(بخاری کتاب الصلح)

جس نے ہماری اس شریعت میں کوئی نئی بات داخل کی جوخلافِ شریعت ہے تو وہ ردّ کردینے کے قابل ہے۔

جورسومات اور بدعات بیاہ شادی کے موقعہ پر بڑی شدّت کی ساتھ اور بڑی تیزی کے ساتھ معاشرے میں جگہ پارہی ہیں اوراس قدراہمیّت اختیارکرگئی ہیں کہ بڑے اہتمام کے ساتھ ان کومنایاجاتاہے کہ یوں لگتاہے کہ جیسے یہ شادی سے الگ فنکشن ہے۔وہ مہندی کے نام سے موسوم ہے۔اس موقعہ پرمدعووین کوبلانے کے لئے ایک الگ دعوتی کارڈ رسمِ حنایارونق کے نام پرتقسیم کیاجاتاہے۔تقسیم کرنے والے خوداس کانام رسم رکھ کرگویااقرارکررہے ہوتے ہیں کہ یہ ایک رسم ہے جس کااسلام اوراس کی تعلیم سے دورکابھی تعلق نہیں۔اس موقعہ پرماحول کوبسنتی رنگ دینے کے لئے بے جااسراف کاکام لیاجاتاہے۔بچیاں مہنگے سے مہنگے پیلے رنگ کے سوٹ سلواتی ہیں۔لڑکے اپنے گلوں میں زرد رنگ کے پٹکے لٹکاتے ہیں۔زردرنگ کے اصلی اورکاغذی پھولوں سے ماحول کوسجایاجاتاہے۔پیلے رنگ کے بلبوں اورقمقموں سے رات کے اندھیرے کوپیلواہٹ میں تبدیل کیاجاتاہےاوردلہن کو پیلے ماحول میں بٹھاکر ہاتھ میں ٹشورکھ کرمہندی اس پررکھی جاتی ہےاورویڈیوکے ذریعہ محفوظ کیاجاتاہے یہ سب بناوٹی عمل ہے اورپھربعض جگہوں پرڈھولکی ،ناچ،گانے اوربھنگڑے

ڈالنے کی شکایات ملتی ہیں۔اس موقعہ پر ایک منی بارات لڑکے والے تیار کرکے لاتے ہیں۔گویا اسے شادی کے موقعہ پر الگ فنکشن کی شکل دی جانے لگی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے مہندی کی رسم کے متعلق فرمایا:

''جہاں تک قباحتوں کا تعلق ہے دیہات میں وہاں کے حالات کے مطابق اور شہر میں وہاں کے حالات کے مطابق قباحتیں ہیں جو راہ پا رہی ہیں لیکن رسمی اور سرسری طور پر نہیں بلکہ ہر قباحت کی حقیقت تک پہنچ کر اس کے استیصال کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ منع کرنے والوں کو پتہ چل جائے کہ قباحت ہے کیا۔مثلاً مہندی کی رسم ہے فی ذاتہ اس میں قباحت نہیں کہ اس موقع پر بچی کی سہیلیاں اکٹھی ہوں اور خوشی منائیں۔اس اظہار تک اس کو رکھا جائے تو اس میں حرج نہیں لیکن اگر اس کو رسم بنالیا جائے کہ باہر سے دولہا والے ضرور مہندی لے کر چلیں تو ظاہر ہے کہ اس میں ضرور تصنع پایا جاتا ہے۔بچی کی مہندی گھر پر ہی تیار ہونی چاہئے۔اس لئے ایک چھوٹی سی بارات بنانے کا رواج قباحتیں پیدا کرے گا۔اس موقعہ پر دولہا والوں کی طرف سے باقاعدہ ایک وفد بنا کر حاضر ہونا اور اس موقعہ پر اس کے لوازمات کے طور پر پُرتکلف کھانے وغیرہ وغیرہ۔یہ جب ایک رسم بن جائے تو سوسائٹی پر بوجھ بن جاتا ہے اور **یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ** کی روح کے منافی ہوجاتا ہے''۔

(مقالہ فتاویٰ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ از طارق احمد محسن صفحہ ۲۶۰)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''پس جو شکایات آتی ہیں ایسے گھروں کی ان کو میں تنبیہ کرتا ہوں کہ ان لغویات اور فضولیات سے بچیں۔پھر ڈانس ہے، ناچ ہے، لڑکی کی جو رونقیں لگتی ہیں اس میں یا شادی کے بعد جب لڑکی بیاہ کر لڑکے کے گھر جاتی ہے وہاں بعض دفعہ اس قسم کے بیہودہ قسم کے میوزک یا گانوں کے اوپر ناچ ہو رہے ہوتے ہیں اور شامل ہونے والے عزیز رشتہ دار اس میں شامل ہوجاتے ہیں تو اس کی کسی صورت میں بھی اجازت نہیں دی جاسکتی......بعض لوگ اکثر مہمانوں کو رخصت کرنے کے بعد اپنے خاص مہمانوں کے ساتھ علیٰحدہ پروگرام بناتے ہیں اور پھر اسی طرح کی لغویات اور ہلڑ بازی چلتی رہتی ہے گھر میں علیٰحدہ ناچ ہوتے ہیں۔چاہے لڑکیاں لڑکیاں ہی ڈانس کر رہی ہوں یا لڑکے لڑکے بھی کر رہے ہوں لیکن جن گانوں

اور میوزک پہ ہو رہے ہوتے ہیں وہ ایسی لغو ہوتی ہیں کہ وہ برداشت نہیں کی جاسکتیں''۔

(خطبہ جمعہ ۲۵ نومبر ۲۰۰۵ء از مشعل راہ جلد ۵ حصہ ۳ صفحہ ۱۵۱)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شادی بیاہ کے موقع پر اسراف سے اجتناب ۔۲

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ اِذَا اَنفَقُوا لَمْ یُسْرِفُوا وَلَمْ یَقْتُرُوا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَاماً

(سورۃ الفرقان:۶۸)

ترجمہ: اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ اس کے درمیان اعتدال ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’جب لوگ بدعتوں پر عمل کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ کیا کریں دُنیا سے چھٹکارا نہیں ملتا یا کہتے ہیں کہ ناک کٹ جاتی ہے۔ایسے وقت میں گویا انسان خدا تعالیٰ کے اس فرمان کو چھوڑتا ہے جو رسول کریمﷺ کی اطاعت کا ہے اور خیال کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ سے محبت کرنا بے فائدہ ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد سوم ۲۳۴)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’عباد الرحمٰن کی پانچویں خصوصیت یہ بیان فرمائی کہ لَمْ یُسْرِفُوْا ۔اسراف نہیں کرتے ،فضول خرچی نہیں کرتے۔نہ ہی ذاتی اموال میں دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور نہ ہی جماعتی اموال کو بغیر سوچے سمجھے خرچ کرتے ہیں۔

ذاتی فضول خرچی کی ایک مثال ہمارے ہاں بہت عام ہوتی جارہی ہے اور وہ ہے شادی بیاہوں پر فضول خرچی۔ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی یہاں بھی اور پاکستان میں بھی کئی قسم کے کھانے پکوائے جاتے ہیں اور شادی کی دعوت ہوتی ہے۔پھر ولیمہ کی دعوت ہوتی ہے۔دعوت کرنا کوئی حرج نہیں۔سادہ بھی کی جاسکتی ہے۔پھر شادی سے پہلے مہندی کی دعوت کا بھی رواج پڑ گیا ہے جو لڑکی کے گھر والے شادی کی رونق لگانے کے بہانے کرتے ہیں۔اس پر بھی بے تحاشا خرچ کیا جاتا ہے اور اس کے لئے بھی

با قاعدہ کارڈ چھپوائے جاتے ہیں، تقسیم کئے جاتے ہیں اور دعوت دے کے بلایا جاتا ہے۔مہندی کرنی ہے تو لڑکیاں یا اس دلہن کی جو سہیلیاں ہیں وہ جمع ہوں اور رونق لگالیں لیکن اس میں روز بروز وسعت پیدا ہوتی چلی جارہی ہے اور صرف دیکھا دیکھی۔پھر ایک نئی رسم یہ پیدا ہوگئی ہے کہ لڑکے والے بھی شادی سے پہلے رونق لگانے کے نام پر دعوت کرنے لگ گئے ہیں اور مَیں نے دیکھا ہے کہ یہ غلط قسم کی جو رسم ہے بلکہ بدعت ہے اس میں اچھے بھلے دین کا علم رکھنے والے بھی شامل ہو گئے ہیں۔اور پھر جو کسی وجہ سے اتنی زیادہ زیادہ دعوتیں نہ کرے (بہرحال ہمیں حسن ظن یہی رکھنا چاہئے کہ کسی نیکی کی وجہ سے) تو اس کے متعلق پھر باتیں کی جاتی ہیں کہ یہ کنجوس ہے، یہ فلاں ہے۔خاص طور پر باہر کے ملکوں سے لوگ پاکستان جاتے ہیں تو وہ دعوتوں، زیور اور جوڑوں وغیرہ پر بے انتہا خرچ کرتے ہیں اور ہر ایک بڑھ بڑھ کر خرچ کر رہا ہوتا ہے۔تو یہ سب اسراف ہے۔یہی بچت جو ہے جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا یہ غریبوں کے کام آسکتی ہے۔غریبوں کی شادیوں میں کام آسکتی ہے۔بہت ساری رقوم یتیموں کو پالنے کے کام آسکتی ہیں اور دوسرے نیکی کے کاموں میں خرچ ہوسکتا ہے۔اس طرح اگر بچت کرنے کا احساس پیدا ہو جائے تو یہی چیز ہے جو انسان کو عبادالرحمٰن بناتی ہے''۔

(خطبات مسرور جلد ہفتم صفحہ ۴۵۵ تا ۴۵۶ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ ستمبر ۲۰۰۹)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شادی بیاہ کے موقع پراسراف سے اجتناب ۔۳

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

'' ایک خرچ جو آجکل شادی بیاہوں پر بہت بڑھ گیا ہے اور کم طاقت رکھنے والے اس خرچ کو پورا کرنے کے لئے مطالبہ بھی کرتے ہیں، مدد کی درخواست بھی کرتے ہیں وہ کھانے کا خرچ ہے۔لڑکی والے بھی اسراف سے کام لے رہے ہوتے ہیں اورلڑکے والے بھی گو کہ اب پاکستان میں قانون بن گیا ہے کھانا نہیں کھلانا اور ایسی دعوت نہیں کرنی لیکن پھر بھی کچھ لوگ اس کام کو کرتے ہیں اور پھر مختلف طریقے نکال لئے ہیں۔ جب کہا جائے کہ اخراجات تو توفیق اور حیثیت کے مطابق ہونے چاہئیں تو جواب یہی ہوتا ہے کہ صرف ایک کھانا پکایا تھا۔سوال یہ ہے کہ کیا یہ دھوکا نہیں ہے۔اگر توفیق نہیں تو نہیں کرنا چاہئے یہ کام۔ پھر قانون کے مطابق عمل ہونا چاہئے۔ یا گھر میں سادہ سا جو بھی توفیق ہو اس کے مطابق اتنے آدمیوں کو بلا کر کھلایا جائے۔

اسی طرح بعض صاحب حیثیت جو ہیں وہ اپنی شادیوں پر بلاوجہ کھانوں کا ضیاع کر رہے ہوتے ہیں۔آٹھ دس قسم کے سالن تیار کئے ہوتے ہیں جو کھائے تو جاتے نہیں، ضائع ہو رہے ہوتے ہیں۔ان میں بہت سے یہاں یورپ سے جانے والے بھی شامل ہیں جو جا کر اپنی شادیاں کرتے ہیں یا اپنے عزیزوں کی شادیاں کرتے ہیں دکھاوے کی خاطر کہ ہم یورپ سے آ رہے ہیں۔اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ کھانا پھر بچ جاتا ہے وہ غریبوں میں بھی تقسیم نہیں ہوسکتا کہ چلو کسی غریب کے کام آ جائے تب بھی کوئی بات ہے۔اس لئے بہتر یہی ہے کہ اگر اتنی کشائش ہے کہ اتنے کھانے پکا سکتے ہیں اور خرچ بھی کر سکتے ہیں تو جیسا کہ مَیں نے کہا تھا غریبوں کی شادیوں پر خرچ کرنے کے لئے چندہ دے دیں۔

پھر عام طور پر غیر معمولی سجاوٹیں کی جاتی ہیں اس کے لئے کوشش ہو رہی ہوتی ہے۔بعض لوگ ربوہ میں شادی کرنے والے اس احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں۔ یہاں سے، باہر سے جانے والے بھی اور ربوہ کے رہنے والے بھی شاید ہوں، رہنے والوں کے پاس تو کم ہی پیسہ ہوتا ہے اس لئے وہ تو اس طرح نہیں کرتے ایک آدھ کے علاوہ، کہ شادی کا انتظام کرنے کے لئے جو لوگ موجود ہیں، جو کاروبار

کرتے ہیں ان سے کام کروانے کی بجائے یا ان سے کھانے پکوانے کی بجائے ، باہر سے، لاہور وغیرہ سے منگوائے جاتے ہیں کہ زیادہ اعلیٰ انتظام ہوگا۔ ٹھیک ہے ہر ایک کی اپنی پسند ہے اس کے مطابق کریں۔ لیکن کسی احساس کمتری کے تحت یہ کام نہیں ہونا چاہئے۔ احمدی میں اس قسم کا دکھاوے کے لئے احساس کمتری بالکل نہیں ہونا چاہئے بلکہ کسی قسم کا بھی احساس کمتری نہیں ہونا چاہئے۔ یہی طوق ہیں جو گردنوں کو جکڑے ہوئے ہیں......

اللہ کرے کہ ہم ہر قسم کے رسم و رواج بدعتوں اور بوجھوں سے اپنے آپ کو آزاد رکھنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے والے ہوں اور ہمیشہ اس زمانے کے حَکَم و عدل کی تعلیم کے مطابق دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنا بھی ایسا عمل ہے جو تمام نیکیوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے اور تمام برائیوں اور لغو رسم و رواج کو ترک کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ تو اس کی طرف بھی خاص توجہ کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔''

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ ۶۹۸ تا ۷۰۰ خطبہ جمعہ ۲۵ نومبر ۲۰۰۵ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شادی بیاہ کے مواقع پر لغویات اور اسراف سے اجتناب۔۴

☆ **سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

''اسلام جو کامل اور مکمل مذہب ہے، جو باوجود اس کے کہ اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ خوشی کے مواقع پر بعض باتیں کر لو۔ جیسے مثلاً روایت میں آتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ ایک عورت کو دلہن بنا کر ایک انصاری کے گھر بھجوایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ اے عائشہ رخصتانہ کے موقع پر تم نے گانے بجانے کا انتظام کیوں نہیں کیا؟ حالانکہ انصاری شادی کے موقع پر اس کو پسند کرتے ہیں۔ ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ نکاح کا اچھی طرح اعلان کیا کرو اور اس موقع پر چھاننی بجاؤ۔ یہ دف کی ایک قسم ہے۔ لیکن اس میں بھی آپ نے ہماری رہنمائی فرما دی ہے اور بالکل مادر پدر آزاد نہیں چھوڑ دیا۔ بلکہ اس گانے کی بھی کچھ حدود مقرر فرمائی ہیں کہ شریفانہ حد تک ان پر عمل ہونا چاہئے اور شریفانہ اہتمام ہو، ہلکے پھلکے اور اچھے گانوں کا...... تو ایسے لوگ جو سمجھتے ہیں کہ ہر قسم کی اوٹ پٹانگ حرکتیں کرو، شادی کا موقعہ ہے کوئی حرج نہیں، ان کی غلط سوچ ہے۔ بعض دفعہ ہمارے ملکوں میں شادی کے موقعوں پر ایسے ننگے اور گندے گانے لگا دیتے ہیں کہ ان کو سن کر شرم آتی ہے۔ ایسے بے ہودہ اور لغو اور گندے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں کہ پتہ نہیں لوگ سنتے کس طرح ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ احمدی معاشرہ بہت حد تک ان لغویات اور فضول حرکتوں سے محفوظ ہے لیکن جس تیزی سے دوسروں کی دیکھا دیکھی ہمارے پاکستانی ہندوستانی معاشرہ میں یہ چیزیں راہ پا رہی ہیں......تو جیسا کہ مَیں نے کہا کہ اس معاشرے کے زیر اثر احمدیوں پر بھی اثر پڑ سکتا ہے......تو یاد رکھیں کہ احمدی نے ان لغویات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا ہے اور بچنا ہے۔ بعض ایسے بیہودہ گانے گائے جاتے ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا یہ ہندو اپنے شادی بیاہوں پر تو اس لئے گاتے ہیں کہ وہ دیوی دیوتاؤں کو پوجتے ہیں۔ مختلف مقاصد کے لئے، مختلف قسم کی مورتیاں انہوں نے بنائی ہوتی ہیں جن کے انہوں نے نام رکھے ہوئے ہیں ان سے مدد طلب کر رہے ہوتے ہیں۔ اور ہمارے لوگ بغیر سوچے سمجھے یہ گانے گا رہے ہوتے ہیں یا سن رہے ہوتے ہیں......پھر ڈانس ہے، ناچ ہے، لڑکی کی جو رونقیں لگتی ہیں اس میں یا شادی کے بعد جب لڑکی بیاہ کر لڑکے کے گھر جاتی

ہے وہاں بعض دفعہ اس قسم کے بیہودہ قسم کے میوزک یا گانوں کے اوپر ناچ ہو رہے ہوتے ہیں اور شامل ہونے والے عزیز رشتہ دار اس میں شامل ہو جاتے ہیں تو اس کی کسی صورت میں بھی اجازت نہیں دی جا سکتی ...... پس اسلام نے اعتدال کے اندر رہتے ہوئے جن جائز باتوں کی اجازت دی ہے اُن کے اندر ہی رہنا چاہئے اور اس اجازت سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہئے۔ حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے کہ دین میں بگاڑ پیدا ہو جائے ......بعض برائیاں ایسی ہیں جو گو کہ برائیاں ہیں لیکن ان میں یہ شرک یا یہ چیزیں تو نہیں پائی جاتیں لیکن لغویات ضرور ہیں اور پھر یہ رسم و رواج جو ہیں یہ بوجھ بنتے چلے جاتے ہیں۔ جو کرنے والے ہیں وہ خود بھی مشکلات میں گرفتار ہو رہے ہوتے ہیں اور بعض جو ان کے قریبی ہیں، دیکھنے والے ہیں، ان کو بھی مشکل میں ڈال رہے ہوتے ہیں ان میں جہیز ہیں، شادی کے اخراجات ہیں، ولیمے کے اخراجات ہیں، طریقے ہیں اور بعض دوسری رسوم ہیں جو بالکل ہی لغویات اور بوجھ ہیں۔ ہمیں تو خوش ہونا چاہئے کہ ہم ایسے دین کو ماننے والے ہیں جو معاشرے کے، قبیلوں کے، خاندان کے رسم و رواج سے جان چھڑانے والا ہے۔ ایسے رسم و رواج جنہوں نے زندگی اجیرن کی ہوئی تھی۔ نہ کہ ہم دوسرے مذاہب والوں کو دیکھتے ہوئے ان لغویات کو اختیار کرنا شروع کر دیں...... ہندوستان اور پاکستان کے احمدیوں نے سب سے پہلے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کیا تھا (بہت سے ایسے بیٹھے ہیں جن کے بزرگوں نے قبول کیا تھا) ان کی یہ سب سے زیادہ ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنے اندر کسی ایسے رسم و رواج کو راہ پانے کا موقع نہ دیں جہاں رسم و رواج بوجھ بن رہے ہیں۔ یعنی جن کا اسلام سے، دین سے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے کوئی تعلق واسطہ نہ ہو۔ اگر آپ لوگ اپنے رسم و رواج پر زور دیں گے تو دوسری قوموں کا بھی حق ہے۔ بعض رسم و رواج تو دین میں خرابی پیدا کرنے والے نہیں......لیکن جو دین میں خرابی پیدا کرنے والے ہیں وہ چاہے کسی قوم کے ہوں رَد کئے جانے والے ہیں کیونکہ احمدی معاشرہ ایک معاشرہ ہے اور جس طرح اس نے گھل مل کر دنیا میں وحدانیت قائم کرنی ہے، اسلام کا جھنڈا گاڑنا ہے، اگر ہر جگہ مختلف قسم کی باتیں ہونے لگ گئیں اس سے پھر دین بھی بدلتا جائے گا اور بہت ساری باتیں بھی پیدا ہوتی چلی جائیں گی۔ ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے پھر بڑی بدعتیں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں، اس لئے بہرحال احتیاط کرنی چاہئے''۔

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ ۶۸۵ تا ۶۹۳ خطبہ جمعہ ۲۵ نومبر ۲۰۰۵ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شادی بیاہ کے موقع پر بدرسومات سے اجتناب۔۵

(آتش بازی اور دعوتی کارڈز پر بے جا اسراف)

☆ارشادِباری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ إِذَا أَنفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوا وَلَمْ یَقْتُرُوا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَاماً

(سورۃ الفرقان:۶۸)

ترجمہ: اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ اس کے درمیان اعتدال ہوتا ہے۔

☆آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّی"

(بخاری کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح)

ترجمہ: جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

آج شادی بیاہ پر ایک رسم جو تیزی کے ساتھ راہ پا رہی ہے وہ ہوائی فائرنگ، آتش بازی چلانا، بینڈ باجہ اور خوشی کے اظہار کے لئے شور شرابے والے دیگر طریق ہیں۔

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"شیخی اور بڑائی کے طور پر برادری میں بھاجی تقسیم کرنا اور اس کا دینا اور کھانا دونوں باتیں عند الشرع حرام ہیں اور آتش بازی چلانا اور رنڈی بھروؤں اور ڈوم ڈھاریوں کو دینا یہ سب حرام مطلق ہے ناحق روپیہ ضائع ہوتا ہے اور گناہ سر پر چڑھتا ہے"۔

(ملفوظات جلد۵صفحہ۴۹)

فرمایا:

"رنڈی کا تماشا یا آتش بازی فسق و فجور اور اسراف ہے یہ جائز نہیں"۔

(ملفوظات جلد۳ صفحہ ۲۲۷)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''شادی کارڈوں پر بھی بے انتہا خرچ کیا جاتا ہے۔ دعوت نامہ تو پاکستان میں ایک روپے میں بھی چھپ جاتا ہے یہاں بھی بالکل معمولی سا پانچ سات پینس (pens) میں چھپ جاتا ہے تو دعوت نامہ ہی بھیجنا ہے کوئی نمائش تو نہیں کرنی لیکن بلاوجہ مہنگے مہنگے کارڈ چھپوائے جاتے ہیں پوچھو تو کہتے ہیں بڑا سستا چھپا ہے صرف پچاس روپے میں اب یہ صرف پچاس روپے جو ہیں۔ اگر کارڈ پانچ سو کی تعداد میں چھپوائے گئے ہیں تو یہ پاکستان میں پچیس ہزار روپے بنتے ہیں اور پچیس ہزار روپے اگر کسی غریب کو شادی کے موقع پر ملیں تو وہ خوشی اور شکرانے کے جذبات سے مغلوب ہو جاتا ہے''۔

(خطبات مسرور جلد۳ صفحہ ۳۳۴)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شادی بیاہ کے طوق واغلال ۔٦

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُولَ النَّبِیَّ الْأُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهُ مَکْتُوْباً عِنْدَهُمْ فِیْ التَّوْرَاةِ وَالإِنْجِیْلِ یَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبَاتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبَآئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالأَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْهِمْ فَالَّذِیْنَ آمَنُوْا بِهِ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوْا النُّوْرَ الَّذِیْ أُنزِلَ مَعَهُ أُوْلَـئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(الاعراف:١٥٨)

ترجمہ: جواس رسول نبی اُمّی پر ایمان لاتے ہیں جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم دیتا ہے اور انہیں بُری باتوں سے روکتا ہے اور اُن کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال قرار دیتا ہے اور اُن پر ناپاک چیزیں حرام قرار دیتا ہے اور اُن سے اُن کے بوجھ اور طوق اتار دیتا ہے جو اُن پر پڑے ہوئے تھے۔ پس وہ لوگ جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور اسے عزت دیتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو اس کے ساتھ اتارا گیا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

☆حضرت زیاد بن علاقہؓ اپنے چچا عتبہ مالک سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوذُ بِکَ مِنْ مُنْکِرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَهْوَاءِ

ترجمہ:''اے میرے اللہ میں بُرے اخلاق اور بُرے اعمال اور بُری خواہشات سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

(سنن ترمذی کتاب الدعوات باب جامع الدعوات)

☆ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے گھروں میں قِسم قِسم کی خراب رسمیں اور نالائق عادتیں جن سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ گلے کا ہار ہو رہی ہیں۔ اور اُن بُری رسموں اور خلافِ شرع کاموں سے یہ لوگ ایسا پیار کرتے ہیں جو نیک اور دینداری کے کاموں سے کرنا چاہیے...... سو آج ہم کھول کر بآواز کہہ دیتے ہیں کہ سیدھا راہ جس سے انسان بہشت میں داخل ہوتا ہے، یہی ہے کہ شرک اور رسم پرستی کے طریقوں کو چھوڑ کر دین (حق) کی راہ اختیار کی جائے۔ اور جو کچھ اللہ جلشانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور اس رسولؐ نے ہدایت کی ہے اس راہ سے نہ بائیں طرف منہ پھیریں نہ دائیں۔ اور ٹھیک ٹھیک اسی راہ پر قدم ماریں۔ اور اِس کے برخلاف کسی راہ کو اختیار نہ کریں۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۸۴)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''میں ہر گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر اور ہر گھرانہ کو مخاطب کر کے بد رسوم کے خلاف اعلان ِجہاد کرتا ہوں اور جو احمدی گھرانہ بھی آج کے بعد ان چیزوں سے پرہیز نہیں کرے گا اور ہماری اصلاحی کوششوں کے باوجود اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہوگا وہ یہ یاد رکھے کہ خدا اور اُس کے رسول اور اُس کی جماعت کو اُس کی کچھ پرواہ نہیں ہے وہ اِس طرح جماعت سے نکال کر باہر پھینک دیا جائے گا جس طرح دودھ سے مکھی۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۔۲۳ جون ۱۹۶۷ء)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''تم ایسے دین اور ایسے نبی کو ماننے والے ہو جو تمہارے بوجھ ہلکے کرنے والا ہے۔ جن بے ہودہ رسم و رواج اور لغو حرکات نے تمہاری گردنوں میں طوق ڈالے ہوئے ہیں، پکڑا ہوا ہے، ان سے تمہیں آزاد کرانے والا ہے۔ تو بجائے اس کے کہ تم اُس دین کی پیروی کرو جس کو اب تم نے مان لیا ہے اور اُن طور طریقوں اور رسوم و رواج اور غلط قسم کے بوجھوں سے اپنے آپ کو آزاد کرو، ان میں دوبارہ گرفتار ہو رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ تم تو خوش قسمت ہو کہ اس تعلیم کی وجہ سے ان بوجھوں سے آزاد ہو گئے

ہواور اب فلاح پا سکو گے، کامیابیاں تمہارے قدم چومیں گی، نیکیوں کی توفیق ملے گی۔"

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ ۶۹۲)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

جہیز و برّی کی نمود ونمائش

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (المومنون: ۴)

ترجمہ: وہ لغو کاموں اور لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔

☆آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ

ترجمہ'': جس نے ہماری اس شریعت میں کوئی نئی بات داخل کی جو خلاف شریعت ہے تو وہ رد کر دینے کے قابل ہے۔''

(بخاری کتاب الصلح)

شادی بیاہ کے تعلق میں بہت سی رسومات رواج پا چکی ہیں جن میں جہیز اور برّی کی رسوم ہیں اور اس کی نمائش کرنی ہے گو اس رسم میں کمی آرہی ہے تاہم بعض علاقوں میں ابھی بھی رائج ہے پھر مطالبہ کر کے ایک دوسرے سے چیزیں لینا، کار، فریج وغیرہ کا مطالبہ کرنا۔ جوڑے تقسیم کرنا۔ یہ سب لغو رسمیں ہیں۔ ہمارے مذہب نے تو شادی کو بہت آسان، سادہ اور صاف ستھرا طریق کار دیا ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں ملتا۔ عیسائیوں اور ہندوؤں کی شادیاں ہم آئے روز ٹی وی پر دیکھتے ہیں۔ ان کے ماحول کو دیکھ کر مہنگی شادی ہونے کا احساس ہونے لگتا ہے۔ ہندوؤں میں تو چونکہ لڑکی کو وراثت سے حصہ نہیں ملتا اس لئے وہ شادی پر اس کو جہیز دے دیتے ہیں مگر اسلام نے لڑکی کو والد کی طرف سے بھی حصہ دار قرار دیا ہے اور خاوند کی طرف سے بھی۔ اس لئے اسلام میں جہیز جیسی لعنت کی تعلیم نہیں ملتی۔ مگر اپنی ناک اونچی کرنے کے لئے اپنی نام نہاد اَنا کی تسکین کیلئے اپنے اصولوں کو توڑ کر قرض لے کر لڑکی کو جہیز دیا جاتا ہے کیونکہ لڑکے والوں کی طرف سے جہیز کی مانگیں ہو رہی ہوتی ہیں اور بینک بیلنس دیکھا جا رہا ہوتا ہے۔ یہ مانگیں پوری کرنے کیلئے لڑکی کے والدین نہایت مجبور، لاچار اور دنیاوی دباؤ کا شکار ہو جاتے ہیں اس

لئے یہ احساس دلانے کی ضرورت ہے کہ جہیز لینا اور دینا معاشرتی گناہ ہے۔

☆ آنحضورﷺ نے فرمایا ہے

شادی چار وجوہات پر ہوتی ہے یا تو حسب ونسب دیکھا جاتا ہے۔ یا لڑکی کی خوبصورتی یا اس کا مال ودولت اور اے مسلمان! تم لڑکی کی نیک سیرت دیکھ کر شادی کرو۔

(بخاری کتاب النکاح)

یہی وہ اسلامی اصول ہے جس پر چل کر اسلامی معاشرے کی بقا وسلامتی کی ضمانت دی جاسکتی ہے۔

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نہ صرف جہیز بلکہ برّی بھی بُری چیز ہے۔ اپنی استطاعت کے مطابق جہیز دینا تو پھر بھی ثابت ہے لیکن بری کا اس رنگ میں جیسے کہ اب مروج ہے مجھے اب تک کوئی حوالہ نہیں ملا''۔

(اوڑھنی والیوں کے پھول صفحہ ۲۴۸)

☆ نیز فرمایا:

''بعض دفعہ ایسی غیر معقول باتیں کرتے ہیں اور ایسی لغو شرطیں لگا دیتے ہیں کہ حیرت آتی ہے مثلاً بعض لوگ جہیز کی شرطیں لگاتے ہیں کہ حیرت آتی ہے کہ اتنا سامان ہو تو ہم شادی کریں گے یہ سب لغو ہے۔ متواتر سالہا سال سے جماعت کو توجہ دلا رہا ہوں کہ ان کی اصلاح کی جائے۔ اگر جماعت کے لوگ اس طرف توجہ کریں تو بہت جلد اصلاح ہوسکتی ہے۔ اگر وہ یہ عہد کرلیں کہ ہر ایسی شادی جس میں فریقین میں سے کسی کی طرف سے بھی ایسی شرطیں عائد کی گئیں تو اس میں شریک نہ ہوں گے تو دیکھ لو کہ تھوڑے ہی عرصے میں وہ لوگ ندامت محسوس کرنے لگیں گے اور اس شنیع حرکات سے باز آجائیں گے''۔

(الفضل ۱۸ اپریل ۱۹۴۷ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فیشن پرستی۔۱

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا ادْخُلُوْا فِيْ السِّلْمِ كَآفَّةً وَلاَ تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ(البقرة:209)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم سب کے سب اطاعت (کے دائرہ) میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو۔ یقیناً وہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے۔

☆آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو بھی کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ ان میں سے ہے (یعنی ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں)۔''

(ابوداؤد)

☆سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے خوش کرنے کا ایک یہی طریق ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سچی فرمانبرداری کی جاوے۔ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ طرح طرح کی رسومات میں گرفتار ہیں......رسومات کی بجا آوری میں آنحضرت ﷺ کی صرف مخالفت ہی نہیں ہے بلکہ ان کی ہتک بھی کی جاتی ہے اور وہ اس طرح کہ گویا آنحضرت ﷺ کے کلام کو کافی نہیں سمجھا جاتا۔''

(ملفوظات جلد سوم جدید ایڈیشن صفحہ 316)

☆پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''ہماری جماعت اگر جماعت بننا چاہتی ہے تو اسے چاہیے کہ ایک موت اختیار کرے۔ نفسانی امور اور نفسانی اغراض سے بچے اور اللہ تعالیٰ کو سب شے پر مقدم رکھے۔ بہت سی ریاکاریوں اور بیہودہ

باتوں سے انسان تباہ ہو جاتا ہے ۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 458)

☆حضرت مصلح موعودؓ حدیث مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ کی تشریح میں فرماتے ہیں:

”یہ وہ زمانہ ہے جس میں عیسائیت نے اگر دلوں کو کافر نہیں بنایا تو اس نے انسانی چہروں کو ضرور کافر بنادیا ہے اور بہت سے نوجوان اس مرض میں مبتلا ہیں اور مغربی تہذیب وتمدن کے دلدادہ ہو رہے ہیں وہ اپنے سروں کے بال، اپنی داڑیوں اور اپنے لباس میں مغرب کی نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی شکل کافروں والی بن جاتی ہے۔اور رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں۔جو شخص اپنی ظاہری شکل کسی اور قوم کی طرح رکھتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔یعنی جب ہم کسی کو دیکھیں گے کہ اس کی شکل ہندوؤں سے ملتی ہے یا عیسائیوں سے ملتی ہے تو ہمیں اس پر اعتبار نہیں آئے گا اور ہم سمجھیں گے کہ یہ بھی انہی سے ملا ہوا ہے۔اور جب ہمیں اعتبار نہیں آئے گا تو یہ لازمی بات ہے کہ کوئی ذمہ واری کا کام اس کے سپرد نہیں کیا جائے گا۔اور اس طرح وہ نیکی کے بہت سے کاموں سے محروم ہو جائے گا۔تمہارا کام یہ ہے کہ تم مغربی تہذیب کو تباہ کر دو اور اس کی بجائے اسلام کی تعلیم، اسلام کے اخلاق، اسلام کی تہذیب اور اسلام کے تمدن کو قائم کرو۔“

(مشعل راہ جلد اول جدید ایڈیشن صفحہ 338-339)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”بعض لوگ اپنی بیوقوفی کی وجہ سے اس بات کو نہیں سمجھتے۔وہ سمجھتے ہیں کہ زندگی فیشن میں ہے حالانکہ فیشن میں کوئی زندگی نہیں۔اصل زندگی تو اس فیشن میں ہے جو دین کا فیشن ہے۔اس میں نہیں ہے کہ جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو فرمایا کہ یہ زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں۔پس زندگی کا فیشن تو ہم آنحضرت ﷺ سے سیکھیں گے نہ کسی اور سے۔“

(خطبات طاہر جلد اول صفحہ 367)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فیشن پرستی۔۲

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَا بَنِیْ آدَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاساً یُوَارِیْ سَوْءَ اتِکُمْ وَرِیْشاً وَلِبَاسُ التَّقْوَیَ ذٰلِکَ خَیْرٌ ذٰلِکَ مِنْ آیَاتِ اللّٰہِ لَعَلَّھُمْ یَذَّکَّرُوْن (الاعراف:27)

ترجمہ: اے بنی آدم! یقیناً ہم نے تم پر لباس اتارا ہے جو تمہاری کمزوریوں کو ڈھانپتا ہے اور زینت کے طور پر ہے۔اور رہا تقویٰ کا لباس! تو وہ سب سے بہتر ہے۔یہ اللہ کی آیات میں سے کچھ ہیں تا کہ وہ نصیحت پکڑیں۔

☆**حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں**

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں اور ایسے مردوں پر بھی لعنت بھیجی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں ۔یعنی عورتیں مردانہ اور مرد زنانہ لباس اور انداز و بود و باش اختیار نہ کریں۔''

(ابوداؤد کتاب اللباس۔باب فی اللباس بالنساء)

☆**سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:**

''انسان کو جیسے باطن میں اسلام دکھانا چاہیے۔ویسے ہی ظاہر میں بھی دکھلانا چاہیے۔ان لوگوں کی طرح نہ ہونا چاہیے......جو شخص ایک قوم کے لباس کو پسند کرتا ہے تو پھر وہ آہستہ آہستہ اس قوم کو اور پھر ان کے دوسرے اوضاع واطوار حتیٰ کہ مذہب کو بھی پسند کرنے لگتا ہے۔اسلام نے سادگی کو پسند کیا ہے اور تکلفات سے نفرت کی ہے...... کیونکہ پھر آہستہ آہستہ انسان کی نوبت تتبع کی یہاں تک پہنچ جاتی ہے۔کہ وہ ان کی طرح طہارت کرنا بھی چھوڑ دیتا ہے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 670)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ہر کام کے لئے ایک لباس ہے۔گھوڑے کی سواری کا ایک لباس ہے۔ایک سوگز دوڑ کا ایک لباس ہے(بیت)میں آنے کا ایک لباس ہے......گھر کا بھی ایک لباس ہے لیکن ایک لباس مسلمان کا ہے اور مسلمان کا لباس ہے لباس التقوی۔اور ایک مسلمان کی ساری بھلائی اس لباس میں ہے۔لیکن ایک ایسا لباس ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور وہ تقوی کا لباس ہے یہ نہیں کہ کبھی تقوی کا لباس ہے کبھی تقوی کا لباس اوڑھا ہوا ہے اور اُس سے نور کی شعاعیں باہر نکل رہی ہیں اور کبھی شیطان کا دامن اپنے گرد لپیٹ لیا ہے اور ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا ہے۔''

(مشعل راہ جلد دوم صفحہ 280)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اب دیکھیں کہ آج کل بھی شادی بیاہوں میں صرف ایک دو دفعہ پہننے کے لئے دلہن کے لئے یا دولہا کے لئے بھی اور رشتہ داروں کے لئے بھی کتنے مہنگے جوڑے بنوائے جاتے ہیں جو ہزاروں میں بلکہ لاکھوں میں چلے جاتے ہیں،صرف دکھانے کے لئے کہ ہمارے جہیز میں اتنے مہنگے مہنگے جوڑے ہیں یا اتنے قیمتی جوڑے ہیں یا ہم نے اتنا قیمتی جوڑا پہنا ہوا ہے۔صرف فخر اور دکھاوا ہوتا ہے۔کیونکہ پہلے تو یہ ہوتا تھا پرانے زمانے میں کہ قیمتی جوڑا ہے تو آئندہ وہ کام بھی آجاتا تھا۔کام سچا ہوتا تھا اچھا ہوتا تھا پھر اب تو وہ بھی نہیں رہا کہ جو اگلی نسلوں میں یا اگلے بچوں کے کام میں آجائیں ایسے کپڑے۔یونہی ضائع ہو جاتے ہیں،ضائع ہو رہے ہوتے ہیں۔پھر فیشن کے پیچھے چل کر دکھاوے اور فخر کے اظہار کی رو میں بہہ کر قرآن کریم کے اس حکم کی بھی خلاف ورزی کر رہے ہوتے ہیں کہ اپنی زینتوں کو چھپاؤ۔فیشن میں بس ایسے ایسے عریاں قسم کے لباس سل رہے ہوتے ہیں کسی کو کوئی خیال ہی نہیں ہوتا۔تو احمدی بچوں اور احمدی خواتین کو ایسے لباسوں سے جن سے ننگ ظاہر ہوتا ہو پرہیز کرنا چاہئے۔اور پھر فخر کے لئے لباس پہنیں گے تو دوسری برائیاں بھی جنم لیں گی۔اللہ تعالیٰ ہر احمدی بچی ہر احمدی عورت کو ایمان کی پوشاک ہی پہنائے اور دنیاوی لباس جو دکھاوے کے لباس ہیں ان سے بچائے رکھے۔اسی طرح مرد بھی اگر دکھاوے کے طور پر کپڑے پہنتے ہیں،لباس پہن رہے ہیں تو وہ بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔صاف

ستھرا اچھا لباس پہننا منع نہیں۔اس سوچ کے ساتھ یہ لباس پہننا منع ہے کہ اس میں فخر کا اظہار ہوتا ہو، دکھاوا ہوتا ہو۔‘‘

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 8۔9)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

استخارہ

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

رَبِّ إِنِّیْ لِمَا أَنزَلْتَ إِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْر (القصص:۲۵)

ترجمہ: اے میرے رب! یقیناً میں ہر اچھی چیز کیلئے جو تو میری طرف نازل کرے ایک فقیر ہوں۔

☆حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ :

''رسول کریم ﷺ ہمیں تمام امور میں اللہ سے خیر مانگنے یعنی استخارہ کی دعا سکھایا کرتے تھے جیسے قرآن کی کوئی سورۃ سکھاتے۔''

(بخاری کتاب الدعوات باب عندالاستخارۃ 6382)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''استخارہ اہل اسلام میں بجائے مُہُورَتْ (فال نیک و بد) کے ہے چونکہ ہندو شرک وغیرہ کے مرتکب ہو کر شگن وغیرہ کرتے ہیں اس لئے اہل اسلام نے ان کو منع کر کے استخارہ رکھا۔ اس کا طریق یہ ہے کہ انسان دو نفل پڑھے۔ اول رکعت میں سورۃ قُلْ یَاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ (الکافرون:۲ تا ۷) پڑھ لے اور دوسری میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ (الاخلاص:۲ تا ۵) التحیات میں یہ دعا کرے۔

''یا الٰہی میں تیرے علم کے ذریعہ سے خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت سے قدرت مانگتا ہوں کیونکہ تجھی کو سب قدرت ہے مجھے کوئی قدرت نہیں اور تجھے ہی سب علم ہے مجھے کوئی علم نہیں اور تو ہی چھپی باتوں کا جاننے والا ہے الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ یہ امر میرے حق میں بہتر ہے بلحاظ دین اور دنیا کے تو تُو اسے میرے لئے مقدر کر دے اور آسان کر دے اور اس میں برکت دے اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ امر میرے لئے دین اور دنیا میں شر ہے تو تو مجھ کو اس سے باز رکھ۔''

اور اگر وہ امر اس کے لئے بہتر ہوگا تو خدا تعالیٰ اس کے لئے اس کے دل کو کھول دے گا ورنہ

طبیعت میں قبض ہو جائے گی۔ یہ دل بھی عجیب شے ہے جیسے ہاتھوں پر انسان کا تصرف ہوتا ہے کہ جب چاہے حرکت دے۔ دل اس طرح اختیار میں نہیں ہوتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے۔ ایک وقت میں ایک بات کی خواہش کرتا ہے پھر تھوڑی دیر کے بعد اسے نہیں چاہتا۔ ہوائیں اندر سے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے چلتی ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد۲ صفحہ۶۰۴)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ   بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دین کو دنیا پر مقدم رکھنا

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

بَلٰی مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰہِ وَهُوَ مُحۡسِنٌ فَلَهٗۤ اَجۡرُهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ.﴿البقرۃ:۱۱۳﴾

ترجمہ: نہیں نہیں، سچ یہ ہے کہ جو بھی اپنا آپ خدا کے سپرد کر دے اور وہ احسان کرنے والا ہو تو اس کا اجر اس کے ربّ کے پاس ہے۔ اور اُن (لوگوں) پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

☆حضرت سفیانؓ بیان کرتے ہیں کہ:

''ایک دفعہ مَیں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کی کوئی ایسی بات بتائیے جس کے بعد کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے یعنی میری پوری تسلی ہو جائے۔ حضورﷺ نے جواب دیا: ''تم یہ کہو کہ مَیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا، پھر اس پر پکے ہو جاؤ اور استقلال کے ساتھ قائم رہو۔''

(مسلم کتاب الایمان باب جامع اوصاف الاسلام)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے اور ضرور تھا کہ وہ اس مہم عظیم کے روبراہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان کارخانہ جو ہر ایک پہلو سے مؤثر ہو اپنی طرف سے قائم کرتا۔ سو اس حکیم وقدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کے لئے بھیج کر ایسا ہی کیا۔''

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد۳ صفحہ۱۰ تا۱۲)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد ایک ایسا عہد ہے کہ جماعت کا ہر وہ فرد جس کا جماعت کے

ساتھ باقاعدہ رابطہ ہے، اجلاسوں اور اجتماعوں وغیرہ میں شامل ہوتا ہے وہ اس عہد کو بار بار دہراتا ہے۔ ہر اجتماع اور ہر جلسہ وغیرہ میں بھی بینرز لگائے جاتے ہیں اور اکثر ان میں یہ بھی ہوتا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ کیوں اس بات کو اتنی اہمیت دی گئی ہے، اس لئے کہ اس کے بغیر ایمان قائم ہی نہیں رہ سکتا۔ اس پر عمل کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس لئے اس کے حصول کے لئے ہر وقت، ہر لحظہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہنا چاہئے۔ اس کا فضل ہی ہو تو یہ اعلیٰ معیار قائم ہو سکتا ہے۔ تو ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے شامل ہیں۔ ہمارے لئے تو اللہ تعالیٰ اس طرح حکم فرماتا ہے۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ. حُنَفَآءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ وَذٰلِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ ۔(سورۃ البینۃ:۶)۔ اور وہ کوئی حکم نہیں دیئے گئے سوائے اس کے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، دین کو اُس کے لئے خالص کرتے ہوئے، ہمیشہ اس کی طرف جھکتے ہوئے، اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ اور یہی قائم رہنے والی اور قائم رکھنے والی تعلیمات کا دین ہے۔

تو نمازوں کو قائم کرنے سے یعنی باجماعت اور وقت پر نماز پڑھنے سے، اس کی راہ میں خرچ کرنے سے، غریبوں کا خیال رکھنے سے بھی ہم صحیح دین پر قائم ہو سکتے ہیں۔ اور ان تعلیمات کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنا سکتے ہیں، اپنی زندگیوں پر لاگو کر سکتے ہیں جب ہم اللہ کی عبادت کریں گے، اس کی دی ہوئی تعلیم پر عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے گا، ہمارے ایمانوں کو اس قدر مضبوط کر دے گا کہ ہمیں اپنی ذات، اپنی خواہشات، اپنی اولادیں، دین کے مقابلے میں ہیچ نظر آنے لگیں گی۔ تو جب سب کچھ خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جائے گا اور ہمارا اپنا کچھ نہ رہے گا تو اللہ تعالیٰ پھر ایسے لوگوں کو ضائع نہیں کرتا۔ وہ ان کی عزتوں کی بھی حفاظت کرتا ہے، ان کی اولادوں کی بھی حفاظت کرتا ہے، ان میں برکت ڈالتا ہے، ان کے مال کو بھی بڑھاتا ہے اور ان کو اپنی رحمت اور فضل کی چادر میں ہمیشہ لپیٹے رکھتا ہے اور ان کے ہر قسم کے خوف دور کر دیتا ہے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد اول صفحہ ۲۸۲ تا ۲۸۳ خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۲۹ اگست ۲۰۰۳ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تجارت، دین سے غافل کرنے والی نہ ہو

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ﴿النور:۳۸﴾

ترجمہ: انہیں نہ کوئی تجارت اور نہ کوئی خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے غافل کرتی ہے۔

☆حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''مشہور شاعر لبید نے جو بات کہی، اس سے زیادہ سچی بات کسی اور شاعر نے نہیں کی۔ یعنی اس نے یہ بڑی سچی بات کی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز بے کار اور بے سود ہے ایک وہی سود وزیاں کا مالک ہے''

﴿مسلم کتاب الشعر﴾

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہم یہ نہیں کہتے کہ زراعت والا زراعت کو اور تجارت والا تجارت کو، ملازمت والا ملازمت کو اور صنعت وحرفت والا اپنے کاروبار کو ترک کر دے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں لَا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ والا معاملہ ہو۔ دست با کار دِل با یار والی بات ہو۔ تاجر اپنے کاروبارِ تجارت میں اور زمیندار اپنے امور زراعت میں اور بادشاہ اپنے تختِ حکومت پر بیٹھ کر۔ غرض جو جس کام میں ہے اپنے کاموں میں خدا کو نصب العین رکھے اور اس کی عظمت اور جبروت کو پیش نظر رکھ کر اس کے احکام اور اوامر ونواہی کا لحاظ رکھتے ہوئے جو چاہے کرے۔ اللہ سے ڈر اور سب کچھ کر۔

اسلام کہاں ایسی تعلیم دیتا ہے کہ تم کاروبار چھوڑ کر لنگڑے لُولوں کی طرح نکمے بیٹھ رہو اور بجائے اس کے کہ اَوروں کی خدمت کرو خود دوسروں پر بوجھ بنو۔ نہیں بلکہ سُست ہونا گناہ ہے۔ بھلا ایسا آدمی پھر خدا اور اس کے دین کی کیا خدمت کر سکے گا۔ عیال واطفال جو خدا نے اس کے ذمے لگائے ہیں ان کو کہاں سے کھلائے گا۔

پس یادرکھو کہ خدا کا یہ ہرگز منشاء نہیں کہ تم دنیا کو بالکل ترک کردو بلکہ اس کا جو منشاء ہے وہ یہ ہے کہ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا(الشّمس:10) تجارت کرو، زراعت کرو، ملازمت کرواور حرفت کرو۔ جو چاہو کرومگرنفس کو خدا کی نافرمانی سے روکتے رہواور ایسا تزکیہ کرو کہ یہ امور تمہیں خدا سے غافل نہ کردیں۔ پھر جوتمہاری دُنیا ہے وہ بھی دین کے حکم میں آجاوے گی۔

انسان دنیا کے واسطے پیدانہیں کیا گیا۔دل پاک ہواور ہر وقت یہ لَو اور تڑپ لگی ہوئی ہو کہ کسی طرح خداخوش ہوجائے تو پھر دُنیا بھی اس کے واسطے حلال ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ.''

(الحکم مؤرخہ 26،30راگست 1908ء صفحہ 3،4) (تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد3 صفحہ 455 تا457)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

''صوفی موت کی تیاری کرتا ہے قبل اس کے موت نازل ہو۔ظاہری و باطنی طور پر پاکیزہ رہتا ہے یہاں تک کہ تجارت وبیع اس کو اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں کرتی رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اصحاب صفّہ انہی لوگوں میں سے تھے۔ یہ لوگ دن بھر محنت ومشقت کرتے۔اس سے اپنا گزارہ کرتے اور اپنے بھائیوں کو کھلاتے اور پھر رات بھر وہ تھے اور قرآن کریم کا مشغلہ''

(حقائق الفرقان جلد۳ صفحہ ۲۱۹)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''پس دنیا کی نعمتوں کی موجودگی میں ان سے بھی فائدہ اٹھانا چاہیے اوراس کے باوجود اللہ تعالیٰ کا خوف اوراس کی خشیت اوراس کے حضور جھکنا ہر وقت مدنظر رہنا چاہیے۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ میرا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مسلمان سست ہو جاویں۔ اسلام کسی کو سست نہیں بناتا۔اپنی تجارتوں اور ملازمتوں میں بھی مصروف ہوں مگر میں یہ نہیں پسند کرتا کہ خدا کے لیے ان کا کوئی وقت بھی خالی نہ ہو۔ ہاں تجارت کے وقت پر تجارت کریں اور اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت کو اس وقت بھی مدنظر رکھیں تاکہ وہ تجارت بھی ان کی عبادت کا رنگ اختیار کرے۔ نمازوں کے وقت پر نمازوں کو نہ چھوڑیں۔ ہر معاملے میں کوئی ہو دین کو مقدم کریں۔ دنیا مقصود بالذات نہ ہو اصل مقصود دین ہو پھر دنیا کے کام بھی دین ہی کے ہوں گے۔''

(ملفوظات جلداول صفحہ 410 الحکم 31 جنوری 1901ء) (خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 313،314)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وقت کا ضیاع

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْن﴿المومنون:۴﴾

ترجمہ: اور وہ جولغو سے اعراض کرنے والے ہیں۔

☆حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''دو چیزیں ایسی ہیں کہ جو بہت سے لوگ ضائع کر دیتے ہیں۔اور وہ صحت اور اچھے کام کرنے کا وقت ہے۔''

(صحیح بخاری حدیث 8/421)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میرا تو یہ حال ہے کہ پاخانہ اور پیشاب پر بھی مجھے افسوس آتا ہے کہ اتنا وقت ضائع ہو جاتا ہے، یہ بھی کسی دینی کام میں لگ جائے......کوئی مشغولی اور تصرّف جو دینی کاموں میں حارج ہو اور وقت کا کوئی حصہ لے۔ مجھے سخت ناگوار ہے......جب کوئی دینی ضروری کام آپڑے،تو میں اپنے اوپر کھانا پینا اور سونا حرام کر لیتا ہوں جب تک وہ کام نہ ہو جائے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۱۰)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

''چاندوں کے ذریعہ انسان کو وقت کی قدر معلوم ہوتی ہے۔اور یہ اُسکی گزشتہ اور آئندہ زندگی کا سبق دیتے ہیں۔اسی طرح ہر کام کا بھی ایک وقت مقررہ ہوتا ہے۔وہ وقت جب ہاتھ سے نکل جاتا ہے تو پھر کبھی ہاتھ نہیں آتا۔پس تم کو چاہئے کہ ہمیشہ اپنے وقت کا خیال رکھو۔''

(خطبات نور صفحہ ۱۵۴ تا ۱۵۵)

☆ **حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:**

''آپ اپنا ایک لمحہ بھی ضائع نہ کریں اور اپنے اوقاتِ عزیزہ کو فضول خرچ نہ کریں۔ معمورِ اوقات زندگی بسر کرنے کی کوشش کریں۔''

(مشعل راہ جلد دوم صفحہ ۱۶)

☆ **نیز فرمایا:**

''ایک احمدی کا وقت ضائع ہونے سے بچنا چاہئے ...... ہر احمدی کا فرض ہے کہ اپنا وقت نہ ضائع ہونے دے۔''

(مشعل راہ جلد دوم صفحہ ۱۶)

☆ **حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:**

''زندگی وقت کے ایک با مقصد مصرف کا نام ہے۔ جب یہ زندگی میسر آجائے تو انسان ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بن جاتا ہے اور خود لطف اٹھاتا ہے۔ چنانچہ نیوٹن کے نوکر نے نیوٹن کے متعلق بتایا کہ اس نے نیوٹن کو کبھی سوئے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ وہ دن رات کام کیا کرتا تھا۔ یہی زندگی کے بالذات ہونے کا نسخہ ہے۔ اگر زندگی با مقصد ہو جائے اور اس مقصد کے تابع خرچ ہونے لگے تو لطف آنا شروع ہو جاتا ہے۔''

(مشعل راہ جلد سوم صفحہ ۳۸)

☆ **سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:**

''آجکل ٹیلی ویژن کے گندے پروگرام، انٹرنیٹ اور موبائل فون کا ناجائز اور غلط استعمال وقت کے ضیاع کا بڑا ذریعہ ہے...... جماعت کے کسی بھی فرد کا وقت بلا مقصد ضائع نہیں ہونا چاہئے۔ اس لئے جس حد تک اِن لغویات سے بچا جا سکتا ہے، بچنا چاہئے۔ اور جو اس ایجاد کا بہتر مقصد ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ اگست ۲۰۰۴ جرمنی)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قرض کی ادائیگی

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمَانَاتِھِمْ وَعَھْدِھِمْ رَاعُوْنَ (المعارج:۳۳)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہدوں کا پاس رکھنے والے ہیں۔

☆حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں:

''ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ سے قرض ادا کرنے کا تقاضا کیا اور بڑی گستاخی سے پیش آیا۔ آپ کے صحابہؓ کو بڑا غصہ آیا اور اسے ڈانٹنے لگے۔ حضور نے فرمایا کہ اسے کچھ نہ کہو کیونکہ جس نے لینا ہو وہ کچھ نہ کچھ کہنے کا بھی حق رکھتا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اسے اس عمر کا جانور دے دو جس عمر کا اس نے وصول کرنا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس وقت تو اس سے بڑی عمر کا جانور موجود ہے۔ آپؐ نے فرمایا: وہی دے دو کیونکہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنا قرض زیادہ عمدہ اور اچھی صورت میں ادا کرتا ہے۔''

(صحیح بخاری کتاب الوکالۃباب الوکالۃ فی قضاء الدیون حدیث نمبر 2305)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ادائے قرضہ اور امانت کی واپسی میں بہت کم لوگ صادق نکلتے ہیں اور لوگ اس کی پروانہیں کرتے حالانکہ یہ نہایت ضروری امر ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کا جنازہ نہیں پڑھتے تھے جس پر قرضہ ہوتا تھا۔ دیکھا جاتا ہے کہ جس التجا اور خلوص کے ساتھ لوگ قرض لیتے ہیں۔ اسی طرح خندہ پیشانی کے ساتھ واپس نہیں کرتے بلکہ واپسی کے وقت ضرور کچھ نہ کچھ تنگی ترشی واقع ہو جاتی ہے۔ ایمان کی سچائی اسی سے پہچانی جاتی ہے۔''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۲۶۴)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’تیسری بات جو آجکل کا مسئلہ بن کر سامنے آ رہی ہے جیسا کہ میں نے کہا وہ قرضوں کی واپسی ہے۔لوگ ضرورت ہوتو قرض لے لیتے ہیں مگر واپسی پر بہت لیت و لعل سے کام لیتے ہیں۔قرض لینے سے پہلے جس شخص سے قرض مانگا جا رہا ہو۔اس سے زیادہ نیک اور پرخلوص دل رکھنے والا اور پتہ نہیں کیا کیا کچھ نیکیوں اورخوبیوں کا وہ مالک ہوتا ہے۔لیکن جب اس کی طرف سے واپسی کا مطالبہ ہوتا ہےتو اس سے زیادہ خبیث اور بد دماغ اور ظالم شخص کوئی نہیں ہوتا۔تو مومن کا تو یہ شیوہ نہیں ہے۔پاک دل کی خواہش رکھنے والوں کا تو یہ شیوہ نہیں ہے۔اس عظیم رسول اورمزکی کی طرف منسوب ہونے والوں کا تو یہ شیوہ نہیں ہے۔پس ہمیں وہی راستے اختیار کرنے چاہئیں جو اس مزّکی نے اپنے اسوہ کے طور پر ہمارے سامنے پیش فرمائے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد ششم صفحہ ۴۷)

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

دعوت الی اللہ

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ .﴿النحل: ۱۲۶﴾

ترجمہ: (اے رسول ﷺ) تو (لوگوں کو) حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ سے اپنے رب کی راہ کی طرف بُلا۔

☆آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''اللہ کی قسم! اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو بھی ہدایت مل جائے تو یہ تمہارے حق میں سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔''

(بخاری کتاب الجھادد باب دعا النبی(ﷺ)الی الاسلام و النبوۃ)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اب تلوار کی بجائے گالیاں کھا کر صبر کرنا چاہیے کہ بڑی نرمی اور خوش خلقی سے لوگوں پر اپنے خیالات ظاہر کئے جاویں۔ بہ نسبت شہروں کے دیہات کے لوگوں میں سادگی بہت ہے اور ہمارے دعویٰ سے بہت کم واقفیت رکھتے ہیں۔ اگر ان کو نرمی سے سمجھا جاوے تو اُمید ہے کہ سمجھ لیں گے۔ جلسوں کی بھی ضرورت نہیں اور نہ ہی بازاروں میں کھڑے ہو کر لیکچر دینے کی ضرورت ہے کیونکہ اس طرح سے فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ چاہیے کہ ایک ایک فرد سے علیحدہ علیحدہ مل کر اپنے قصے بیان کئے جاویں۔ جلسوں میں تو ہار جیت کا خیال ہو جاتا ہے۔ چاہئیے کہ دوستانہ طور پر شریفوں سے ملاقات کرتے رہیں اور رفتہ رفتہ موقعہ پا کر اپنا قصہ سنا دیا۔ بحث کا طریق اچھا نہیں بلکہ ایک ایک فرد سے اپنا حال بیان کیا اور بڑی آہستگی اور نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی۔ پھر تو دیکھو گے کہ بہت سے آدمی ایسے بھی نکلیں گے جو کہیں گے کہ ہم پر تو ان مولویوں نے اصلیت ظاہر ہی نہیں ہونے دی۔ چاہئیے کہ جس شخص میں علم اور رُشد کا مادہ دیکھا اسی کو اپنا قصہ بتا دیا اور فرداً فرداً واقفیت بڑھاتے رہے۔ یہ نہیں کہ سب کے سب ظالم طبع اور شریر ہوتے ہیں بلکہ

شریف اور مخلص بھی انہیں میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۳۱۲)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''پس ایک احمدی جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے اس زمانے کے حکم اور عدل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس لئے مانا ہے کہ میں کامل فرمانبرداروں میں شمار کیا جاؤں، اس لئے مانا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کروں، اس لئے مانا ہے کہ آج خدا تک پہنچنے کا راستہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی دکھایا ہے تو پھر ہر وقت یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ تمام فیض بھی تبھی حاصل کر سکتے ہیں جب ان تمام حکموں پر بھی عمل کریں گے جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے اور جن کی طرف اس زمانے میں ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توجہ دلائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ میرا پیغام تمام دنیا کو پہنچا دو اور آپ کو سب سے بڑا داعی الی اللہ قرار دیا تھا۔ فرماتا ہے ﴿دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾ (الاحزاب:47) یعنی اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور ایک چمکتا ہوا سورج بنا کر بھیجا ہے۔ پس اس چمکتے ہوئے سورج نے ہر طرف اللہ تعالیٰ کی تعلیم کی روشنی پھیلائی اور اپنا سب کچھ اس راہ میں قربان کر دیا۔ اور اندھیروں کو دور کیا۔ جہاں آپ نے دعوت الی اللہ کر کے خود ان اندھیروں کو دور کیا وہاں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کہ ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ﴾ (حٰمٓ السّجدۃ: 34) اپنے ماننے والوں کو بھی یہ نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو آگے پہنچاتے رہو۔ اور تم دنیا میں جو بھی بات کرتے ہو ان میں سب سے زیادہ پیاری اور خوبصورت وہ باتیں ہوتی ہیں جب تم اللہ تعالیٰ کا پیغام دوسروں تک پہنچا رہے ہوتے ہو۔''

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ ۵۸۸)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نظامِ جماعت اور عہدیداران کا احترام

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلاً (سورۃ النساء آیت:60)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکّام کی بھی، اور اگر تم کسی معاملہ میں (اُوْلُو الْاَمْر سے) اختلاف کرو تو ایسے معاملے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دیا کرو اگر (فی الحقیقت) تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان لانے والے ہو۔ یہ بہت بہتر (طریق) ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

☆حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص اپنے حاکم سے ناپسندیدہ بات دیکھے تو وہ صبر کرے کیونکہ جو نظام سے بالشت بھر جدا ہوا اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔''

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب الامر بلزوم الجماعۃ عند ظھور الفتن)

☆سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

''مجھے اپنی جماعت کا یہ بڑا غم ہے کہ ابھی تک یہ لوگ آپس میں ذرا سی بات سے چڑ جاتے ہیں عام مجلس میں کسی کو احمق کہہ دینا بھی بڑی غلطی ہے اگر اپنے کسی بھائی کی غلطی دیکھو تو اس کے لئے دعا کرو کہ خدا اسے بچا لیوے۔ یہ نہیں کہ منادی کرو۔ جب کسی کا بیٹا بدچلن ہو تو اس کو سر دست کوئی ضائع نہیں کرتا بلکہ اندر ایک گوشہ میں سمجھاتا ہے کہ یہ برا کام ہے اس سے باز آجا۔ پس جیسے رِفق، حِلم اور مُلائمت

سے اپنی اولاد سے معاملہ کرتے ہو ویسے ہی آپس میں بھائیوں سے کرو۔''

(ملفوظات جلد 3 ص 590)

☆ **پھر فرمایا:**

''دیکھو وہ جماعت، جماعت نہیں ہو سکتی جو ایک دوسرے کو کھائے اور جب چار مل کر بیٹھیں، تو ایک اپنے غریب بھائی کا گلہ کریں اور نکتہ چینیاں کرتے رہیں اور کمزوروں اور غریبوں کی حقارت کریں اور اُن کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھیں۔ ایسا ہرگز نہیں چاہیے۔ بلکہ اجماع میں چاہیے کہ قوت آ جاوے اور وحدت پیدا ہو جاوے جس سے محبت آتی ہے اور برکات پیدا ہوتے ہیں...... ہماری جماعت کو سرسبزی نہیں آئے گی جب تک وہ آپس میں سچی ہمدردی نہ کریں...... میں جو یہ سنتا ہوں کہ کوئی کسی کی لغزش دیکھتا ہے، تو وہ اس سے اخلاق سے پیش نہیں آتا، بلکہ نفرت اور کراہت سے پیش آتا ہے، حالانکہ چاہیے تو یہ کہ اس کے لیے دعا کرے، محبت کرے اور اُسے نرمی اور اخلاق سے سمجھائے۔ مگر بجائے اس کے کینہ میں زیادہ ہوتا ہے۔ اگر عفو نہ کیا جائے، ہمدردی نہ کی جاوے، اس طرح پر بگڑتے بگڑتے انجام بد ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو یہ منظور نہیں۔ جماعت تب بنتی ہے کہ بعض بعض کی ہمدردی کرے پردہ پوشی کی جاوے''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 265-264)

☆ **ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔**

''حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے الفاظ میں یہ نصیحت آپ تک پہنچاتا ہوں: ''اپنے گھروں میں کبھی ایسی بات نہیں کرنی چاہئے جس سے نظام جماعت کی تخفیف ہوتی ہو یا کسی عہدیدار کے خلاف شکوہ ہو۔ وہ شکوہ اگر سچا بھی ہے پھر بھی اگر آپ نے اپنے گھر میں کیا تو آپ کے بچے ہمیشہ کے لئے اس سے زخمی ہو جائیں گے۔ آپ تو شکوہ کرنے کے باوجود اپنے ایمان کی حفاظت کر سکتے ہیں لیکن آپ کے بچے زیادہ گہرا زخم محسوس کریں گے۔ یہ ایسا زخم ہوا کرتا ہے کہ جس کو لگتا ہے اس کو کم لگتا ہے، جو قریب کا دیکھنے والا ہے اُس کو زیادہ لگتا ہے۔ اس لئے اکثر وہ لوگ جو نظام جماعت پر تبصرے کرنے میں بے احتیاطی

کرتے ہیں، ان کی اولادوں کو کم وبیش ضرور نقصان پہنچتا ہے۔ اور بعض ہمیشہ کے لئے ضائع ہو جاتی ہیں۔''

(خطبات مسرور جلد 1 ص 149، 150)

☆**فرمایا:**

''بعض عہدیداران کی شکایت کر دیتے ہیں کہ فلاں امیر ایسا ہے، فلاں امیر ایسا ہے، رویہ ٹھیک نہیں ہے یا فلاں عہدیدار ایسا ہے، کوئی کام نہیں کر رہا۔ اور کوئی معین بات بھی نہیں لکھ رہے ہوتے۔ اور پھر خط کے نیچے اپنا نام بھی نہیں لکھتے۔ تو یہ منافقت ہے...... اگر جماعت کا درد ہے، اصلاح مدنظر ہے تو کھل کر لکھیں اور اگر اس کی وجہ سے کوئی عہدیدار شکایت کرنے والے سے ذاتی عناد بھی رکھتا ہے، مخالفت بھی ہو جاتی ہے تو یہ معاملہ خدا پر چھوڑیں اور دعاؤں میں لگ جائیں۔ اگر نیت نیک ہے تو اللہ تعالیٰ ہر شر سے محفوظ رکھے گا۔ بے نام لکھنے کا مطلب تو یہ ہے کہ لکھنے والا خود خائن ہے۔''

(خطبات مسرور جلد 2 ص 114، 115)

اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اور خاص طور پر عہدیداران کو اپنے اعلیٰ نمونے قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عہدیداران کے فرائض

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَھُمْ وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ فَاعْفُ عَنْھُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَھُمْ وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ(آل عمران : 160)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: پس اللہ کی خاص رحمت کی وجہ سے تُو اُن کے لئے نرم ہو گیا۔ اور اگر تُو تندخو (اور) سخت دل ہوتا تو وہ ضرور تیرے گرد سے دُور بھاگ جاتے۔ پس اُن سے دَرگزر کر اور اُن کے لئے بخشش کی دعا کر اور (ہر) اَہم معاملہ میں اُن سے مشورہ کر۔ پس جب تُو (کوئی) فیصلہ کر لے تو پھر اللہ ہی پر توکل کر۔ یقیناً اللہ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

☆حضرت مَعْقَل بن یَسَار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

''میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کا نگران بنایا ہے وہ اگر لوگوں کی نگرانی، اپنے فرض کی ادائیگی اور اُن کی خیر خواہی میں کوتاہی کرتا ہے تو اُس کے مرنے پر اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنت حرام کر دے گا اور اُسے بہشت نصیب نہیں کرے گا۔''

(مسلم کتاب الامارہ باب فضیلة الامام العادل)

☆ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

''عہدیداروں کے عہد ہیں۔ اُن کے سپرد امانتیں ہیں۔ وہ جائزے لیں کہ کہاں تک وہ اپنے عہد اور اپنی امانتیں پوری طرح ادا کر رہے ہیں۔ اُن کی حفاظت کر رہے ہیں۔ جائزہ لیں کہ اپنے کام، اپنے فرائض کا حق ادا نہ کر کے وہ کہیں گناہگار تو نہیں ہو رہے۔''

(خطبہ جمعہ 9 ستمبر 2005ء۔ خطبات مسرور جلد 3 ص 552-553)

☆فرمایا:

''عہدیداروں کو پھر میں یہ کہتا ہوں کہ لوگوں کے لئے پیار اور محبت کے پَر پھیلائیں۔ خلیفہ وقت نے آپ پر اعتماد کیا ہے اور آپ پر اعتماد کرتے ہوئے اِس پیاری جماعت کو آپ کی نگرانی میں دیا ہے۔ ان کا خیال رکھیں۔ ہر ایک اَحمدی کو یہ اِحساس ہو کہ ہم محفوظ پَروں کے نیچے ہیں۔ ہر ایک سے مسکراتے ہوئے ملیں چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔ بعض عہدیدار میں نے دیکھا ہے بڑی سخت شکل بنا کر دفتر میں بیٹھے ہوتے ہیں یا ملتے ہیں...... جماعت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اِخلاص کا معیار بڑا اونچا ہے۔ ہر احمدی، اگر اَمیر مسکرا کر ملتا ہے تو اُس کی مسکراہٹ پر ہی خوش ہو جاتا ہے، چاہے کام ہو یا نہ ہو۔''

(خطبہ جمعہ 31 دسمبر 2004ء۔ خطبات مسرور جلد 2 ص 953-954)

☆ **پھر مزید فرمایا:۔**

''ایک عرصہ گزرنے کے بعد بعض باتیں یاد نہیں رہتیں۔ جو نئے آنے والے عہدیداران ہوتے ہیں جو نہیں سمجھ رہے ہوتے صحیح طرح، اِس لئے بار بار یاددہانی کروانی پڑتی ہے۔ تو خلاصۃً یہ باتیں ہیں:۔

1۔ عہدیداران پر خود بھی لازم ہے کہ اطاعت کا اعلیٰ نمونہ دکھائیں اور اپنے سے بالا افسر یا عہدیدار کی مکمل اِطاعت اور عزت کریں۔ اگر یہ کریں گے تو آپ کے نیچے جو لوگ ہیں، افراد جماعت ہوں یا کارکنان، آپ کی مکمل اِطاعت اور عزت کریں گے۔

2۔ یہ ذہن میں رکھیں کہ لوگوں سے نرمی سے پیش آنا ہے۔ اُن کے دل جیتنے ہیں، اُن کی خوشی غمی میں اُن کے کام آنا ہے۔ اگر آپ یہ فطری تقاضے پورے نہیں کرتے تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے عہدیدار کے دل میں تکبر پایا جاتا ہے۔

3۔ اُمراء اور عہدیداران یا مرکزی کارکنان یہ دعا کریں کہ ان کے ماتحت یا جن کا ان کو نگران بنایا گیا ہے، شریف النفس ہوں، جماعت کی اطاعت کی روح ان میں ہو اور نظام جماعت کا احترام ان میں ہو۔

4۔ کبھی کسی فرد جماعت سے کسی معاملہ میں امتیازی سلوک نہ کریں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ بعض لوگ بڑے ٹیڑھے ہوتے ہیں۔ مجھے علم ہے کہ اُمراء کے، عہدیداران کے، یا نظام جماعت کے

ناک میں دم کیا ہوتا ہے ایسے لوگوں نے ۔لیکن پھر بھی ان کی بدتمیزیوں کو جس حد تک برداشت کر سکتے ہیں کریں اوران کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف پر کسی قسم کا شکوہ نہ کریں، بدلہ لینے کا خیال بھی کبھی دل میں نہ آئے ۔ان کے لئے دعا کریں،اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں ۔

5۔ پھر یہ کہ نظام جماعت کا استحکام اورحفاظت سب سے مقدم رہنا چاہئے اوراس کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہنا چاہئے ۔پھر کبھی اپنے گرد ’’جی حضوری‘‘ کرنے والے یا خوشامد کرنے والے لوگوں کو اکٹھا نہ ہونے دیں ۔جن عہدیداروں پر ایسے لوگوں کا قبضہ ہو جاتا ہے پھر ایسے عہدیداران سے انصاف کی توقع نہیں کی جاسکتی ۔ایسے عہدیدار پھر ان لوگوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن جاتے ہیں ۔تبھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس دعا کی تلقین فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی بُرے مشیر میرے اردگرد اکٹھے نہ کرے ۔

6۔ پھر یہ بھی یاد رکھنے والی بات ہے ......کہ جہاں نظام جماعت کے تقدُّس پر حرف نہ آتا ہو،عفواور اِحسان کا سلوک کریں ۔اُن کے لئے مغفرت مانگیں جواُن کی اِصلاح کا موجب بنے ۔یہ تو عہدیدارن کے لئے ہے لیکن آخر میں مَیں پھر اَحباب جماعت کے لئے ایک فقرہ کہہ دیتا ہوں کہ آپ پر بھی ،جو عہدیدار نہیں ہیں،ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ کا کام صرف اِطاعت، اِطاعت اور اِطاعت ہے اورساتھ دعا کرنا ہے ۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذمہ واریاں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے ۔‘‘ آمین

(خطبہ جمعہ 5 دسمبر 2003ء ۔خطبات مسرور جلد 1 ص 532-531)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دنیا کی محبت سے بے اعتنائی پیدا کرنا

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌنِ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُواْ حَتَّى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهِ وَاللّٰهُ لاَ يَهْدِيْ الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ. ﴿التوبة: ۲۴﴾

ترجمہ: تو کہہ دے کہ اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہارے ازواج اور تمہارے قبیلے اور وہ اموال جو تم کماتے ہو اور وہ تجارت جس میں گھاٹے کا خوف رکھتے ہو اور وہ گھر جو تمہیں پسند ہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ پیارے ہیں تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ لے آئے۔ اور اللہ بدکردار لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

☆حضرت سہلؓ بیان کرتے ہیں:

''ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا کام بتائیے کہ جب میں اسے کروں تو اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت کرنے لگے اور باقی لوگ بھی مجھے چاہنے لگیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا سے بے رغبت اور بے نیاز ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرنے لگے گا جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس کی خواہش چھوڑ دو۔ لوگ تجھ سے محبت کرنے لگ جائیں گے۔''

(ابن ماجه باب الزهد فی الدنیا)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بار بار ظاہر کر چکا ہے کہ ایسی تاریکی چھا گئی ہے کہ کچھ نظر نہیں آتا۔

وہ توحید جس کا ہمیں فخر تھا اور اسلام جس پر ناز کرتا تھا وہ صرف زبانوں پر رہ گئی ہے ورنہ عملی اور اعتقادی طور پر بہت ہی کم ہونگے جو توحید کے قائل ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا دنیا کی محبت نہ کرنا۔ مگر اب ہر ایک دل اسی میں غرق ہے اور دین ایک بیکس اور یتیم کی طرح رہ گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے صاف طور پر فرمایا تھا حُبُّ الدُّنيَا رَأسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ یہ کیسا پاک اور سچا کلمہ ہے۔ مگر آج دیکھ لو۔ ہر ایک اس غلطی میں مبتلا ہے۔..... غرض مسلمانوں میں اندرونی تفرقہ کا موجب بھی یہی حب دنیا ہی ہوئی ہے........... اب جبکہ حُبِّ دنیا کی وجہ سے یہ خرابی پیدا ہو رہی ہے تو ایسے لوگوں کو کیسے مسلمان کہا جا سکتا ہے جبکہ ان کا قدم آنحضرت ﷺ کے قدم پر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا تھا قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران:۳۲) یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو دوست رکھے گا۔ اب اس حُبّ اللہ کی بجائے اور اتباع رسول اللہ ﷺ کی بجائے حب الدنیا کو مقدم کیا گیا ہے۔ کیا یہی آنحضرت ﷺ کی اتباع ہے؟ کیا آنحضرت ﷺ دنیادار تھے؟ کیا وہ سود لیا کرتے تھے؟ یا فرائض اور احکام الٰہی کی بجا آوری میں غفلت کیا کرتے تھے؟ کیا آپؐ میں معاذ اللہ نفاق تھا؟ مداہنہ تھا؟ دنیا کو دین پر مقدم کرتے تھے؟ غور کرو۔ اتباع تو یہ ہے کہ آپؐ کے نقش قدم پر چلو اور پھر دیکھو کہ خدا تعالیٰ کیسے کیسے فضل کرتا ہے۔ صحابہؓ نے وہ چلن اختیار کیا تھا۔ پھر دیکھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کہاں سے کہاں پہنچایا۔ اُنہوں نے دنیا پر لات ماردی تھی اور بالکل حُبّ دنیا سے الگ ہو گئے تھے۔ اپنی خواہشوں پر ایک موت وارد کر لی تھی۔ اب تم اپنی حالت کا ان سے مقابلہ کر کے دیکھ لو۔ کیا انہیں کے قدموں پر ہو؟ افسوس اس وقت لوگ نہیں سمجھتے کہ خدا تعالیٰ ان سے کیا چاہتا ہے۔ رَأسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ نے بہت سے بچے دے دیئے ہیں کوئی شخص عدالت میں جاتا ہے تو دو آنے لے کر جھوٹی گواہی دینے میں ذرا شرم و حیا نہیں کرتا۔ کیا وکلاء قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ سارے کے سارے گواہ سچے پیش کرتے ہیں۔ آج دنیا کی حالت بہت نازک ہوگئی ہے۔ جس پہلو اور رنگ سے دیکھو جھوٹے گواہ بنائے جاتے ہیں۔ جھوٹے مقدمہ کرنا تو بات ہی کچھ نہیں جھوٹے اسناد بنا لیے جاتے ہیں۔ کوئی امر بیان کریں گے تو سچ کا پہلو بچا کر بولیں گے اب کوئی ان لوگوں سے جو اس سلسلہ کی ضرورت نہیں سمجھتے پوچھے کہ کیا یہی وہ دین تھا جو آنحضرت لے کر آئے تھے؟ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کو نجاست کہا تھا کہ اس سے پرہیز

کرو۔ اِجْتَنِبُوْ االرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْاقَوْلَ الزُّوْرِ (الحج:۳۱) بت پرستی کے ساتھ اس جھوٹ کو ملایا ہے جیسا احمق انسان اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پتھر کی طرف سر جھکا تا ہے ویسے ہی صدق اور راستی کو چھوڑ کر اپنے مطلب کے لیے جھوٹ کو بت بنا تا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بت پرستی کے ساتھ ملایا اور اس سے نسبت دی جیسے ایک بت پرست بت سے نجات چاہتا ہے۔ جھوٹ بولنے والا بھی اپنی طرف سے بت بنا تا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس بت کے ذریعہ نجات ہو جاوے گی۔ کیسی خرابی آ کر پڑی ہے۔ اگر کہا جاوے کہ کیوں بت پرست ہوتے ہو۔ اس نجاست کو چھوڑ دو۔ تو کہتے ہیں کیونکر چھوڑ دیں اس کے بغیر گذارہ نہیں ہوسکتا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا بدقسمتی ہوگی کہ جھوٹ پر اپنا مدار سمجھتے ہیں۔ مگر میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ آخر سچ ہی کامیاب ہوتا ہے۔ بھلائی اور فتح اسی کی ہے۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۶۳۴ تا ۶۳۶)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''...... جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ قبولیت دعا کے لئے دین کو دنیا پر مقدم کرنا بھی ضروری ہے۔ دین کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے دنیا کی لہو ولعب چھوڑنا ضروری ہے۔ ہمارے عہد میں بھی ایک فقرہ ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا، خدام الاحمدیہ کے عہد میں بھی ہے۔ اسی طرح آٹھویں شرط بیعت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھی ہے وہ یہ ہے کہ ''یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا''۔ پس یہ ہے دین کو دنیا پر مقدم سمجھنا کہ ایک انسان، ایک احمدی کو، اپنے ہر عمل سے جو بھی عمل وہ کرتا ہے اس سے پہلے یہ خیال رہے کہ مَیں مسلمان ہوں۔ مَیں وہ مسلمان ہوں جس نے آنحضرت ﷺ کے غلام صادق کو بھی مانا ہوا ہے۔ اس لئے میری یہ کوشش ہے کہ میرے سے کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو جس سے دین کی عزت پر کوئی حرف آتا ہے۔ مجھے اپنی اور اپنے خاندان سے زیادہ اللہ کے دین کی عزت پیاری ہے۔ دین کی عزت کی خاطر اگر دنیاوی نقصان اٹھانا پڑے تو اس سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔ یہ عہد کرے ہر احمدی تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں بھی دعاؤں کو سنوں گا اور قبولیت دعا کے نظارے دکھاؤں گا۔''

(خطبات مسرور جلد پنجم صفحہ ۴۰۵)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نشہ سے اجتناب

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ. ﴿المائدۃ:91﴾

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً مدہوش کرنے والی چیز اور جوا اور بت (پرستی) اور تیروں سے قسمت آزمائی یہ سب ناپاک شیطانی عمل ہیں۔ پس ان سے پوری طرح بچو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

☆حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''کہ ہر نشہ آور چیز جو عقل میں بگاڑ پیدا کردے شراب کے زمرہ میں آتی ہے۔ اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جس نے نشہ آور چیز کا استعمال کیا اس کی چالیس دن کی نمازیں ضائع ہو گئیں۔''

(سنن ابی دائود کتاب الاشربہ)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''تمباکو، افیون اور شراب وغیرہ ان کی عادت جن لوگوں کو ہو جاتی ہے پھر ان کا چُھوٹنا مشکل ہو جاتا ہے اور بالخصوص شراب تو ایک ایسی چیز ہے کہ چھوڑ دینے کے بعد بھی کتابوں میں لکھا ہے کہ اس کا عام دَورِی امراض کی طرح بعض اوقات دَورہ ہو جاتا ہے اور وہ ایسا خطرناک اور شدید دورہ ہوتا ہے کہ ایک انسان پاگل ہو جاتا ہے اور آخر کار پی ہی لیتا ہے خواہ پھر ہوش سنبھالنے پر توبہ ہی کرلے۔''

فرمایا:

''وہ مَعَاصی کا دَورہ ہوتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے آگے کوئی بات انہونی نہیں ہے۔ جہاں قوتِ ایمانی ہو وہاں معاصی ٹھہر ہی نہیں سکتے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی کی طرف دیکھا جاوے کہ انہوں نے حُرمت کی آیت نازل ہونے کے بعد کیسی چھوڑی کہ پھر اس توبہ کی حالت میں ہی مر

گئے۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 535)

فرمایا:

’’یہ نشہ بھی کیا شئے ہے۔۔ نشہ والوں کو نشہ نہ ملے تو موت تک نوبت پہنچ جاتی ہے... شراب اور اس کے بہن بھرا (بَھنگ اَفْیُو نَ وغیرہ) ایسی خراب شئے ہیں کہ ان سے مٹی پلید ہوتی ہے.... ہاں ایک صورت ہے یہ نشہ چھوٹ سکے کہ جیل خانہ میں بند ہوں دَاروغَہ بھی ایسا ہو کہ کسی سے سازش نہ کرے پھر شاید یہ عادت چھوٹ جاوے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوئم صفحہ 423)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

’’ایک شرابی کو شراب، ایک افیونی کو افیون، ایک کوکین (ایک قسم کا نشہ) استعمال کرنے والے کو کوکین نہ ملے تو وہ بیسیوں جرم کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے جن پر وہ دوسری کسی صورت میں بھی آمادہ نہ ہوتا‘‘۔

(انوار العلوم جلد ہشتم صفحہ 268)

نیز فرمایا:

’’نشہ ایسی بُری چیز ہے کہ نشہ کی عادی قوم کوئی کام نہیں کر سکتی۔ زیادہ نشہ والی چیزیں جسمانی نقصان پہنچاتی ہیں۔ اور جو کم نشہ والی ہوتی ہیں ان سے اگر جسم کو نقصان نہ بھی ہو۔ تو روح کو ضرور ہوتا ہے .... جو چیز جسم کو سُن کر دیتی ہے وہ آخر میں اعصاب کو ڈھیلا اور کمزور کر دیتی ہے اور طاقت زوال کی طرف آجاتی ہے.... انسان ہو کر ایسی بے جان چیزوں کی غلامی اختیار کرنی پڑتی ہے۔ ایک انسان درختوں کے پتے کھا کر پیٹ بھر سکتا ہے مگر نشوں کے بغیر نہیں رہ سکتا اور ان کی بدترین غلامی اختیار کرنی پڑتی ہے‘‘۔

(انوار العلوم جلد پنجم صفحہ 438،439)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''احمدیوں کو بڑا پھونک پھونک کر چلنے کی ضرورت ہے اور نہ صرف اپنے آپ کو ان برائیوں سے بچانا ہے بلکہ اپنی نسلوں کی، اپنے بچوں کی خاص طور پر ان کی جو نوجوان ہیں، نوجوانی میں قدم رکھ رہے ہیں، حفاظت کرنی ہے۔ ان چیزوں کی، ان برائیوں کی اہمیت ان پر واضح کرنی ہے۔''

(خطبات مسرور جلد ہشتم صفحہ 161)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابتلاؤں میں صبر واستقامت

☆ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ.

﴿سورۃ البقرہ:۱۵۴﴾

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو (اللہ سے) صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ مدد مانگو۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

☆حضرت خباب بن ارتؓ بیان کرتے ہیں:

''ہم نے آنحضرت ﷺ سے اپنی تکالیف کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ کعبہ کے سایہ میں چادر کو سرہانہ بنائے لیٹے ہوئے تھے۔ ہم نے عرض کی کیا آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد نہیں مانگتے اور دعا نہیں کرتے کہ (اللہ تعالیٰ یہ سختی کے دن ختم کردے) اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے ایسا مومن بھی گزرا ہے۔ جس کے لئے مذہبی دشمنی کی وجہ سے گڑھا کھودا جاتا اور اس میں اسے گاڑ دیا جاتا۔ پھر آرا لایا جاتا اور اس کے سر پر رکھ کر اسے دو ٹکڑے کر دیا جاتا۔ لیکن وہ اپنے دین سے اور عقیدہ سے نہ پھرتا اور بعض اوقات لوہے کی کنگھی سے مومن کا گوشت نوچ لیا جاتا اور ہڈیوں اور پٹھے ننگے کر دئے جاتے لیکن یہ ظلم اس کو اپنے دین سے نہ ہٹا سکا۔''

(بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

☆حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''صادق تو ابتلاؤں کے وقت بھی ثابت قدم رہتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ خدا ہمارا ہی حامی ہوگا اور یہ عاجز اگرچہ ایسے کامل دوستوں کے وجود سے خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہے لیکن باوجود اس کے یہ بھی ایمان ہے کہ اگرچہ ایک فرد بھی ساتھ نہ رہے اور سب چھوڑ چھاڑ کر اپنا اپنا راہ لیں تب بھی مجھے کچھ خوف نہیں۔ مَیں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ اگر مَیں پیسا جاؤں اور کچلا جاؤں اور ایک ذرّے

سے بھی حقیر تر ہو جاؤں اور ہر ایک طرف سے ایذاء اور گالی اور لعنت دیکھوں تب بھی مَیں آخر فتح یاب ہوں گا۔ مجھ کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ جو میرے ساتھ ہے۔ مَیں ہرگز ضائع نہیں ہو سکتا۔ دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں اور حاسدوں کے منصوبے لا حاصل ہیں۔

اے نادانو اور اندھو! مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو مَیں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلّت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کرے گا۔ یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو کہ میری روح ہلاک ہونے والی رُوح نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔ مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ مَیں کِسی کی پروا نہیں رکھتا۔ مَیں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں۔ کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا؟ کبھی نہیں چھوڑے گا۔ کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا؟ کبھی نہیں ضائع کرے گا۔ دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔ مَیں اس کے ساتھ اور وہ میرے ساتھ ہے کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی۔ اور مجھے اس کی عزّت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو۔ اس کا جلال چمکے۔ اور اس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلاء سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں اگرچہ ایک ابتلا نہیں کروڑ ابتلاء ہو۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے۔............کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں؟ کیا ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے؟ کیا ہم اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جدا ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں ہو سکتے۔''

(انوار الاسلام، روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۲۳۔۲۴)

☆ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''دشمن سمجھتا ہے کہ آج احمدیوں کی ملک میں کوئی نہیں سنتا، قانون ان کی حفاظت نہیں کرتا۔ اس لئے ان کو شہید کر کے ان کے خیال میں قتل کر کے جتنا ثواب کمانا ہے کما لو۔ لیکن ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ احمدیت کی راہ میں بہایا ہوا یہ خون تو کبھی ضائع نہیں جاتا۔

اللہ تعالیٰ نے تو اس طرح جان قربان کرنے والوں کو زندہ کہا ہے۔ پس جو اللہ تعالیٰ کی خاطر مرتے ہیں وہ زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے اور ان کے دشمنوں سے اللہ تعالیٰ خود ہی بدلہ بھی لے گا،

انشاءاللہ تعالیٰ۔شہیدوں کا خون کبھی رائیگاں نہیں جاتا۔اللہ تعالیٰ ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچائے۔ملک میں رہنے والوں کی آنکھیں کھولے۔اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دیکھتے ہیں اور پھر بھی ان لوگوں کو عقل نہیں آتی۔آج اگر ملک بچا ہوا ہے تو احمدیوں کی وجہ سے بچا ہوا ہے۔اس لئے احمدی بڑے درد سے دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ان ظالموں سے ملک کو پاک کرے اور اس ملک کو بچالے۔‘‘

(خطبہ جمعہ یکم ستمبر 2006ء از خطبات مسرور جلد چہارم صفحہ 437)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دعا

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلۡ مَا یَعۡبَؤُا بِکُمۡ رَبِّیۡ لَوۡلَا دُعَآؤُکُمۡ . ﴿الفرقان: 78﴾

ترجمہ: تُو کہہ دے کہ اگر تمہاری دعا نہ ہوتی تو میرا ربّ تمہاری کوئی پرواہ نہ کرتا۔

☆آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"اَلدُّعَاءُ مُخُّ الۡعِبَادَۃِ.

یعنی عبادت کا مغز دعا ہی ہے۔"

(ترمذی جلد2 کتاب الدعوات)

☆حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"دعا میں خدا تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں خدا نے مجھے بار بار الہامات کے ذریعہ یہی فرمایا ہے کہ جو کچھ ہوگا دعا کے ذریعہ سے ہوگا۔ ہمارا ہتھیار تو دعا ہی ہے اور اس کے سوائے کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں جو کچھ ہم پوشیدہ خدا سے مانگتے ہیں۔ خدا اس کو ظاہر کر کے رکھ دیتا ہے......دعا سے بڑھ کر اور کوئی ہتھیار نہیں۔"

(سیرت مسیح موعود از یعقوب علی عرفانی صفحہ نمبر 518)

"اگر تم لوگ چاہتے ہو کہ خیریت سے رہو اور تمہارے گھروں میں امن رہے تو مناسب ہے کہ دعائیں بہت کرو اور اپنے گھروں کو دعاؤں سے پُر کرو۔ جس گھر میں ہمیشہ دعا ہوتی ہے خدا تعالیٰ اسے برباد نہیں کیا کرتا۔

(البدر 24/اپریل 1903، ملفوظات جلد 3 صفحہ 232)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"ہمارے پاس دشمن کے مقابلے کی کوئی دنیاوی طاقت اور سامان نہیں ہے۔ مخالفین کو اپنی دولت

پر مان ہے، ان کو اپنے جتھوں پر مان ہے، ان کو اپنے ہتھیاروں پر مان ہے، ان کو اپنے ظالمانہ قوانین کی پشت پناہی پر مان ہے، لیکن ہمارا تو سب انحصار اور مان ہمارے پیارے خدا پر ہے اور ہونا چاہئے۔ **حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل** ۔یہی ہمارا نعرہ ہے اور یہی ہمارا مان ہے۔ ہمارے سامنے تو یہی اسوہ ہے کہ:

عدو جب بڑھ گیا شور وفغاں میں
نہاں ہم ہو گئے یارِ نہاں میں

پس آج ہماری کامیابی کا راز اسی میں ہے کہ دعاؤں، عبادتوں اور ذکرِ الٰہی پر بہت زور دیں۔ خدا تعالیٰ سے مدد مانگیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دل میں اپنی خشیت پیدا کرے۔ اپنا خوف پیدا کرے، اپنی محبت پیدا کرے، اور اللہ تعالیٰ کی محبت سب محبتوں سے بڑھ کر ہمارے دل میں پیدا ہو جائے، اللہ تعالیٰ کی رضا ہمارا مقصود و مطلوب ہو جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے میں ہم ایک دوسرے سے بڑھنے والے ہوں، اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔''

(افتتاحی خطاب جلسہ سالانہ یو۔کے 30-07-2010)